

تاریخ

شعراءِ روہیلکھنڈ

مؤلف سید تعظیم علی نقوی شایاں بریلوی

جلد اول

مرصعہ کے مردمِ حیدر علاقہ روہیلکھنڈ کی تاریخ کا تعارف اور اس کے مختلف اضلاع
پدالیوں، بریلی، بجنور، بیلی بھیت، رامپور، شاہجہاں پور اور مراد آباد کے تمام متقدمین
متوسطین و متاخرین شعراء اور اکابر عالم و حکم کے واقعات و انتخابِ کلام کا سلسلہ
سلسلہ، عہد بہ عہد مطالعہ مستند مآخذ کے حوالوں سے مرتب علمی، ادبی اور
ثقافتی تاریخ -

۱۲۰ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اشاعت
جلد اول ۱۹۹۱ء
جلد دوم ۱۹۹۰ء
جلد سوم ۱۹۸۹ء
جلد چہارم ۱۹۸۹ء

۱. تزئین و آرائش :- مائیکرو پرنٹرز - ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
شائع کردہ :- فرحان پبلیکیشنز - کراچی

ناشر
سید تعظیم علی نقوی
شایاں بریلوی

تکڑا
سید عظیم القدر نقوی

بی ۱۹۸ بلاک "جے" نارتھ ناظم آباد کراچی - پاکستان

رابطہ نمون :- ۶۱۹۰۷۹

قیمت :- ۲۵۰ روپیہ فی جلد

۱۰۰۰ // فی سیٹ

بابائے اُردو

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے "تاریخِ شعرائے
روہیلکھنڈ" کا ابتداء ان مساء وہ ملاحظہ فرماتے ہوئے
جناب سشائیاں سریلو کی کاوشوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا
تھا کہ

"آپ نے روہیلکھنڈ کی سرزمین میں دفن ہونے والے
بے شمار شعراء ادباء کی ہڈیوں کو دوبارہ کھڑا کر کے رُوح پھونک دی
ہے اور تمام تر خوبیوں کے مالک افراد اور مقتدرین کو اُردو
ادب کی تاریخ بکھتے ہوئے نئی زندگی عطا کر دی ہے۔"

ڈاکٹر فرمان فتحپوری

اُردو لغت بورڈ کے چیف ایڈیٹر ممتاز نقاد، ادیب اور محقق جناب ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے فرمایا۔

”اُردو شعراء کا پہلا تذکرہ میر تقی میر نے اپسے تقریباً ”ڈھائی سو سال پہلے نکات الشعراء“ کے نام سے لکھا تھا، بعد ازاں سیکڑوں کی تعداد میں تذکرے لکھے گئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ تازہ ترین تذکروں میں ”تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ“ مرتبہ شایاں بریلوی سب سے منفرد ہے صرف اس اعتبار سے نہیں کہ یہ چار جلدوں میں ہے اور اس میں ہر شاعر کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کے سلسلہ تلامرہ کا تذکرہ بھی اہتمام سے کیا گیا ہے بلکہ یہ اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ اس میں بڑا عظیم پاک و ہند کی وہ ساری ثقافتی زندگی اور تہذیبی تاریخ سمٹ آئی ہے جسے تمدنِ اسلام کے آثار و اثرات کا ثمرہ و ورثہ خیال کیا جاتا ہے۔

میں اس ضخیم تذکرے کی ترتیب و تالیف میں شایاں بریلوی نے اپنی عمرِ عمریر کا بیشتر دہ بہترین حصہ صرف کیا ہے۔ مواد کی دستیابی میں غیر معمولی کاوش و محنت سے کام لیا ہے۔ شہر کے اکثر کتب خانوں سے استفادہ کیا ہے اور سارے معتبر ماخذوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ متعدد تاریخی و تہذیبی کتابوں سے مسالا ہیجا کیا ہے پھر اسے اس فریضے سے مرتب کیا ہے کہ اُردو شاعری کا یہ تذکرہ محض تذکرہ نہیں رہا بلکہ پاک و ہند کی ہزار سالہ تہذیبی زندگی کی ایک دستاویز بن گیا ہے۔

میں اس دستاویز کی قدر و قیمت کیا ہے؟ اور اس میں شعر و ادب کا کتنا بڑا ذخیرہ ملفوظ ہے؟ ان سوالوں کے جوابات کوئی دوسرا دے گا تو شاید ہالغے تعبیر کیا جائے۔ اسلئے میں صاحبانِ ذوق سے گزارش کروں گا کہ وہ خود اس تذکرے تک رسائی حاصل کریں، اس پر نگاہ ڈالیں، اس کے متن و مواد کو جانیں پرکھیں اور اگر اسے اپنی توقع اور معیار کے مطابق پائیں تو پھر پُخل سے کام نہ لیں بلکہ دل کھول کر مرتب کو دادیں اس کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کے حلقہ اثر کو وسیع تر کرنے میں مرتب کے خوش ذوق معاون بنیں جناب سید عظیم القدر کی مدد کریں ۛ

تاریخ شعراءِ روہیل کھنڈ

از
مشائیاں بریلوی

روہیل کھنڈ ادبی و تہذیبی اعتبار سے ایک اہم منطقہ اور معلول کے آخری دور میں ایک دھڑکتے ہوئے دل کی طرح ہماری ادبی و تہذیبی زندگی کی ایک علامت رہا ہے۔ حافظ رحمت خاں روہیلہ تو اس حلقہ کار و کار کا نشانہ و نشان قرار دیتے جاسکتے ہیں۔

اس علاقہ نے اردو شعروادب کی تاریخی خدمت انجام دی ہے۔ اہل ادب شعرائے اردو اور امرائے عہد کا تذکرہ طبقات الشعراء (مولوی قدرت اللہ سنوٹی) ہماری ادبی تاریخ کا ایک سنگ میل ہے اسی میں تذکرہ کاملان رامپور کو بھی شامل کیجئے تو اپنی توسیعات کے ساتھ یہ سلسلہ فکر و نظر ہماری ادبی تاریخ کے ایک بڑے حصہ کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔

ٹانڈھ کپڑ اور پھر رامپور نے اردو شاعروں کی جو سرپرستی کی ہے اس نے ہماری زبان کی تاریخ ارتقاء اور ادبی شعور کے فروغ میں ایک ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے۔ مشائیاں بریلوی صاحب کا یہ کام جو چار ضخیم جلدوں میں سامنے آیا ہے۔ اسی کہکشاں سلسلہ کی چار درخشاں کوٹیاں ہیں۔ یہ کارنامہ شمالی ہندوستان

میں اردو زبان و ادب کی تاریخ کے کئی سلسلوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے۔
 رتبہ نے مختلف تذکروں، ادبی مجلّوں اور خصوصیت کے ساتھ شعری
 نگاروں سے استفادہ کیا ہے اور تذکرہ خوش معرکہ، زریا اور طبقاتِ سخن کی روایت
 کو سامنے رکھ کر مختلف شعراء کے رشتہ، تلمذ اور سلسلہ تلامذہ کو یکجا کرنے کی ایک متعین
 اور عہد آفریں کوشش کی ہے۔ یہ کام سچ تو یہ ہے کہ اداروں کے کرنے کا تھا جیسے مصنف
 نے اپنے 'لائف ورک' کے طور پر تنہا انجام دیا ہے اور آئندہ کام کرنے والوں کے لئے
 بہت سی مشکلات کو آسان کر دیا ہے ان چار جلدوں کو سامنے رکھ کر ایک طویل دور کی
 تاریخ سا ادبی سرگرمیوں اور شعری و شعوری کاوشوں کی تہذیبی تاریخ مرتب کی جا سکتی
 ہے۔

تنویر احمد علوی

کراچی ۲۳/۲/۹۱

جناب افسر صدیقی اردوہوی

ممتاز ادیب محقق ابھن ترقی اردو پاکستان کے
سکریٹری محترم افسر صدیقی اردوہوی نے فرمایا۔

”روہیلکھنڈ کی مردم خیز سرزمین میں پوشیدہ
اردو ادب کے بے شمار شخصیتوں کا ذکر مربوط کرنے کے
تحقیقی کام کو صرف کوئی بورڈ آف اسکالرز ہی سرانجام
دے سکتا تھا، مگر جناب شایاں بریلوی نے اس
مشکل ترین کام کو صرف ایک فرد ہی کی حیثیت میں مکمل کیا۔
..... بلاشبہ ایسا تحقیقی کام صرف ادب سے حقیقی
پیار کرنے والے ہی کر سکتے ہیں۔“

جناب مشفق خواجہ

”مذکر محقق ناعراور ادیب جناب مشفق خواجہ نے فرمایا۔ . . .“

بعض اہل علم نے ایسے لیے کام تنہا انجام دئے ہیں جو کسی فرد کی بجائے مجموعہ افراد یعنی اداروں کے رہے۔ کتھے، ”تاریخ شعرائے روپہ کھنڈ“ بھی ایسا ہی کام ہے حوسنید تعظیم شاہی نقوی، ”دیباچہ سربلوی مرحوم کی علمی لکھی، عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کی روشن مثال ہے۔ چار ہزار سے زائد شعراء کے حالات و انتخاب کلام پر مشتمل یہ کتاب اردو تذکرہ نگاری کی تاریخ میں قابل قدر اضافہ ہے۔ اس میں بہت سے شعراء کے بارے میں بنیادی معلومات یکجا کر دی گئی ہیں اور ان شعراء میں سے بیشتر ایسے ہیں جن کا ذکر کسی دوسرے ادبی ماخذ میں نہیں ملتا۔ نقوی صاحب مرحوم نے اپنی زندگی کے چالیس قیمتی برس اس کام کی مذکر کے جہاں ایک طرف ہماری ادبی تاریخ کے ایک اہم باب کو محفوظ کر دیا ہے وہیں یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ راستہ کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو، ثابت قدمی مسافر کو آشنائے منزل ضرور کرتی ہے۔

جناب تعظیم نقوی سے میری نیاز مندی کا زمانہ تقریباً ربع صدی پر پھیلا ہوا ہے میں جب انجمن ترقی اردو سے وابستہ تھا تو وہ اکثر انجمن کے کتب خانے میں تشریف لایا کرتے تھے بعد ازاں میرے ذاتی کتب خانے سے استفادہ کرنے کے لئے عزیز خانے تک آنے کی زحمت فرماتے تھے۔ اس تمام عرصے میں انہوں نے بلا متوالیہ ہزار ہا کتابوں اور رسالوں سے اپنے موضوع سے متعلق مواد حاصل کیا۔ ان کی اس مصروفیت میں صحت کی حرابی یا موسم کی ناسازگاری بھی کبھی حائل نہ ہو سکی۔

میں افسوس کہ اس کتاب کی طباعت کے دوران ان کا انتقال ہو گیا۔ جو جسمانی طور پر دن ہمارے درمیان موقوف نہیں ہیں لیکن ان کا یہ بے مثال کام ہمیشہ ان کی موجودگی کا احساس دلاتا رہے گا۔“

حضرت علامہ شمس بریلوی

ممتاز ادیب محقق اور سیرت نگار حضرت علامہ شمس بریلوی نے فرمایا .

... جناب سبقت نے اردو شعراء کا تذکرہ "گلشنِ بخار" فارسی زبان میں لکھا، جب فارسی زبان پر دواں آیا اور اس کی جگہ اردو نے حاصل کر لی تو اس دور میں ہفتک جو تذکرہ الشعراء لکھے گئے ان کی زبان اردو ہے۔ ان تذکروں میں مولانا محمد حسین آزاد کے تذکرہ "آبِ حیات" کو اولیت کا سرف حاصل ہے، اس کے بعد علامہ سری رام نے "صحفِ جاوید" لکھ کر اردو ادب کی ایک اہم خدمت انجام دی اور بہت سے ایسے شعراء کو روشناس کرایا اور ان کا نام صوفیہ روزگار پر یادگار بنادیا جو شاعرانہ کمال کی ایسی سرل پرہیز تھے کہ زمانہ ان کو اور ان کی شاعری کو یاد رکھتا بلاشبہ "صحفِ جاوید" ایسے عہد کا ایک جامع اور گراں تذکرہ ہے۔

پیرس مدی کے وسط کے بعد بریلی (روہیلکھنڈ یوپی) کے ایک علمی خاندانہ کے اولاد فرزند جنہوں نے شاعری کا مذاق ورثہ میں پایا تھا یعنی جناب سید تعظیم علی نقوی شایاں بریلوی مرحوم نے "خفیانہ جاوید" کی جامعیت میں ایک نئی راہ نکالی اور انہوں نے روہیلکھنڈ کے شعراء کا ایک مربوط اور جامع تذکرہ "تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ" کے نام سے ۴۰ سال کی سعی پیہم کے بعد مرتب کیا اور وہ آج ہمارے ہتھوں میں ان کی ایک علمی یادگار کے طور پر موجود ہے۔

..... یہ بہت ہی مشکل اور صبر آزما کام تھا جس کو جناب شایاں بریلوی نے ٹری کاوش و تابش اور دانشوری کے ساتھ انجام دیا ہے۔... سیکڑوں ایسے شاعروں کو زندہ جاوید بنادیا ہے جو گوشہ گمنامی میں رہتے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کا نام بھی کوئی تذکرہ نگار تذکرہ میں ثبت کرے ان کو بقاء و دوام کا خلعت پہنکے۔ حضرت شایاں بریلوی نے ۲۸۹ شعرلو کا ذکر اس منہج تذکرہ میں کیا ہے اور اس طرح کہ شجرہٴ تمدن بھی رقم کر دیا ہے۔

..... حضرت شایاں بریلوی نے روہیلکھنڈ کی تاریخ کے نامور بوداں سلسلے کی کڑیاں اس خوبی سے پیہم کی ہیں کہ دس ہزار قبل مسیح سے اس سلسلے کو تریخ کر کے روہیلہ خاندان کی تاریخ پر اس کو اختتام پر پہنچا کر روہیلکھنڈ کے شعراء کے تذکرہ کا آغاز کیا ہے۔ یہ ایک مسلسل اور مربوط تاریخ ہے جو ہزاروں صفحات کے بجائے یکصد سے کم صفحات میں سمودی گئی ہے۔ جس سے حضرت شایاں بریلوی کی بالغ نگاہی ان کے مطالعہ کی وسعت اور علمی کاوش کا پتہ چلتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت ہی مشکل کام تھا جس کو مرتب تذکرہ نے نہایت خوبی اور اہمندی سے اور تاریخی سادہ کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اپنی انہی خصوصیات کے باعث تذکرہ "تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ" آج تک لکھے جانے والے تمام تذکروں میں ایک منفرد مقام کا حامل ہے۔

جناب محمد علی صدیقی

ممتاز نقاد صحافی و ادیب جناب محمد علی صدیقی نے کہا کہ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ قابل تقلید علمی و تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس کاوش بے بہا کے ذریعہ پاکستان کے پشتو دوست عوام کے بعض سرکردہ پشتو شعراء اور علاقہ روہیلکھنڈ کے مابین تہذیبی اشتراک کی ایک ایسی داستان رقم کی گئی ہے جس کی اہمیت میں امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جلا جائے گا۔

”میں بلا خوف و تردید کہہ سکتا ہوں کہ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ اپنی نوعیت کی واحد تصنیف ہے۔ بڑھتی ہوئی کبری علاقہ کے شعراء پر تقسیم بڑھتی ہوئی بعد اس قدر ضخیم تذکرہ شعراء کم از کم میری دانست میں طبع نہیں ہوا۔“

پروفیسر سحر انصاری

شعبہ اردو - جامعہ کراچی

تذکرہ نگاری اردو زبان و ادب میں اپنا ایک جداگانہ مقام رکھتی ہے۔ تصدیق کے جدید رویوں نے اگرچہ تذکرہ نگاری کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی لیکن جب تحقیق و تنقید کے کچھ ایسے اہم پہلو متعین ہوئے تو اندازہ ہوا کہ تذکرے ہمارے ہاں ادبی حقائق اور ادبی معلومات کا بہت اہم ماخذ بھی ہیں۔
، فحشیائے حادیہ کے بعد عقل تذکرے کے کم ہی دیکھنے میں آئے ہیں۔

سید نعیم علی نقوی مرحوم جن کا تخلص شایان تھا اور جو روہیل کھنڈ کے ایک اہم شہر بریلی سے تعلق رکھتے تھے جدید دور کے تذکرہ نگاروں میں بہت پریمد کھے جائیں گے۔ شایان بریلیوی مرحوم نے بڑی محنت، جانفشانی اور وقت و نظر سے ایک ضخیم اور مفصل تذکرہ روہیل کھنڈ کے شعراء کا مرتب کیا تھا۔ یہ سطور اس احساس کے ساتھ لکھی جا رہی ہیں کہ ساقی شایان صاحب زندہ ہوتے اور اس تذکرے کی پذیرائی کا اندازہ خود بھی ملاحظہ کرتے۔ بہر حال - ان کا یہ نقش اب نقشِ دوام کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ اس پر اب امدادِ نندہ بڑا برے ہو کر ہیں۔ تاریخ شعرائے روہیل کھنڈ تذکرے اور ادبی تاریخ کا ایک خوشگوار امتزاج ہے۔ شروع میں روہیل کھنڈ کا جغرافیائی اور تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہے جو بہت ضروری تھا۔ اس کے بعد عہد بہ عہد شعراء کے حالات زندگی اور نمونہ کلام پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس ضخیم تذکرے کی ترتیب حرف تہجی کے بجائے سلسلہ اور عہد بہ عہد کی گئی ہے۔

اس تذکرے میں روہیل کھنڈ کے ان شعراء کا تذکرہ شامل ہے جنہوں نے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی شعر کہے۔ صرف روہیل کھنڈ کے ۴۲۸۹ شعراء کا ذکر اس کتاب میں شامل ہے۔ چار ضخیم جلدوں کے مجموعی صفحات ۳۴۴۸ ہیں۔ اس تذکرے میں بدایوں، بریلی، بجنور، پبلی، بھیت، رام پور، شاہ جہاں پور اور مراد آباد کے اضلاع کے شاعروں کا حال اور کلام شامل کیا گیا ہے۔ منقذین، متوسطین اور متاخرین کا تعارف تاریخی لحاظ سے پیش کیا گیا ہے۔

شایان بریلیوی نے اپنی اس ضخیم کتاب کو تذکرے کے بجائے تاریخ کا نام دیا ہے لیکن حیا کہ میں عرض کر چکا ہوں اسے تذکرے اور تاریخ کا امتزاج کہنا چاہیئے۔ ہر جلد کے آخر میں شاعروں کو اشاریہ بھی درج ہے جس کے کسی بھی شاعر کا تذکرہ آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔

یقین نہیں آتا کہ یہ فردِ واحد کی کاوش ہے کیکن شایاں بریلوی صاحب نے فی الواقع یہ اہم کارِ دانشِ تنہا سرایا دیا ہے۔

اس کارِ اندوآید و مرداں چُنیں کس۔

دلچسپ اور لکھنؤ کے بعد دکن، اور ردہیل کھنڈ کی جو ادبی، لسانی اور تہذیبی اہمیت ہے اس کو کسی سیرِ خاص، دستاویزی سطح پر پیش کرنے کی ضرورت ہر وقت قائم رہتی ہے کیونکہ اس جہت میں سنجیدگی سے کام نہیں ہوا ہے۔ شایاں بریلوی نے چار ضخیم جلدوں میں ردہیل کھنڈ کی شاعری کا احاطہ کر کے آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے ایک اہم دستاویز مرتب کر دی ہے۔ ہماری جامعات میں اس کے حوالے سے تحقیقی کام کرایا جانا چاہیے۔

شایاں بریلوی کے شایانِ شان کوئی ادبی انعام یا نشانِ اعتراف ہمارے ادبی اداروں کو ضرور دینا چاہیے۔ بعدِ مرگ ہی یہی اُن کے اس اہم اور تاریخی کارنامے کو تسلیم کرنے اور اس کی پذیرائی کے لئے ہمارے اہلِ علم و ادب کو ضرور سوچنا اور کوئی عملی طریقہ کار وضع کرنا چاہیے۔

میں شایاں بریلوی مرحوم کے ورثہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنے خاندان کے اس بطلِ جلیل، کو عالمِ حلقوں تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تذکرہ اپنی تاریخی حثیت کو ضرور ثابت کرے گا اور اسے تحقیق و تنقید سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔



سید تیم علی نقوی شایخ مرہوم

سید تقیم علی نقوی شایانہ بریلوی

مرتب

جلد اول

تاریخ

شعرا کے روہیکہ ہند

پیش لفظ

جدولت کے بعد ناظرین کو ام کی خدمت میں التماس ہے کہ زیر نظر کتاب کا آغاز اس عاجز نے اب سے تقریباً چالیس سال قبل کیا تھا۔ سبب تالیف یہ تھا کہ روہیلکھنڈ کے جن شعراء کا کلام ضائع ہونے سے بچ گیا تھا اس کا تحفظ کر لیا جاتے ابتداء میں صرف بریلی کے شعراء کا ذکر کرنا مقصود تھا جوں جوں کتاب تکمیل کے مراحل سے گزری روہیلکھنڈ کے دوسرے اضلاع کے شعراء کے حالات و کلام کتاب میں شامل کئے گئے کیونکہ ان تمام شعراء کا باہمی تعلق تھا ان کے ذکر کے بغیر کتاب تشنہ اور نامکمل رہتی۔

اس کتاب میں شعراء روہیلکھنڈ کا ذکر حروفِ تہجی کی ترتیب کی بجائے سلسلہ یہ سلسلہ اور عہد بہ عہد کیا گیا ہے اور تمام متقدمین و متوسطین اور متاخرین کا تعارف تاریخی لحاظ سے کیا گیا ہے اس بنا پر کہ کتاب کا نام تذکرہ کی بجائے تاریخ رکھا گیا ہے اسی طرح تمام شعراء کے اساتذہ اور تلامذہ کا ذکر مربوط ہو گیا۔

اس کتاب کی تکمیل کے دوران بہت سے اساتذہ اور ناقدین نے مسودے کو ملاحظہ فرمایا اور اس عاجز کی حوصلہ افزائی فرمائی بعض حضرات نے دل شکنی بھی کی لیکن یہ دل شکنی بھی کتاب کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوئی۔

دوسرے علاقوں کے شعراء کے علاوہ صرف روہیلکھنڈ کے ۳۲۸۹ شعراء کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے ضلع وار تفصیل درج ذیل ہے۔

جلد اول	باب اول - روہیلکھنڈ کا تاریخی پس منظر
	باب دوم - شعراء ضلع بدایوں ۷۲۷
جلد دوم	باب سوم - شعراء ضلع بریلی ۷۳۳
	باب چہارم - شعراء ضلع بیجنور ۲۳۵
جلد سوم	باب پنجم - شعراء ضلع پیلی بھیت ۸۸
	باب ششم - شعراء ضلع رام پور ۹۷۹
	باب ہفتم - شعراء ضلع شاہ جہانپور ۳۳۴
جلد چہارم	باب ہشتم - شعراء ضلع مراد آباد ۱۰۸۳
کل تعداد شعراء روہیلکھنڈ ۳۲۸۹	

جد اول باب اول

تاریخ شعوائے روہیل کھنڈ

(روہیل کھنڈ کا تاریخی پس منظر)

پہلے اس ملک کے باشندے کوہ ہمالیہ سے دریائے گنگا تک غیر آریہ اقوام یعنی
ابیر، بھیل اور دیگر اقوام تھے یہ زمانہ خانہ بدوشوں کا تھا۔ اعلیٰ اقوام وہ تھے جو اپنے
موتی جنگلوں میں چرایا کرتے تھے۔

امیر: ادی اہیر قوم کا ایک چرواہا تھا جو اس علاقے میں مستقل بودوباش کا پانی ہوا
وہ اہیروں کا سردار اور راجہ بن گیا اس نے اہائی چھترا (ضلع بریلی) کا قلعہ بنوایا تھا
جواب کھنڈ ریٹا ہے۔ اہائی چھترا کو ادی کوٹ بھی کہتے ہیں۔ بطیموس نے اسے ادی سادرا
کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ قلعہ دریا کے رام گنگا اور دریائے گنگن کے درمیان واقع ہے
اسکے شمال اور مشرق میں نار ہے۔ قلعہ کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ ہون سانگ کہتا ہے
کہ قلعہ قدرتی طور پر محفوظ ہے۔ قلعے کے مینار ۲۸/۳۰ فٹ بلند ہیں۔ قلعے کے اندر باہر
(کنزات تاریخ و گزیر صلح بریلی)

۱۷۷۰ء علم طبقات الارض کے مطابق برعظیم ہندو پاکستان کا شمالی میدان اب سے
پچاس ہزار سال قبل سمندر کا حصہ تھا۔ بعد میں سمندر کی تہ بلند ہوئی گئی اور یہ میدان وجود
میں آگیا (انڈیا پاسٹ ۲۵) یہ میدان شمال میں کوہ ہمالیہ مغرب میں کوہ ہندوکش اور کوہ سلیمان
مشرق میں کوہ اراکان اور جنوب میں کوہ بندھیاچل سے گھرا ہوا ہے اس میدان میں انسان
انہیں پہاڑوں کے دروں سے داخل ہوا۔ شمال اور شمال مشرق سے آنے والوں میں بتی
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کئی ٹیلے ہیں۔

کا ذکر

بدایوں شہر کی بنیاد بھی دسویں صدی میں ایک امیر راجہ بدہ نے رکھی تھی۔
گرگاؤں تحصیل آٹولہ ضلع بریلی میں زیادہ آبادی امیروں کی ہے جوادی کی اولاد میں۔
اجیت پور تحصیل رام پور کی بنیاد گیارہویں صدی میں ایک امیر راجہ اجیت سنگھ نے رکھی تھی
اس کے بیٹے گرباب سنگھ کے زمانے میں وہ عروج پر تھا۔ فرید پور ضلع بریلی میں امیروں

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

برمی اور کولاری قبائل ہیں۔ شمال مغرب کے دروں سے ڈراوڑ اور آریہ آئے، اس
ملک کی تاریخ درحقیقت ان اقوام کی تاریخ ہے جو مختلف زمانوں میں یہاں آئے۔
تدبیم جری عہد یعنی دس ہزار سال قبل مسیح کے قریب جشی النسل لوگ برصغیر میں
سب سے پہلے آباد ہوئے یہ لوگ براعظم افریقہ سے عرب۔ جنوبی ایران اور بلوچستان
ہوتے ہوئے یہاں آئے آجکل جنوب کے کچھ قبائل اور آسام میں ناگ قبائل ان کی نسل
سے باقی ہیں۔ ملایا۔ انڈمان۔ نلیائن اور نیوگنی میں انکی آبادیاں ہیں ان کی اصل زبان
اب صرف جزائر انڈمان میں باقی رہ گئی ہے (تاریخ سندھ پاکستان ص ۲)

منگول یا وادی سندھ کے قدیم باشندے عراق کے سمیریوں کے ہم عصر تھے ابھی
تک یہ تحقیق نہیں ہو کہ یہ لوگ کہاں سے آئے تھے اور کس نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان
کی زبان بھی ابھی تک پڑھی نہیں جاسکتی ہے ان کا انداز تحریر سمیریوں سے مشابہ ہے
اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں سمیروں سے استفادہ کیا تھا (معارف
مئی ۱۹۳۲ء) ان کی زبان قدرے منگولی زبان سے ملتی جلتی ہے اس لیے قیاس کیا

کے جنگلات کوٹا کر سات میل لمبا سترگو الہیہ اسرار آباد کیا تھا جس کا اچھی بہتہ نہیں چلا۔

بھیل : مقامی روایت کے مطابق بخنور کا بانی افسانوی راجہ بن تھا جس کا تعلق بھیل قوم غاٹکی رانی سندری نے کا بر تحصیل پٹنہ ضلع بریلی میں رانی تال بنوایا تھا بخنور کے مغرب میں دو میل کے فاصلے پر دریائے گنگا کے کنارے قدیم آثار پائے جاتے ہیں۔ برکھڑا تحصیل بس پور ضلع پٹی بھیت میں ایک قدیم قلعے کا کھنڈ رہے۔ روایت کے مطابق اس کو راجہ ہرمل نے آباد کیا تھا جو بھیل راجہ بن کا بھتیجا تھا۔ بسنڈہ تحصیل بس پور کی بنیاد بھی بھیلوں سے منسوب ہے جو جنگھارا راجپوتوں سے قبل یہاں آباد تھے۔ دیوریہ تحصیل پٹی بھیت میں ایک کتبہ ۸۲۶ ابویں برآمد ہوا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیوریہ کا قدیم نام گرگھ کھڑا تھا جو راجہ بن کی نسل یعنی بھیلوں کے قبضے میں تھا۔ یہاں ایک قدیم قلعہ ہے جس کی اینٹیں کافی بڑی تھیں جیسی کہ قدیم زمانے میں استعمال ہوتی تھیں۔ اسکی بنیاد میں ایک ہندو مورتی بھی ملی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی غیر ہندو نے قلعہ دوبارہ تعمیر کرایا تھا قلعے کے چاروں طرف گھنا جنگل ہے جس کا محوطہ لفسف میل سے کم نہیں ہے (گزٹیر نکل پٹی بھیت و بخنور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

جاسکتا ہے کہ وہ منگول نسل سے تھے وہ پہلے عراق میں وسطی ایشیائے آکر تقریباً ۵۰۰ قبل مسیح میں آباد ہوئے وہاں کی تاریخ میں ان کو سمیری کہا جاتا ہے وہاں سے ترک وطن کر کے تقریباً ۴۰۰ قبل مسیح میں درہ بولان کی راہ سے وادی سندھ میں آئے اور اپنے ساتھ سمیری تہذیب بھی لیتے آئے جسے بعد میں انہوں نے بہت ترقی دی۔ رگ وید میں ان کا

سارے علاقے میں پیلے ہیں۔

آریہ؟ ریل کے قریب ابائی چھترا کا قلعہ ہے۔ یہ مقام آریوں کی ریاست شمالی پنجال کا صدر مقام تھا اس کا ذکر بہاگرت میں ہے باندو برادران کے استاد درونانے یہاں کے پرانے راہ دروید کو جنگ میں شکست دے کر یہاں سے نکال دیا تھا اور اس کے آدھے راج پر قبضہ کر کے یہاں کا راجہ بن گیا اس کی سلطنت کا نام شمالی پنجال ہوا جنوبی پنجال کا صدر مقام ضلع فرنخ آباد میں کمبل تھا۔

ابائی چھترا کے قریب گرگاؤں ہے جو درونا سے موسوم سے یہ مقام درونا کا مستقر تھا۔ سیفی تحصیل شاہ آباد ضلع رام پور کو راجہ سروانے آباد کیا تھا جس نے بہاگرت کی جنگ میں حصہ لیا تھا اور دیودھن سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا راجہ سروانے ہل ایک قلعہ بنوایا تھا جگہ ایک ہزار دروازے تھے اسی لیے اس جگہ کا نام سہسر بھائی یعنی ایک ہزار دروازوں والا قلعہ مشہور ہوا۔ اس قلعے کی دیواروں کے آثار اب بھی شاہ آباد میں

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

ذکر نشاد (شہری لوگ) کے نام سے کیا گیا ہے (انڈیا ریپسٹ ہنڈا)

دراوڑ لوگ بھی شمالی مغربی دروں سے بلوچستان ہوتے ہوئے برصغیر میں داخل ہوئے ان کا عہد تانبے کا عہد یعنی ۱۵۰۰ تا ۱۰۰۰ ق م تھا۔ ان کی زبان سامی اور آریائی زبانوں سے مختلف تھی اور منگول ترکی مانچو زبانوں سے مشابہ تھی (ویک ایج صد ۱۵) یہ لوگ کچھ عرصے میں سارے ملک میں پھیل گئے بلوچستان میں بروہی اور جنوبی ہند میں تامل۔ تیلگو۔ ملیالم اور کنڑی زبانیں ان کی وسیع آبادی کا پتہ دیتی ہیں۔ بعد میں آنے والی قوم یعنی آریوں نے ان کو وسط ہند اور جنوب میں دھکیل دیا۔
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

باقی ہیں۔ موردِ تحصیل نجیب آباد ضلع بجنور میں بھی ایک قلعہ تھا۔ یہاں کے راجاؤں کے خاندان کا بانی نور کا نشان رکھنے والا موردِ صبح تھا جو پاندوں کا ہم عصر تھا۔ مردِ تحصیل میلپور ضلع پہلی بھیت کی بنیاد بھی اس راجہ موردِ صبح نے رکھی تھی اس کے بہت سے آثار یہاں باقی ہیں۔ بھیتِ گاؤں تحصیل شاہ آباد ضلع رام پور کو درلودھن کی بیٹی لچھنا نے آباد کیا تھا وہ عرصے تک ترقی پذیر رہا بعد میں یہاں کھیرٹے راجپوت آباد ہو گئے جہاں آباد ضلع پہلی بھیت کے شمال میں موضع بالائی یا سیا پور ہے جو ایک دیوی بالائی کے نام سے موسوم ہے اس دیوی نے دیو ریا کے فیصل راجہ لٹا سے مقابلہ کیا تھا وہاں ایک پرانا ٹیلہ ہے جس میں قدیم زمانے کی اینٹیں ملی ہیں اس کی مرتفع شکل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کوئی قلعہ تھا۔ کٹاکھ کو یہاں ایک مندر اور چھ عمارتوں کے آثار ملے تھے جہاں آباد کا قصبہ بھی بلندی پر واقع ہے لیکن ابھی تک وہاں کھدائی نہیں ہوئی ہے۔

مہابھارت کی جنگ کے بعد ہستناپور میں کورو خاندان کے راجہ عرصے تک حکومت کرتے رہے اسی خاندان کے ایک راجہ امر جودہ کو امر و سہ ضلع مراد آباد کا بانی بتایا جاتا ہے یہ راجہ سہ میں گدی پر بیٹھا تھا۔ امر و سہ خلد نوبت خانہ اور

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

ان لوگوں کا ذکر رگ وید میں داسیو (دیہاتی لوگ) کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہ لوگ مظاہرِ فطرت میں عقیدہ رکھتے تھے۔ چاول کی کاشت کرتے تھے اور جالور باتے تھے۔ سونے جاندی کے زیورات پہنتے تھے اور کشتیوں میں سفر کرتے تھے ان کے تجارتی تعلقات دور دراز کے ملکوں سے قائم تھے۔ (دیدک ایچ ص ۲۶)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

دوسرے مقامات پر کھدائی میں بڑی بڑی اینٹیں دریافت ہوئی ہیں جو قدیم قلعے کی بنیاد کا پتہ دیتی ہیں۔ (تاریخ امرتسر)۔
 پہلے ابتدا میں اپنی جھڑا کے ماتحت تھا پرانے شہر کے مرکز میں ٹیلے پر
 بواب کوٹ کہلاتا ہے دشو کاہری مندر تھا اب مندر باقی نہیں ہے لیکن شہر کی تفصیل
 اور قلعے کے آثار موجود ہیں شہر کے باہی جگت سنگھ نے ۶۸ تیرھ اور ۱۹ کو میں بنوائے
 تھے (گزشتہ اضلاع بریلی۔ رام پور۔ جنور پٹی بھیت و مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

ڈراوڑ زبان آریوں کے آنے سے قبل پورے ملک میں پھیل چکی تھی اس لیے
 آریوں کی زبان برہمنی کی قومی زبان نہ بن سکی بلکہ خود حملہ آور آریوں نے ڈراوڑوں
 کی زبان اختیار کر لی اور ان کے اکثر مذہبی تصورات۔ دیوی دیوتا اور رسم و رواج
 ڈراوڑوں سے لئے گئے تھے۔ اس حقیقت سے ڈراوڑی تہذیب کی برتری اور تسخیری
 صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ (قدیم مشرق ۲۲-۲۳)

آریہ سنہ ۳۰۰ ق م کے قریب سیستان اور پنجاب میں وارد ہوئے (معارف
 مئی ۱۹۳۳ء) یہ لوگ سفید فام تھے اور جنگلوں اور میدانوں میں خانہ بدوشی کی زندگی
 بسر کرتے تھے برصغیر میں پہلے وہ پنجاب کی سرزمین میں دیہات آباد کر کے رہنے لگے پھر
 گنگا کے طاس کی طرف پھیلے اس کے بعد جنوب و مشرق کی طرف بڑھتے رہے
 یہاں تک کہ مشرق میں تک خلیج بنگال اور کوہ ہمالیہ اور کوہ ہندوستان کے درمیانی
 علاقوں پر قابض ہو گئے (تاریخ ہند ترجمہ سید علی بلگرامی ص ۲۰۵) قدیم آریہ بڑے بڑے
 بقیہ حاشیہ لکھ صفحہ پر

اودھ

بریلی کے قریب اہالی چھتر کے کھڈ راست میں چنی سیاح ہوں ساگ کھتا ہے کہ
 یہاں بودھوں کی بارہ خالقا ہیں تھیں جن میں ایک ہزار بھکشو رہتے تھے ایک تالاب
 تھا جسے ناگ تال کہتے تھے یہاں گوتم بدھ نے سات دن ساپنوں کے راہ کے لیے
 وعظ کیا تھا اور اسے بدھ مت میں شامل کیا تھا یہاں ایک اسٹوپا تھا جسے اشوک نے
 بنایا تھا اس کا نام پھر اسٹوپا تھا یہاں ایک تلہ بھی تھا جسے انیسراجہ ادی نے بنوایا
 تھا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (گزشتہ صفحہ بریلی)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحے سے

خاندانوں میں منقسم تھے ایسے کئی خاندان ملکر قبیلہ کہلاتے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے
 اپنے سردار کا مطیع و فرمانبردار ہوتا تھا۔ نئے وطن میں آباد ہوتے ہی آریوں کا سر
 انبیہ کسی نہ کسی حصہ ملک پر قابض ہو گیا اور مختلف خاندان گاؤں میں آباد ہو گئے
 یہ لوگ جو زبانیں بولتے تھے وہ آریائی زبانیں کہلاتی ہیں یہ لوگ مختلف ناموں سے
 'طایہ'، 'یونان'، 'ایران' اور 'ہندوستان' میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ بیل گاڑیاں
 استعمال کرتے تھے اور مولیتی پر گزر بسر کرتے تھے۔ نئے وطن میں انہوں نے زراعت
 شروع کی۔ یہ لوگ جہاں گئے اپنے ساتھ اپنے گیت لیتے گئے۔ یہ گیت صدیوں تک
 ہنواروں اور مذہبی رسوم کے موقعوں پر گائے جاتے تھے۔ شمالی یورپ میں ساکا
 یونان میں رزیدہ داستانیں، ایران میں زرد و اوستا اور ہندوستان میں ویدی
 اشوک وجود میں آئے (محقق تاریخ تمدن ص ۱۱۷-۱۱۸)

آریوں کی تاریخ سمجھنے کے لیے انکے ادب کا مطالعہ ضروری ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سٹڈ اور تحصیل بجنور کا نام ہون ساٹک کے زمانے میں موٹی پولو تھا۔ یہاں
 بدھ راہب سنگھ بھدرا کی خالقہ تھی جو ابتدائے سنہ عیسوی میں ہوا ہے۔ اس کا شاگرد
 بااثر ایک اسٹو یا میں دفن ہے۔ نہایت عقیدے کے دوسرے رہتا بھی یہاں رہتے تھے
 ایک دوسرے کیلئے بر موضع مونڈیا آباد ہے درمیان میں کٹر اتال ہے جس کے چاروں
 طرف چھوٹے چھوٹے ٹیلے ہیں۔ لال پور میں ایک دوسرے بدھ رہتا گنا بڑھا کی خالقہ
 ہے۔ ہدایت شاہ کے مزار کے قریب سنگھ بھدرا کی خالقہ واقع ہے۔

(گریٹر فلیج بجنور)

موردھج تحصیل نجیب آباد کا ذکر آریہ مرکز کے طور پر ہو چکا ہے۔ آریوں
 کے بعد یہ بودھوں کا مرکز بن گیا۔ اس کے گرد و نواح میں کئی کئی میل تک عمارتوں

حالیہ مسلسل پچھلے صفحے سے

آریائی ادب سدرجہ ذیل تین حصوں پر مشتمل ہے

۱۔ قدیم دیدی دور : ۳۰۰۰ تا ۱۵۰۰ ق م آریہ جب برصغیر میں داخل ہوئے تو کچھ
 بھیم اور گیت ان کو زبانی یا دتھے جو ایک نسل سے دوسری نسل کو زبانی منتقل
 ہوتے رہے شتاق م کے قریب وہ فن تحریر سے آگاہ ہوئے تو ان گیتوں اور
 بھیموں کو قلمبند کیا گیا۔ کیونکہ اس زمانے میں آریوں کا مرکز گنگا کی وادی تھا
 اس لیے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا سارا تحریری ادب یعنی دید۔ رامائن
 اور مہابھارت کی رزمیہ داستانیں۔ ویدوں کی تفاسیر یعنی براہمن۔ ویدوں کا
 تتمہ یعنی اپنشد یا دیدانت یہ شمول بھگوت گیتا اور سوتر اسی علاقے میں تحریر

کے آثار ہیں۔ ایک ٹیلے پر قدیم قلعے کا کھنڈر ہے اس قلعے کی دیواریں پندرہ فٹ بلند ہیں انکے درمیان کا علاقہ ۸۰۰ فٹ طویل اور ۶۲۵ فٹ عریض تھا۔ دیواریں ساٹھ فٹ چوڑی خندق سے محصور ہیں۔ دروازہ مشرق کی طرف ہے قلعے کے اندر ایک ٹیلہ ہے جو بودھوں کا اسٹوپا تھا۔ (گزیٹر ضلع بجنور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحے سے

کئے گئے تھے (انڈیا زیپاسٹ ص ۷)

چاروں دیدوں میں رگ وید سب سے قدیم ہے۔ رگ وید سے ظاہر ہوتا ہے کہ برصغیر میں آریوں کی آمد کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔ وہ گروہ درگروہ مختلف اوقات میں مختلف سمتوں میں پھیلتے رہے۔ برصغیر آباد ہونے والے قبائل کے نام بھی رگ وید میں ملتے ہیں جن میں سب سے مشہور قبیلہ بھرت تھا۔ اس قبیلے کے نام پر اس ملک کا نام بھارت ہوا۔ ان قبائل میں پرانی عداوت تھی جو یہاں آنے کے بعد اور شدید ہو گئی۔ آپس میں جنگ کے علاوہ ان کو مقامی باشندوں نے شدید جنگیں لڑنا پڑیں جن کا سلسلہ عرصے تک جاری رہا۔ ان کا مقصد جنگ یہ تھا کہ مقامی باشندوں کے علاقوں پر قبضہ کر کے ان کے خزانے آپس میں بانٹ لیں رگ وید سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آریوں کے مخالف تمدن میں بہت ترقی کر چکے تھے ان کے پاس وسیع اور آرام دہ مکانات۔ کثیر دولت اور نمونہ نشی تھے شاید دولت کی فراوانی اور با فراغت زندگی نے ان کو آئنا کاہل اور کمزور بنا دیا تھا کہ وہ آریوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور شکست کھائے کے بعد جنگلوں اور پہاڑوں میں

بدلون میں بودھوں کا بنوایا ہوا ایک قلعہ تھا اس کے تین دروازے تھے جن میں سوتہ دروازہ، شمال میں بھرتول دروازہ اور مغرب میں سڈٹی دروازہ تھا۔ یہ قلعہ بودھوں کے عروج کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا۔ اسکی اینٹیں ہائی چھرا کے قلعے کی اینٹوں سے ملتی جلتی ہیں اس کی دیوار کے آثار سے شیو کے مندر کا کتہہ برآمد ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مندر کا قبلہ قلعے میں لگایا گیا تھا یہ کام غیر ہندو یعنی بودہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ برعظیم میں اشوک کے بعد صرف ہرش کے زمانے میں بودہ مذہب کو عروج ملا تھا لہذا یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ملہ ہرش کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا۔ موضع بالئس کھیر ضلع شاہ جہان پور میں بھی ایک نسبتہ ہرش کے زمانے کا دریاوت ہوا ہے (کنزالتاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

بناہ گریں ہو گئے۔ (انڈیا ریاست ص ۲۳۲، ۲۳۴)

وادی گنگا میں جو تانبے کی اشیاء برآمد ہوتی ہیں وہ رگ وید کے دور سے تعلق رکھتی ہیں اس دور میں کانسی کے ہتھیار اور آلات بہت کم استعمال کئے گئے۔ ہٹری آف انڈیا از اسمتھ ص ۷۷)

جدید ویدی دور یا رزمیہ دور ۱۵۰۰ تا ۱۰۰۰ ق م : ایران کے طویل ساطری ہند کی طرح آریائی ہندک سیاسی تاریخ بھی افسانوں سے شروع ہوتی ہے رزمیہ داستانوں مہابھارت اور راماین کو آریائی داستانوں میں سب سے زیادہ ہمیت حاصل ہے۔ ان کتابوں میں بیان کئے ہوئے واقعات کا تعلق آفری ویدی

گولارائے پور تحصیل پوایاں ضلع شاہجہاں کے شمال میں ایک کھیرا ہے جس میں بڑی بڑی اینٹیں اور روغنی رنگ سے رنگے ہوئے برتن ملتے ہیں۔ موجودہ گاؤں کے کنارے ایک قلعہ بھی ہے۔ اس جگہ کا نام فاسیان نے ہیکو لکھا ہے لیکن لودہ خانقاہ جس کا اس نے ذکر کیا ہے اس کے آثار دریافت نہیں ہوئے (گرگزیر ضلع شاہجہانپور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

دور سے ہے۔ ان دونوں داستانوں سے آریلوں کے معاشرتی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مہابھارت کا زمانہ ۲۵۰۰ء تا ۲۵۰۰ء ق م ہے جبکہ رامائن کا زمانہ ۳۵۰۰ء تا ۳۵۰۰ء ق م کہا جاتا ہے۔ حالانکہ مہابھارت کے تدبیر خاندان کو روکا نام اور مہابھارت کی جنگ کا کوئی حوالہ دیدوں میں نہیں ہے رویدک ایچ از آری جملہ ۳۲ مہابھارت کے مصنف کا نام ویاس بتایا جاتا ہے اس کتاب میں قصے بھی ہیں رزمیہ کارنامے بھی اور پند و نصائح بھی۔ قوانین بھی اور فلسفہ و لوگ کا درس بھی۔ اس کتاب کا سب سے اہم حصہ بھگوت گیتا ہے جس میں سری کرشن جی کے مواعظ ہیں۔ بھگوت گیتا کے اکثر تصورات اپنشد سے ماخوذ ہیں (آوٹ لائن ہٹری آف دی ورلڈ از ایچ۔ اے ڈیوس ص ۳۷۷)

مہابھارت میں زیادہ تر آریلوں کے مشہور قبیلے بھرت کی داستان ہے۔ یہ قبیلہ پہلے مرسوئی آجما کے درمیان آباد تھا اور راجہ دشمنت کے بیٹے راجہ بھرت کی اولاد میں تھا راجہ دشمنت کی شادی رشی دشنامتر کی بیٹی شکنتلا سے ہوئی تھی۔ ان دونوں کی شادی شادی کے بعد جدائی اور ملاپ کے واقعات۔ جدائی کے زمانے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہندو راجاؤں کا عہد

برہمی کے قریب اباہی چھترا کے کھنڈرات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اشوک کے عہد میں عیسائیوں نے ہندو راجاؤں کا ایک خاندان حکمران رہا۔ ان راجاؤں کے عہد سے سکے برآمد ہوئے ہیں۔ انہوں نے تقریباً سنہ ۱۵۰ ق م سے سنہ ۱۰۰ تک حکومت کی۔ وہ برہمن مت کو مانتے تھے۔ ان کا شنگ خاندان سے تعلق بتایا جاتا ہے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

میں بھرت کی پیدائش پرورش اور تربیت کی تفصیلات کا ذکر مہابھارت میں کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر کالیڈاس نے ایک ڈرامہ بھی لکھا ہے اس کی وجہ سے اس قصے کو لمبی شہرت حاصل ہو گئی ہے۔

راجہ بھرت کی تیسری پشت میں راجہ ہستی ہوا ہے جس نے شہر ہستنا پور آباد کیا تھا اسکی چوتھی پشت میں راجہ کورو ہوا جس کے نام سے اس ریاست کا نام کورو ہوا اس کی نویں پشت میں راجہ دجرتی دجا ہوا۔ اس کے دو بیٹے دھرت راشٹر اور پاندو ہوئے دھرت راشٹر کے سو بیٹے ماریچ ہیں کورو کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے پانڈو کے پانچ بیٹوں سے تقریباً ۱۲۵۰ ق م میں ایک عظیم جنگ لڑی تھی جو مہابھارت کی جنگ کہلاتی ہے (انڈیا از رالنسن صفحہ ۳۳)

رامائن کے مصنف کا نام والمیک بتایا جاتا ہے اسے راجہ رام چندر جی کا ہم عصر قرار دیا گیا ہے رامائن ایک مسلسل نظم ہے جس میں رام چندر جی اور ان کی رانی سیتا جی کی سیرتیں ڈرامائی انداز میں بیان کی گئیں ہیں۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جس کی ایک شاخ کسان حکومت کے وقت تک یہاں حکمران رہی بعد میں کچھ عرصے بودہ
 راجاؤں کا دور راجن کو گپت راجاؤں نے مطیع کر لیا تھا اس کے بعد یہ مقام گپت
 سلطنت کے اہم مقامات میں سے تھا یہاں ان کی ایک ٹکال بھی تھی۔ بعد میں ہانی چھترا
 قنوج کے راجہ سریش کی سلطنت میں شامل رہا۔ پھر اس پر میرپور اور بدایوں کے
 نومر راجاؤں کا قبضہ رہا۔ ہانی چھترا سے دو شیروں کی مورتیاں برآمد ہوئی ہیں جو حرت
 میں بنائی گئی تھیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہانی چھترا اس وقت تک آباد تھا (کرنیٹر ضلع بریلی)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

مہابھارت اور رامائن کو آخری ویدی دور یا رزمہ دور کی آریائی تہذیب کی معلومات
 کا خزانہ کہنا چاہیے۔ قدیم ویدی دور میں آریوں کا مرکز پنجاب تھا لیکن آخری ویدی
 دور یا رزمہ دور میں ان کا مرکز وادی گنگ و جمن تھا۔ منو کے مطابق یہ علاقہ موجودہ
 مشرقی پنجاب سے لے کر گنگا جمن کے سنگم یعنی پریاگ (الہ آباد) تک پھیلا ہوا تھا
 (عہد قدیم ص ۵۷) قدیم ویدی دور میں جو اقتدار بھرت قبیلے کو حاصل تھا وہ اب کورو
 اور ان کے اتحادی پنچال کو حاصل ہو گیا تھا۔ بھرت اور پورو قبیلوں کا نام کورو
 اور پانڈو ہو گیا تھا۔ کورو کی راجدہانی ہتھیا پور دریا سے گنگا کے شمال میں موجودہ
 ضلع مراد آباد میں واقع تھی (معمولاً آثار اودہ از مشی ذبت رائے نظر لکھری مشورہ رسائل
 ستمبر ۱۹۱۲ء) لیکن ان کی حدود سلطنت مشرقی پنجاب تک پھیلی ہوئی تھیں پنچال کو
 رو کے اتحادی تھے کپل (فرخ آباد) اور لہانی چھترا (بریلی) پنچالوں کے خاص شہر
 تھے (عہد قدیم ص ۶)

جس زمانے میں کورو ہتھیا پور میں حکومت کرتے تھے اسی زمانے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بدایوں میں تو مر راجاؤں نے طویل عرصے حکومت کی اس خاندان کی دوسری شاخ دہلی میں حکمران رہی۔ راجہ نہی پال کے وزیر سوزج دھب نے یہاں ایک کالج قائم کیا تھا اور ایک مندر بھی بنوایا تھا۔ ۱۰۲۶ء میں سالار مسعود غازی نے بدایوں پر حملہ کیا ان کے بہت سے رفقا یہاں شہید ہوئے جن کے مزارات اب بھی موجود ہیں۔ ان کے بعد بدایوں کے راجاؤں کا یہاں قفسہ رہا (کنز التاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

میں متھرا میں یادو خاندان کی حکومت تھی۔ اس کا ایک راجہ کنس تھا جو کرشن جی کا ماموں تھا۔ کنس کو ایک غنی آواز سے معلوم ہوا کہ اس کی بہن دیوکی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کنس کو قتل کر کے تخت و تاج پر قبضہ کرتے گا۔ اس وجہ سے اس نے اپنی بہن دیوکی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن لوگوں نے اسے اس ارادے سے باز رکھا اور یہ فیصلہ کیا کہ دیوکی کے جتنے بچے ہوں گے وہ کس کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ اس نے یکے بعد دیگرے دیوکی کے چھ بچوں کو قتل کر دیا۔ ساتویں مرتبہ بلام اور آٹھویں مرتبہ کرشن جی پیدا ہوئے ان کے والد کو دیو نے جہان کی دوسری طرف گوکل کے ایک شخص نند کے یہاں بھیجا دیا اور ان کے بدے دو اور بچوں کو جو اسی دن پیدا ہوئے تھے کنس کے حوالے کر دیا اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ کرشن جی نے گوکل میں نند کے گھر میں پرورش پائی۔ جب وہاں کے لوگ بھڑیوں کی یورش سے تنگ آ کر بندرا بن کی طرف چلے گئے تو کرشن جی بھی بندرا بن چلے گئے وہاں انہوں نے ناگ کے سردار کا لیا کو زیر کیا اور اس بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کوٹ تحصیل بسوی ضلع بدایوں میں ایک قدیم ٹیلہ ہے۔ اس جگہ ایک قلعہ تھا جو بدایوں کے تومر راجاؤں نے بنوایا تھا ان راجاؤں کا افسانوی مورث سالباہن تھا۔ امر وہ ضلع مراد آبادیہ بھی انہیں تومر راجاؤں کی حکومت رہی اجمعیانی تحصیل بدایوں کا نام بھی تومر راجہ بھی پال نے رکھا تھا (کنزالتاریخ و تاریخ امر وہ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

کی حکومت پر قبضہ کر لیا اس طرح کے کارناموں سے ان کو شہرت حاصل ہو گئی اور راجہ کنس کو ان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا اور اس نے کرشن جی کو کسی جیلے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے کرشن جی اور بلرام کو شاہی پہاڑوں سے رٹنے پر آمادہ کیا کرشن جی کشتی میں غالب رہے۔ یہ دیکھ کر کنس نے غصے میں ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا لیکن لوگوں نے کرشن جی کی قیادت میں کنس کے خیمے پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور کرشن جی نے یادو خاندان کی دوسری شاخ میں ایک شخص کو متھرا کا راجہ بنا دیا۔ وہ خود کاشی چلے گئے وہاں ان کو معلوم ہوا کہ مکدہ کا راجہ جڑاسنڈ اپنے داماد کنس کا بد لہ لینے کے لیے ایک بڑی فوج کے ساتھ متھرا کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کرشن جی متھرا واپس گئے اور پانڈوں کی مدد سے جڑاسنڈ کو شکست دے کر اسے قتل کر دیا۔ اس واقعے کے بعد انہوں نے کوروں اور پانڈوں کی جنگ میں پانڈوں کی مدد کی اور ان کی کوشش سے پانڈوں نے جنگ میں کامیابی حاصل کی اس کے بعد کرشن جی دوار کا چلے گئے اور وہاں وفات پا گئے۔ (کتاب الہند البیرونی مترجم مولوی اصغر علی ص ۱۲)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سنبھل ضلع مراد آباد میں اشوک کے بعد ابائی پتھر کے سنگ راجاؤں نے حکومت کی پھر ہرش کے بعد پرہاروں اور ان کے بعد بدالیوں اور دہلی کے تومر راجاؤں نے حکومت کی (گزٹیر ضلع مراد آباد)۔

سہوان ضلع بدالیوں کی بنیاد ایک قدیم راجہ سہاس رائے نے رکھی تھی اس نے قلعہ اور شہر تعمیر کرائے تھے۔ اس کے محل کے کھنڈرات قاضی محلہ میں موجود ہیں۔ ڈھنڈھیل کے کنارے ایک قدیم مندر ہے پرانی اسلامی عمارت میں ایک مسجد اور کچھ مقبرے ہیں (گزٹیر ضلع بدالیوں)۔
گنور ضلع بدالیوں کا قدیم نام برہمن پوری تھا یہاں کے برہمن مجھولا کے راجہ کے معافی دار تھے (گزٹیر ضلع بدالیوں)۔

دائیں مسلسل پچھلے صفحہ سے

(۳) برہمن دور ۱۰۰۰ تا ۵۰۰ ق م

اس زمانے میں بدوں کی تفسیریں لکھی گئیں جو برہمن کہلائیں (ایڈوانسٹری آف انڈیا از آرسی محمد ارشد) اہیں برہمنوں میں آرنیک یعنی جنگلوں کی بیاضیں بطور ضمیمہ شامل ہیں۔ ان کا زمانہ تحریر سنہ ۱۰۰۰ ق م تا سنہ ۵۰۰ ق م ہے جسے معنویت اور فلسفیانہ گہرائی کے لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے یہ بہت سے ضمیموں پر مشتمل ہے۔
اپنیشہ کو عام طور پر ویدانت یعنی دید کا تہمہ کہا جاتا ہے۔ (ویدک ایج از آرسی محمد ارشد)۔

ایضاً دائیں اگلے صفحہ پر

مرزا نگر گھاٹ تھیل آلہ ضلع بریلی جنگھاروں اور کٹھڑیوں کے جانے کے بعد پنوار
 اچوٹوں کے سردار می پال کو بطور جاگیر ملا تھا۔ اس نے یہاں ایک قلعہ بنوایا تھا
 اس کے بیٹے پرتاپ سنگھ کے زمانے میں دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ اس وقت پرتاپ سنگھ
 دہلی میں تھا اس نے واپس آکر اپنے مخالفوں کو یہاں سے دوبارہ نکال دیا۔ اور
 ملحقہ گاؤں بدری میں نیا قلعہ بنوایا۔ اس کی اولاد اب تک وہاں قابض ہے۔
 (گزشتہ ضلع بریلی)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

وید انگ نیم مذہبی کتابیں ہیں جو آریائی غمہد سے تعلق رکھتی ہیں اول الذکر کتابوں
 کو سروتی یعنی الہام کہا جاتا ہے ان کے برخلاف وید انگ کو سمرتی یعنی روایات کے
 نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ تعداد میں چھ ہیں اور چھ علوم یعنی صرف، نحو، عروض،
 ہنر، موسوم اور صوتیات سے متعلق ہیں۔ ان چھ رسالوں کی عبارت میں بہت
 اختصار ہے اس لیے ان کو سوتر یعنی دھاکا یا اشارہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے
 (ویدک ہندو راگوزنی مترجمہ مولوی حمید احمد انصاری ص ۷۷)

آریوں کی ریاستیں

- ۱، کورو ریاست کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہاں بھارت کی جنگ کے بعد یہ ریاست
 کوروں اور پانڈوں میں تقسیم ہو گئی کورو کی راجدھانی ہشتاپور بدستور رہی۔
- ۲، پانڈوں کی حکومت دریا سے جتنا کے پار دریا سے ستلج تک محدود تھی ان کا
 بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پرایاں ضلع شاہجہان پور کی بنیاد اٹھارویں صدی میں راجہ پوایاں کے
شاہی نے رکھی تھی راجہ نے یہاں ایک محل بنوایا تھا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
سید احمد شاہ اسی محل پر حملے کے دوران شہید ہوئے تھے۔
(گزٹریئر ضلع شاہ جہانپور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

السلطنت اندر پرست (دہلی) تھا۔

(۳) یادو ریاست مٹھرا اور اس کے ملحقہ علاقوں میں قائم تھی اس کا ذکر
ی پہلے آچکا ہے۔

(۴) شمالی پنجال (روہیلکھنڈ) کا دارالسلطنت ابانی چھتر (بریلی) تھا یہ ریاست
نڈوں کے گرد و نواح چاریہ نے متحدہ پنجال کے راجہ درنڈ سے جنگ کر کے پانڈوں
کا مدد سے قائم کی تھی بعد میں راجپوتوں نے اس علاقے کا نام کھنیر اور روہیل
بھانڈوں نے روہیلکھنڈ رکھا۔

(۵) جنوبی پنجال کی راجدہانی موجودہ ضلع فرخ آباد میں کمپل کے مقام پر تھی۔
اس ریاست میں فرخ آباد اور آگرے کے اضلاع شامل تھے۔

(۶) وہیالی یعنی شمالی بہار۔ ہتھاپور کی کوروریاست کے زوال کے بعد
وہیالی کی ریاست کو فروغ حاصل ہوا اس کا دارالحکومت متھیلا تھا مغرب میں
دریائے گندک اسے کوشل (اودھ) سے اور جنوب میں دریائے گنگا ملکہ (جنوبی
بہار) سے جدا کرتے تھے۔ اس ریاست کا سب سے بڑا راجہ جنگ ہوا ہے جس کی
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جین: موردھج تھیل نجیب آباد ضلع بجنور کا بانی راجہ موردھج تھا۔ وہ جین تھا اس نے سیدالار مسعود غازی کا مقابلہ کیا تھا۔ (گزٹیر ضلع بجنور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

بیٹی سینا جی کی شادی کوشل کے راجا رام چند راجی سے ہوئی تھی۔ راجہ جنک بڑا علم دوست تھا اس کے دربار میں برہمن اور دوسرے عالم دور دور سے اکٹوجھ ہو گئے تھے۔ وہ برہمنوں اور عالموں کی عالمانہ بحث سے لطف اندوز ہوتا تھا ان عالموں میں سب سے زیادہ نامور پاجنا و لکھا تھا (عہد قدیم ص ۶) بعد میں دویہا۔ وجی اور لچھوی قبائل نے ایک اتحاد قائم کر لیا تھا ان میں لچھوی قبیلہ بہت اہم تھا۔ اس کا مرکز دیسالی تھا جہاں مہاتما بدھ پیدا ہوئے تھے مگدھ کے راجہ اجات شتر نے لچھوی قوم کو قابو میں رکھنے کے لیے دریائے سون اور دریائے گنگا کے سنگم پر ایک مضبوط قلعہ بنوایا تھا وہاں بعد میں پانڈی پتر شہر آباد ہوا۔ اس پورے طویل دور میں جوتند خاندان سے شروع ہو کر کشان خاندان پر ختم ہوا لچھوی خاندان برسر اقتدار رہا چندر گپت نے اس خاندان کو اقتدار سے محروم کر کے جنوبی بہار۔ نیپال اور دہلیہا پر قبضہ جایا اور ایک طاقتور حکمران بن گیا (دی کوشل یعنی موجودہ اودھ کی ریاست دریائے گنگا اور گندک کے طاس میں واقع تھی وہاں سورج ہنسی راجہ حکومت کرتے تھے۔ ان کا دارالحکومت جودھیا تھا۔ یہاں کے راجہ دشرت کی تین رانیوں سے چار بیٹے۔ رام چند راجی۔ لکشمین۔ شترو گھن اور بھرت پیدا ہوئے رام چند راجی سب سے بڑے۔ عقلمند اور باپ کے چہیتے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تاما کا قوم : تاما کا قوم کی بنیاد کے بارے میں کئی نظریات ہیں لیکن قرین قیاس یہ ہے وہ شودر تھے کاشتکاری ان کا ذریعہ معاش تھا۔ وہ مزاج کے لحاظ سے جنگجو تھے۔ امروہہ ضلع مراد آباد میں سورج دھو خاندان کے بعد تانگوں نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کی آمد تک حکمران رہے (تاریخ امروہہ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

تھے۔ ان کی شادی ودیہا کی راجکاری سیتا جی سے ہوئی تھی۔ راجہ دشرت رام چندر جی کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے لیکن ان کی رانی کیکئی نے ضد کی کہ اس کے بیٹے بھرت کو جانشین بنایا جائے اور رام چندر جی کو چودہ سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔ رام چندر جی نے نے خود ہی تخت سے علیحدگی اور جلاوطنی قبول کر لی۔ سیتا جی اور راکشمن کے ساتھ جنوبی ہند کی طرف چلے گئے وہاں راکشش یعنی لنکا کے باشندوں کی آبادی تھی انہوں نے رام چندر جی سے جھگڑا کیا۔ رام چندر جی نے راکششوں کو کافی تعداد میں قتل کیا۔ راکششوں کے راجہ راو نے رام چندر جی کے خیمے پر حملہ کر دیا اور سیتا جی کو گرفتار کر کے لے گیا۔ رام چندر جی نے راو کے ملک لنکا پر حملہ کیا اور جنگ میں راو کو قتل کر دیا۔ اور اس کے بھائی کو لنکا کا راجہ مقرر کر دیا اور خود سیتا جی کو لے کر اجدھیا چلے آئے کیونکہ اب ان کی جلاوطنی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ بھرت نے حکومت ان کے حوالے کر دی لوگوں نے سیتا جی کی پاکدامنی پر شہد کیا تو رام چندر جی نے ان کو الگ کر دیا۔ انہوں نے رامائن کے مصنف داییک کی جھونپڑی میں پناہ لی۔ وہاں ان کے بطن سے بیٹے لو اور کش پیدا ہوئے جو بعد میں اجدھیا میں اپنے گھر لائے گئے اور باپ کے وارث قرار دیے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بھریوں تحصیل حسن پور ضلع مراد آباد کو پر تھوی راج چوہان کے زمانے میں
تاگا سردار بھیراج نے آباد کیا تھا۔ اسی کے بعد جلد ہی بھریوں پر اسلامی حکومت
قائم ہو گئی (گر بیضی ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

دئے لئے۔ ان واقعات کو دارالمک نے رامین میں تفصیل سے بیان کیا ہے (ایڈوانسڈ
ہسٹری آف انڈیا از اسی محمد ص ۹۳)

۴. کوشل کے راجاؤں کو اکثر کاشی (بنارس) اور مگدہ کی پڑوسی ریاستوں
سے لڑنا پڑتا تھا۔ آخر کوشل کی ریاست پر مگدہ نے قبضہ کر لیا (مہم قدیم ص ۶۳)

۵. گندھارا میں موجودہ راولپنڈی اور ریشاورد کی کشتریاں تھیں اس ریاست میں
ٹیکسیلا اور شیکلاؤتی خاص شہر تھے ٹیکسیلا علم کا بڑا مرکز تھا۔

۶. مگدہ: (جنوبی بہار) تاریخ کی ابتدا میں مگدہ بھاروت کے قائم کردہ خاندان کا
دکھتا ہے جو سنہ ق م کے قریب ختم ہوا پھر تیشو ناگ خاندان کا ذکر ملتا ہے۔ اس
خاندان کے بانی راجہ شتو ناگ نے راجگرہ (راجگیر) کو اپنا پایہ تخت بنایا اور موجودہ
گیا ویتھ کے ضلعوں پر حکومت کی ۵۴۵ ق م میں اس خاندان کا پانچواں حکمران
بھاروت تخت نشین ہوا ہمسار کے زمانے میں بدھ مذہب کے بانی مہاتما گوتم بدھ ۵۶۴۔

۸۷۴ ق م اور چین مذہب کے بانی مہاسیر ۵۴۰۔ ۴۸۶ ق م نے اپنے اپنے مذہب کا
آغاز کیا ہمسار نے مہا مہادہ کا خیر مقدم کیا اور ان کے لیے ایک باغ وقف کر دیا
مہا مہادہ ہر سال ریاست میں اس باغ میں قیام کرتے تھے بعض روایات سے پتہ چلتا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کھمرا تحصیل رام پور اور سیوہارہ تحصیل دھام پور ضلع بجنور بھی تاگوں کے قدیم
مکرز ہیں۔ (گزٹیر اضلاع رام پور و بجنور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

یہ کہ ہمسارے بد مذہب قبول لیا تھا (قدیم تاریخ ہنداز اسمتھ ترجمہ مولوی جمیل
(الرحمن ص ۸۱)۔

ہمسار کو قتل کر کے اس کا بیٹا اجات شتر و بادشاہ بن گیا اس کے خلاف لوگوں
میں سخت برمی پیدا ہوئی۔ کوشل اور ویالی کے راجاؤں نے اس کے خلاف اعلان جنگ
کر دیا لیکن شکست کھا کر اطاعت قبول کرنی۔ اجات شتر و عالم ہوئے کے ساتھ ساتھ بیدار
المنغر اور بہادر بھی تھا۔ اس کے زمانے میں مگدہ کی ریاست کافی طاقتور اور وسیع ہو گئی۔
اس نے ویالی کی لچھوی قوم کو قالیوں میں رکھنے کے لیے دریائے سون اور گنگا کے سنگم پر ایک
مضبوط قلعہ بنوایا وہاں بعد میں پاتلی پتر شہر آباد ہوا جو سارے ہندوستان کا پایہ تخت
بنا اور شان و شوکت اور وسعت کے لحاظ سے ملک کے دوسرے شہروں پر سبقت لے
گیا۔ (ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا از آرسی محمد ار ص ۵۹)

اجات شتر و کے بعد اس خاندان کے چار بادشاہ ہوئے آخری بادشاہ مہاند
نے تقریباً ۴۵۰-۳۷۲ ق م حکومت کی اس کے حالات تاریکی میں ہیں
پرانوں کے مطابق اس کے بیٹے مہاپدم ندانے جو ایک شودر عورت کے بطن سے
تھا تخت پر قبضہ کر لیا اور نند خاندان کی بنیاد رکھی۔

نند خاندان میں نوراجاؤں نے تقریباً پچاس سال ۳۷۲-۳۲۳ ق م حکومت کی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کٹھیرے راجپوت :

بدالوں کے تو مرخاندان کے زوال کے بعد شمالی پنجال کے علاقے میں جنگلات ہو گئے اس زمانے میں کٹھیرے راجپوتوں نے اس علاقے پر تسلط جانا شروع کیا۔ انہوں نے قدیم باشندوں کو نکال دیا اور کابرا اور دوسرے مقامات پر قلعے بنوائے یہ سلسلہ عرصے تک جاری رہا کیونکہ ایسوں اور بھیلوں وغیرہ کا صدیوں تک ان جنگلات پر قبضہ رہا۔ انہوں نے قدیم تہذیب اور ترائی کے مدفون شہروں کا نام و نشان مٹا دیا۔ بدالیوں پر قطب الدین ایبک کا قبضہ ۱۱۹۶ء میں ہوا لیکن اس کے بعد بھی عرصے تک کٹھیرے راجپوتوں کا تسلط رہا التمش ۱۲۱۰ء تک بدالیوں کا حاکم رہا لیکن ضلع بریلی کو وہ فتح نہ کر سکا تھا۔ پہلی مرتبہ اس علاقے میں سلطان ناصر الدین آیا۔ اس نے ۱۲۵۳ء میں ہر دوار کے مقام پر گڑھا کو عبور کیا اور رام گنگا کے کنارے کٹھیرے بدالیوں تک چلا گیا اس نے کٹھیروں کو اپنی فوج پر حملہ کرنے کی عترتاگ سزا دی۔
(کنزالتاریخ)

حاشیہ سلسل پچھلے صفو سے

پرانوں میں ان تمام راجاؤں کا ذکر بُری صفات سے کیا گیا ہے۔ اسی خاندان کے زمانے میں سکندر اعظم نے برصغیر پر حملہ کیا۔

موریہ خاندان :

موریہ خاندان کا بانی چندر گپت موریہ ۳۲۲-۲۹۸ ق م عام روایات کے مطابق مذہ خاندان کا فرد تھا۔
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ملک جلال الدین حاکم سنجلہ بدایوں کو باغیوں کے غلبے کی وجہ سے سنجلہ سے دست بردار ہوا پڑا تھا ۱۲۱۱ء میں دوبارہ پورے کنٹھ میں زبردست بغاوت ہو گئی اور حاکمان امر وہ بدایوں امن قائم نہ کر سکے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے غیاث الدین بلبن یہاں آیا اور اس نے باغیوں کا قتل عام کر دیا۔ (کنز الداریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

چندر گپت سے تاریخ ہند کا ایک نیا دور شروع ہوا جو نظام حکومت کی توسیع اور برہمنیت کے غلبے کے لحاظ سے اہم ہے۔ اپنے چوبیس سالہ دور حکومت میں اس نے بڑی بڑی جنگیں لڑیں سب سے اہم جنگ سکندر کے نائب سلوکس سے ہوئی جس نے مغربی وسطی ایشیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد ۳۰۵ ق م میں برصغیر کا رخ کیا اور سکندر کے مقبوضہ علاقے کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی چندر گپت کے مقابلے میں اسے شکست ہوئی اور وہ نہ صرف ہندوستان کے مقبوضات بلکہ کابل - قندھار - ہرات اور بلوچستان سے دست بردار ہو گیا۔ اس نے اپنا سفیر میگاستھینز چندر گپت کے دربار میں بھیجا جس نے اس عہد کے حالات تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ اور چندر گپت کے انتظام سلطنت - نظام مالیات - حکومت کے محکموں - مختلف صوبوں ماتحت ریاستوں اور فوجی استحکام کا ذکر کیا ہے (قدیم مشرق ص ۲۹۸)

چندر گپت کے بیٹے بندو سار ۲۹۸ - ۲۷۳ ق م کے حالات تاریکی میں ہیں لیکن اسکے عظیم بیٹے اشوک اعظم ۲۷۳ - ۲۳۲ ق م کا چالیس سالہ دور تاریخ عالم کا زریں باب ہے۔ اس نے ہندو دھرم کو چھوڑ کر بدھ مت قبول کیا۔ وہ بھکشوؤں جیسی زندگی بسر کرتا تھا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

۳۹ء میں جلال الدین فیروز نے اسی طرح کی ایک اور بغاوت کو فرد کیا اس نے کابری پر حملہ کیا اور بڑے قتل عام کے بعد باغیوں کو ترائی کی طرف پسا کر دیا لیکن بعد میں کٹھیلوں نے کابری پر دوبارہ قبضہ کر لیا ۳۱ء میں علا الدین خلجی نے اس کو پھر فتح کر لیا کٹھیل تحصیل بلاری ضلع مراد آباد بھی کٹھیلوں کا مرکز تھا۔ دہلی کی فوجوں نے اس پر سخت حملے کئے۔ فیروز شاہ نے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا لیکن بعد میں کٹھیلوں نے اس کی تعمیر نو کر لی۔ (گزشتہ ضلع بریلی مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ پر
اس نے اپنی ساری زندگی اخلاقی تعلیمات کو پھیلانے۔ برائیوں کو روکنے اور نیکیوں کو عام کرنے میں بسر کر اور لنکا۔ برما۔ سیام۔ سماٹرا۔ شام پھر لوزیان میں اپنے مبلغ پھیلے اور سلطنت کے اعلیٰ عہدیداروں کو تبلیغ کا حکم دیا اور اخلاقی تعلیمات کو پتھروں کی سطوں پر کندہ کر کے شاہراہوں پر نصب کر دیا۔ یہ تعلیمات بڑے مذہب سے ماخوذ تھیں۔ اخلاقی تعلیمات کے علاوہ اس نے اپنی سلطنت میں مختلف مقامات پر مسافر خانے کوئیں۔ شفا خانے اور خیرات خانے قائم کئے اور سڑکوں کے کنارے درخت لگواتے اس نے ہما تبادہ کے مقام پیدائش کے قریب ایک مینار بنوایا اور ہما تبادہ کی تعلیمات کو کتابوں میں تحریر کرایا۔ اس مقصد کے لیے پاٹلی پتر کے مقام پر بودہ پیشواؤں کی مجلس منعقد ہما تبادہ کے زمانے میں لکھنے کا رواج نہ تھا اور ان کی تعلیمات دہانی منتقل ہوتی رہیں۔ اشوک نے ان تعلیمات کو پالی زبان میں تحریر کرایا۔ ان کی نقل اشوک کا لڑکا ہندر نکا لیکر گیا۔ وہاں ان کا ترجمہ سنگھالی زبان میں ہوا۔ ۲۲۷ء میں بودہ مذہب

۱۳۰۵ میں علاء الدین خلجی نے اپنے لڑکے خضر خان کو امر وہر کا حاکم مقرر کیا اس زمانے میں کھلوں کے سردار کھڑک سنگھ اور ہر سنگھ کا برضلع بریلی اور بکھنور (شاہ آباد ضلع رام پور) کے قلعوں میں رہتے تھے۔ ۱۳۰۹ء میں انہوں نے بدایوں کے گورنروں سید محمد اور سید علاء الدین کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ یہ خبر سنکر فیروز شاہ فوج جرار لے کر کٹھیر آیا اور اس علاقے میں زبردست قتل و غارتگری عمل میں آئی۔

سلطان نے کھڑک سنگھ کے صدر مقام آنولہ کو تباہ کر دیا کھڑک سنگھ کمالیوں کو فرار ہو گیا تو فیروز شاہ نے اس کا تعاقب کیا لیکن جنگلات اور بارش کی وجہ سے وہ بدایوں واپس آ گیا۔ (کنز التاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

گھوش نے اس کا دوبارہ پالی زبان میں کیا یہی ترجمہ سب سے قدیم اور مستند مانا جاتا ہے (قدیم مشرق ص ۲۹۸)

اشوک نے مختلف مقامات پر عالی شان محلات خالق ہیں اور اسٹوپا تعمیر کرائے اس نے گیا کے قریب چٹانوں کو کاٹ کر خوبصورت اور شفاف کمرے بنوائے جو اب بھی باقی ہیں مگر اس کی تمام یادگاروں میں سب سے اہم اسکے کتبے ہیں جو لہذا دیں تیس سے زیادہ ہیں۔ یہ کتبے چٹانوں، پتھر کی سلوں، غاروں کی دیواروں اور ستونوں پر کندہ ہیں اور برصغیر کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں ان کی زبان پراکرت ہے جو سنسکرت اور پالی سے لکھی ہے اسکے کتبوں میں دو کا رسم الخط قدیم آرمی رسم الخط سے ماخوذ ہے اور دوسرے میں بائیں کو لکھا گیا ہے باقی کتبے براہی حروف میں کندہ ہیں

فیروز شاہ نے ملک داؤد حاکم بنجل کو ہدایت کی کہ کٹیہریوں کے علاقے کو ہڑال تاراج کیا جائے بادشاہ نے خود بھی اس ہم میں حصہ لیا کٹیہرے ہر موقع پر جنگوں اور پہاڑوں میں چھپ جاتے تھے۔ فیروز شاہ کے انتقال کے بعد جو انتشار پھیلا اس سے بھی کٹیہریوں نے فائدہ اٹھایا۔ اس زمانے میں نصرت شاہ کی برائے نام حکومت تھی مالکداری منہا حاکم ہنم کراتے تھے۔ ۱۳۹۹ء میں تیمور نے حملہ کیا اور ۲۰۷۷ء میں ابراہیم شرقی دلی جو پور نے بھل کے علاقے پر حملہ کر دیا اس وقت اسد خاں لودی محمود شاہ کی طرف کی طرف سے بنجل کا حاکم تھا اس نے دودل کے محاصرے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے ابراہیم شرقی نے تانا شاہ کو بنجل کی حکومت پر مقرر کیا اور کٹیہریوں سے مصالحت کر لی۔ حملہ تیمور

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

یہ حروف بائیں سے دائیں کو لکھے گئے ہیں ان حروف سے دیوناگری رسم الخط نکلا

ہے۔

دشنویرن کے مطابق اشک کا جانشین اس کا بیٹا کنال ہوا پھر چار حکمران ہوئے آخری حکمران برہدرتھ کو فوج کے سپہ سالار پیشا متر نے قتل کر کے موریہ خاندان کا خاتمہ کر دیا اور شنگ خاندان کی بنیاد رکھی۔

شنگ خاندان : ۱۸۵ ق م تا ۷۳ ق م اس خاندان کے بانی پیشا

متر نے چھتیس سال حکومت کی اس نے جنوبی ہند کی ریاست کلنگ کے راجہ کھاروتل سے جنگ کی لیکن شکست کھائی اسکے بعد پائلی پتر پر چڑھائی کی دھمکی دے دی پیشا متر بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سے فائدہ اٹھا کر کھڑک سنگہ نے اپنے علاقے واپس لے لیے اور دریا سے رام گنگا
 اور دریا سے دوہا (ضلع شاہ جہانپور) کے درمیانی علاقے سے امیروں اور دوسری اقوام
 کو نکال دیا اور کئی بستیاں آباد کیں ان میں سے ایک اتر چھینٹی ضلع بریلی ہے جس پر
 اس کے وارث اب بھی قابض ہیں کھڑک سنگہ کے بھائی ہر سنگہ نے دولت خاں لودی
 کی اطاعت قبول کر لی لیکن جب خضر خان بادشاہ ہوا تو اس نے بغاوت کر دی
 خضر خان نے تاج الملک کو بغاوت فرد کرنے کے لیے بھیجا تاج الملک نے دلالت
 کھڑک کو تاراج کیا ہر سنگہ دیو پھاڑ کی طرف فرار ہو گیا۔ (گزشتہ ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحے سے

کے پوتے و شوامترانے ینڈر کوشکت دے کر آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس کامیابی
 کی خوشی میں پشپامترانے اشومیدہ کی رسم ادا کی۔ اس کے بعد اسکے بیٹے اگنی مترانے
 حکومت کی یہ راہ کا لید اس کے ایک ڈرامے کا میر دہے اس کے بعد شنگ خاندان
 کے کئی اور راہ محدود علاقے پر حکومت کرتے رہے آخری راہ دیو بھرتی کے وزیر
 داس دیو کا فونے اسے قتل کر کے اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

شنگ خاندان سے برہمنوں کو اقتدار مل گیا جو اشوک کی مذہبی رواداری
 سے مطمئن نہ تھے شنگ خاندان کے دور حکومت میں بودھوں کا خون بے دریغ
 بہایا گیا۔ ان کی خانقاہیں اور عبادت گاہیں مسمار کر دی گئیں اور شمالی ہند پر برہمنی
 مذہب بزدور مسلط کر دیا گیا۔ برہمنی جارحیت کے خلاف شودر اور دکن کے دڑاؤڑ اور
 غیر آریہ اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے شنگ اور کانو خاندان کی برہمنی حکومت پر
 بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس مہم میں بیابت خان حاکم بدایوں نے بھی تاج الملک کا ساتھ دیا ۱۴۱۹ء میں خضر خان نے تاج الملک کو رُسنگ دیو کی گرفتاری کے لیے بھیجا اس نے ملک کٹھیر کو دوبارا تباہ کیا اور بدایوں آکر بیابت خان کا ہمان ہوا ۱۴۲۸ء میں خضر خان نے بذات خود مفسداں کٹھیر کی گوشالی کی اس نے دریائے رام گنگا کو عبور کر کے سنبھل کو تباہ کیا اور بدایوں

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

حملہ کر کے شمالی ہند کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر لیا (تاریخ ہند قدیم)

یوچی یا کشال سلطنت

یوچی وسطی ایشیا کی ایک قوم تھی۔ انہوں نے بلخ پر تقریباً ایک سو سال حکومت کی۔ ان کے پہلے بادشاہ کڈناٹس اول نے کابل تک کا علاقہ فتح کر لیا اس نے سندھ عیسوی کی پہلی نصف صدی میں حکومت کی اس کے بیٹے کڈناٹس دوم (۵۷۵ء) نے برصغیر کے شمالی علاقوں پر اپنا تسلط جمایا اور ایک بڑی سلطنت کا مالک بن گیا۔ اس کے بعد اس خاندان کا سب سے مشہور حکمران کنشک (۷۷۰ء) تخت نشین ہوا۔ اس نے جنوب میں بندھیا چل۔ مغرب میں سندھ و بلوچستان اور شمالی ہند میں پاٹلی پتر تک اپنی سلطنت کو وسعت دی اس نے کشمیر کو فتح کرنے کے بعد ایک بڑی فوج کے ساتھ پامیر کے دشوار گزار پہاڑوں کو عبور کیا اور کاشغر، یارقند اور ختن کو فتح کیا۔ اس کا پایہ تخت موجودہ پشاور تھا جہاں اس نے عالی شان عبادت گاہیں اور رہاب خانے تعمیر کرائے۔ اس نے گندھارا اور متھرا میں بھی عبادت گاہیں اور مدرسے بنوائے۔ ان تعمیرات کے آثار ختم ہو چکے ہیں (قدیم تاریخ ہند از اسمتھ مترجمہ بقدر حاشیہ اگلے صفحہ پر

کی طرف بڑھا۔ مہابت خاں بدایوں کے قلعے میں محصور ہو گیا۔ ۱۲۲۲ء میں مبارک شاہ
نے سرور الملک وزیر کو ملک کٹھیر روانہ کیا اور عقب میں خود بھی یہاں آیا اس نے تمام
مفسدوں سے خراج وصول کیا اور سزا دی اس کے بعد کٹھیر یوں کا زوال شروع ہو گیا
(کمر النابرخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

مولوی جمیل الرحمن ص ۳۸۰) فتوحات کے علاوہ کشک کو مذہبی اصلاحات کی وجہ سے
شہرت حاصل ہے تخت نشینی کے چند سال بعد اس نے بودہ مذہب اختیار کر لیا اور
اسکی تبلیغ کی پوری کوشش کی۔ آشوک کی طرح اس نے بودہ پیشواؤں کی ایک مجلس
کٹھیر میں منعقد کی جس کا صدر داسو مٹرا اور نائب صدر مشہور مصنف آسو گھوش تھا اس
مجلس میں مذہبی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور رہا تا بودہ کی تعلیمات پر
ضمیم کتابیں لکھی گئیں جن کو نابجے کی چادروں پر کندہ کر کے ایک خاص اسٹوپا میں رکھ دیا
گیا (قدیم تاریخ ہند از اسمتھ مترجم مولوی جمیل الرحمن ص ۳۱۱)

کشک کا بیٹا ہوشک اسکی زندگی میں نابجے کی حیثیت سے متحکم کا حاکم تھا۔
قیاس ہے کہ اس نے طویل عرصے تک حکومت کی۔ کٹھیر میں اس نے شہر ہوشک پورہ آباد
کیا تھا جو ساتویں صدی تک مشہور شہروں میں تھا۔ جیسی سیاح ہوں سائگ بھی یہاں
آیا تھا ہوشک کشک کی طرح بودہ مذہب کا زبردست حامی تھا۔ (عہد قدیم ص ۱۵۳)
ہوشک کے بعد کشان خاندان کے افراد ایران کے ماتحت حاکموں کی حیثیت
سے حکومت کرتے رہے پانچویں صدی میں سعید ہونوں نے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔

(عہد قدیم ص ۱۵۳)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جب بابر نے اپنی بادشاہت قائم کی تو گنگا کے مشرق کا علاقہ بہار خاں لوہانی کے قبضے میں تھا حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے کٹھڑیوں نے پھر زور دیکر لیا۔ اپنی دفات سے قبل بابر نے ہمالیوں کو ایک بڑی فوج کے ساتھ سبھل بھیجا تاکہ ان باغیوں کو سزا دی جائے جنہوں نے مغل گورنر زائد خاں کو سبھل سے نکال دیا تھا۔ سبھل ہی میں ہمالیوں کو بابر کے انتقال کی خبر ملی۔
(دکڑیٹیر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

گپت سلطنت: (۳۲۰ - ۴۵۵ء) اس خاندان کے ایک حکمران کا ذکر کتبوں میں ملتا ہے۔ اسکی اور اسکے جانشین کی حکومت پاٹلی پتر اور اس کے مضافات میں محدود تھی۔ اس خاندان کو عروج تیسرے حکمران چندر گپت اول ۳۲۰ تا ۳۳۵ء کے دور سے ہوا۔ اس نے بہار، اودھ اور نیپال پر قبضہ کر لیا اور ایک طاقتور راجہ بن گیا اس نے ہماراج، بیراج کا لقب اختیار کیا۔ اسکے سکوں پر ایک طرف چندر گپت اور اسکی رانی کمار دیوی کی تصویریں ہیں اور دوسری طرف لفظ لچھوی کندہ ہے (عہد قدیم ص ۱۵۹ - ۱۶۰)۔

چندر گپت اول کے بعد اس کا بیٹا سمندر گپت (۳۲۵ - ۳۷۵ء) تخت نشین ہوا وہ اس خاندان کا سب سے نامور حکمران ہوا ہے الہ آباد میں اشوک کی لاٹ پر سمندر گپت کی فتوحات کی تفصیل کندہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریائے جمنا سے دریائے ہنگلی تک اور کوہ ہمالیہ سے دریائے نرپدا تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی اسکے

قمنج میں ہایوں کی شکست کے بعد اس کا دست راست بیرم خان سبھل
 کو فرار ہو گیا اور عبدالواحد کے پاس پناہ لی اس زمانے میں کٹھڑیوں کا سردار لکھنؤر
 (شاہ آباد ضلع رام پور) کا راجہ مترسین تھا اس نے بیرم خان کو پناہ دی اور ترائی
 کے جنگلات میں چھپا دیا۔ حاکم سبھل ناصر خان نے راجہ کو مجبور کیا کہ وہ بیرم خان کو
 اس کے حوالے کر دے لیکن یہی خاں حاکم سبھل نے بیرم خان کی جان بچائی اور
 وہ وہاں سے فرار ہو کر ہمایوں کے پاس گجرات چلا گیا۔ عیسیٰ خاں بڑا قابل حاکم تھا
 اس نے جرائم کا سدباب کیا اور کٹھڑیوں کو مطیع کیا اور جنگلات کو صاف کر دیا۔
 (گزنیٹر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سلطنت پھیلی ہوئی تھی اس کے علاوہ بنگال۔ آسام۔ کوہستان ہمالیہ۔ راجپوتانہ اور
 دکن کی متعدد ریاستیں اس کی بالادستی کو قبول کرتی تھیں۔ پنجاب و سرحد کے نشان
 حکمرانوں سے اس کے تعلقات دوستانہ تھے اگرچہ ان پر ایرانی بالادستی جاری تھی۔ سمندر
 گیت علم و ہنر کا سرپرست تھا۔ وہ خود بھی شاعر اور موسیقی کا ماہر تھا اس کے سکوں پر
 منقش عبارت ملتی ہے جس سے اس کی شاعری کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح بعض سکوں پر
 تصویریں وہ بالہ نری بجا رہا ہے اس سے اس کی موسیقی سے دلچسپی ظاہر ہوتی ہے اس
 کے دیباچوں میں بدھ مصنف داسو بھوتی شامل تھا۔ سمندر گیت اگرچہ ہنر و مذہب
 کا پیرو تھا لیکن تعصب سے دور تھا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اسلام شاہ کے بعد کٹیہریوں نے بہت زور پکڑ لیا اور وہ آلودہ و کارِ فطی (مکھنور) شاہ آباد (ضلع رام پور) اور چولہہ (مراڈا) باہر قابض ہو گئے۔ ۱۵۵۳ء میں کٹیہری سردار مہر سین کو اسلام شاہ نے حاکم سنبھل مقرر کیا وہ سلطان کے انتقال یعنی ۱۵۵۴ء تک سنبھل کا حاکم رہا اگرچہ سنبھل مراد آباد

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحے سے

وکر مادیتہ چندر گپت دوم ۳۴۵-۲۱۵

اس کا ذکر برصغیر کی قدیم کہانیوں میں بہت نمایاں ہے اس نے گجرات کے کٹان سراب زور سنبھل کو شکست دے کر اس کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس نے ساکا حکمران کو بھی قتل کیا اس طرح اس کی سلطنت کی حدیں سمندر تک پہنچ گئیں۔ اس کا یہ تخت اگرچہ پاٹلی پتر تھا لیکن وہ اور اس کا باپ اجد دھیا میں رہتے تھے جو سلطنت کا عظیم ترین شہر بن گیا۔ اس کے علاوہ قدیم علمی شہر اجین اس کی سلطنت میں شامل تھا۔ وکر مادیتہ نے ہندو مذہب اور علوم کی سرپرستی کی سنسکرت زبان و ادب نے اس کے عہد میں بڑی ترقی کی۔ اور سنسکرت کی بعض اعلیٰ ترین کتابیں اس کے دور میں لکھی گئیں۔ اس کے زمانے میں سنسکرت کے نورتن تھے ان میں سب سے مشہور کالیداس تھا۔ جو شکنتلا۔ دکرلم اور ملادلیگا لکھی تھیں جسے ڈراموں اور میگزین دوت جیسی نظموں کا مصنف تھا۔

وکر مادیتہ کے زمانے میں مشہور چینی سیاح فاہیان برصغیر میں آیا اور یہاں

۱۵۰۔ ایں جگت سنگہ کٹھیریا نے ایک گاؤں جگت پور بسایا جو آج کل بریلی شہر کہتہ کا ایک محلہ ہے۔ ۱۵۵۔ میں اس کے لڑکے ماسدیو اور اس کے بھائی برل دیو نے بریلی شہر آباد کیا (گزیٹر ضلع بریلی) ہمایوں کی وفات سے قبل کٹھیرلوں نے بغاوت کی جسے اکبر کے جنرل اناس علی خاں نے فرو کیا اس نے بریلی پر قبضہ کیا اور ماسدیو کو قتل کر دیا شاہ جہاں کے زمانے میں کٹھیریا سردار رام سکھ نے بغاوت کی اور ترائی پر حملہ کر دیا۔ راجہ کالیوں نے شاہ جہاں سے شکایت کی اور اس نے رستم خان دکنی گورنر سنبھل کو بغاوت فرو کرنے کا حکم دیا۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

چھ سال ۴۰۵۔ ۱۱م مقام رہا۔ اس کے سفر نامے میں محدود سیاسی معلومات ملی ہیں اس نے بیان کیا کہ گدہ کی سلطنت میں بڑے بڑے شہر تھے اور عوام کے فائدے اور آرام کے لیے بہت سے ادارے۔ سرائیں اور شفا خانے تھے اور دریائے سندھ سے متھر تک بہت سی خانقاہیں تھیں جن میں ہزاروں بدھ راہب رہتے تھے۔ اس نے بدھ مذہب کے زوال کا ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ اس نے گیا۔ کپل دستو اور کوسی نگر کی دیرانی کا ذکر کیا ہے۔

۴۰۵۔ ۱۱م کو مادیتہ چنڈر گپت دوم کے بعد اس کا لڑکا کمار گپت چالیس سال ۴۱۵۔ ۵۵۔ حکمران رہا شروع میں اس نے سلطنت کی سالمیت کو قائم رکھا لیکن آخر میں پشیمانہ قبیلے نے گپت سلطنت پر حملہ کر کے کافی نقصان پہنچایا کمار گپت کے جانشین سکندر ۴۵۵۔ ۶۷م کے زمانے میں ہونوں نے لگاتار حملے کئے اور سلطنت کو کمزور کر دیا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ستم خان نے چولہ (مراد آباد) کا قلعہ جھین لیا اور رام سکھ کو قتل کر دیا اس نے
چولہ کا نام مراد آباد رکھا اور وہاں نیا قلعہ اور علانی شاہ جامع مسجد بنوائی۔
(گزشتہ صفحہ مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے
سکندر گیت کے بعد گیت سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔ کئی حکمرانوں نے مختصر عرصے
حکومت کی اگرچہ گیت راجہ بالادتیہ نے ہونوں کے مردار تو رام کو شکست دے کر
اس کے رٹے نہر کل کو قید کر لیا تھا اور بعد میں رہا کر دیا تھا لیکن اب مند سور کے
حکمران یسودھرن نے گیت سلطنت کے وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اور گیت خاندان کی
حکومت مختصر علاقے میں سمٹ کر رہ گئی۔ آخر کار گاڈ خاندان نے آٹھویں صدی میں گیت
سلطنت کو ختم کر دیا۔

تمھانسیر کی وردھن حکومت :

اس سلطنت کو پر بھا کر وردھن کے زمانے میں غریب ملاح کی ماں گلدہ کے
گیت خاندان کی راجکاری تھی۔ پر بھا کر وردھن نے ہمسایہ ریاستوں اور ہولوں سے
بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راج وردھن دو تین سال حکمران رہا
اس نے والدہ کے راجہ سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا
بھائی ہرش وردھن ۶۰۰-۶۲۷ء حکمران ہوا۔ اس نے بنگال، بہار، رواربہ کو فتح کر لیا
ہرش چربیتا میں بان نے لکھا ہے۔ کہ سندھ، کچھ اور گجرات بھی ہرش نے فتح کیے تھے
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کٹھیریوں کی یادگاریں

شاہ آباد ضلع رام پور کا پرانا نام لکھنور تھا۔ یہ دیا گئے
 رام گنگا کے کنارے واقع ہے یہ کٹھیری راجپوتوں کا مرکز تھا پرانی غارتوں میں ایک مینار
 کٹی گئی اور ایک بارہ دری کے آثار موجود ہیں شاہ جہاں کے زمانے میں رسم خانے
 اسے فتح کیا اور بادشاہ کے نام سے موسوم کیا سیفی تحصیل شاہ آباد کے قلعے پر راجہ سردا
 کے بعد کٹھیریوں نے قبضہ کر لیا۔ شاہ جہاں کے عہد تک یہ قلعہ ان کے قبضے میں رہا رسم خان
 سویدار سنبھل نے قلعہ فتح کرنے کی کوشش کی لیکن دو ماہ تک وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر
 اُس نے قلعے کو بارود سے اڑا دیا اور سیفی بھیڑے گاؤں اور لکھنور کے راجاؤں کو قتل
 کر دیا۔ اب سیفی کے ایک ہزار دروازوں میں سے صرف ایک دروازہ باقی ہے۔ بھیڑے گاؤں
 تحصیل شاہ آباد کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس کو دریودھن کی لڑکی نے آباد کیا تھا بہت

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اسکی فوج عظیم اور منظم تھی۔

ہرش کے زمانے میں مشہور چینی سیاح ہونگ سانگ برصغیر میں آیا اور پندرہ
 سال ۶۳۹-۶۴۵ء یہاں مقیم رہا۔ وہ ہرش کے نظام حکومت سے بہت متاثر تھا
 وہ لکھتا ہے کہ اس زمانے میں برہمنی اقتدار چھایا ہوا تھا اور سنسکرت ادبی زبان
 بن چکی تھی۔ خود ہرش اچھا ادیب تھا اور تین سنسکرت ڈراموں کا
 مصنف تھا۔ اس زمانے کا سب سے بڑا ادیب ہاں تھا جس نے مشہور کتاب ہرش
 چریتا لکھی تھی۔ ہرش پہلے شیو کا پیاری تھا لیکن بعد میں بودھ مت کا پیرو ہو گیا اور بڑے
 خوش و خوش سے اسکو ترقی دی۔ اس نے بہت سی خالقا ہیں اور اسٹوپا بنوائے
 بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

عرصے کے بعد یہاں کھیروں نے ایک قلعہ بنوایا تھا اس قلعے کی جگہ اب نواب رام پور کا محل اور باغ واقع ہیں۔ کوہ تحصیل شاہ آباد کو بھیہ گاموں کے راجہ کرت سنگھ کھیریا نے آباد کیا تھا۔ ماکھر تحصیل شاہ آباد میں کھیریا راجپوتوں کا ایک قدیم خاندان آباد رہے یہاں ایک قدیم قلعے کے کھنڈرات بھی ہیں (گریٹر ضلع رام پور)۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اور مسافروں اور غریبوں کے لیے خیراتی ادارے قائم کئے۔ اس نے قنوج میں ایک مجلس منعقد کی تاکہ ۵۰ اپنے عقائد اور خیالات لوگوں کے سامنے پیش کر سکے۔ اس مجلس میں اس نے بودہ، بھکشوؤں، سلطنت کے سرداروں اور برہمن اور جین علما کو بلوایا اس کے بعد ہرش نے پریاگ (الہ آباد) میں چھٹی پنج سالہ مجلس منعقد کی جو ڈھائی ماہ جاری رہی۔ اس کے بعد ہون سا نگ اپنے وطن چلا گیا وہ جینی سیاحوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کا سفر نامہ اس زمانے کی تاریخ کا معتبر ماخذ ہے اس نے ساتویں صدی کے معاشرتی اور سیاسی حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔

گوجروں کا پریمار خاندان ۷۲۵ء - ۷۱۹ء

اس خاندان کی بنیاد ناگا بھٹ اول نے راجو تانہ میں ۷۲۵ء میں رکھی اس کی اولاد میں ناگا بھٹ ثانی نے ۷۸۶ء میں شمالی ہند پر حملہ کیا۔ اور قنوج کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اس کے پوتے ہریال بھوج نے ۸۴۷ء سے ۸۹۰ء تک حکومت کی اس کے پوتے ہندربال ۸۹۰ء - ۹۰۸ء کی حکومت مشرقی آخر اس خاندان کے نویں راجہ ہی پال

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

آلودہ ضلع بریلی جو دسویں صدی تک کٹیہریوں کا صدر مقام تھا۔ انرجیٹدی تحصیل
 آلودہ بھی کٹیہریوں کا گڑھ تھا ان کے قلعے ٹھا کر گڑھ کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ کابر تحصیل
 بہری ضلع بریلی بھی کٹیہری راجپوتوں کا مرکز تھا۔ تیرسویں اور سولہویں صدی کے درمیان اس

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

۹۷۸ء - ۱۰۳۰ء کے زمانے میں سلطان محمود غزنوی نے قنوج پر قبضہ کر لیا اور وہی پال ملک
 چھوڑ کر چلا گیا۔ اسکی اولاد دوبار قنوج غالب آگئی۔ وہی پال کے جانشین مایا پال کے
 زمانے ۱۰۳۰ء میں تبت کو ایک سفارت بھیجی گئی۔

گہڑ دار خاندان ۱۰۸۵ء - ۱۱۹۳ء

اس خاندان کے راجہ چند دیو نے قنوج پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اٹھارہ سال
 حکومت کی اس کا پوتا گوند چندر اس خاندان کا سب سے بڑا حکمران تھا۔ اس نے
 ۱۱۵۵ء تک حکومت کی۔ اس نے بنگال کے راجہ کوشکست دی اور کلاچوری کے راجاؤں
 کا علاقہ فتح کر لیا اس کے پوتے جے چندر (۱۱۹۳ء - ۱۱۶۰ء) کو شہاب الدین غوری نے شکست
 دے کر اسکی ریاست کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

تومر اور چوہان خاندان

(گیارہویں اور بارہویں صدی) گیارہویں صدی میں دہلی میں تومر راجاؤں کی
 حکومت تھی یہ خاندان ہمتا پور کی ریاست کے زوال کے بعد سے دہلی میں راج کرتا رہا۔
 بقیر حاشیہ اگلے صفحہ پر

پر مسلمانوں اور کھٹولوں کا ماری باری قبضہ رہا آخر راجپوت میطیح کر لئے گئے۔ ایک مرتبہ شیر شاہ بذات خود یہاں آیا اور اس نے کابڑ کے فلحے پر قبضہ کر کے اس کا نام شیر گڑھ دکھاتے کے جنوب میں خواص تال شیر شاہ کے محبوب سپہ سالار خواص خان سے موسوم ہے اور محلہ اسلام پورہ شیر شاہ کے لڑکے اسلام شاہ سے منسوب ہے
(گزشتہ صفحہ پر ملی)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

تومر راجاؤں نے بہت سے مندر تعمیر کرائے جو اب معدوم ہو چکے ہیں۔ گیارہویں صدی میں انگل پال کے زمانے میں دہلی کو اہمیت حاصل ہوئی اس نے اپنا راج اپنے نواسے پر تھوی راج چوہان کو دیدیا جو اجمیر کا راجہ تھا۔

اجمیر کے چوہان خاندان نے بارہویں صدی میں شہرت پائی۔ سب سے پہلے ابجے ویلو چوہان نے اپنی ریاست کو وسعت دی اس نے شہر اجمیر آباد کیا تھا۔ اس خاندان کا دوسرا بڑا حکمران وگرا راجہ تھا جو ایک ڈرامے کا مصنف تھا۔ اس کا بھتیجا پر تھوی راج چوہان اس خاندان کا سب سے مشہور راجہ تھا۔ بارہویں صدی اور تاسیویں صدی میں اس کا ذکر بہت آتا ہے۔ اس نے چندیل راجہ پر فتح حاصل کی۔ دہلی بھی اس کی حکومت میں شامل تھا۔ ۱۱۹۱ء میں اسکو شہاب الدین غزنوی نے شکست دے کر قتل کر دیا لیکن اس کے بھائی ہری راج نے ہتھیار نہیں خود مختار حکومت قائم کر لی جسے ۱۲۱۰ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ پر تھوی راج کے دہاری شاعر چاند بردائی نے ایک رزمیہ نظم لکھی ہے جس کا نام چاند راسا ہے۔

لیفہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

فدیہ لور ضلع بریلی کا قدیم نام چورا تھا جو کٹھن لوں نے آباد کیا تھا وہ ۱۶۶۳-۱۶۷۹ء میں بریلی سے نکالے جانے کے بعد یہاں آباد ہوئے تھے شاہی ضلع بریلی بھی مسلمانوں کے قبضے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اسلامی انقلاب :

اسلام قدیم و جدید کے درمیان حذافصل ہے۔ اسلام نے دنیا کے قدیم کے ہر حجان کو ختم کیا اور زندگی کے ہر نگر اور عملی پہلو کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ پرانے سانچوں کو توڑ کر نئے سانچے ڈھالے اور زندگی کے تمام خاکوں کو مٹا کر نئے نقشے تیار کئے سیاست، معیشت، معاشرت، مذہب، تمدن و عمرانیات، مذہب و اخلاق، سوچنے سمجھنے کے طریقے، معیاد صلیح، مدارجک، انصاف کے قاعدے، محبت کے اصول، فکر و اعتقاد کے قرینے، دوستی و دشمنی کا معیار، حتیٰ کہ رفتار و گفتار کے انداز یکسر بدل کر رکھ دیئے۔ جاہلیت قدیم کو بالکل سرنگوں کر کے نئی علمی، فکری اور اخلاقی زندگی کا آغاز کیا اور ایک ایسی حیات آفرین انقلابی تحریک برپا کی جو نہ اس سے پیشتر تاریخ میں پائی گئی اور نہ اس کے بعد آج تک اسکی کوئی نظیر پیدا ہوئی۔

اسلام کی عظمت ہمارے قلوب پر اس وقت اور زیادہ اثر انداز ہوتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس عظیم انقلاب کی بنیاد ملک عرب میں رکھی گئی جو اس وقت پوری دنیا میں علمی و عملی و اخلاقی طور پر سب سے زیادہ پست تھا بانی اسلام نے کسی انسان کے سامنے رازوں سے تلخ نہیں کیا تھا آپ کی حیات طیبہ کا ہر پہلو جتنا نمایاں ہے اتنا دنیا کے کسی رہنما

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تک کٹھیر یا راجپوتوں کا مرکز تھا۔ اکبر کے زمانے میں اس کا نام شاہی ہوا۔

(گزنہ ضلع بریلی)

گولاراے پور تحصیل پواباں ضلع شاہ جہان قدیم شہر گولا کی یادگار ہے جو پہلے کٹھیروں کے قبضے میں تھا بھر ایک ٹرے صوبے کاٹ گولا کا صدر مقام بنا۔ شاہ جہانپور راجپوتوں کا مرکز تھا۔ مسلمان اس علاقے کے راجپوتوں پر کبھی غالب نہ ہو سکے۔

(گزنہ ضلع شاہ جہانپور)

12.8951

14-12-92

حاشیہ سلیل پچھلے صفحہ سے

کا نہیں ہے۔ قرآن آپ کا پیغام اور آپ کی سیرت پاک قرآن کی عملی تفسیر ہے۔

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد

سب سے پہلے مسلمانوں نے تھانہ (بمبئی) اور بھروچ پر ۶۳۳ء میں حملہ کیا۔

اسکے بعد ملکہ ریں محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ محمد بن قاسم نے سندھ میں پہلی مرتبہ

اسلامی نظام قائم کیا جس کی وجہ سے ہزاروں سال کے ظلم و ستم کی بیخ کنی ہوئی اور

مقامی آبادی نے سکون کا سانس لیا۔ ان لوگوں نے محمد بن قاسم کو اپنا نجات دہندہ

قرار دیا۔ جب وہ سندھ سے رخصت ہوئے تو ہزاروں آنکھیں اشکبار تھیں اور

ان کی یاد ہمیشہ دلوں میں باقی رہی۔ محمد بن قاسم کے بعد گیارہویں صدی تک سندھ پر مسلمانوں

کی حکومت رہی۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مراد آباد کا قدیم نام چولہ تھا اور وہ کٹھریوں کا گڑھ تھا۔ یہاں ان کا قلعہ تھا۔ شاہ جہاں کے زمانے میں رستم خاں گورنر سنہل نے اس پر قبضہ کیا۔ اور مراد آباد رکھا اور یہاں ایک قلعہ بنوایا سلیم پور تحصیل امر دہ ضلع مراد آباد میں بھی کٹھریوں کا ایک قلعہ تھا اب قلعے کی جگہ گڑھی واقع ہے موجودہ نام سلیم پور اسلام شاہ سوری سے منسوب ہے ٹھاکر دوارہ بھی راجپوتوں کا علاقہ تھا۔ وہ اب اپنے قدیم مقبوضات سے محروم ہو چکے ہیں۔ (گورنر میٹر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

حمود غزنوی ۹۹۲ء - ۱۰۳۱ء

گیارہویں صدی میں سلطان حمود غزنوی نے پنجاب پر اپنی حکومت قائم کی پھر شمالی ہند پر حملے شروع کئے سکندریہ میں اس نے میرٹھ کا محاصرہ کیا۔ اس وقت میرٹھ کا راجہ ہر دت تھا اسکے راج کی حدود برن (بلند شہر) کول (علیگڑھ) متھرا۔ ایٹہ۔ امر وہہ اور سنہل تک تھیں۔ راجہ ہر دت نے خراج دینے کا وعدہ کر کے سلطان سے صلح کر لی۔ پانچ سال بعد سلطان حمود نے دوبارہ ملک کٹھری پر حملہ کیا۔ علاقہ امر وہہ میں دریائے راٹم گنگا کے کنارے شدید جنگ ہوئی جس میں ہندوؤں کو شکست فاش ہوئی۔ سلطان حمود کے چلے جانے کے بعد یہاں دوبارہ ہندوؤں کی حکومت قائم ہو گئی اور سلطان شہاب الدین محمد غوری کے زمانے تک باقی رہی۔ (تاریخ امر وہہ ص ۷۷)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جنگھارا راجپوتوں کی یادگاریں

کنارا تحصیل بریلی - بریلی کے جنوب میں سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مقام جنگھارا راجپوتوں کا صدر مقام تھا ۱۸۵۷ء میں ان کا سردار جے مل تھا۔ بدھولی تحصیل

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سالار مسعود غازیؒ

سلطان محمود غزنوی کی وفات (۴۲۱ھ) کے بعد اس کے بچے سالار مسعود غازی نے شمال ہند میں ہندو راجاؤں سے مقابلہ کئے۔ وہ قنوج - بدایوں - سجنل - میرٹھ اور دوسرے شہر فتح کرتے ہوئے پیرایہ تک پہنچ گئے وہاں ۴۳۱ھ میں شہید ہو گئے (نیز ہمت الخضر از مولوی سید عبدالحی ندوی جلد اول) آپ کے بہت سے رفقاء کے مزارات بدایوں میں اب بھی مرصع عقیدت ہیں۔

شہاب الدین محمد غوریؒ ۱۱۸۶ھ - ۱۲۰۶ھ

افغانستان میں غور کا علاقہ سلطان محمود غزنوی کے جانشینوں کی حکومت میں شامل تھا۔ بعد میں غور آزاد ہو گیا اور اس کے فرماں روائی نے غزنی پر بھی قبضہ کر لیا۔ غزنی کا بادشاہ لاہور چلا آیا اور اس نے پنجاب کی حکومت پر قبضہ کر لی۔ ۱۱۸۶ھ میں شہاب الدین محمد غوری نے آخری غزنوی بادشاہ خسرو ملک پر حملہ کر کے پنجاب کو

فریدپور ضلع بریلی بھی جنگھارا راجپوتوں کے ایک خاندان کا مرکز ہے۔

(گزیتیر ضلع بریلی)

بسیلور ضلع پٹی بھیت میں روہیلوں سے پہلے جنگھاروں کی حکومت تھی۔ بسیلنگھ
جنگھارائے اس کی بنیاد رکھی تھی (گزیتیر ضلع پٹی بھیت)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ۱۱۹۲ء میں محمد غوری نے اجمیر کے راجہ پر تھوی راج چوہان
کو شکست دے کر اس کے راج پر قبضہ کر لیا۔ اس نے نئے مفتوحہ علاقے اپنے نائب
قطب الدین ایبک کے سپرد کر دیے۔

قطب الدین ایبک ۱۲۰۶ء - ۱۲۱۰ء

۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک نے میرٹھ، دہلی اور کول (علیگڑھ) کو فتح کر کے دواہ
کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد اس نے میانہ اور گوالیار کو بھی فتح کر لیا
اس نے کٹیہر کی حکومت پر اپنے داماد التمش کو مقرر کیا جس کا صدر مقام بدایوں تھا۔
سنبھل اور ارموہ کے حاکم بھی التمش کے ماتحت تھے۔ بریلی اور کٹی دوسرے علاقے
ابھی تک فتح نہ ہو سکے تھے۔ ۱۲۱۱ء میں قطب الدین ایبک کا لاہور میں انتقال ہو گیا
اس کے بعد چند امرائے آرام شاہ کو بادشاہ بنا دیا لیکن دوسرے امرائے شمس الدین
التمش گورنریوں سے بادشاہ بننے کی درخواست کی چنانچہ التمش آرام شاہ کو جنگ
میں شکست دے کر تخت نشین ہو گیا۔

قدیم اسلامی مراکز :

بدایوں میں سالار مسعود غازی کے کئی رفقاء کے مزارات ہیں جو قلعہ بدایوں پر حملے کے دوران شہید ہوئے تھے ان میں میرزا ملہم شہید استاد سالار موصوف کا مزار جو مول دروازے پر اندرون مغلہ زیر واز شمالی دریاں قنال کا مزار مسٹی

شمس الدین التمش : ۱۲۱۱-۱۲۳۶ء

التمش نے تاج الدین یلدرج حاکم پنجاب - ناصر الدین قباچہ حاکم سندھ اور علی مرداں حلہ حاکم بنگال کو شکست دے کر پنجاب - سندھ اور بنگال پر تسلط قائم کیا اس کے بعد اس نے راجپوتوں سے رتھمبھراور منہ سور کے علاقے چھین لیے اور گوالیار - بھیلہ اور اجین کے مضبوط قلعوں کو فتح کر کے قرب و جوار کا علاقہ حاصل کر لیا۔ مورخوں نے اسے قابل ترین حکمرانوں میں شمار کیا ہے۔ اس نے بدایوں کی حکومت پر اپنے بیٹے وکن الدین فیروز کو ۱۲۲۷ء میں مقرر کیا وہ ۱۲۳۲ء تک یہاں کا حاکم رہا اور التمش کے انتقال کے بعد ۱۲۳۵ء میں تخت نشین ہوا التمش کے بعد آٹھ دوڑتوں رکن الدین فیروز اور معز الدین بہرام اسکی لڑکی رصیہ سلطانہ اور پوتے علاء الدین مسعود ابن رکن الدین فیروز س سال حکمران رہے۔ یہ زمانہ انتشار میں گذرا اس کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا ناصر الدین محمود (۱۲۶۶ء - ۱۲۶۷ء) حکمران ہوا وہ درویش صفت بادشاہ تھا اس لیے کاروبار سلطنت اس کا وزیر النغ خاں چلاتا رہا۔ ناصر الدین محمود کا امیر ملک جلال الدین

دروازے پر ہے۔ سیعہ سالار کی شہادت ۳۰۰ کے بعد بدایوں کے راجاؤں نے دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا ان کے آخری راجہ دھرم پال کو قطب الدین ایبک نے ۱۱۹۱ میں شکست دے کر قتل کر دیا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے ایک بدایوں کا

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

حاکم بدایوں و سنبھل یا غنوں سے مقابلہ نہ کر سکا اور سنبھل سے درست بردار ہو گیا اس کے علاوہ یاغینوں نے شاہی فوج پر بھی حملہ کیا۔ سلطان نے بذاتِ خود بدایوں کی گوشمالی کی۔ اس نے ہردوار پر گنگا کو عبور کیا اور ترائی میں رام گنگا تک اور وہاں سے جنوب کی طرف مراد آباد ہو کر بدایوں پہنچا اور ہندوؤں کو عبرت ناک سزائی (کنزالتاریخ)

غیاث الدین بلبن : ۱۲۶۶ء تا ۱۲۸۶ء

سلطان ناصر الدین کے بعد اس کا وزیر الخ خاں بادشاہ بنا۔ اس نے غیاث الدین بلبن کا لقب اختیار کیا اس نے سب سے پہلے میوات، دوآبہ اور کٹھیر میں امن قائم کیا۔ جنگلات جو رہنروں کی پناہ گاہ تھے کٹوا دئے۔ جگہ جگہ طلعے بنوائے اور قابلِ حاکموں کو ان علاقوں میں مقرر کیا۔ ان ہموں میں بلبن نے بذاتِ خود بھی حصہ لیا۔ اور پنجاب سے بنگال تک سارے علاقے کو حضرات سے پاک کر دیا۔ اس نے بنگال میں طنزل بیگ کو سنبھلی سے کچل دیا۔ بدایوں کے گورنر نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جب سلطان بدایوں آیا تو مقتول کی بیوہ نے شکایت کی سلطان نے گورنر کے اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ مر گیا۔ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیکاہ چار سال بادشاہ رہا۔

حکمران ہوا اس نے اپنے آقا سلطان معز الدین عرف شہاب الدین محمد غوری کے نام پر مدرسہ معزیہ اندوین قلعہ تعمیر کیا اس مدرسے کا ذکر تاریخ فرشتہ اور دوسری تاریخوں میں ہے اب صرف اس مدرسے کی بنیاد باقی ہے۔ اس مدرسے کے معین میں تاج الدین یلدوز

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سلطان جلال الدین خلجی : ۱۲۹۰ء - ۱۲۹۶ء

جلال الدین خلجی بہت نرم دل تھا۔ اسکے بھتیجے علاء الدین نے اسکی اجازت کے بغیر دیوگیر پر حملہ کر دیا اور کثیر مال غنیمت حاصل کیا۔ واپسی پر اس نے اپنے چچا سلطان جلال الدین خلجی کو دھوکے سے قتل کر دیا۔

سلطان علاء الدین خلجی : ۱۲۹۶ء - ۱۳۱۶ء

علاء الدین خلجی کی تخت نشینی کے بعد برصغیر پر مغلوں نے بے دریغ حملے کئے۔ لیکن علاء الدین کے امیر ظفر خان نے ہر بار مغلوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر علاء الدین نے فوجی طاقت بڑھانی جس کی وجہ سے مغلوں نے حملے بند کر دیے اطمینان ملنے کے بعد علاء الدین نے گجرات۔ رنٹھبور۔ چتوڑ۔ دیوگیر۔ درنگل۔ دوار سمندر اور معبر کو فتح کیا۔ ان فتوحات کی وجہ سے اسکی حدود سلطنت تمام بادشاہوں سے زیادہ وسیع ہو گئیں۔

علاء الدین نے انتظامی اور اقتصادی اصلاحات پر بہت توجہ دی جن کی وجہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حاکم غزنی کی قبر ہے جس نے ۱۲۱۶ء میں ترائن کے قہام پر التمش سے جنگ میں شکست کھائی اور بدایلوں میں قید کر دیا گیا تھا۔ اسکے قریب ہی جامع مسجد تعمیر ہوئی جس کی تعمیر کا آغاز ۱۲۰۹ء التمش نے کیا تھا۔ التمش کو ایک نے ۱۲۰۳ء میں حاکم بدایلوں مقرر کیا تھا التمش نے عید گاہ شمسی کی تعمیر بھی کرائی تھی۔ جامع مسجد کے دروازہ سترتی

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سے اندرونی سازشوں کا سد باب ہو گیا اور ایشیا کی گرانی اور چور بازاری کا خاتمہ ہو گیا علاء الدین کے بعد اقتدار ملک کا فور کے ہاتھ میں آ گیا اس نے دو شہزادوں کو اندھا کر دیا لیکن تیسرے شہزادے مبارک نے تدبیر سے اسے قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن گیا اپنے چار سال دور حکومت میں اس نے عیاشی اور بے حیائی کو فروغ دیا آخر اس کے غلام خسرو خاں نے اسے قتل کر دیا۔

غیاث الدین تغلق : ۱۳۲۰ء - ۱۳۲۵ء

علاء الدین کے امیر غازی ملک تغلق نے علاء الدین کے زمانے میں مغلوں کو شکست دے کر بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ علاء الدین کی وفات کے وقت وہ دیپال پور کا حاکم تھا۔ اس نے خسرو خاں کو قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور غیاث الدین تغلق کا لقب اختیار کیا۔ پانچ سال حکومت کرنے کے بعد وہ ایک حادثے میں فوت ہو گیا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کے کتے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان التمش کے دور حکومت ۱۲۳۳ء میں دروازہ شرقی کی تعمیر اور مسجد کی تکمیل دکن الدین فیروز گورنر بدایلوں کے دور میں ہوئی۔ دروازہ شمالی پر بھی ایک کتبہ نصب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد ۱۳۲۶ء میں مسجد کی ترمیم ہوئی تھی۔ درمیانی گنبد، دوین محرابیں، صحن اور حوض کی تعمیر شیخ قطب الدین کوکر امیر اکبری نے ۱۶۰۶ء میں کرائی تھی اسکی وضاحت مسجد کی شمالی دیوار پر نصب کردہ ایک کتبے سے ہوتی ہے۔ (اکثر التاریخ)

حاشیہ سسل پچھلے صفحے سے

سلطان محمد بن تغلق ۱۳۲۵ء - ۱۳۵۱ء

غیاث الدین تغلق کا بیٹا جفا خاں محمد بن تغلق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تخت نشینی کے بعد اس نے ساگر اور ملتان کے حاکموں کی بغاوت کو ذرو کیا اس کے زمانے میں مغلوں نے بدایلوں تک لوٹ مار کی محمد تغلق نے ان کا مقابلہ کر کے شکست دی۔ اس نے دہلی کے علاوہ دوسرے دار الحکومت دیوگیر کو قرار دیا اور اس کا نام دولت آباد رکھا۔ اس نے چاندی کی کمپانی کی دھ سے تانبے کے سکے جاری کئے۔ جب لوگوں نے تانبے کے جعلی سکے بنائے اور خزانہ ظلی ہو گیا تو اس نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ اس نے دو آبے میں ٹیکس میں اضافہ کر دیا۔ لگان میں اضافے کی وجہ سے کسان زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے حکومت کی سنبھالی ہوئی سے ان کو بہت نقصان ہوا۔ اس کے آخری زمانے میں دکن، گجرات اور بنگال میں بغاوتیں ہونے لگیں اور دکن میں وجے نگر کی ہندو ریاست اور مسلمانوں کی بہمنی سلطنت قائم ہوئی۔

امروہی ضلع مراد آباد پر مسلمانوں کا تسلط ۱۱۹۳ھ - ۱۱۹۴ھ یعنی سلاطین غوری کے دور سے شروع ہوا۔ ابتدا میں امروہہ و سبھل حاکم بدالوں کے ماتحت تھے بعد میں ان تینوں سرکاروں پر علیحدہ علیحدہ حاکم مقرر کئے گئے۔ کیتھاد کے زمانے میں امروہہ کا حاکم ملک عنقرہا اس نے امروہہ کی قدیم جامع مسجد اور مدرسہ معزیہ ۱۲۸۷ھ میں تعمیر کرائے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے
پہلے اس نے گجرات پر توجہ دی وہاں کا حاکم سندھ کو فرار ہو گیا۔ سلطان نے اس کا لقب
تھمہ تک کیا وہاں وہ وفات پا گیا۔

سلطان فیروز تغلق : ۱۳۵۱ - ۱۳۸۸ھ

امرا نے اتفاق کر کے فیروز تغلق کے چچا زاد بھائی فیروز تغلق کو بادشاہ بنادیا اس نے مدین تغلق کی زیادتیوں کی تلافی کی اور رفاہ عام پر بہت توجہ دی اس نے بنگال جاج نگر اور سندھ میں لغادلوں کو فرو کیا۔

فیروز شاہ نے پرانی عمارتوں کی مرمت کرائی۔ نئی عمارتیں بنوائیں اور نئے شہر آباد کئے جن میں فیروز آباد (نئی دہلی) فتح آباد۔ حصار۔ فیروز پور اور جوینور شامل ہیں۔ اس نے اشوک کے ستونوں کو مختلف مقامات سے ٹاکر نمایاں مقامات پر نصب کرایا۔ اس نے تعلیم کی ترقی کے لیے متعدد مدرسے تعمیر کرائے اور ان کے لیے جاگیریں وقف کیں۔

فیروز تغلق کے جانشینوں نے ۱۴۱۲ھ تک حکومت کی۔ یہ پورا زمانہ انشاریں گذرا
بہت حاشیہ اگلے صفحہ پر

پھر ان کی تحصیل حسن پور ضلع مراد آباد میں بھی ۱۲۸۸ء میں قدیم جامع مسجد تعمیر ہوئی تھی۔
(گزشتہ ضلع مراد آباد)
۱۲۹۱ء میں سلطان جلال الدین خلجی عند آو آیا اور اس نے امرائے بلخی کی بغاوت

سید خاندان : ۱۲۰۳ء - ۱۲۵۱ء

۱۲۰۳ء میں سید خضر خان بادشاہ بن گیا۔ اس نے دوآبہ اور کٹھیر کی بغاوتوں کو فرو کیا۔ سلطان اور اس کے امیر تاج الملک نے کولہ۔ سنہیل۔ بدایوں۔ اٹا وہ اور کٹھیر کو مطیع کیا ۱۲۲۱ء میں خضر خان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا مبارک شاہ تخت نشین ہوا اس نے پنجاب، کٹھیر۔ دوآبہ اور مہوے میں باغیوں کی سرکوبی کی ۱۲۴۲ء میں وہ قتل کر دیا گیا اور محمد شاہ نے دس سال حکومت کی اس کا زمانہ بھی لغز و توں کو دبانے میں صرف ہوا اس کے بیٹے علاء الدین عالم شاہ نے تین سال حکومت کی اور اسکے بعد وہ ۱۲۵۱ء میں بدایوں چلا گیا اور بہلول لودی کو سلطنت کے اختیارات دیدے۔

لودی خاندان : ۱۳۵۱ء - ۱۵۲۶ء

بہلول لودی کی تخت نشینی کے وقت سنہیل میں دریا خاں لودی۔ کول (علی گڑھ) میں عیسیٰ خاں بیانہ (مہر پور) میں داؤد خاں اور راپڑ میں حسن خاں کی خود مختار حکومت تھی۔ گوالیار اور کمپل (فرخ آباد) میں ہندو سردار آزاد تھے۔ بہلول لودی نے ان سب پر قابو پایا دہلی میں اس نے حمید خاں وزیر کو برخاست کر دیا کیونکہ اس نے اپنی طاقت میں بقیہ حاشہ اگلے صفحہ پر

کو فرو کیا۔ اس نے تحصیل نجیب آباد ضلع بجنور اور ضلع شاہ جہانپور میں جلال آباد نام کے دو قصبے آباد کئے۔ یہاں اس نے قلعہ بھی بنوایا تھا اس قلعے کو ۱۷۶۶ء میں حاکمِ رعیت خاں نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ خلجی خاندان کے زمانے یعنی تیرہویں صدی میں شیخ طاہر الدین ایران سے گئے تو آئے راجہ مہولہ ان کا معتمد ہوا اور اس نے ان کو جاگیر بھی دی محمد دوم

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

بہت اضافہ کر لیا تھا۔

اس کے بعد مہلول لودی نے والی جوینور حسین شاہ شرتی سے پے درپے جنگیں کیں اور آخر کار جوینور کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اس کے بعد اس نے پنجاب پر بھی اپنا اختیار قائم کیا ۱۷۸۹ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

مہلول لودی کے بعد اس کا چھوٹا لڑکا نظام خاں سکندر لودی کے لقب سے تخت نشین ہوا اس کے بڑے بھائی بابر بک شاہ حاکم جوینور نے اس سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی سکندر لودی نے دوبارہ بابر بک شاہ کو جوینور کی حکومت دے دی۔ اس کے بعد سکندر لودی نے اعظم ہمایوں کو کالیسی کی حکومت سے بے دخل کیا۔ پھر گوالیار کے راہ کرتار سنگھ اور بیانہ کے حاکم شرف بن احمد جلوائی کو مطیع کیا اس کے بعد حسین شاہ کو شکست دے کر بہار کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بعد ازاں کئی ممالک و تول کو اس نے فرو کیا۔ ۱۷۵۰ء میں سکندر لودی نے اپنا دار الحکومت دہلی سے آگرہ منتقل کر دیا اور وہاں ایک بڑا شہر آباد کیا ۱۷۵۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

سکندر لودی کے بعد اس کا بڑا بیٹا ابراہیم لودی تخت نشین ہوا۔ اس کے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کامزار گنور میں زیارت گاہ ہے۔ اعلیٰ پور تحصیل رانا گنج ضلع بدایوں کی جامع مسجد میں ایک کتبہ ۱۳۰۱ھ کا نصب ہے یہ زمانہ سلطان علاؤ الدین خلجی کا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصبہ بہت پہلے مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا تھا۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

چھوٹے بھائی جلال خاں حاکم جونیور نے بغاوت کردی اور کالجی میں آزادی کا اعلان کر دیا ابراہیم لودی سے اس نے جنگ کی۔ مقابلے سے گھبرا کر اس نے گوالیار کے راجہ سے اتحاد کر لیا۔ ابراہیم لودی نے گوالیار پر حملہ کر کے راجہ کو مطیع کر لیا۔ جلال خاں گرنٹار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اعظم خاں لودوں کے مڑ کے اسلام خاں نے کڑا میں بغاوت کردی۔ سخت جنگ کے بعد وہ میواڑ کی طرف فرار ہو گیا۔

ابراہیم لودی کے امرا اس سے راض تھے۔ انہوں نے پے در پے بغاوتیں کیں دیکھا خاں لوہانی نے بہار میں بغاوت کی اور اسکے بیٹے شاہ بہار ہونے کا اعلان کر دیا پنجاب کے حاکم دولت خاں لودی نے بابر کو ملک پر قبضہ کرنے کی دعوت دی بابر نے ۱۵۲۶ء میں ابراہیم لودی کو پانی پت کے میدان میں شکست دے کر مغلیہ حکومت قائم کر لی۔

ظہیر الدین بابر : ۱۵۲۶ء اور ۱۵۳۰ء

بابر ۱۵۲۴ء میں خاواہ کے میدان میں میواڑ کے رانا سانگا اور ۱۵۲۹ء میں دریائے گھاگر کے کنارے پر بہار اور بنگال کے حاکموں کو شکست دے کر بنگال کی بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

رام نگر تحصیل آنور ضلع بریلی میں ابانی چھڑا کا تدم تلہ تھا۔ یہاں تغلق بادشاہوں کے سکے ملے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابانی چھڑا کو تغلق بادشاہوں نے فتح کیا تھا جامع مسجد بدایوں کے شمالی دروازہ پر ایک کتبہ نصب ہے جس کے مطابق سلطان محمد تغلق نے ۱۳۲۵ء میں اس مسجد میں ترمیم کرائی تھی۔ بدایوں میں میراں ملہ شہید

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے
سرحد تک سارے علاقے کا بادشاہ بن گیا۔

نیرالدین ہمایوں : ۱۵۳۰ء - ۱۵۵۶ء

ہمایوں نے ۱۵۳۵ء میں حاکم گجرات کو شکست دی لیکن ۱۵۴۰ء میں شیرشاہ ہمایوں کو شکست دے کر خود بادشاہ بن گیا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ہمایوں ایران چلا گیا اور پندرہ سال کے بعد ایران کی مدد سے اس نے اپنا تخت دوبارہ حاصل کر لیا۔ لیکن ایک سال کے بعد وہ ایک حادثے میں فوت ہو گیا۔

شیرشاہ سوری : ۱۵۴۰ء - ۱۵۴۵ء

شیرشاہ سوری نے اپنے مختصر دور حکومت میں راجپوتانہ - مالوہ اور بنگلہ دیش کو فتح کیا آخری مرتبہ کالنگ کے تلے پر حملے کے دوران بارودیں آگ لگنے سے وہ فوت ہو گیا۔

شیرشاہ سوری تاریخ کے قابل ترین بادشاہوں میں تھا۔ اس نے سہرام میں

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کے مزار پر بھی ایک کتبہ سلطان محمد تغلق کے عہد ۱۲۲۶ء کا نصب ہے وہ غیاث الدین تغلق کے عہد میں بدایوں آیا تھا اور تخت نشین ہونے کے بعد یہ عمارت بنوائی تھی۔ سلطان فیروز تغلق نے ۱۳۷۵ء میں موضع بیول تحصیل بدایوں میں ایک مستحکم قلعہ بنوایا اور فیروز پور موسوم کیا۔ بدایوں ہی میں حضرت شاہ ولایت کی درگاہ کے دروازے کے گنبد میں جو کتبہ نصب ہے اس میں تحریر ہے کہ اس عمارت کو محمود شاہ بن سلطان فیروز شاہ تغلق نے ۱۳۸۹ء میں تعمیر کرایا تھا۔

حاشیہ سسل پچھلے صفحہ سے

اینا عالی شان مقبرہ بنوایا۔ اس نے وسیع اصلاحات کیں۔ بعد میں ٹوڈرل نے اس کی اصلاحات سے فائدہ اٹھایا۔ شیر شاہ نے طویل امر کیں بنوائیں اور سڑکوں کے کنارے درخت لگوائے جگہ جگہ کوئٹے کھدوائے اور سرائیں بنوائیں۔

شیر شاہ کے بعد اس کا بیٹا اسلام شاہ ۱۵۴۵ء سے ۱۵۵۳ء تک بادشاہ رہا اسکے زمانے میں انتشار رہا اور سارا اختیار، ہمو لقاں کے ہاتھ میں تھا۔

جلال الدین اکبر اعظم ۱۵۵۶ء - ۱۶۰۵ء

اکبر کو سب سے پہلے ہمو لقاں سے مقابلہ کرنا پڑا جو خود کو سارے ملک کا حکمران تصور کرتا تھا اس خیال سے اس نے بکر ماجیت کا لقب اختیار کیا تھا۔ ۱۵۵۶ء میں بانییت کے میدان میں جنگ ہوئی جس میں ہمو گرفتار ہو گیا اور اکبر کے آلیق بیرم خاں کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ اسکے بعد اکبر نے گوالیار راجپوت اور جوینور پر از سر نو اقتدار قائم کیا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اعلیٰ پور تحصیل دائرے خلع بدایوں سید خاندان کے آخری بادشاہ سلطان علاء الدین سے منسوب ہے اس نے یہاں کی جامع مسجد بنوائی تھی اس کا اور اسکی والدہ کا مقبرہ سرسے میراں بدایوں میں ہے اس کے علاوہ بدایوں میں ملک تہن مخاطب پیر غازی الملک حاکم بدایوں کا مقبرہ بھی ہے وہ سلطان محمد شاہ کے زمانے میں بدایوں کا حاکم تھا جب

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحے سے

۱۵۶۰ء میں اکبر نے بیرم خاں کو برطرف کر دیا اور خود سارے اختیارات بنگال لئے اب اس نے سلطنت کی وسعت پر توجہ دی۔ سب سے پہلے گونڈوانہ کی رانی درگاوتی کو شکست دے کر اسکے علاقے پر قبضہ کیا۔ خان رماں اور دوسرے امرا کی بغاوت پر قابو پانے کے بعد ۱۵۶۱ء میں اس نے جیوڑ پر حملہ کیا اور یانچ ماہ محاصرہ جاری رکھا۔ راجہ جے مل کے مارے جانے کے بعد جیوڑ والوں نے مقابلہ ختم کر دیا۔ اگلے سال ۱۵۶۸ء میں رتھمبور پر حملے کے بعد میواڑ کو چھوڑ کر سارے راجپوت خانے پر اکبر کا تسلط قائم ہو گیا۔ اب راجپوتانہ کی حیثیت ایک صوبے کی ہو گئی جس کا مرکز اجیر تھا۔ اس کے بعد اکبر نے مندرجہ ذیل علاقوں پر فتوحات حاصل کیں۔

۱۵۶۲ء - گجرات	۱۵۹۲ء - اڑیسہ
۱۵۷۵ء - بنگال	۱۵۹۳ء - بلوچستان
۱۵۷۶ء - میواڑ	۱۵۹۵ء - قندھار
۱۵۸۶ء - کشمیر	۱۵۹۹ء - خاندیش
۱۵۹۱ء - سندھ	۱۶۰۱ء - اسیرگرہ - احمد نگر اور برار

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مبارک شاہ کو سرور الملک نے قتل کر کے غیر شاہ کو کٹھ پتلی بادشاہ بنادیا اور خود حکومت کرنے لگا تو ملک جن حاکم بدایوں ملک اللہ داد حاکم سبھل اور دوسرے امرانے اتحاد کر کے سرور الملک کو قتل کر دیا تو ملک جن کو بدایوں کے علاوہ امر و ہسے کی جاگیر اٹھانے میں ملی (کنز التاریخ)

کرت پور تحصیل نجیب آباد ضلع بجنور کہ پہلوں لودی نے آباد کیا تھا۔ سکندر لودی نے سبھل میں کئی سال اپنا دار الخلافہ رکھا۔ سکندر لودی کا بھائی بابرک شاہ لڑائی کے بعد تلہ بدایوں میں محصور ہو گیا اور کچھ مدت جنگ کرتا رہا صلح کے بعد بجنور کی حکومت پر فائز کر دیا گیا۔ ابراہیم لودی کے زمانے میں بدایوں بجنور کی سلطنت میں شامل ہو گیا جو دریا خاں لوہانی نے قائم کی تھی۔ (کنز میثر اضلاع بجنور و مراد آباد بدایوں)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اکبر کو تعمیرات کا بھی شوق تھا ۱۵۶۵ء میں اس نے تلہ آگرہ کی فصیل اور قلعے کے اندر متعدد عمارات بنوائیں۔ آگرے کے قریب فتح پور سیکری میں شاہی محلات کی تعمیر چھ سال میں مکمل ہوئی۔ اور ۱۵۷۰ء میں بادشاہ نے وہاں مستقل قیام اختیار کیا۔ یہاں اس زمانے کے مشہور بزرگ شیخ سلیم چشتیؒ کی سکونت تھی۔ اکبر کو ان سے بہت عقیدت تھی ان کی دعا سے شہزادہ سلیم پیدا ہوا تھا۔ ان کا مزار فتح پور سیکری کی جامع مسجد کے محراب میں زیارت گاہ ہے۔

اکبر کے عقائد میں خرابی شیخ مبارک ناگوری اور اسکے بیٹوں فیضی اور ابوالفضل نے پیدا کی۔ شیخ مبارک نے ایک مجہف تیار کیا تھا جس میں اکبر کو دین کے معاملے میں بھی بلیغ حاشیہ اگلے صفحہ پر

باب اپنے مختار دور حکومت میں سنبھل آیا تھا اس کے زمانے میں بابغیوں نے
مغل گورنر زاهد خاں کو سنبھل سے نکال دیا تھا اس وجہ سے باب نے ایک بڑی فوج کے
ساتھ ہمایوں کو بابغیوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ سنبھل ہی میں ہمایوں کو بابر کے انتقال
کی خبر ملی سنبھل کی جامع مسجد میں جو کتبہ نصب ہے اسکے مطابق ہندو بیگ نے ۱۵۶۶ء میں
بابر کے حکم پر یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ یہ مسجد پرانے شہر کے مرکز میں بلندی پر واقع ہے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

مارے اختیارات دیدے گئے اور ایک نیا مذہب دین الہی کے نام سے رائج کیا گیا
اور علماء ائمرا کو مجبور کیا گیا کہ وہ نیا مذہب اختیار کریں اگر نہ راجپوت رائیوں سے
شادیاں کر کے راجپوتوں سے رشتہ داری پیدا کی اور وہ اس کے ہی خواہ بن گئے
یہ رائیاں مذہب کے معاملے میں آزاد تھیں اور داخلی طور پر اپنی مذہبی رسوم ادا کرتی تھیں
دین الہی کا مقصد بھی مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک مذہب کا پابند بنانا اور ملکی اتحاد پیدا
کرنا تھا۔

اکبر کے حکم سے راجہ ٹودر مل نے بالکزاری کے نظام میں اصلاحات کیں ان
اصلاحات سے کسانوں کو تحفظ ملا اور ملک کے مالیات میں اضافہ ہوا ملک میں
خوشحالی کا دور آیا اور غلہ ازران ہو گیا۔

دین الہی کی تبلیغ کے باوجود اکبر کو مسلمان صوفیاء سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ بڑی
عقیدت سے اجیر میں حاضری دیتا تھا وہاں آپس نے کئی مساجد اور دوسری عمارتیں
بنوائیں اس نے فتح پور سیکری میں شیخ سلیم چشتی کی درگاہ بھی بنوائی۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مسجد کا بڑا گنبد۔ دیواریں اور صحن پتھر سے بنائے گئے ہیں دروازوں طرف پتھر کی سیڑھیوں سے مسجد کی چھت پر جانے کا راستہ ہے جہاں سے پورے شہر کا منظر نظر آتا ہے مسجد میں ایک اور کتبہ ۱۶۵۸ء کا نصب ہے جس کے مطابق رستم خاں گورنر سنجل نے مسجد کی مرمت کرائی تھی۔

چونسہ کی جنگ کے بعد شیر شاہ نے ہیبت خاں نیازی کو ہمالیوں کے تعاقب میں روانہ کیا جس نے اودہ پر قبضہ کرنے کے بعد سنجل سے مغلوں کو نکالا اور شہر کو تاراج

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اکبر اگرچہ بڑھا لکھا نہ تھا۔ لیکن اسے علم سے ہمت دلچسپی تھی۔ اس نے دوسری زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کرائے اور کتب خانے قائم کئے اسکے دربار کے نورتن مشہور ہیں جن میں فیضی بڑا شاعر ابوالفضل بڑا مصنف۔ راجہ ٹوڈر مل ماہر مالیات۔ راجہ مان سنگھ اور راجہ بھگواندس بڑے جرنل یا نسین بڑا موسیقار اور بیربل بڑا مدبر تھا۔ فیضی نے قرآن پاک کی تفسیر سواطع الالہام۔ ابوالفضل نے آئین اکبری اور اکبر نامہ اور ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ جیسی اہم کتابیں لکھیں۔

نور الدین جہانگیر ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء

جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد اسکے بیٹے خسرو نے بغاوت کی۔ جنگیں اس نے شکست کھائی اور گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا اس کی قبر الہ آباد کے خسرو باغ میں ہے اسکے بعد مرہوان کے حاکم شیر افغان نے بغاوت کی اس نے شاہی امیر قطب الدین کو کہہ بیٹھا حاشیہ اگلے صفحہ پر

کیا۔ شیر شاہ سے قصبہ شیر کوٹ تحصیل دھام پور ضلع بجنور موسوم ہے وہ کٹھیلوں کو مطیع کرنے کے بعد کابرت تحصیل پیٹری ضلع بریلی میں آیا تھا اس مقام کا نام اس نے شیر شاہ لکھا۔ شیر شاہ نے سنبھل کی حکومت پر پہلے نامر خاں اور بعد میں عیسیٰ خاں کالکا پوری کو مقرر کیا۔ قنوج میں ہمالیوں کی شکست کے بعد بیرم خاں سنبھل کو فرار ہو گیا اور یہاں اپنے دوست عبدالوہد کے پاس پناہ لی جس نے خوف کی وجہ سے اس کو مکھنور (شاہ آبا ضلع رام پور) کے کٹھیل یا سردار ترہن کے پاس بھیج دیا اس نے بیرم خاں کو ترائی کے جنگلات میں چھپا دیا۔ نامر خاں نے راجہ کو مجبور کیا کہ وہ بیرم خاں کو اس کے حوالے کر دے بیرم خاں کی جان عیسیٰ خاں نے بچائی اور وہ وارہوگر گجرات میں ہمالیوں سے جا ملا۔ اس نے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سے مقابلہ کیا۔ مقابلے میں قطب الدین کو کہ اور شیرانگن دونوں مارے گئے۔ جہانگیر نے شیراقلن کی بیوہ ہرالنسا سے شادی کر لی اور اسے پہلے نور محل اور بعد میں نور جہاں کا خطاب دیا اور اس کا نام اپنے سکوں پر بھی کندہ کرایا۔ اسکے باپ کو اعتماد الدولہ اور بھائی کو آصف خاں کا خطاب دیا۔ جہانگیر کے زمانے میں ادس پور کے راجا امر سنگ اور اسکے بیٹے کرن سنگ نے اطاعت قبول کر لی ان کو اعلیٰ منصب دئے گئے۔

جہانگیر کے زمانے میں جیس اول شاہ انگلستان نے اپنے سفیر تھامس راولہنڈستان بھیجا۔ اس نے اپنی یادداشتوں میں دربار کے حالات تحریر کئے ہیں ان میں دروغ گوئی زیادہ ہے۔

جہانگیر کے ایک امیر نے کانگڑہ کا مضبوط قلعہ ۱۶۲۰ء میں فتح کیا لیکن اسی سال

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

واپس آکر اپنے محسن عیسیٰ خاں کو دوباراً سنبھل کی حکومت عطا کر دی عیسیٰ خاں بڑا قابل حاکم تھا اس نے جرائم کا بسباب کیا اور کھٹروں کو اطاعت پر مجبور کیا اس نے جنگلات صاف کرا دیے اور آراہی کی پیمائش کے مطابق لگان مقرر کیا اس نظام کو شیر شاہ اور اکبر نے اپنی اصلاحات کی بنیاد بنایا۔

پرگنہ اعظم پور بلکہ پورا ضلع سنبھل اکبر نے اپنے رشتہ دار مرزا سلطان محمد اور اسکے بیٹوں کو دیدیا انہوں نے ۱۵۶۱ء میں بغاوت کر دی اور جوپور میں دوسرے باغی علی علی خاں سے جا ملے۔ علی علی خاں سے ان کی نہ بنی اور انہوں نے واپس ہو کر مغرب میں دہلی تک کا علاقہ تباہ کر دیا وہاں منعم خاں نے ان جنوب کی طرف دھکیل دیا ۱۵۷۳ء میں۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

شاہ ایران نے قندھار پر قبضہ کر لیا جس کا جہانگیر کو بہت صدمہ ہوا اس نے شہزادہ خرم کو حکم دیا کہ قندھار واپس لیا جائے لیکن یہ ہم شہزادے کی بغاوت کی وجہ سے نامکمل رہی جہانگیر عدل و انصاف کی وجہ سے مشہور ہے۔ وہ صاحبِ سیف و قلم تھا اس نے اپنے حالاتِ زندگی تزکِ جہانگیری میں بڑی عمدگی سے تحریر کئے ہیں تزک سے پتہ چلتا ہے کہ وہ موسیقی، شاعری اور مصوری میں گہری نظر رکھتا تھا۔

شہاب الدین شاہ بھمان ۱۶۲۷ء - ۱۶۵۸ء

شاہ جہاں نے صرف کچھ سے تختِ طاؤس بنوایا جو دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اسکے علاوہ اس نے اپنی ملکہ ممتاز محل کا بے نظیر مقبرہ تاج محل بنوایا وہ بھی دنیا کی

مرزا ابراہیم حسین خان اور دوسرے جاگیردار سنبھل میں قلعہ بند ہو گئے ان کو حسین خاں کیریہ نے سسزادی جو بریلی سے سنبھل پہنچا اور ابراہیم حسین کو اس صلح سے نکال دیا۔ معین الدین خاں کو سنبھل کی حکومت میر فتح خاں کلاں کے بعد ملی تھی ۱۵۷۷ء میں اس کا جانشین حکیم عین الملک شیرازی ہوا جس نے بریلی کا قلعہ تعمیر کرایا۔ اور ۱۵۸۲ء میں عرب بہادر اور شاہ دانا اُسے جنگ کی۔ شاہ دانا شہید ہو گئے اور عرب بہادر پہاڑ کی طرف فرار ہو گیا۔ شاہ دانا کا مقبرہ بریلی میں زیارت نما ہے۔

اکبر کے زمانے میں سرائے ترین سنبھل کی مسجد ۱۵۵۹ء میں تعمیر ہوئی اور گولارائے پور تحصیل پوایاں ضلع شاہانپور کا قصبہ کانٹ جس پر پہلے کٹھڑوں کا قلعہ

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

لاٹانی عمارتوں میں ہے اسکے علاوہ دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد لال قلعہ کا دیوان عام دیوان خاص۔ موتی مسجد نیز آگرے اور لاہور کے قلعوں کی عمارتیں اسکی یادگار ہیں ان سے شاہ جہاں کے تعمیری ذوق کا پتہ چلتا ہے۔

شاہ جہاں کے زمانے میں دکن کی سلطنتوں احمد نگر۔ بیجاپور اور گولکنڈہ نے اطاعت قبول کر لی لیکن قندھار حاصل کرنے کے لیے تین مہینے نامکام رہیں۔

حجی الدین اور ننگ زیب عالم گیر ۱۶۵۸ء - ۱۶۵۷ء

شاہ جہاں کے زمانے میں اس کا ولی عہد اور بڑا بیٹا دارا شکوہ باپ کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ پنجاب اور شمال مغربی صوبوں کا حاکم تھا جہاں وہ اپنے

تھا اکر کے زمانے میں ایک بڑے صوبے کا صدر مقام بنا۔ یہاں کا پہلا حاکم حین خاں ٹکڑہ تھا۔ ملا عبد العادر بدایونی اسکے زمانے میں کئی سال کاٹ گولا تھے قاضی رہے کانت میں تلعہ ایک ٹیلے کی شکل میں موجود ہے۔ شاہ بہادر کے آباد ہونے کے بعد کانت روبرہ زوال ہوا۔ یہاں ایک کتبہ ۱۶۹۹ء کا ملا ہے۔

قصبہ شیخل تحصیل نواب کج ضلع بریلی کو اکر کے زمانے میں ایک بزرگ سید لمان اللہ نے آباد کیا تھا۔ یہ علاقہ ان کو شاہ دہلی کی طرف سے جاگیر میں ملا تھا ان کی اولاد اب بھی یہاں آباد ہے۔

بریلی دور اکر میں سرکار بدایوں میں شامل ہوا ۱۵۶۹ء میں سرکار شیخل سے متعلق ہو گیا اور ۱۵۸۰ء میں کانت گر لاکھ حکومت میں شامل ہوا ۱۵۷۷ء میں بریلی اور شیخل کا حاکم حکیم عین الملک شیرازی مقرر ہوا اس نے بریلی کی تلعہ بندی کی اور پرانے شہر میں مرزائی باغ بنوایا اور وہیں ایک وسیع اور خوبصورت مسجد ۱۵۶۹ء میں مرزائی مسجد کے نام سے بنوائی جس کو بادشاہی مسجد بھی کہتے تھے مسجد میں فیضی کی عربی میں تاریخ کندہ ہے۔

حائریہ مسل کھیلے صفحہ سے

ناہوں کے ذریعے حکومت کرتا تھا۔ دوسرا بیٹا شجاع نکال اور اڑیسہ کا حاکم تھا۔ تیسرا بیٹا اورنگ زیب دکن پر حکمران تھا۔ اور چوتھا بیٹا مراد گجرات اور مغربی علاقے کا حاکم تھا۔ ۱۶۵۸ء میں شاہ جہاں بیمار ہو گیا۔ اسکی بیماری کی اطلاع ملنے پر شجاع نے بنگال میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اورنگ زیب نے مراد کے ساتھ اتحاد کر لیا اور اس سے اقرار کیا کہ پنجاب اور شمالی مغربی علاقے پر مراد کی حکومت ہوگی اور

اکبر کے رانے میں شہر دلیوں میں زبردست آگ لگی جس سے سارا شہر جل گیا اور ہزاروں مرد عورت اور بچے جل گئے۔ جامع مسجد کا گنبد بھی جل کر گر گیا۔ نواب قطب الدین کو کوئے مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا اور یہاں ایک کتبہ لگا دیا۔ ان کی اولاد

حادثہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

باقی علاقہ اورنگ زیب کے پاس رہے گا۔ شاہ جہان نے داراشکوہ کے لڑکے سیلیاں شکوہ کو شجاع کے مقابلے پر بھیجا لیکن وہ ہم میں ناکام رہا۔ اس اثنا میں اورنگ زیب اور مراد آگرے تک پہنچ گئے اور ساموگرہ میں دونوں نے داراشکوہ کا مقابلہ کیا۔ داراشکوہ نے شکست کھائی اور اورنگ زیب نے آگرے کے قلعے پر قبضہ کر کے شاہ جہان کو قید کر دیا اس کا انتقال قید ہی میں ۱۶۶۶ء میں ہوا۔ مراد نے بھی اورنگ زیب کا مقابلہ کیا لیکن وہ ناکام رہا اور گواہیا رکے قلعے میں قید کر دیا گیا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔ شجاع نے بھی جنگ میں شکست کھائی اور بنگال کی طرف فرار ہو گیا وہاں سے وہ اراکان چلا گیا اور راہ اراکان نے اسے قتل کر دیا۔ داراشکوہ بھی سندھ سے گرفتار کر کے دہلی لایا گیا اور وہاں قتل کر دیا گیا۔ اورنگ زیب نے ۱۶۸۶ء میں بیجاپور اور ۱۶۸۷ء میں گولکنڈہ کو فتح کیا۔

مرہٹہ سردار شیواجی سے اورنگ زیب کے کئی مقابلے ہوئے اس کے بعد اس کا لڑکا سمبھاجی ۱۶۸۹ء میں گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس کا سات سالہ لڑکا ساہر بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ اب سمبھاجی کے بھائی راہہ رام نے انتظام سنبھال لیا وہ سنہ ۱۷۰۷ء میں مر گیا۔ تو اس کی بیوہ نارائنی کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا۔ اس کا بیٹا یہ تخت سنبھال تھا اس نے عرصے تک شاہی افواج کا مقابلہ کیا آخر خاندان میں اورنگ زیب کا انتقال ہو گیا۔

شیخ پور تحصیل بدایوں میں آباد ہے یہاں قلعہ اور نواب فرید خاں بن قطب الدین خاں کا مقبرہ ہے۔ نواب فرید خاں نے قصبہ فرید پور ضلع بریلی آباد کیا تھا۔

بھنسل کی جامع مسجد کے ایک کتبے کے مطابق ۱۶۲۷ء میں مہتمم خاں نے مسجد کی مرمت کرائی تھی۔ چمروا تحصیل رام پور کا مہتمم رستم خاں نے رستم نگر رکھا تھا۔ جہاں آباد تحصیل بجنور کا نام پہلے گوردھن نگر تھا۔ اُسے نواب شجاعت خاں ولد جہانگیر خاں ولد سید محمود مارہ نے شاہ جہاں کے نام سے موسوم کیا۔ شجاعت خاں کا مقبرہ ۱۶۲۷ء میں تعمیر کیا گیا اس کی اولاد کی جاگیر ۱۸۵۵ء میں ضبط کر کے چوہانوں کو دے دی گئی سیل گرھ تحصیل خیب آباد کو شاہ جہاں کے زمانے میں ایک نو مسلم امیر سیل خاں نے آباد کیا تھا جس پور ضلع مراد آباد حسن خاں مبارک خاں ہمد سے موسوم ہے جس نے ۱۶۳۲ء اس مقام پر قبضہ کر لیا تھا۔ اوجھاری تحصیل حسن پور کے غرب میں عید گاہ اور ایک درویش داؤد شاہ کی درگاہ ہے جہاں ہر سال میلہ ہوتا ہے۔ جہاں آباد تحصیل پٹی پھیت کو دور شاہ جہانی میں ایک امیر مبارک خاں نے آباد کیا تھا۔ اور بار شاہ کے نام سے موسوم کیا تھا۔ شاہ جہاں کے زمانے میں صدر مقام بریلی کر دیا گیا اور بدایوں سرکار بھی سرکار بریلی

میں شامل ہو گئی۔ اس کے زمانے میں نذر محمد خاں حاکم بدایوں نے ۱۶۳۱ء میں دریائے موت کا بن بنوایا تھا۔ دورِ روہیلہ میں فتح خاں خاںساہاں نے دوبارہ بنوایا صدر مقام بریلی منتقل ہونے کے بعد ابتدائی دور میں عبداللہ خاں ملیح آبادی اور مالک چند گورنر مقرر ہوئے ۱۶۶۱ء میں کچھریوں نے کانٹ گولہ کے مقام پر شاہی خزانہ چھین لیا دریا خاں کے بیٹے خاں نے ان کو شکست فاش دی دریا خاں کو انعام میں جاگیر ملی۔

دیر خاں نے بادشاہ کے حکم پر شاہ جہانپور اور شاہ آباد کو بسایا شاہ جہانپور میں قلعہ بنوایا

اس کے بھائی بہادر خاں نے یہاں پٹھانوں کو آباد کیا۔
 ۱۶۵۰ء میں مانک چند کا بیٹا مکرند رائے اس کا جانشین ہوا اس نے برہمن کی
 جامع مسجد اہل قلعہ بنوایا اور نئے مشہر کی بنیاد رکھی اور مکرند پور عالم گیری گنج - ملوک پور -
 کنور پور اور بہائی پور کے محلے آباد کیے۔ مکرند رائے نے شاہی فرمان کے خلاف فرید پور کے
 جنگھار سردار دھیاں رائے کو توپ سے اڑا دیا کیونکہ اس نے اپنے چچا زاد بھائی کو
 قتل کر دیا تھا جو مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے چچا کی ان رائے یعنی دھیاں رائے کے مرنے
 کے بعد اس کے علاقے پر قابض ہو گیا تھا۔ مکرند رائے گرفتار کر لیا گیا اور اسے سخت سزا دی
 گئی۔ ۱۶۹۹ء میں برہمنی کا گورنر مہر میع تھا اس نے جنگھاروں سے مقابلے کے اور دیو دیر
 ضلع بلی جیت کو حلا دیا اور کٹھیر پور کو بغاوت کی سخت سزا دی

تاریخ دور روہیلہ

اورنگ زیب کے آخری دور نسلیہ میں کٹھیر کے ناظم لکھنؤ کے نواب عظیم اللہ
 خاں ماروقی مقرر ہوئے ان کے خاندان میں پچاس سال روہیلہ کٹھیر کی حکومت تھی
 مہر شاہ نک رہی ان کے زمانے میں روہیلہ پٹھانوں نے زور پکڑا جو ان کی ملازمت
 میں تھے ان کا سردار داؤد خاں تھا جو راجہ کمالوں کا ملازم تھا راجہ نے کسی وجہ سے
 داؤد کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ اس کا بیٹا علی محمد خاں اپنے گروہ کے ساتھ عظیم اللہ
 خاں کا نوکر ہو گیا نواب نے اس پر بڑی شفقت اور مہربانی کی اور آؤلہ کی حکومت اس
 کے سپرد کر دی۔ سلطنت دہلی کی بد انتظامی کی وجہ سے علی محمد خاں کے پاس بڑی
 سپاہ افغانہ جمع ہو گئی۔ ہرنند فوجدار مراد آباد نے اس کے خلاف فوج کشی کی۔

علی محمد خاں نے بڑی عاجزی سے پیغام صلح دیا۔ جب ہر سند صلح پر راضی نہ ہوا تو علی محمد خاں نے بلاری میں اس پر حملہ کیا ہر سند مارا گیا۔ دلیر خان اور عبدالنبی خاں فوجدار بریلی جو ہر سند کی مدد کو آئے تھے وہ بھی مارے گئے اب علی محمد خاں کی شوکت و عظمت دو چاند ہو گئی۔ انہوں نے سارے ملک کٹھیر پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے بہت سی مساجد و مدارس اور خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ سدھ کی اتاعت کی۔ ان کی خدمت میں ہر طرف سے گروہ علماء و فقہاء و صلحا آتے تھے اور جائزیت سے محمد شاہ دہلی نے ان کو خطاب نوابی و نقارہ منصب شش ہزاری عطا کیا۔

امراء ستاہی نواب علی محمد خاں سے بہت حد کرنے تھے اور ان کے زوال کے خواہاں تھے ۱۷۳۶ء میں صفدر جنگ کی تحریک پر محمد شاہ بذات خود روہیلوں کے اخراج کے لیے روانہ ہوا نواب علی محمد خاں آنولہ کو چھوڑ کر بنگلہ میں مقیم ہو گئے۔ وزیر اعظم قمر الدین خاں بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا وہ نواب علی محمد خاں کا طرمدار تھا۔ جب نواب نے پیغام صلح دیا تو وزیر اعظم نے سفارشی کی بادشاہ نے اسکی سفارش قبول کی اور علی محمد خاں پر بڑی مہربانی کی اور ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گیا روہیلکھنڈ کی صوبیداری پر نواب معین الدین خاں اور فرید الدین خاں پسران عظمت اللہ خاں کو مقرر کیا نواب علی محمد خاں کو حاکم سرہند مقرر کیا گیا۔ وہاں انہوں نے بڑے کامائے نمایاں انجام دیئے صفدر جنگ کا فوج ترائی سے روہیلوں کو نکالنے کے لیے بھیجی۔ روہیلوں نے مراد آباد پر حملہ کیا اور فرید الدین کو قتل کر دیا اسکی جگہ راجہ چتر بھج بھیجا گیا جسکو روہیلوں کے علاوہ فرید الدین کے بھتیجے قطب الدین محمد خاں کا مقابلہ کرنا پڑا اسکو بریلی کے گورنر ہدایت علی خاں کی مدد سے نکالا گیا حافظہ رحمت خاں ساٹھ ہزار فوج لیکر دہلی گئے اور نواب

علی محمد خاں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ جب احمد شاہ ابدالی نے سر ہند پر حملہ کیا تو نواب
 علی محمد خاں اپنی بیٹی ریاست آنولہ چلے آئے لیکن ان کے دو لڑکوں عبداللہ خاں اور
 فیض اللہ خاں کو احمد شاہ ابدالی قندھار لے گیا۔ ۱۷۴۹ء میں نواب کا انتقال ہو گیا
 ان کے لیدر حافظ رحمت خاں نے نواب مرحوم کے بابا لغڑ کے سعد اللہ خاں کو نواب
 بنایا اور اس کی طرف سے ملک کا انتظام چلانے لگے۔ صفدر جنگ جو روہیلوں کا بدترین دشمن
 تھا اس نے قائم خاں والی فرخ آباد کو روہیلوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ حافظ
 رحمت خاں نے صلح کی کوشش کی اور حضرت سید احمد عرف شاہ جی میاں کو معہ
 تین چار علما کے سفارت بھیجا لیکن قائم خاں مصالحت پر راضی نہ ہوا۔ آخر بدایوں
 سے تین میل کے فاصلے پر جنگ ہوئی جس میں قائم خاں مارا گیا۔ صفدر جنگ نے فرخ آباد
 کو اپنے علاقے اودھ میں شامل کر لیا لیکن قائم خاں کے بھائی احمد خاں نے جنگ
 وجدال کے بعد اپنا علاقہ واپس لے لیا اور صفدر جنگ کو شکست دی جس نے مرہٹوں
 سے مدد مانگی اور مرہٹوں اور جاٹوں کو لے کر فرخ آباد پہنچ گیا اور سردار ان روہیلوں
 سے تین سال کا خراج طلب کیا۔ افواج روہیلہ نے ۱۷۵۱ء میں سخت شکست کھائی اور
 مجبور ہو کر صلح کر لی اور دستاویز ضمانت بابت ادائیگی خراج تحریر کر کے صفدر جنگ
 کے حوالے کر دیں اس نے وہ دستاویز چٹھوں کو دے دیں۔ ۱۷۵۲ء میں صفدر جنگ
 فوت ہوا اور شجاع الدولہ کا جانشین ہوا۔

۱۷۵۹ء میں نجیب الدولہ اور مرہٹوں میں جنگ چھڑ گئی۔ نجیب الدولہ نے
 اپنے قلعے سکر تال میں پناہ لی اور دوسرے روہیلہ سرداروں سے مدد مانگی۔ حافظ رحمت
 خاں اور شجاع الدولہ کی فوجوں کی آمد پر مرہٹے واپس چلے گئے۔ ۱۷۶۱ء میں پانی پت

کی جنگ میں مرہٹوں کی شکست سے صورتِ حال اور بہتر ہو گئی اس جنگ میں دوندے خاں اور غنائت خاں خلف حافظ رحمت خاں نے بھی حصہ لیا مسئلہ میں دوندے خاں کا بسوئی میں انتقال ہو گیا جب سے روہیلوں کا زوال شروع ہوا۔

مرہٹوں نے روہیلکھنڈ میں غارت گری شروع اور انہوں نے احمد خاں ولد بخشی سردار خاں مرحوم کو اسد پور میں شکست دی اور مراد آباد کی طرف بڑھ کر سارے علاقے کو تاراج کر دیا۔ ضابطہ خاں جاگیر دار سہارنپور مرہٹوں سے شکست کھا کر مارا گیا اور اسکے ملک پر مرہٹوں نے قبضہ کر لیا اور مراد آباد سے لیکر سنبھل و گھور تک کا علاقہ تباہ کر دیا۔ شجاع الدولہ نے مرہٹوں سے صلح کی کوشش کی لیکن برسات کی وجہ سے مرہٹے خود واپس چلے گئے۔ شجاع الدولہ نے روہیلوں سے ایک عہد نامہ کیا جس کے مطابق شجاع الدولہ نے اقرار کیا کہ وہ مرہٹوں کو روہیلوں کے علاقے سے نکال دے گا اور روہیلے دس لاکھ روپیہ فوری طور پر اور باقی تیس لاکھ روپیہ تیس سال میں ادا کریں گے شجاع الدولہ نے انگریزوں سے وعدہ کیا کہ چالیس لاکھ میں سے تیس لاکھ انگریزوں کو ملیں گے اور اگر روہیلے اپنا وعدہ پورا نہ کریں تو روہیلکھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ انگریز کر دیں گے اور شجاع الدولہ پچاس لاکھ روپیہ انگریزوں کو ادا کرے گا دوسری طرف مرہٹوں نے حافظ رحمت خاں سے شجاع الدولہ کے خلاف مدد مانگی اور وعدہ کیا کہ وہ چالیس لاکھ روپیہ کا تمسک واپس کر دیں گے۔ شجاع الدولہ نے بھی سید شاہ مدنی معرفت حافظ رحمت خاں سے درخواست کی کہ میری مدد کیجئے مرہٹوں کی شکست کے بعد تمسک واپس کر دوں گا حافظ رحمت خاں مرہٹوں سے مقابلے کو پہنچے اور زبردست جنگ کے بعد مرہٹے فرار ہو گئے۔ اب حافظ رحمت خاں نے تمسک واپس

کا مطالبہ کیا لیکن شجاع الدولہ نے انکار کر دیا۔ شاہ مدن نے حافظ رحمت خاں کے
 ہاتھ میں کوآبی دی لیکن شجاع الدولہ نے کچھ توجہ نہ کی اور حافظ رحمت خاں کے پرگنے
 شکوہ آباد پر قبضہ کر لیا پھر اس نے حافظ رحمت خاں سے تمسک کی رقم کا مطالبہ
 کیا اور انگریزوں کی فوج کے ساتھ روہیلکھنڈ پر حملہ آور ہوا۔ روہیلہ سرداروں میں
 پھوٹ تھی۔ احمد محل بخشی اور دوندے خاں کے لڑکے شجاع الدولہ سے مل گئے عبداللہ
 خاں والی شاہجہانپور نے بھی شجاع الدولہ کا ساتھ دیا۔ حافظ رحمت خاں کی مدد
 کسی نے نہ کی۔ میراں پور کٹرہ میں حافظ رحمت خاں اور شجاع الدولہ کے لشکر مقابل
 ہوئے۔ فریقین میں سخت ہولی جھگڑائی۔ حافظ رحمت خاں کے سینے پر ایک گولا لگا اور وہ
 جاں بحق ہوئے۔ ان کی لاشیں ریلی میں دفن کی گئی۔ انگریزوں کی فوج نے یسوی کی
 طرف پیش قدمی کی اور ان کی فوج کا ایک دستہ لال ڈانگ گیا وہاں فیض اللہ خاں سے
 مصالحت ہو گئی۔ رام پور اسکی جاگیر میں رہے دیا گیا اور روہیلکھنڈ کے باقی علاقے
 پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا اس کا
 جانشین آصف الدولہ ہوا۔

حکومت اوہ نے روہیلکھنڈ کو تین حصوں میں تقسیم کیا یعنی بریلی۔ بدایوں اور
 مراد آباد۔ ان کی طرف سے جو لوگ حاکم مقرر کئے گئے ان کا مقصد زیادہ سے زیادہ
 روپیہ حاصل کرنا تھا۔ وہ سب سے زیادہ بولی بولنے والوں کو اقتدار دے کر تھے اور
 وہ لوگ عریب عوام سے زیادہ سے زیادہ رقم بھرتے تھے۔

بھلاؤں کے زمانے میں یہ ملک جتنا خوشحال تھا اب اتنا ہی بجال ہو گیا۔
 آخر ۱۸۱۸ء میں آصف الدولہ کے جانشین سعادت علی خاں نے یہ ملک انگریزوں

کے حوالے کر دیا کیونکہ وہ ان کا مقروض ہو گیا تھا۔

روہیلکھنڈ پر حکومت اودھ کے تسلط کے بعد ۱۸۵۷ء میں سال بعد ۱۸۵۸ء میں اودھ اور انگریزوں کی متحدہ افواج نے رام پور پر حملہ کر دیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد علی خاں مسند نشین ہوا اس کے مرنے میں غیض و غضب بہت تھا اس لیے رام پور کے عوام اسے سنت ناپسند کرتے تھے انہوں نے محمد علی خاں کو قتل کر کے اس کے چھوٹے بھائی غلام محمد خاں کو مسند پر بٹھا دیا حکومت اودھ نے اسے کارروائی کو پسند نہ کیا اور محمد علی کے قصاص کے علاوہ اس کے بیٹے احمد علی خاں کو مسند پر بٹھانے کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ پورا نہ ہونے پر انگریزوں کی مدد سے انہوں نے رام پور کے خلاف فوج کشی کر دی۔ بریلی کے قریب فتح گنج غازی میں سخت جنگ ہوئی جس میں نواب مصطفیٰ خاں عرف بنو خاں اور دوسرے سردار بلند خاں بڑی ہادری سے لڑ کر شہید ہوئے۔ یہ لڑائی جنگ دو چڑھ کے نام سے مشہور ہے کہ شائعوں نے اس لڑائی کے سلسلے میں جنگ نامے لکھے ہیں جس طرح راجپوتوں کی تاریخ میں آگھا اور اودھ کے نام ہلواری میں یادگار میں اسی طرح روہیلوں کی تاریخ میں بنو خاں اور بلند خاں کے نام مشہور ہیں۔

نواب علی محمد خاں نے آئول میں ایک عالی شان وسیع قلعہ تعمیر کرایا اس کے اندر حرم سرا دیوان خانہ دربار عام اور دربار خاص ہیں عدر ۱۸۵۷ء سے قبل اس قلعے میں تھا نہ اور تحصیل قائم تھی دربار خاص کی عمارت اب بھی موجود ہے اس میں حکیم صادق علی خاں اور حکیم ولایت علی خاں نے حفظِ قرآن کا درس دیا تھا یہ جگہ اب غیر آباد ہے قلعہ میں ایک عمارت چوہدری کے نام سے موسوم ہے یہ حرم سرا کا حصہ ہے جسکی بلند دیواریں

اور اندرونی مستحکم عمارات شکستہ ہونے کے باوجود قابل دید میں آؤں محلہ تلویں طرف سردار این روہیلہ کے مکانات کے کھنڈ راستہ میں بعض حویلیاں صحیح و سالم ہیں ان میں حکیم سعادت علی خاں کی اولاد آباد ہے حکیم معظم علی خاں کے مکانات کے سامنے دوندے خاں کی حویلی کے آثار ہیں قریب ہی حافظ الملک کی حویلی تھی۔ شیخ کبیر اور سردار کرم خاں کی حویلیاں محلہ گہر کرم خاں میں تھیں۔ اسٹیشن کے راستے میں حضرت سید احمد ترمذیؒ کے شاندار محلوں کے کھنڈرات ہیں۔ بخشی سردار خاں کے محلات محلہ کٹرہ پختہ ہیں تھے محلہ کٹرہ خام میں تختی صاحب کے نام سے ایک محلہ باغ بخشی بھی موجود ہے۔ فتح خاں خاسا مال کی بنوائی ہوئی مسجد بارہ بری بلندی پر واقع ہے۔ مسجد کے صدر دروازہ کی بارہ سیڑھیاں ہیں مسجد میں ایک تالاب اور ایک کنواں ہے باہر چرچی کا کنواں ہے۔ محلہ تلویہ میں بیگم والی مسجد کی تعمیر بیگم نواب سعد اللہ خاں بنت نواب دوندے خاں نے کرائی تھی یہ مسجد بہت وسیع اور بہت بلندی پر ہے محلہ قلعہ میں تختی سردار خاں کی بنوائی ہوئی دو مسجدیں ایک حوض والی مسجد دوسری محلہ بزرہ میں حاجی الہی بخش کی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ بخشی صاحب کی قبر مسجد محلہ پھوٹا دروارہ گہر سید احمد میں واقع ہے محلہ کٹرہ کی سب سے عظیم الشان جامع مسجد بھی کشتی صاحب کی تعمیر کردہ ہے مسجد کے باغیچے میں بخشی صاحب کی قبر ہے۔ آؤں میں نواب علی محمد خاں کا مقبرہ نہایت شاندار اور وسیع ہے اسکی تعمیر حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے کرائی تھی مقبرہ کے ایک جانب نواب سعد اللہ خاں کا کھلا ہوا مقبرہ ہے مقبرے کے سامنے پختہ تالاب ہے جسکے شمالی گوشے کے قریب حضرت سید علی شاہ بابا گامرا رہے نواب علی محمد خاں کے مقبرہ سے دو فرلانگ کے نامیے پر جاباہر غرب فتح خان خاسا مال کا سنگ مرمر کا عالی شان مقبرہ ہے یہ شہر

ل بہت خوبصورت نثارت ہے

ٹانڈہ عرف خندنگہ اولہ سے چار میل جانب مشرق واقع ہے یہ نواب محمد باخان
جہاں نواب علی محمد خاں کا مستقر تھا وہ خورشید شاعر اور شاعروں کے سرپرست
ماں قدرت اللہ شوق مصحفی، تاج چاند پوری، فدوی لاہوری وغیرہ کا قیام رہا
مصحفی نے ٹانڈہ کی ادبی صحبتوں کو بڑی حسرت سے یاد کیا ہے۔ نواب محمد باخان
ہے کے آثار رہ گئے ہیں۔

حافظ رحمت خاں نے بریلی کو اپنا دار الحکومت بنایا اور اپنے بڑے بڑے
نہاں کو وہاں کے قلعے میں مقیم کیا اس وقت سے بریلی کی رونق کو چار چاندنگ
ما قضا الملک نے روہلیکھن میں یہ کثرت گرھیاں قلعے شہر بنائیں۔ محل
سٹن۔ مساوی خانے۔ یہاں خانے۔ باناٹ۔ سڑکیں۔ نہریں تالاب۔ مدرسے
یہ اور مقبرے تعمیر کرائے جن میں سے بعض شکستہ اور بعض بہتر حالت میں ہیں۔
الملک نے بریلی میں مبارک محل۔ دیوان عام۔ دیوان خاص۔ قلعہ۔ مسجد اور حمام
سے۔ شجاع الدولہ نے ان کو سموار کرا کے صحر ہستی سے مٹا دیا۔ اب ان کے جائے
کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ قلعہ شہر کے جانب غرب واقع تھا اب ایک محلہ اس نام سے
ہے۔ قلعے کے موجودہ دروازے جان انگلس کلکٹر ضلع کے عہد کی تعمیر ہیں حافظ
کی ہمیشہ بی بی صاحبہ لے ایک خوبصورت اور عالی شان مسجد تعمیر کرائی جو بی بی جی کی
کے نام سے غلہ بہاری پور میں موجود ہے حافظ الملک کے فرزند اکبر عنایت خاں نے محلہ
نایت گنج آباد کیا تھا جو شہر کہنہ میں موجود ہے عنایت خاں کا انتقال ۱۸۷۳ء
بریلی میں حافظ الملک کے مقبرہ کے نزدیک سڑک پار باغ عنایت خاں میں دفن

دئے تو ابھی تک محفوظ ہے حافظ الملک کے ایک اور صاحبزادے ذوالفقار خاں ۱۷۹۷ء
 نے ایک بڑا بازار ذوالفقار گنج بنوایا جو اب شہامت گنج کہلاتا ہے۔ انہیں نے حافظ
 الملک کا مقبرہ تعمیر کرایا جس کا آغاز ۱۷۷۵ء میں دیوان راؤ بہاڑ سنگھ نے کیا تھا مقبرہ
 ملہ باقر گنج خان محمد خاں کے باغ میں واقع ہے ۱۸۱۹ء میں انگریزوں نے گنبد مسجد
 چانک اور چار دیواری بنوائی۔ نواب ذوالفقار خاں کے لڑکے نواب خان بہادر خاں مجاہد
 بنگلہ داری ۱۸۵۷ء نے اپنے عارضی اور مشکل ترین زمانہ حکومت میں بھی کئی عمارتیں بنوائیں
 ان کی بنوائی ہوئی ایک مسجد محلہ بھوڑ کھیرا خاں بہادر خاں میں واقع ہے حافظ الملک
 کے ایک اور بیٹے نواب متھاب خاں نے ۱۸۲۲ء میں ایک باغ لگوایا تھا جو تلوہ کی سڑک
 کے پاس اسٹیشن سے جانب شمال واقع ہے اور باغ نواب مستجاب خاں کے نام
 سے موسوم ہے نواب مستجاب خاں کی قبر اسی باغ میں ہے۔

حافظ الملک کے ایک سردار محمد میر خاں نے میر گنج بسایا وہ جنگ پٹنہ میں میر
 قاسم کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے تھے لاش میر گنج لا کر دفن کی گئی قبر موجود ہے۔
 حافظ الملک کے زمانے میں ہندل خاں شہر بریلی کے کوتوال تھے انہوں نے قلعہ کے
 قریب ایک محل آباد کیا جو بزرگ ہندل خاں کے نام سے موسوم ہے اس محلے میں نواب نیاز
 احمد خاں ہوش بریلوی کا مکان ہے اس میں ان کے پوتے نواب وقار احمد خاں
 رہتے ہیں اب محلہ نواب وقار احمد خاں کے نام سے موسوم ہے ایک اور روہیلہ سردار
 احمد علی خاں سے ایک وسیع باغ اور تالاب بنوایا تھا تالاب کو میونسپل بورڈ بریلی
 نے بند کر دیا ہے۔

حافظ الملک کے پیر حضرت سید احمد عرف شاہ جی بابا سبرہ حضرت سید علی ترمذی

عرف پیر بابا صاحب آسودہ بنیر ضلع سوات قلعہ نو محلہ میں رہتے تھے اب قلعہ کا کوئی وجود نہیں صرف نو محلہ کی عظیم الشان مسجد باقی ہے جس کے صحن میں حضرت شاہ جی باباؒ اور لکھے صاحب زادے شاہ معصوم صاحب کے مزارات ہیں مسجد کے مشرق میں سادات نو محلہ کا قبرستان ہے اس مسجد کی مرمت خان بہادر رحیم داد خاں رئیس بریلی نے کرائی تھی کتبہ تاریخ پر حواہت خواہاں بریلوی کی تاریخ ”خوشا مسجد گاہ آمد اللہ اکبر“ کندہ ہے۔ سادات نو محلہ کی حویلیاں جو نہایت وسیع تھیں ۱۸۵۷ء میں سمار کر دی گئیں ان کی جگہ ۱۸۷۱ء میں شہر بریلی کا شاندار کتب خانہ تعمیر ہوا محلہ جیولی میں اخوند محمد زیارت خاں ۱۸۷۱ء کا مزار اور مسجد ہے جو اخوند خاں دے کی مسجد کہلاتی ہے اخوند صاحب بڑے صاحب باطن بزرگ تھے حافظ الملک خود ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

حافظ الملک کے دیوان راجہ مان رائے نے ایک بڑی عالی شان حویلی تعمیر کرائی تھی اس حویلی میں نعل بادشاہ شاہ عالم مقیم ہوا تھا۔ کٹرہ مان رائے کا بلند پعا ٹک ابھی تک موجود ہے۔ راجہ صاحب نے بریلی میں ایک عظیم الشان بارہ دری بھی بنوائی تھی۔ راجہ مان رائے کے بعد راؤ پھاڑ سنگ دیوان ہوئے ان کی حویلی شکستہ حالت میں گڑھی پھاڑ سنگ میں باقی ہے ان کے بھائی چیت رائے کا دان کیا ہوا ایک بہت بڑا باغ سادھوؤں کی ملکیت میں ہے جو باغ چنیت رائے کے نام سے موسوم ہے بدایلوں میں فتح خاں خاںساں گورینہ دیالوں کی پرشکوہ اور عظیم الشان ٹوبلیاں بھاجی ٹولہ جی گلی میں تھیں بدایلوں کی پرانی تحصیل فتح خاں خاںساں کی بدایلوں میں مدت تک رہی فتح خاں خاںساں نے اپنے مکانات کے احاطے میں

ایک شاندار مسجد بنوائی تھی جس کا اب وجود تک نہیں ہے۔ فتح خاں خانساں کی تعمیر کردہ ایک سرائے۔ کارواں بازار۔ عالم گیری (پرانہ بازار) میں موجود ہے۔ سرائے کے قریب ہی ان کا بنوایا ہوا ایک حمام ہے اس میں یہ کاریگری ہے کہ حوض کی نالیوں کا یا نی اندرون زمین معلوم نہیں ہوتا حالانکہ اس کا سراغ لگانے کی بہت کوشش کی گئی۔

بدایوں میں فتح خاں خانساں کے بنوائے تین بڑے کنوئیں بھی ہیں پہلا کنواں ٹکیٹ گیج میں دوسرا چوک حلوائیاں پر تیسرا کچی بدایوں کے راستے میں ہے فتح خاں خانساں نے دریائے سوت پر تین پل بنوائے تھے یہ تینوں پل ٹوٹ چکے ہیں۔ قصبہ اوسیت میں خانساں نے ایک بڑا شاندار قلعہ تعمیر کرایا تھا اس میں تھانہ اور تحصیل قائم کی گئی۔ تحصیل دا نا گیج کو منتقل ہونے کے بعد بھی تھانہ قائم رہا ۱۹۲۵ء میں اسکی عمارت دوبار بنوائی گئی اب اوسیت میں خانساں کی یادگار صرف ایک مسجد ہے جو قلعہ کے دروازے پر ہے اور نہایت وسیع ہے۔

حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی کچھ یادگاریں بدایوں میں ہیں انہوں نے اپنے والد شاہ عالم خاں کی قبر پر ایک باغ لگوا یا تھا جو حافظ باغ کہلاتا تھا۔ قبر پر حرم اور اسکے گرد ایک تختہ چار دیواری بھی بنوائی تھی ان کے علاوہ ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کرائی تھی جو اب تک موجود ہے مقبرہ شکستہ حالت میں ہے حافظ الملک نے حضرت سید احمد صاحب رولہ جعفری محبوب الہی نظام الدین اولیا قدس سرہ کے مزار واقع ساگر تالاب میں شکستہ میں حرم اور پختہ چار دیواری اور حرم کے اندر ایک خوشنما مسجد اور دو حجرے بنوائے اس کے علاوہ حضرت شاہ احمیاء صاحب تدسہی سرہ اور حضرت سلطان العارفین صاحب قدس سرہ کے مزارات کی مرمت بھی انہوں نے کرائی۔

اوجھائی تحصیل بدالیوں میں نواب عبداللہ خاں خلف اکبر نواب علی محمد خاں نے بہت سی عمارتیں بنوائیں جن میں ایک بڑا وسیع اور شاندار قلعہ بھی تھا۔ جو اب بالکل ختم ہو چکا ہے۔ قلعے کے کھنڈرات محلہ قلعہ کبیر کے نام سے موسوم ہیں۔ قلعہ سے ملی ہوئی بلندی پر بڑی شاندار اور خوبصورت مسجد ہے۔ نواب عبداللہ خاں کا مقبرہ ان کے صاحبزادے نواب نصر اللہ خاں سلطان نے بنوایا تھا۔ یہ مقبرہ نہایت ہی چاروں میناروں سے شہر کا منظر نظر آتا ہے۔ نواب عبداللہ خاں نے محلہ بہادر گنج کے شمال میں ایک باغ لگوایا تھا جسکی اب صرف فصیل باقی ہے۔ نواب صاحب نے اوجھائی سے تین میل جانب شمال موضع عبداللہ گنج بھی آباد کیا تھا اور بدالیوں میں شاہ اچاے صاحب کی درگاہ کی مسجد بھی بنوائی تھی۔

سہولی ضلع بدالیوں کو نواب دوندے خاں نے بہت ترقی دی انہوں نے دریائے سوت کے کنارے ایک بڑا قلعہ بنوایا اھاٹے کی تعمیر نامکمل تھی کہ حکومت میں انقلاب آگیا لیکن کافی عرصے تک دو دروازے اور شاندار برج باقی رہے۔ نواب دوندے خاں کا مقبرہ دریائے سوت کے قریب واقع ہے یہ ایک عالی شان عمارت ہے جس کے صحن کے وسط میں نواب اور ان کے پیر کی قبریں ہیں۔

پہلی بھیت کو نواب علی محمد خاں نے بطور انعام حافظ رحمت خاں کو دے دیا تھا انہوں نے اس کا نام حافظ آباد رکھا اور محل سرائیں - بازار - مدرسے اور حمام تعمیر کرائے۔ اپنی محل سرائیں دیوان خاص اور دیوان عام کی عمارتیں بنوائیں شہر کی پختہ فہیل بنوائی۔ پہلی بھیت کی جامع مسجد دہلی کی جامع مسجد کے نمونے پر حافظ الملک نے بنوائی جس میں بہ کثرت حجر ہے۔ وسیع والدن - بڑا حوض اور کنواں اور غسل خانے موجود ہیں پہلی بھیت میں سیخ کبیر کی مسجد بھی بڑی عظیم الشان ہے اور کافی اونچائی پر واقع ہے باغیچہ میں شیخ کبیر کا مزار ہے حافظ الملک کے دیوار دروازے مان رائے کے محل

کے کھنڈرات بھی پیلی بھیت میں ہیں، دوسرے دیوان راوہیا ٹسنگہ نے بیسپلو کے قریب موضع ہار گنج آباد کیا تھا۔

۱۵۷۵ء میں روہیل کھنڈ کی سہ ماہہ تقسیم کے بعد بریلی اور شاہ آباد (رام پور) کا علاقہ نواب فیض اللہ خاں خلف نواب علی محمد خاں کو ملا۔ نواب فیض اللہ خاں آٹولہ کی سکونت چھوڑ کر بریلی پہنچے اور قلعہ کے نزدیک وسیع محلات بنوا کر رہنا شروع کیا اور وہاں نوبت و نقارہ بجنے لگا لیکن یانی پت کی تیسری جنگ ۱۷۷۷ء کے بعد نواب غایت خاں خلف حافظ الملک کو ان کی شجاعت و جانبازی کے صلے میں خطاب نوابی و نوبت و علم ملا تو انہوں نے ایک شہر میں دو نوبتوں کا بجنا گوارا نہ کیا اور اپنے ملازموں سے نواب فیض اللہ خاں کی نوبت رکوا دی نواب فیض اللہ خاں ناراض ہو کر شاہ آباد (رام پور) چلے گئے ان کے محلات بریلی میں نواب عبد القادر خاں عرف خواجہ عیاں کی اولاد رہنے لگی۔ ۱۷۷۷ء کی جنگ میں حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں ترائی کے مقام لال ڈانگ چلے گئے وہاں سردارانِ دوہیلہ ان کے پاس جمع ہو گئے لال ڈانگ گھنے جنگلات اور دشوار گزار پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا وہاں شجاع الدولہ کی فوج نہ پہنچ سکی آخر اس نے مصالحت کر لی اور رام پور کا علاقہ نواب فیض اللہ خاں کو دیدیا اس طرح ریاست رام پور کی بنیادی ریاست رام پور میں نواب فیض اللہ خاں نے قلعہ نامکان بنوایا۔ اور ۱۷۶۶ء میں جامع مسجد بنوائی بعد میں نواب کلب علی خاں کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں شامل کر دی گئی نواب فیض اللہ خاں نے ۱۷۹۳ء میں انتقال کیا عید گاہ دروازے کے قریب ان کا مہوڑ مقبرہ ہے۔ ان کے جانشین نواب محمد علی قتل کر دتے گئے اور نواب محمد یار خاں کے مقبرہ موسوم بہ پرانا مدرسہ میں دفن ہوئے ان کے قتل پر ناراض ہو کر نواب آصف الدولہ

نے فوج کشی کر دی موضع پھٹورہ میں زبردست جنگ ہوئی جو جنگ دو جوٹا کہلاتی ہے۔ اس میں نواب بھوجاں اور بلند خاں شہید ہوئے نواب غلام محمد خاں نظر بند کر دیے گئے اور ان کی جگہ نواب احمد علی خاں ولد نواب محمد علی خاں نواب بنائے گئے کیونکہ وہ کم عمر تھے اسلئے نواب نھال اللہ خاں ولد نواب عبداللہ خاں نائب ناظم مقرر ہوئے نواب احمد علی خاں نے ۱۸۱۷ء میں کوٹھی غور شید منزل تعمیر کرائی اور ۱۸۱۵ء باغ بے نظیر اور باغ بدر مینر لگوائے اور ۱۸۲۲ء میں ایک عالی شان دروازہ تعمیر کرایا جبرعلی میں تریولین مشہور ہوا اس دروازے کے اوپر نیت خانہ تھا جہاں روزانہ مقررہ اوقات پر نوبت بجائی جاتی تھی نواب احمد علی خاں کا ۱۸۰۱ء میں انتقال ہوا وہ اپنے بقرے موضع ناکا میں دفن ہوئے انکی سگ صاحبہ محل جوزنگن تھیں انکا محل فرنگن محل اور فرنگن کا کچھ مشہور ہے نواب صاحب کی ماما سے شاہ بی بی کا محل منسوب ہے نواب محمد علی خاں نے مرقی مسجد اور ایک امام بارگاہ اور کئی چھاؤنیاں بنوائیں انکا انتقال ۱۸۵۵ء میں ہوا اور نواب یوسف علی خاں مسند نشین ہوئے انکا انتقال ۱۸۶۵ء میں ہوا انہوں نے کوٹھی غور شید منزل اور دیوان خانے کی مرمت کرائی اور تلمحہ کا دروازہ ۱۸۶۵ء میں در دولت بنوایا۔ انکے جانشین نواب کلید علی خاں نے ۱۸۷۳ء میں نئی عید گاہ بنوائی نیز ۱۸۷۵ء میں ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی نواب صاحب کے محل کا نام بھی بھوں تھا نواب صاحب کا انتقال ۱۸۷۷ء میں ہوا انکے جانشین نواب مشتاق علی خاں کا انتقال ۱۸۸۹ء میں ہوا انکے بعد حامد علی خاں نواب بنے اور جنرل اعظم الدین خاں ولد جلال الدین خاں ولد غلام معین خاں عرف بھوجاں ولد نواب ضابطہ خاں ولد یحیٰی الدولہ کار پر دارم ہوئے جنرل صاحب ۱۸۹۱ء میں قتل ہوئے اختیارات ملتے ہی نواب حامد علی خاں نے تعمیرات کا سلسلہ شروع کر دیا ان تعمیرات میں سب سے خوبصورت تلمحہ معلیٰ ہے اس کی فیصل تلمحہ آگرہ و تلمحہ دہلی کی طرح ہے ہر گوشے اور ہر دیوار کے وسط میں برج ہیں تلمحہ کا مغربی دروازہ حامد گیکہ کہلاتا ہے تلمحہ معلیٰ میں نواب صاحب کا محل بھی بھوں، کبیر خانہ، توڑ خانہ، رنگ محل اور امام بارگاہ ہیں تلمحہ معلیٰ کے باہر فرو باغ اور کوٹھی مینظر اور اع قابل دید ہیں ۱۹۳۰ء میں نواب حامد علی خاں کا انتقال ہوا۔

روہیلوں کی باقی یادگاریں

۱۷۲۷ء میں علی محمد خاں

نے آلہ کے گنہگار سردار کو قتل کر کے یہاں اپنا صدر مقام بنایا۔ وہاں پور ضلع بنجور میں دو ندے خاں نے شاہی فوج کے سپہ سالار قطب الدین خاں کو شکست دی۔
کرت پور تحصیل نجیب آباد میں نواب نجیب الدولہ کے قلعے کے آثار موجود ہیں۔ نجیب آباد ضلع بنجور روہیلوں کے دور میں آباد ہوا۔ اس کے مشرق میں ڈیرہ میل پر نجیب الدولہ نے عظیم قلعہ تعمیر کروا یا نجف گڑھ تعمیر کرایا تھا۔ یہ قلعہ جوائنٹ اور پتھر سے تعمیر کیا گیا تھا اب کھنڈر پڑا ہے یہ مربع شکل میں ہے اور اس کے چاروں طرف فصیل ہے ہر کنارے پر ایک دھند بنا ہوا ہے۔ ہر سمت دروازے ہیں اصل دروازہ آبادی کی طرف ہے قصبے کے مشرق میں نجیب الدولہ کا مقبرہ ہے جو شکستہ زمین تعمیر ہوا تھا شمال میں اس کے بھائی جہانگیر خاں کا مقبرہ ہے جو ۱۷۵۹ء میں تعمیر ہوا تھا محلہ ضابطہ گنج نجیب الدولہ کے رٹکے ضابطہ خاں سے منسوب ہے۔ شمال مشرق میں نواب کا محل ہے جس میں اب تحصیل کا دفتر ہے۔ گیٹ کے سامنے نوبت خانہ ہے اور شمال مشرق میں ایک عمدہ باغ ہے جو نواب معین الدین خاں نے لگوایا تھا باغ میں ایک وسیع عمارت کوٹھی مبارک بنیاد ہے۔ محلہ نواب ٹولہ میں ایک پرانی بارہ دری ہے۔ قصبے میں کئی مسجدیں اور عمارتیں ہیں اس قصبہ پر ۱۷۴۷ء میں مرہٹوں نے حملہ کیا تھا۔ ۱۷۷۲ء میں نواب اودہ نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ ۱۸۰۱ء میں نواب معین الدین خاں نے یہاں اقامت اختیار کی ان کے رٹکے محمد خاں نے جنگ آدادی میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔
لگبھگ آلہ کے زمانے میں اہم مقام تھا۔ روہیلوں کے دور میں اس کی اہمیت میں

افادہ ہوا اور یہاں پر اپنا قلعہ تعمیر ہوا اور خوبصورت مسجدیں بنی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں لیکنہ تحریک آزادی کا مرکز تھا۔ مجاہدین کو جنرل جوزف نے یہاں مکمل شکست دی کرت پور تحصیل نجیب آباد میں نجیب الدولہ کے قلعے کے کھنڈرات ہیں۔ افضل گڑھ ضلع بجنور کو نواب ضابطہ خاں کے بھائی افضل خاں نے آباد کیا تھا ۱۸۵۷ء میں اسے تباہ کر دیا گیا۔ سیل گڑھ تحصیل نجیب آباد پر ۱۸۵۹ء میں بخشی سردار خاں نے قبضہ کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں اسے تباہ کر دیا گیا تھا۔ اس کے شمال میں آصف گڑھ کا قلعہ تھا جو اب معدوم ہو چکا ہے۔

چندوسی تحصیل بلاری ضلع مراد آباد کو ابراہیم خاں نے ۱۷۵۷ء میں آباد کیا تھا اس کی یادگار ایک کنواں ہے قصبے میں ایک فصیل تھی جس کے آٹھ دروازے تھے فصیل اب موجود نہیں ہے اور صرف دو دروازوں کے آثار باقی ہیں۔ نواب امین الدولہ نے یہاں سرانے سنبھل میں بندگی میاں کی مسجد ۱۷۵۷ء میں بنوائی اور ایک قلعہ بھی بنوایا تھا کہ دروازہ ضلع مراد آباد سے کھڑکیوں کو روہیلوں نے نہ کال دیا۔ اس پر دوندے خاں نے قبضہ کر لیا اس کے رے فتح اللہ خاں نے شہر کے مغرب میں فتح اللہ گنج آباد کیا مراد آباد میں نواب عظمت اللہ خاں کا مقبرہ۔ دوندے خاں کے مکانات اس کی فوج کے سردار احالت خاں کا مقبرہ اور شاہ بلائی کی درگاہ اس دور کی عمارات ہیں۔

حافظ رحمت خاں نے حافظ گنج تحصیل نواب گنج ضلع بریلی ۱۷۵۳ء میں آباد کیا تھا اس کے قریب شمال میں ایک مینار ہے جو فن تعمیر کا اچھا نمونہ ہے۔

ارچھنڈی تحصیل آنولہ ضلع بریلی نواب سعد اللہ خاں ابن نواب علی محمد خاں نے بنایا تھا اور دریا کے پار سعد اللہ گنج آباد کیا تھا۔ اس قلعے میں نواب

میر قاسم نے جنگ کبیر کی شکست کے بعد چھ ماہ قیام کیا تھا۔
 بشارت نگر تحصیل بلا سپور ضلع رام پور اور بشارت گنج تحصیل آنولہ ضلع بریلی کو
 روہیلہ سردار بشارت خاں نے آباد کیا تھا۔ بشارت گنج کا نام اس نے احمد خاں بخشی
 کے نام پر احمد نگر رکھا تھا بازار کا نام اب بھی احمد نگر ہے۔

چوہدری تحصیل پٹنہ بریلی کا زیادہ حصہ روہیلوں کے زمانے میں چکریہ پٹنہ میں
 شامل تھا جو نواب دوندے خاں کے قبضے میں تھا۔ پرگنہ چوہدری کے ارد میں نواب
 فیض اللہ خاں کے قبضے میں تھا غدر کی خیر خواہی کے صلے میں سندھ میں یہ پرگنہ نواب رام
 پور کو دے دیا گیا تھا

کوٹہ دار تحصیل نیگنہ ضلع بجنور روہیلہ سردار غلام قادر خاں کے نام سے
 موسوم ہے قادر چونک تحصیل بدایوں بھی اس سے منسوب ہے یہاں اس نے تلہ بنوایا
 تھا۔ نیگیا عاتل تحصیل رام پور کو نواب فیض اللہ خاں کے زمانے میں عاتل خاں نے
 آباد کیا تھا۔

جلال پور تحصیل تلہر ضلع شاہ جہاں پور روہیلہ سردار جلال خاں نے آباد کیا تھا
 تلہر ضلع شاہ جہاں پور محمد خاں یوسف زلی سے منسوب ہے۔ اس کا بیٹا شگل خاں
 حافظ رحمت خاں کی فرج کا سردار تھا۔ اور میراں پور کمرہ کی جنگ میں مارا گیا اس
 نے یہاں ایک قلعہ اور محل بنوایا تھا اسکے وارث ۱۸۵۷ء تک اس پر قابض رہے
 پھر بغاوت کے جرم میں قلعہ ان سے چھین لیا گیا۔ اب اس تلے میں تحصیل اور پولیس اسٹیشن
 ہے۔ بسپور ضلع بلی سمیت کا قیدیم نام وشالا پور یعنی بڑا شہر تھا روہیلوں نے یہاں ایک
 قلعہ بنوایا تھا حافظ رحمت خاں نے ایک افسر شیر خاں کو یہاں کا حاکم مقرر کیا تھا ٹوڑی

تھیل بیلپور روہیلوں کے دیولن پہاڑ سنگ کی جاگیر میں تھا انوکھا داں تحصیل رام پور
نواب احمد علی خاں کے زمانے میں آباد ہوا۔ ملک ضلع رام پور کا نام ملک سدا اللہ پور ہے۔

روہیلہ دور کے بعد کی یادگاریں

۱۷۷۷ء میں روہیلہ ضلع نواب اودھ کی عہداری میں آگیا اس دور میں بریلی میں گزری کی
مسجد اور حافظ الملک کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ نیز بریلی کا حسین باغ ناظم اودھ حسین علی خاں کی
یادگار ہے۔ نواب گنج ضلع بریلی کا نام بھی آصف الدولہ سے موسوم ہے پہلے اس کا نام
بجوریا تھا۔

عہد انگریزی میں مقبرہ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی ندیس سرہ ۱۸۳۵ء
تعمیر ہوا مقبرے کے گنبد سنگ مرمر کے ہیں اسی دور کی ایک اور عمارت فاضل بریلوی
مولانا احمد رضا خاں مدظلہ سرہ ۱۹۲۲ء کا دو منزلہ مقبرہ ہے۔

جنگ آزادی - ۱۸۵۷ء

انگریزوں کے عہد حکومت کا سب سے مشہور واقعہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی
ہے جسکو انگریزوں اور ان کے خوشامدیوں نے غدر کے نام سے موسوم کیا ان لوگوں
نے مجاہدین آزادی کو غدار اور انکے جذبے کو غدر قرار دیا لیکن حق و انصاف کی نظر
میں خود انگریز غدار تھے جنہوں نے تاجر کی حیثیت سے اس ملک میں قدم رکھا اور
یہاں کی حکومتوں کی رعایتوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اقتدار پر قبضہ کر لیا جب
ان کے ظلم و ستم کے خلاف خود ان کی فوج نے بغاوت کی تو ملک کے مظلوم عوام نے
بھی ان کا ساتھ دیا۔ انگریزوں نے اپنے روایتی حربے یعنی مکر و دغا سے کام لے کر
غداروں کی مدد سے اس جنگ آزادی کو ناکام بنا دیا۔ اور مجاہدین آزادی پر بغاوت کے

مقامات چلا کر ان کو ظالمانہ سزائیں دیں۔

روسلکھنڈ کے مجاہدین آزادی اور ان کے کارناموں کی تفصیل یہ ہے۔

نواب خاں بہادر خان ۱۸۵۹ء تا ۱۸۵۹ء خلف نواب ذوالفقار خاں خلف حافظ

الملك حافظ ورحمۃ خاں شہید۔ ان کے دادا حافظ الملك انگریزی استعمار کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ نواب خاں بہادر خاں صاحب سیف و قلم تھے وہ شاعری میں معروف تخلص کرتے تھے اور تلذذ بخش جرأت کے شاگرد تھے ان کے قلمی دیوان کا انتخاب مولانا حیرت موہانی مرحوم نے اپنے رسالہ اردوئے معلیٰ میں شائع کر دیا تھا۔ اسکے

علاوہ نواب صاحب کی نثری تصنیف مقاصد الصالحین ان کے علمی مرتبے کا ثبوت ہے نواب صاحب جنگ آزادی سے قبل بریلی میں صدر الصدور تھے مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد انہوں نے پیشہ لے لی تھی۔ میرٹھ میں انگریزی فوج نے جب انگریزوں کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا تو بریلی میں بھی جہاد آزادی شروع ہو گیا۔ انگریز سب کچھ چھوڑ کر نیننی تال چلے گئے اور نواب صاحب کی حکمرانی کا اعلان کر دیا گیا۔ جزل بخت خاں اور دوسرے فوجی افسروں اور علمائے شہر نے متفق ہو کر ان کو روسلکھنڈ کا نواب منتخب کیا۔ شاہ دہلی نے انتظام الدولہ محافظ الملك خاں بہادر خاں ہربرجنگ کے خطابات دے دیے۔ مرکز کو تقویت پہنچانے کی غرض سے جزل بخت خاں دہلی چلے گئے نواب صاحب نے سوہجارام کو دیوان ریاست۔ غلام محمد کو جزل۔ مدار علی خاں کو سپہ سالار مولوی خاں اور عبدالرحمن خاں رام پور کو فوجی چھاؤنی کے افسران منشی فرحت اللہ کو بخشی فوج اکبر علی خاں کو کوئٹہ شہر بریلی۔ نظام علی خاں کو ناظم شاہ جہانپور اور فتح علی شاہ کو ناظم بدایوں مقرر کیا انگریزوں کا یہ بیان غلط ہے کہ نواب صاحب کے دور حکومت میں

ہندوؤں پر سختی ہوتی تھی اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہندو کو دیوان ریاست مقرر کیا اور دوسرے عہدوں پر بھی بہت سے ہندو فائز تھے۔

نواب صاحب نے تقریباً ایک سال حکومت کی۔ انگریزوں کا سپہ سالار کالن کمبل شاہ جہا پور فتح کرنے کے بعد بریلی آیا۔ نواب صاحب نے کلیان ندی کے پار ایک اونچے مقام پر توپیں نصب کیں اور دونوں طرف زیادہ فوج آراستہ کی ۵ مئی ۱۸۵۸ء کو گھسان کی جنگ ہوئی۔ انگریزوں کی فوج زیادہ تھی لیکن نواب صاحب کے ساتھ ایک فوج غازیوں کی تھی انہوں نے سبز بکڑیاں اور سبز پٹلے کر سے باندھ رکھے تھے انہوں نے مرنے مارنے کی قسم کھائی تھی وہ گھوڑوں پر سوار تیزی سے سکھوں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور ان کا صفایا کر دیا پھر گھاگراپٹن پر جا گئے۔ سب نے میدان جنگ میں جا میں دے دیں۔ نواب صاحب کے رسلے نے انگریزی فوج کے مسرے کا چکر کاٹا اور اسکے عقب میں پہنچ گیا اس سے کیسپ میں شدید خوف و ہراس پیدا ہو گیا ان پر غازیوں کے ایک مختصر گروہ نے حملہ کر دیا اوہ وہ سب شہید ہو گئے شاہ نک انگریزوں کا پلہ بھاری ہو گیا نواب صاحب وہاں سے پٹی بھیت اور وہاں سے نیپال چلے گئے۔ وہاں لڑائی میں اتفاقاً گھوڑے سے گر پڑے اور گرفتار کر کے لکھنؤ لے جاتے گئے وہاں مقدمہ چلا کر سزائے موت کا حکم صادر ہوا۔ پھانسی کے لیے بریلی لائے گئے شہر کے مرکز میں فوج کی ناکہ بندی کے بعد پھانسی دے دی گئی اور ڈنٹر کٹ چل بریلی میں دفن کر دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں راقم نے عید جیل کے تعاون سے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور ایک تحریری تجویز عملہ کو پیش کی جس میں گزارش کی گئی تھی کہ جیل کی تفصیل میں دروازہ لگا دیا جائے اور تین طرف دیوار بنا کر مزار کو جیل کی حدود سے آزاد کر دیا جائے اور باہر کتبہ لگا کر صاحب مزار کے حالات اور خدمات کندہ کرادی جائیں۔

جزل بخت خاں ۱۸۵۷ء - ۱۸۵۹ء

ان کے والد عبداللہ کا تعلق نواب نجیب الدولہ کے خاندان سے تھا۔ وہ سلطان پور اودھ میں سکونت پذیر تھے اور ان کی شادی اودھ کے شاہی خاندان میں ہوئی تھی۔
 جزل صاحب نے انگریزی فوج میں ملازمت اختیار کی۔ افغانستان کی پہلی جنگ میں توپخانہ کے افسر کی حیثیت سے شریک تھے۔ افغانستان سے واپسی کے بعد گوالیار کی چھادی نیمچہ اور پھر بریلی میں تقرر ہوا۔ مرلوی سرسراز علی شاہ جہانپوری کے اثر سے انگریزوں سے نفرت پیدا ہوئی۔ ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جب بریلی میں جنگ آزادی کا اعلان ہوا تو نواب خاں بہادر خاں کو روہیلکھنڈ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ مرکز کو تقویت پہنچانے کی غرض سے جزل صاحب دہلی چلے گئے اور وہاں سپہ سالار مقرر ہوئے۔ سپہ سالار بننے ہی دہلی احوال کی کوشش شروع کر دیں۔ انہوں نے مرزا علی۔ مرزا حفصہ سلطان اور مرزا ابوبکر کی مداخلت اور ان کے عزیزوں کی خود عرضیوں کے باعث فقہ پوراناہ ہوسکا اور دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا جب انگریز دہلی میں داخل ہو گئے تو جزل صاحب نے اپنی فوج فراہم کی اور بادشاہ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ لکھنؤ چلے۔ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور جزل صاحب لکھنؤ چلے گئے۔ حضرت محل نے ان کو خلعت اور درمال عطا کیا۔ جزل صاحب نے کچھ لڑائیوں میں بھی شرکت کی۔ جب لکھنؤ پر بھی انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو جزل صاحب مولانا احمد اللہ شاہ کے ہمراہ شاہ جہانپور چلے گئے وہاں سے فہمی ہوتے ہوئے نیپال چلے گئے اور باقی عمر وہیں گزاری۔ جزل صاحب نے زندگی انتہائی سادگی سے گزاری ظہر دہلوی نے ان کی وضع قطع بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بظاہر وہ ایک سپاسی نظر آتے تھے انہوں

نے انگریزی فوج کی باعزت زندگی کے مقابلے میں پریشانیوں اور مشقتوں کو پسند کیا وہ سبے مجاہد تھے اور مجاہد کی شان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

نواب محمود خان ۱۸۶۰ء - ۱۸۶۷ء

نور محمد خان خلف نواب معین الدین خاں خلف نواب مذابط خاں خلف نواب نجیب الدولہ کا نجیب آباد میں قیام تھا۔ جب میرٹھ کی جنگ آزادی کی خبر بجنور پہنچی تو ملکڑیوں نے فوج کا انتظام نواب کے سپرد کر دیا۔ بعض افراد کی نالائقی کے باعث ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ ہلدور کے چودھریوں اور ان کے ہمراہیوں نے نواب محمود خاں کی فوج پر حملہ کر دیا نواب صاحب شکست کھا کر بجنور سے نجیب آباد چلے گئے چودھریوں کے ہمراہیوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں نے ننگینہ کو لوٹا۔ ہلدور میں چودھریوں کو شکست دی اور بجنور پر قبضہ کر لیا۔ ہندو چودھری انگریزوں کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو باغی کہہ کر انگریزوں سے سازشیں دلوائیں۔ اس پر مرہید جو اس وقت بجنور میں صدر امین تھے انہوں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر انگریزوں کی حفاظت کی تھی انہوں نے افسانہ فوج سے گفتگو کر کے سمجھایا کہ جو لڑائیاں رعایا نے ایک دوسرے سے کیں ان کی وجہ سے کسی کو باغی قرار نہ دیا جائے اور صرف وہی لوگ باغی قرار دے جائیں جو اب سرکار سے مقابلہ کریں۔ اجماع اللہ خاں اور مارٹے خاں نے نجیب آباد اور ننگینہ میں انگریزی فوج کا مقابلہ کیا اور ہزاروں آدمی لڑائیوں میں مارے گئے۔ نواب صاحب نے معاملات کو سمجھانے کی کوشش کی انہوں نے شاہ دہلی سے بھی رابطہ پیدا کر لیا تھا۔ بادشاہ نے ان کو امیر الدولہ ضیاء الملک محمود خاں بہادر منظور جنگ کا خطاب دیا تھا۔ انہوں

نے بجنور۔ مہام پورہ اور ٹکسنہ پر قبضہ کر کے امن قائم کر دیا تھا۔
 انگریزوں نے بجنور پر قبضہ کر کے نواب صاحب کے خلاف مقدمہ چلایا اور جس
 مہام عبور دیا نے شور کی سزا دی اندھا جانے سے پہلے نواب صاحب نے قید
 میں وفات پائی۔

رسالدار محمد شفیع بریلوی

رسالدار محمد شفیع بریلوی نے جنرل بخت خاں کے ساتھ بریلی
 میں جنگ آزادی کا آغاز کیا اور نواب خاں بہادر خاں کو روہلکھنڈ کا حاکم مقرر کیا
 محمد شفیع نے بریلی کے توپ خانے پر قبضہ کر لیا اور علم سبز لہرایا آخر وقت تک نواب خاں
 بہادر خاں کے ساتھ انگریزوں سے مقابلہ کیا شاید جنگ ہی میں شہید ہوئے۔

سید گلزار علی امر وہوی

سید گلزار علی خلیفہ سید اکبر علی بن سید قرب علی ابن سید عبدالوہد
 ابن سید عبدالباری ابن دیوان سید محمود۔ مراد آباد میں مختار تھے۔ ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو
 مراد آباد کا جیل خانہ توڑ دیا گیا تو سید گلزار علی امر وہی پہنچے اور وہاں عوام کو منظم کیا
 ایک عرصہ داشت شاہ دہلی کو بھیجی جس میں لکھا تھا کہ یہاں کا انتظام شیخ بشارت علی
 کے حوالے کر کے خدمت گزاری کے لیے دہلی آ رہا ہوں۔ انگریزی اقتدار دوبارہ قائم
 ہونے پر ان کے مکانات ہندم کر دیئے گئے۔ سید صاحب روپوش ہو گئے اور اس
 حالت میں وفات پائی۔

مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی

مولانا فیض احمد خلیفہ حافظ غلام احمد ابن مولانا شمس الدین ابن محمد العلوم مولانا محمد علی بدایونی ولادت ۱۸۰۸ء مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی آپ کے ماموں اور استاد تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصے درس دیا۔ استاد وقت مولانا نور احمد عثمانی بدایونی آپ کے شاگرد پرشید تھے۔ آپ آگرہ میں بورڈ آف ریلوئوں کے سر مشہ وارتھے وہاں ولیم میونسپل نے آپ سے عربی پڑھی تھی۔ مولانا احمد اللہ شاہ بھٹے آگرے میں تعلق پیدا ہو گیا۔ پادری فنڈر سے مناظرے میں بھی شریک رہے جنگ آزادی کے عظیم مجاہد تھے دہلی میں فتویٰ جہاد مرتب کیا تھا۔ شاہ جہانپور تک مولانا احمد اللہ شاہ کے ساتھ رہے ان کی شہادت کے بعد آپ کا پتہ نہ چلا آپ عربی۔ فارسی اور اردو کے شاعر اور صاحبِ دیوان تھے۔

منشی عنایت احمد کاکوروی

منشی عنایت احمد کاکوروی خلیفہ محمد بخش ابن غلام محمد ابن لطف اللہ ولادت ۱۸۱۳ء مولوی سید محمد رام پوری مولوی حیدر علی رام پوری و شاہ محمد اسحق دہلوی اور مولانا بزرگ علی ماہروی کے شاگرد تھے۔ جنگ آزادی کے وقت بریلی میں صدر امین تھے بناوت کے الزام میں عبور دیا تھے شور کی سزا ملی۔ انڈمان میں اپنی یادداشت سے تاریخ حبیب اللہ اور کمی کتابیں لکھیں۔ انگریزوں کی فرمائش پر تقویم البلدان کا ترجمہ کیا جس کی وجہ سے رہائی مل گئی واپسی پر کائنپور میں مدرسہ فیض عام جاری کیا۔ ۱۸۶۲ء میں حج کے سفر میں جہاز ڈوب جانے پر آپ نے درجہ شہادت پایا۔

میرزا عباس بیگ ونادر بریلوی

مشہور شاعر تھے۔ شاعری میں خواجہ آتش کے شاگرد تھے ریاست لہم پوری اور ریاست باندہ میں ملازم رہے۔ نواب علی بہادر والی باندہ کے شاعری میں استاد تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں باندہ میں تھے انگریزوں نے ان کے مندرجہ ذیل کو بغاوت قرار دے کر پھانسی دیدی۔

اختر چھپک گئے ترے خالوں کے سامنے
گوروں کے پاؤں اٹھ گئے کالوں کے سامنے

مولانا سید کھایت علی کافی مراد آبادی

آپ کو علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل تھا۔ علم حدیث شاہ ابوسعید رام پوری سے حاصل کیا تھا جو شاہ عبدالعزیز محبت دہلوی کے شاگرد اور شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی کے خلیفہ و جانشین تھے علم طب حکیم شیر علی سے پڑھا جو مولف تذکرہ علمائے ہند کے والد تھے۔ شاعری میں مولوی مہدی علی خاں زکی مراد آبادی کے شاگرد تھے۔

۳ جون ۱۸۵۷ء کو مراد آباد میں بریلی کی جنگ آزادی کی خبر آئی تو انگریزی فوج نے خزانہ لوٹ لیا اور جیل خانہ توڑ کر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور انگریز افسروں پر حملہ آور ہوئے۔ انگریز مراد آباد سے بھاگ کر شیخی تال چلے گئے نواب مجو خان حاکم مراد آباد مقرر ہوئے وہ نواب معین الدین خاں خلف نواب عظمت اللہ خاں گورنر روہیلکھنڈ کے رٹکے تھے مولوی کھایت علی کافی صدر التخلیعت بنائے گئے۔ انہوں نے عوام میں روح جہاد

بھونک دی ہر جمعہ کو انگریزوں کے خلاف عظ کہتے تھے جس کا بے حد اثر ہوتا تھا۔ آپ نے فتویٰ جہاد کی نقلیں دوسرے مقامات پر بھیجوائیں دوسرے مقامات پر جا کر بھی وعظ کہتے تھے۔ بریلی میں نواب خان بہادر خاں اور شاہ جہا پور میں امیر المجاہدین مولوی سیّد سرفراز علی صاحب سے بھی ملاقات کی فردی مشورے کئے جب ۲۲ اپریل ۱۸۵۸ء کو انگریزوں کا مراد آباد پر قبضہ ہو گیا تو مولانا کا فی بھی گرفتار ہوئے یہاں سی کا حکم ہوا تو سرور دشا دل قتل شاہ کی طرف گئے اور راستے میں مندرجہ ذیل نعت پڑھ آواز بلند پڑھتے گئے۔

کوئی عمل باقی رہے گا بے جن رہ جائے گا	پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صغیر و باغ نہیں ہے کوئی دم کا چھپچھا	بلین ارتجائیگی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کونجاں کی پوشاک ریزا زان نہ ہو	اس تن بے جان پر خالی کفن رہ جائے گا
نام شاہاں جہاں منہ جائیگے لیکن یہاں	حشر تنگ نام و نشان پختن رہ جائے گا
جو چہے گا صاحب لولاک کے اوپر درود	آگ سے محفوظ اسکا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیگے کافی لیکن حشر تنگ	نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

مولانا کو مراد آباد جیل کے پاس جمع امام کے سامنے پھانسی دی گئی اور وہیں دفن کر دیا گیا۔

مولانا کی زیادہ تصانیف نظم ہیں ان میں نسیم جنت چہل حدیث کا ترجمہ بہارِ غلہ شقائق ترمذی کا ترجمہ خیابانِ فردوس ترجمہ رسالہ ترغیب اہل سعادت مولف شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ داستانِ صادق جذبہ عشق مشنوی تھیل دربارِ نبی کریم علیہ شریف مولود بہاریہ اوقاتِ صرف و نحو اور دیوانِ کافی شامل ہیں ماضی بریکوی آپ کو شہنشاہِ نعمت کہتے تھے۔

مولانا امام الدین ہادی سنبھلی ابن شیخ بدر الدین ابن محمد حیات۔ شیخ ابوالفضل اور فیضی کے خاندان سے تعلق تھا مراد آباد میں وکالت کرتے تھے جنگِ آزادی کے دوران اپریل ۱۸۵۸ء میں شہنشاہِ فیروز شاہ نے سنبھلی پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ مولوی امام الدین نے شہزادے سے تعاون کیا اور ان کی فوج کی دعوت کی۔ شہزادے نے سنبھلی میں نوابِ لام پور کی فوج کو شکست دی۔ جب انگلیزوں کا ضلع مراد آباد پر دوبارہ تسلط ہو گیا تو انہوں نے مولانا امام الدین کو گرفتار کر کے پھانسی دیدی مولانا کی اولاد موجود ہے۔

نواب رفیع علی خاں علی مراد آبادی

ابن علی رضا خاں ابن علی الدین خاں ابن فقیر الدین خاں ابن فرید الدین خاں ابن نواب عظمت اللہ خاں گورنر بریلیکھنڈ۔ آپ نواب نجم خاں اور نواب شبیر علی خاں عاجز کے رفقا میں تھے جنگِ آزادی میں ہر قدم پر ان کا ساتھ دیا انگریزوں نے مراد آباد پر دوبارہ تسلط حاصل کرنے کے بعد ان پر مقدمہ چلایا اور گولی سے اڑا دیا۔ ان کے بیٹے مراد آباد کے مشہور شاعر اور رئیس نواب رضوان علی خاں رضواں شاگردِ غالب تھے۔

نواب شبیر علی خاں عاجز مراد آبادی

خلف نواب نظام الدین خلف

نواب عظمت اللہ خاں گورنر روہیلکھنڈ آپ نواب مجو خاں کے بہنوئی اور رفیق کار تھے۔ مراد آباد پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے انہیں گولی سے اڑا دیا آپ فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔

نواب مجید الدین خاں عرف مجو خاں مراد آبادی خلف نواب

نواب محمد الدین خاں خلف نواب معین الدین خاں خلف نواب عظمت اللہ صاحب انگریزوں کے فرار ہونے کے بعد مجاہدین نے آپ کو مراد آباد کا حاکم بنایا آپ کے رفقاء میں آپ کے صاحبزادے امیر الدین بہنوئی نواب شہر علی خاں عاجز مراد آبادی اور ان کے عزیز نواب رفیع علی خاں علی مراد آبادی اور آل علی خاں تھے۔ نواب مجو خاں کے حاکم مراد آباد بننے کے بعد مولانا کفایت علی کافی صدر الشریعت اسد علی خاں توپ خانے کے افسر مقرر ہوئے۔ نواب یوسف علی خاں دلی رام پور نے تحریک آزادی کو دینے کے لیے اپنے چچا عبدالعلی خاں کو مو فوج اور حکم سعادت علی خاں کو بطور منتظم مراد آباد روانہ کیا۔ نواب خالی بہادر خاں نے جنرل بخت خاں کو فوج کے ساتھ نواب مجو خاں کی مدد کو بھیجا۔ مولوی عالم علی ٹکینوی نے کچھ انگریزوں کو اپنے گھر میں چھپا رکھا تھا۔ مجاہدین نے ان کا گھر لوٹ لیا اور انگریزوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ شہنشاہ فیروز شاہ ۲۲ اپریل ۱۸۵۸ء کو مراد آباد پہنچے اور نواب رام پور کی فوج کو شکست فاش دی اس کے بعد خبر آئی کہ جنرل جونسن تازہ دم فوج کے ساتھ آ رہا ہے اب مجبوراً شہزادے نے میدان چھوڑ دیا۔ مراد آباد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور مہمان وطن گرفتار ہوئے نواب مجو خاں کو پھانسی دی گئی پھر ان کی لاش کو چوڑے میں لٹکا کر محلہ گل شہید میں پھینک دیا۔

مولوی وہاب الدین عرف مولوی منو مراد آبادی

خلف مولوی

جمیل الدین ابن مولوی وجہ الدین ابن مفتی شہر محمد مراد آبادی۔ مولوی جمیل الدین کے بھائی مولوی محمد اسماعیل لکھنؤ تھے جن کو نواب نصیر الدین حیدر والی اودھ نے سفیر بنا کر انگلستان بھیجا تھا ان کی تعریف میں حاشیہ شرح تہذیب نزوی اور حاشیہ معینہ ہیں اور تلامذہ میں مفتی سعد اللہ مراد آبادی اور مولوی تراب علی لکھنؤی تھے۔ مراد آباد میں ہنگر آزادی شروع ہونے کے بعد ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو مجاہدین نے مولوی منو کی قیادت میں جیل خانہ توڑ دیا اور قیدیوں کو رہا کر دیا۔ مولوی منو نے فوج کا ایک دستہ سید علی اکبر اور سید گلزار علی امر دہوی کی قیادت میں اودھ کو روانہ کیا مولوی صاحب نے نواب رام پور کے مرکز خاص رام پور اور گرد و نواح میں حملے کئے اور لوگوں کو جذبہ جہاد سے روشناس کیا۔ جب شہزادہ فیروز شاہ مراد آباد آئے تو مولوی منو ان کے دست راست بنے رہے آپ نے شہزادہ کی ماتحتی میں نواب رام پور کی افواج سے مقابلہ کیا لیکن مجاہدین کو شکست ہوئی۔ شہزادہ فیروز شاہ بریلی چلے گئے۔ انگریزوں نے شہر میں گرفتاریاں شروع کر دیں اور سینکڑوں مجاہدین کو پھانسی دے دی۔ ان شہیدوں کی یادگار مراد آباد کا محلہ گل شہید کہلاتا ہے۔ مولوی منو کے گھر پر حملہ کر کے ان کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

نواب شبیر علی خاں تنہا مراد آبادی

خلف نواب نظام الدین خلف

نواب عظمت اللہ خاں گورنر روہیلکھنڈ نواب شبیر علی خاں عاجز کے چھوٹے بھائی تھے ان کی

ہدایت پر شاہ دہلی کے دربار میں حاضر ہوئے اور شاہ دہلی کی طرف سے بہاڑی کے مورچوں پر جنگ میں حصہ لیا۔ جب دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو مغزور ہو گئے اور ملکہ کے اعلان معافی کے بعد وطن واپس آئے آپ فنیٹا عمری میں استاد وقت تھے اور حضرت زکی مراد آبادی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔

نواب غلام قادر خاں حلف نواب احمد خاں از اولاد عمدۃ الملک

نواب بہادر خاں والی شاہ جہانپور۔ آپ حضرت سید سعادت علی میاں خلف حضرت سید شاہ شید علی میاں خلف حضرت سید غلام علی میاں قادری رزاقی ہانسوی ندس سرہ کے مرید تھے۔ آپ نے اپنے مرشد زاداں شاہ روف احمد میاں اور شاہ ظہور احمد میاں پیران شاہ سید سعادت علی میاں کے مشورے سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران بریلی جاکر نواب خان بہادر خاں سے نظامت شاہ جہانپور کا پروانہ حاصل کیا اور شاہ جہانپور میں انگریزی فوج سے مقابلہ کیا۔ آپ کے سردار فوج نظام علی خاں نیمبرہ شہباز خاں بابی شہبازنگر تھے۔ اس عرصے پہلے وہ سرکار انگریزی میں تحصیلدار تھے۔ مقابلے میں نظام علی خاں اور بخشی رام معجز ہمسایوں کے میدان کارزار میں کام آئے۔ نواب غلام قادر خاں اودہ کی طرف چلے گئے وہاں سے مستورات کو شاہ جہانپور واپس بھیج دیا اور خود بٹول پہاڑ پر چلے گئے وہاں بیکسی میں فوت ہوئے انگریزی حکومت نے تلے کو سمار کر دیا اور جائیداد ضبط کر لی۔

شعراے مصلح بدایوں

(شعراے عربی)

بدایوں میں بارہویں صدی میں عربی شاعری کا آغاز ہوا اور اس کا دور اب تک جاری ہے تیرہویں صدی سے فارسی شاعری اور اٹھارہویں صدی سے اردو شاعری کا دور جاری ہے۔ عربی کے قدیم ترین شاعر امام صفائی تھے۔

حسن صفائی

امام ابو القضاة رضی الدین حسن صفائی بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی بن اسمعیل فاروقی خفنی لامہوری ثم بدایونی را آپ محقق لغوی۔ ادیب۔ شاعر۔ مورخ۔ فقیر۔ محدث۔ ماہر انساب۔ سیاست داں اور سیاح تھے۔ بقول مولانا عبد الحلیم حسینی اگر ایسا عالم متبر مغرب میں پیدا ہوتا تو اس کثرت سے اس کی سوانح عمریاں لکھی جاتیں کہ اس کی تصویر کا ایک ایک خال آنکھوں کے سامنے آ جاتا لیکن امام صفائی کے حالات ارباب تذکرہ نے بیس پچیس سطروں سے زیادہ نہیں لکھے ذہبی نے تاریخ اسلام عبدالدین فیروز آبادی نے قاموس المحیط میں۔ کمال الدین دیمیری نے حیات الحيوان میں

آپ کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ سیوطی سید مرتضیٰ بلگرامی، آزاد بلگرامی، نواب صدیق حسن خاں اور مولانا عبدالحی فرنگی نے بھی آپ کا ذکر کیا ہے آپ کی ولادت لاہور میں ہوئی۔ فولاد الخواص میں حضرت محبوب الہی سلطان نظام الدین اولیا بدایونی مدرس سرہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کا تعلق بدایوں سے تھا۔ سیر اللولیا مولف شیخ محمد بن مبارک علوی میں لکھا ہے کہ علامہ کمال الدین زاہد ۱۲۸۵ھ نے حضرت محبوب الہی کو کتاب شارق الانوار کی سند دی تھی۔ علامہ کمال الدین زاہد کے استاد شیخ برہان الدین ابوالخیر بلخی ۱۲۸۸ھ اور ان کے استاد امام صفائی اور امام برہان الدین مرغینانی مولف بدایہ تھے۔ حضرت محبوب الہی فرماتے ہیں کہ جس حدیث میں امام صفائی کو مشکل درپیش آئی تھی۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں اس کی اصلاح فرمادیتے تھے۔ جناب خلیق احمد نظامی نے حیات شیخ عبدالحی محدث دہلوی میں لکھا ہے کہ حضرت محبوب الہی کا یہ بیان کہ امام صفائی کا وطن بدایوں تھا سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے کیونکہ خود آپ کا تعلق بدایوں سے تھا اور آپ بدایوں کے متعلق اچھی معلومات رکھتے تھے۔ امام صفائی آپ کے استاد الاستاذ تھے جن کے متعلق آپ کا بیان زیادہ معتبر ہے۔ مولوی ضیا احمد بدایونی نے ذوالقرنین بدایوں نمبر میں امام صفائی کو بدایونی ثابت کر کے اس بحث کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اس کے بعد خلاف امام صفائی کے دوسرے شاگرد حافظ دمیاطی کے شاگرد حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام صفائی کی ولادت لاہور میں اور تعلیم وترتیب غزنی میں ہوئی۔ ہندوستان میں آپ کے استاد تافعی سعد الدین خلعت بن محمد حسن آبادی تھے جو شہاب الدین غوری کے زمانے میں ہندوستان آئے تھے اور التمش کے عہد میں عہدہ قضا پر فائز تھے عصائی نے فتوح السلاطین میں تحریر کیا ہے کہ تافعی سعد الدین اور تافعی حمید الدین ناگوری

میں جو بہت شائع کے بارے میں مناظرہ ہوا تھا۔ امام صفائی کے دوسرے استاد آپ کے
 والد شیخ محمد تھے آپ نے اپنی کتاب العیاب میں اپنے والد کے فضل و کمال کی بڑی تریف
 کی ہے امام صفائی سن ۱۲۱۵ میں حج کو گئے اور یمن و حجاز میں محاورات پر عبور حاصل کیا اور
 کتب صحاح کا بھی سماع کیا والد کے انتقال کے بعد ہندوستان واپس آ گئے۔ قلیا الدین
 ایک نے آپ کو لاہور کی فقہا پیش کی جو آپ نے قبول نہ کی۔ کول (علی گڑھ) میں نائب
 مشرف مقرر ہوئے اور ایک عرصے تک اس عہدے پر کام کیا ایک مرتبہ مشرف کی
 بدسلوکی کا وجہ سے آپ نے ملازمت ترک کر دی اور حمام الدین اوغلبک کے بچوں کے تالیق
 مقرر ہوئے اس کے بعد دوبار حج کو گئے اور تقریباً پانچ سال نجد و یمن میں قیام کیا۔
 یمن کے علمائے آپ سے اور آپ نے ان سے استفادہ کیا پھر آپ مکہ معظمہ ہوئے ہوتے
 ہندوستان واپس آ گئے۔ اور دوبارہ گنگ و حمن۔ سندھ اور پنجاب میں ہر جگہ سیادت
 کی سلسلہ میں تیسرے سفر حج کو روانہ ہوئے۔ عدن اور یمن میں عرصہ تک قیام کیا۔
 وہاں سے مکہ معظمہ ہوتے ہوئے ہندوستان آ گئے۔ چار سال بعد پھر حج کو گئے۔ حج کے بعد
 بغداد گئے خلیفہ مستنصر باللہ نے آپ سے حدیث کی سندی اور آپ کو ہندوستان میں
 اپنا سفیر مقرر کیا اور خلیفہ کے سفیر کی حیثیت سے آف التمش کے دربار میں آتے آپ کی
 وجہ سے خلافت بغداد سے ہندوستان کے رشتے کو استحکام ملا ۱۲۲۷ میں خلیفہ نے
 گفت و شنید کیلئے طلب کیا اس کے بعد ایک وفد کے ساتھ آسمہ دہلی میں شاندار استقبال
 ہوا التمش نے وفد کو تحائف کے ساتھ واپس کیا۔ ناگور میں حمید الدین ناگوری اور
 قاضی کمال الدین زائد اور دیگر بزرگوں نے آپ سے حدیث کا سماع کیا۔ التمش کے
 انتقال کے بعد اور خاص طور پر سلطانہ رضیہ کے قتل کے بعد حالات مکدر تھے اس
 لیے امام صفائی حج کو چلے گئے۔ بغداد میں مدرسہ مستنصریہ کے استاد مقرر ہوئے ۶۹ شعبان ۶۵۰

کر لہذا میں مستقل کیا اور جنت المعلیٰ (مکمل) میں حضرت فیض بن میاض کے برابر دلی ہونے آپ عربی کے زبردست شاعر تھے لیکن آپ کا کلام دستیاب نہ ہوا امام صفائی کی تصانیف میں مشارقی الانوار حدیث کی مشہور کتاب ہے اس کا اردو ترجمہ مولوی طرم علی بلہوری نے کیا تھا جو مطبع معطلانی کا بنور اور مطبع نول کھڑو لکھنؤ نے چھاپا تھا۔ مشارقی الانوار کی بے شمار ترجمیں لکھی جا چکی ہیں (۲) مصباح الدینی (۳) شمس المیزہ حدیث میں (۴) العباب الدخرا (۵) مجمع البحرین لغت میں ہیں۔ بدایوں کے دوسرے ممتاز عربی شعرا میں مولانا فیض احمد رسوا بدایونی، مجاہد جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، یعقوب بخش رافض بدایونی ہیں مولانا فیض احمد کے تین دیوان عربی و فارسی وارد ہوئے تھے جو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گئے۔ ان دونوں حضرات کا ذکر اردو شعرا کے ذیل آئے گا۔

شعراء فارسی

۱۔ بدر: حضرت خواجہ سید بدر الدین ابوبکر مومے تاب شاہ ولایت

بدر الدینی ^{۱۲۰۶} خلف سید امد ملانی ثم بدایونی آپ اپنے برادر محرم شیخ شامی سید حسن رسن تاب بدایونی تم تقریباً ۱۲۶۶ھ کے شاگرد و مرید و خلیفہ تھے مولف تذکرہ الواصلین نے آپ کا سنہ وفات ۱۲۶۶ھ اور ۱۲۶۵ھ کے درمیان تحریر کیا ہے جو درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مولانا ضیاء الدین نجفی بدایونی ۱۲۶۵ھ نے آپ کی وفات کے وقت طامات کی تھی مولانا نجفی کا اپنی وفات سے ایک سو سال قبل آپ سے طامات کرنا

قرن قیاس نہیں ہے۔ مولف نزہۃ الخواطر نے آپ کا سنہ وفات عنیلم تحریر کیا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے۔ مولف مذکرہ 'الواعلیس' کا یہ کہنا درست ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ شاہی رن ناب قدس سرہ کو میں دیکھا تھا لیکن حضرت شاہ ولایت مرے ناب قدس سرہ کو دیکھا تھا۔ لیکن ان کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حضرت رن ناب کا انتقال حضرت خواجہ نظام الدین کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا۔

حضرت شاہ ولایت مرے ناب قدس سرہ اپنے برادر اکبر کی ہدایت پر حضرت خواجہ سید قطب الدین، بختیار کاکی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نوجوانی میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے آپ کو صاحب ولایت بدایوں کے الفاظ سے خطاب کیا تھا حضرت شاہ ولایت مرے ناب قدس سرہ شاعر بھی تھے آپ کا ہر ایک شعر مولانا بخش نے تحریر کیا ہے مولانا بخشی آپ کی وفات کے وقت حاضر خدمت ہوتے تو آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

نالب جو غبار است میاں من و تو امید کہ ایں ہم زبیاں بر خیزد

منظوم ترجمہ مولف

قالب خاکی ہے مانند غبار یہ ہٹے گا تو طے گا وصل یار

(مذکرۃ الواعلیس - نزہۃ الخواطر)

مولانا شہاب احمد بدایونی

مولانا شہاب الدین محمد بن جمال الدین ہمدانی ثم بدایونی (۱۲۵۰ھ - ۱۳۰۵ھ)

آپ عہدِ رکن الدین فیروز شاہ کے ملک الشعراء تھے اسکے علاوہ صاحبِ نسبت و موقت بھی تھے۔ خواجہ ضیاء الدین نجفی (۱۲۵۰ھ) اور حضرت امیر خسرو (۱۲۵۰ھ) اور فخر الملک عمید توکلی (۱۲۵۰ھ) آپ کے شاگردوں میں تھے آپ عربی کے بھی بہت بڑے عالم تھے اور نہ صرف ایک بلند پایہ شاعر بلکہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم و فاضل بھی تھے الہیات، طبیعیات، ریاضیات، معقولات و منقولات میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، فقہ میں مبسوط اور حکمت میں اشارات پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ امیر خسرو ان کے کمالات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں ص -

حکمتش دا از بس افرونی	ملک بقراطی و ملاطونی
در ریاضی بہ یک صریح علم	باز کردست گوش جذاہم
عقلش از قیاس عقل برون	نقلش از مقام نقل فزون
ہرچہ در دہر نقش زمانی است	دلہ اورا بران توانائی است

فنِ شاعری میں مولانا کو کمال حاصل تھا۔ امیر خسرو غرغۃ الکمال میں فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا دیوان مدون نہیں کیا۔ اگر ایسا کرتے تو امرایُ العس ان کے کلام کا دیوانہ ہر جاتا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے ان کا ایک قصیدہ نقل کیا ہے جو انہوں

نے رکن الدین فیروز ۱۲۳۶ھ کو پیش کیا تھا اس وقت وہ لڑھکان تھے اور جب
امیر خسرو کی مشنوی بہشت بہشت مصنفہ ۱۲۳۶ھ کی اصلاح کی تھی تو آپ کی عمر
۹۰ سال کے قریب تھی امیر خسرو نے اپنی یز معمولی خدا داد استعداد اور صلاحیت کی
بنا پر کسی کو اپنا استاد بنانا پسند نہ کیا لیکن جب سفنوری و زمزمہ سنجی کے شباب پر
پہنچے تو مولانا کو اپنا کلام دکھانے لگے۔ انہوں نے بہشت بہشت کے
خاتمہ پر مولانا کی اصلاح کا اس طرح اعتراف کیا ہے۔

من بہ او پیش کردہ نامہ خویش او بہ اصلاح رازہ خادمہ خویش
گرچہ جوں دوستان پسندیدہ لیکن از چشم دشمنان دیدہ
شمع من یافتہ ضیا از وے مس من گشتہ کیمیا از وے
آخری شعر کا منظوم اردو ترجمہ یہ ہے

ہے مری شمع میں ضیا ان سے بن گئی خاک کیمیا ان سے

امیر خسرو کے مرشد روحانی حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیا بدایونی قدس سرہ اور
شاعری کے استاد حضرت شہاب بہرہ بدایونی تھے اس طرح انکا بدایوں سے دہرا تعلق اور گہری
عقیدت تھی اس عقیدت کا اظہار انہوں نے مندرجہ ذیل شعر میں کیا ہے۔

ز بس این مرکز اہل بعیرت مشہور است بجائے سرد و دریدہ کم خاک بدایوں را

مولانا کے زیادہ اشعار منتخب التواریخ اور عرفات العاشقین میں درج
ہیں۔ کچھ اشعار جمع النفائس۔ خلاصۃ الاشعار اور مخزن الخزائب میں بھی ہیں۔

مولانا کے قصائد میں بعض نئی باتیں نظر آتی ہیں، بعض اوقات ہر شعر میں
تین چار الفاظ کی تکرار کرتے ہیں لیکن فصاحت و بلاغت میں فرق نہیں آنے
دیتے بلکہ ان کی جدت طبع لطفِ زباں اور اندازِ بیاں میں یکساں لطف ملتا ہے۔
ہندوستان کے شعراء میں حمد و لغت کے قصائد کہنے کی اولیت بھی مولانا

شہاب کو حاصل ہے۔ اب فرج ربی اور سعد سلمان کے کلام میں ایک قصیدہ بھی حمد و نعت کا نہیں ہے۔ مولانا شہاب کے نعتیہ قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں۔

بشرے ملک لطافت تلکیزیں تواضع
چنک بر پاک جسمے چنک بر پاک جانی

گھرے کہ بودہ جالش بہ خزانہ الہی
قرے کہ تافت نورش نہ سپر جودانی

گھرے کہ قیمتی تر ز وجود او نیامد
بہ ولایت عناصر ز محیط آسمانی

ز جال عارض کم رنج آفتاب شرقی
ز قوام تانتش خم نہ سرو بوستانی

پورے قصیدے میں بلاغت بھی ہے اور فصاحت بھی۔ الفاظ کے درجست نے قصیدے میں بڑی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ مولانا کے قصائد میں صوفیانہ رنگ بھی ہے۔ ڈاکٹر اقبال حسین کہتے ہیں کہ اس میں ان کو اولیت حاصل ہے۔ پرنسپل عبد الغنی فرماتے ہیں کہ عربی نے ہندوستان آکر مولانا شہاب کی طرز نگارش اور رجحان کا اتباع کیا لیکن صرف طویل قصائد۔ زور کلام اور طرز ادا کی ہمت میں کچھ موازنہ ہو سکتا ہے بقول پروفیسر محمود شیرانی مولانا شہاب کا اندازِ علمیت۔ سنگلاخ زمین۔ صنعتِ لفظ مالایلم اور دیگر صنائع ہیں یہ رنگ چھٹی اور ساتویں صدی میں مرغوب تھا دسویں صدی میں عربی اور اس کے معاصرین کو کیوں پسند آتا۔

ہندوستانی شعرا میں مولانا شہاب کو یہ اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے قصیدے کو حمد و نعت اور اخلاق و تصوف سے روشناس کر کے ایک نیا رنگ پیدا کر دیا جس کو بعد کے شعرا نے چمکایا۔ ان کے قصیدے موجودہ قصاید کے مطابق نہیں ہیں لیکن جب وہ کہے گئے تھے تو اس عہد کے معاصرین نے ان کو عام طور پر پسند کیا اور ان کی تقلید کی ان کے قصیدے قادر الکلامی۔

لفظی صنایع اور اختراع کے بہترین نمونے ہیں جن کی بنا پر بے شک و شبہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے عہد میں فارسی شاعری پر غیر معمولی طریقے پر اثر انداز

ہوئے اور آج بھی جدت طبع اور بے مثل مہارت کی وجہ سے یاد رکھنے کے قابل ہیں۔
 آپ کا انتقال بدایوں میں ہوا۔ مزار شہر کے جانب مغرب درگاہ حضرت شاہ^۱
 ولایت اور شہر کے درمیان ایک چبوترے پر واقع ہے پائیں کو دوسری قبر آپ
 کے شاگرد خواجہ ضیاء الدین نجفیؒ کی ہے۔

نظام: حضرت محبوب الہی سلطان المناخ سید نظام الدین محمد بدایونیؒ ثم مولوی محمد علیؒ ۱۲۳۳ھ - ۱۳۲۲ھ
 ۶۳۱ - ۷۲۵ھ

حضرت کے اوصاف و کمالات احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کی ذات گرامی
 بدایوں بلکہ روہیلکھنڈ کیلئے سرمایہ افتخار ہے۔ آپ کے دادا سید علی بن عبد اللہ اور نانا
 سید عرب صاحب بن سید محمد بخاری غزنی سے بدایوں تشریف لائے یہ دونوں برادر
 عم زاد تھے۔ بدایوں میں سید علی بخاری صاحب کے صاحبزادے حضرت سید احمد صاحب
 ۱۲۳۲ھ کا عقد سید عرب صاحب کی صاحبزادی سیدہ زلیخا سے ہوا۔ سید علی بخاری اور
 ان کے صاحبزادے سید احمد صاحب کے مزارات برابر برابر ایک چار دیواری میں بلکہ
 تالاب کے کنارے بدایوں میں واقع ہیں۔ یہ چار دیواری اور اس کے اندر مسجد کی عمارت
 حافظ الملک حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے تعمیر کرائی تھی اس درگاہ کے جانب
 جنوب تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی حیرم میں سید عرب کا مزار واقع ہے۔ سید علی بخاری
 اور سید عرب بخاری کے دادا سید حسن بن سید علی بن سید احمد بن سید ابو عبد اللہ بن سیدنا
 امام جعفر ثانی بن سیدنا امام علی نقی علیہ السلام تھے۔

حضرت محبوب الہی کی ولادت باسعادت کے چار سال بعد آپ کے والد
 ماجد نے رحلت فرمائی اور آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ نے

فرمائی۔ ظاہری اخلاص کی وجہ سے کبھی کبھی گھر میں فاقہ کشی ہوتی تو آپ صاحبزادے سے فرماتی تھیں کہ نظام الدین آج ہم خدا کے مہمان ہیں۔ بدایوں میں آپ نے علم ظاہری مولانا سید علاء الدین اصولی بن سید شرف الدین اعلیٰ نقوی قبائی بدایونی تقریباً ۱۲۴۵ھ سے حاصل کیا۔ دستار بندی کے لیے ایک پگڑی آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے ہاتھ سے سوت کات کر بنائی تھی وہ پگڑی شیخ جلال الدین تبریزی ۱۲۰۲ھ کے مرید شیخ علی مولا قطب بدایونی نے اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر باندھی تھی اور دعا کی تھی کہ اللہ تمہیں علمائے دین میں کرے ۱۲۵۲ھ میں آپ کی والدہ ماجدہ تعلیم کی غرض سے آپ کو دہلی لے گئیں۔ وہاں مدرسہ گھر سے بہت دور تھا اس لیے والدہ ماجدہ نے ہدایت کردی کہ ہر ماہ کی یکم کو مجھے ملنے آحایا کرو آخری بار جب آپ حاضر خدمت ہوئے تو والدہ ماجدہ سخت بیمار تھیں سلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ آئندہ ہم اس دنیا میں نہ ہوں گے یہ سن کر صاحبزادہ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ اماں جان آپ کے بعد اس غربت میں میرا کون سے والدہ ماجدہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میرے اس یتیم بچے کی سرپرستی کر اور اس کو وہ مرتبہ عطا فرما کہ قیامت تک اس کا نام زندہ رہے۔

دہلی میں حضرت محبوب الہیؑ نے خواجہ شمس خوازجیؒ اور علامہ کمال الدینؒ سے علم عربی پڑھا۔ شیخ برہان الدین الوائیزؒ ۱۲۸۸ھ شاگردِ امام ربیع الدینؒ صغانیؒ ۱۲۵۲ھ اور امام برہان الدین مرغینانیؒ ۱۱۱۶ھ مولف ہدایہ کے شاگرد تھے۔

دہلی سے آپ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر قدس سرہ ۱۲۶۵ھ کی
 میں پاک پٹن شریف میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے حضرت شیخ الاسلام نے
 سے فرماتے ہی خلافت و حرۃ سے سرزاز فرمایا اور اپنا جانشین مقرر فرما کر بزرگوں
 ساری نعمتیں عطا فرمادیں۔ اپنا لباس خاص اپنے دست مبارک پہنایا اور
 ملی جس پر آپ بیٹھتے تھے عنایت فرمائی اور دہلی کو رخصت کیا۔ وہاں آپ کو
 عام ملا۔ آپ بادشاہوں اور امرا کی محبت پسند نہ فرماتے تھے سلطان مغرب
 بن مبارک اور سلطان غیاث الدین تغلق نے آپ سے عداوت مولیٰ اور نقصان
 یا۔ سلطان علاء الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق آپ سے اعتقاد رکھتے تھے۔
 سلطان فیروز خلجی صغیر سن میں سلام کو حاضر ہوا اس کے لیے آپ نے دعا فرمائی
 نے اپنے خلفا کو بنگال۔ دکن۔ گجرات اور دوسرے دور دراز مقامات میں متبعین
 ہوں نے اسلام کی بڑی تبلیغ کی ان خلفا کی فہرست کافی طویل ہے۔

حضرت محبوب الہی کو شعر و ادب سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ نہایت بلند ادبی ذوق
 تھے آپ کے دامن فیض سے امیر خسروؒ اور حسن سنجریؒ جیسے با کمال شعرا وابستہ
 ۔ انہوں نے شعر و سخن میں جو شہرت حاصل کی وہ آپ ہی کا مبعداں تھا۔ آپ نے
 شاعری سے روکا نہیں بلکہ ان کی رہنمائی فرمائی۔ سیر الاولیاء کے مطابق آپ نے
 خسروؒ کو مشورہ دیا کہ اصغہا بنوں کی طرز میں شعر کہا کر و تا کہ کلام عشق انگیز
 س حکم نے ان کے کلام کو سوز باطنی سے معمور کر دیا۔ بعض روایتوں سے یہ
 ہے کہ خسروؒ کے کلام میں آپ کے لعاب دہن سے تاثیر پیدا ہوئی خسروؒ نے لکھا
 کہ یہ تمام مضامین جو میں نے نظم کئے ہیں مخدوم کی توجہ اور دعا کا نتیجہ ہیں آپ

نے میری تربیت فرمائی ہے۔ منہرجہ ذیل رباعی میں آپ نے خسرو کی شاعرانہ عظمت کی تعریف کی ہے۔

خسرو کہ در نظم و نثر شش کم خاست ملکیت ملک سخن آں خسرو راست
 ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست زیرا کہ خدائے مانا ناصر خسرو ماست
 اگرچہ آپ اعلیٰ پایہ کا ذوق سخن رکھتے تھے لیکن شاعری سے اس لیے اجتناب فرماتے تھے کہ آپ کے نزدیک قرآن مجید کی تلاوت شعر گوئی سے بہتر تھی۔ لیکن کبھی ذوق و شوق کے عالم میں شعر کہتے تھے۔ تذکرہ نثر عشق مخطوط رام پور میں آپ کا یہ قطع موجود ہے۔

از تو نتواند بریدن کس بہ آسانی مرا گرمی داند کسے آخر تو میلانی مرا
 گر بہ رنجانی نہ رنجم زانکہ بخت رحمت جانی و آرام جاں اندم کہ رنجانی مرا
 افضل الفوائد میں امیر خسرو نے آپ کی یہ رباعی تحریر کی ہے۔
 گر عشق بنودے در غم عشق بنودے چندیں سخن لغز کہ گھٹے کہ شودے
 گر یار بنودے بر زلفتی کہ رہودے رخسارہ معنوق بہ عاشق کہ ہووے
 آپ کی ایک لغت جس کا درجہ ذیل مطلع بہت مشہور ہے سوز و گداز اور پاکیزگی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔

صبا بہ سوسے مدینہ روکن ایس دلاؤ سلام خواں بہ گرد شاہِ رسل بگرد و بصد تفرع عیام خواں
 ایک مرتبہ امیر حسن نے ایک شعر پڑھا آپ نے ایک اور شعر کا اضافہ فرما کر رباعی مکمل کر دی۔

دنیا طلبی جہاں بہ کلمت بادا واں جیفہ مردار بہ دامت بادا
 گفتم کہ نزد من حرام است سماع گر بر تو حرام است حرمت بادا

آپ فرماتے تھے کہ وہ شجرہٴ قمر - حشواورہم کہتے ہیں ان کی بیروی گمراہ کن ہے ورنہ حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ نے بھی اشعار کہے ہیں۔

آپ نے حضرت علیؑ کی منقبت میں جو غزل کہی تھی اسکے چند شعر یہ ہیں۔

امامت را کہ شاید کہ شاہ اولیا باشد	بہ زہد و عفت و دانش مثال اینیا باشد
امام حق کہے باشد کہ اندر جملہ قرآن	سہر آیت کہ بر خوالی دریاں حمد و ثناء باشد
امام حق کہے باشد کہ یزداں بست عقد او	بود خیر النساء زہد و خیر مصطفیٰؐ باشد
امام حق کہے باشد کہ با ابناء و باز ہر	بنی رافضی کہ نفسی بہ نہر آبیک روا باشد
امام حق کہے باشد کہ از رائے منیر او	زمعرب شمس برگرد کہ تا قفس ابد باشد
امام حق کہے باشد کہ داد اورا بنی دحضر	خدا ہم دلدل و خیر کہ او خیر کشا باشد

آپ کی غزلیات کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

وقت آں آمد کہ دلی از ہر دو عالم برکتیم	ایں جہاں و آں جہاں را دہم و رسم و نرم
مرغ بارخ قدیم با قدسیاں بورہ بسے	چند گاہے شد کہ ہست ایں فرش خالی مکتم
ہر ساعتی بہ دیدن دلدار می روم	ہر صبح دم بہ جانب گلزار می روم
پرسند دوستاں کہ گنجائی روی نظام	گویم کہ عاشقم بہ دریای می روم
رباعی: زان روز کہ بنو تو خواند مرا	بر مرد کہ دیدہ نشاند مرا
لطف علت عنایتی فرمود است	ورنہ چہ کنم چہ داند مرا

نخستی بدایونی؛ خواجہ ضیاء الدین نخستی ثم بدایونی م ۱۳۵۰ھ

آپ فتنہ آتار کی وجہ سے ہندوستان آئے اور بدایونی میں سکونت اختیار کی مولف

مذکورہ اوصافیں کہتے ہیں کہ جب آپ بدایوں آئے تو پڑوس میں ڈھول کی آواز سنا دی
معلوم کی تو بتایا گیا کہ صاحب خانہ کی ساگرہ کی وجہ سے لوگ خوشی منا رہے ہیں آپ
نے فرمایا کہ یہ اچھی جگہ ہے یہاں کے لوگ عمر کم ہونے پر خوش ہوتے ہیں یہاں سے
نہ جانا چاہیے۔

آپ نے اپنے وطن کی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اس لیے آسائش کی
زندگی پسند نہیں کرتے تھے ایک گوشے میں مقیم تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ
آنکہ دیرانی جہاں دیدار است حشت برحت پیچگونہ ہند
آپ نے تمام عمر عسرت میں بسر کی فقر و فاقہ میں خوش اور امرا و سلاطین سے
بے تعلق رہتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ امیروں کے گھر کا طواف کرتے ہیں یہ ان
فیروں کی شقاوت کی نشانی ہے۔

نخستی ہاں بہ فقر خوش می باش گرجہ کس در غنا باید خوش
فقر آں جنال خوش اندر فقر کہ کسے در غنا نہ باید خوش
آپ کی رگ رگ میں عشق حقیقی سمایا ہوا تھا نخستی مست بارہ عشق است
آپ زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے آپ کے اشعار میں عشق حقیقی
کی تیش موجود ہے۔

نخستی عشق نہ ہے ست عجب شدنش کس بیاں چہ باید کرد
اجار لاخیار سیر الدولیا۔ معارج الودیت اور خزینۃ الامم میں آپ
کو شیخ فرید الدین غوریؒ ناگوری بن شیخ عزیز الدین علی ناگوریؒ کے شاگرد
میر الدین سولی ناگوریؒ کا خلیفہ بتایا گیا ہے۔

فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر

حضرت نخشی کو قرآن و حدیث پر گہری نظر تھی۔ مشائخ کی تصانیف پر عبور تھا آپ نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ آیات قرآنی۔ احادیث اور اقوال مشائخ نقل کئے ہیں۔ سنگ سلوک اس اعتبار سے بہت اہم ہے۔ آپ کو عربی و فارسی پر قدرت تھی سنسکرت اور سریانی سے بھی واقف تھے اور علم موسیقی سے بھی آگاہ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) طوطی نامہ؛ مولف ۱۳۲۵ھ میں ۵۲ حکایات ہیں اس میں افسانے کے پیرائے میں آداب معاشرت کی شرح ہے۔ یہ سنسکرت کی مشہور کتاب شکستہ ہی کا ترجمہ ہے اس میں انہوں نے سنسکرت کی روح کو فارسی کے قالب میں ڈھال دیا ہے اور اپنے موزوں قطعات اور رنگین اشعار سے اس میں حد درجہ دلآویزی پیدا کر دی ہے۔ ابوالفضل نے عیار دانش میں ضیائے نخشی کے طوطی نامہ کو اور زیادہ سہل بنا دیا۔ ۱۶۳۵ء عہد جہانگیر میں غلامی نے لصف ہندی اور لصف فارسی میں نظم کیا ہے جس میں بی بی نے نگالی میں اور ترکی میں عبداللہ آفندی نے منقول کیا۔ حمید لاہوری نے اسے نظم

نٹ بوٹ صفحہ سابقہ

۱۷ اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے وہ اپنے والد ماجد شیخ حمید الدین سوائی ناگوری کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے شیخ فرید الدین کو جد بزرگوار نے بھی خرقہ عطا کیا تھا اور دعا دی تھی۔ شیخ فرید الدین نے اپنے جد بزرگوار کے ملفوظات سرالصدور میں تحریر فرمائے ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار شیخ حمید الدین سوائی ناگوری کو حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمری ۷۲۳ھ سے خلافت اور خطاب سلطان النارکین ملا تھا۔

یا نجفی کی تصانیف سے یورپ اٹھارویں صدی میں متعارف ہوا۔ ۱۷۹۲ء کو اس نے
 غلطی نامہ کی بارہ کہانیوں کا انگریزی میں ترجمہ ہوا محمد قادری کے خلاصہ طوطی نامہ کو
 ۱۸۴۲ء میں جرمن زبان میں شائع کیا گیا اس پر دلچسپ مقدمہ لکھا گیا اور نجفی کی
 تصانیف پر بحث کی گئی۔

(۲) سلک سلوک : شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو مولانا نجفی کی تصانیف میں
 سلک سلوک سب سے زیادہ پسند تھی وہ فرماتے ہیں کہ سلک سلوک "نجات کتاب
 ترین و رگین است۔ بہ زبان لطیف و موثر مشتمل بر حکایات شائخ و کلمات ایشان"
 سلک سلوک تصوف کے اعلیٰ مضامین کا دلکش نمونہ ہے۔

نجفی گرجہ مرید و رویش است ایک زیں گو نہ ملک با دارد
 گر تو نگر بخوانمش شاید اینک از درج سلک با دارد
 اس سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی ادب نجفی کی گہری نظر تھی۔ انہوں نے سلک سلوک
 میں مشائخ کے واقعات کثرت سے بیان کئے ہیں۔ سلک سلوک سے آپ کے محرر علی کا پتہ
 چلتا ہے۔ شیخ ابوبکر مومنے تاب شاہ ولایت بدایونی سے آپ کے تعلقات تھے آپ
 مرض وفات میں ان کی عیادت کو گئے تھے حضرت محمود گاہی سے بھی آپ ہمت متاثر تھے

(۳) جزویات کلیات ۱۳۲۹ھ

معارج الولایت میں اس کو مولانا نجفی کی تصانیف میں پہلا درجہ دیا ہے اس
 میں آپ نے انسان کے اعضاء پر تصوف کے رنگ میں بحث کی ہے۔

(۴) شرح دعائے سریانی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے زیور کی ایک سورت کو عربی میں نظم کیا تھا مولانا نجفی نے اسکی شرح لکھی ہے عربی کے ۳ ستر ہیں جنکی شرح چوتن صفحات میں کی گئی ہے۔

(۵) گلرین

یہ ایک دلچسپ افسانہ ہے۔ یہ کتاب ایشیا ٹیک سوسائٹی نکال سے شائع ہو چکی ہے۔ اس میں مولانا نجفی نے معنی عبارت کا کمال دکھایا ہے۔ یہ افسانہ مولانا نجفی کے تخیل کی پیداوار ہے نمونہ یہ ہے گویندہ اس فسانہ و ساندہ اس ترانہ نشانہ ابن نشانہ تنجینی چین گوید، یہ کتاب ابتدائی زمانے کی کاوش معلوم ہوتی ہے اس میں بعض جگہ وطن کی جدائی کا بھی ذکر ہے۔

(۶) روائت النسا

ترجمہ کوک شاستر اس کا ایک تدیم نسخہ کوپن ہیگن میں ہے۔

چہل ناموس

اس کتاب سے مولانا کے علم طب کی واقفیت کا پتہ چلتا ہے اس کتاب میں آپ نے دنیا کی مذمت اس طرح کی ہے۔

اے کہ دریں گنبدِ گراں خوشی طرفہ کسے تو کہ بہ زنداں خوشی
ہر کہ دریں مرحلہ منزل کند آنکہ بود بادلِ بیدل کند
ہر کہ ازیں منزلِ خاک کی بود حیف عجب گر بہ پاکی بود
اس میں لغت اس طرح فرماتی ہے۔

علوی و عالی و معالی بہ جسم احمد و محمود و محمد بہ اسم
را دگوہی بہ خدائی حق رحمتِ عالم بہ گواہی حق
ذاتِ تو بس راحتِ جاں آمدہ پیش از آدم بہ جہاں آمدہ
نخبی از غاشیہ دارانِ اوست بندہ او بندہ یارانِ اوست
چہل ناموس میں چالیس ناموس انسان کے تمام اعضا کے بیان میں
لکھے ہیں چہل ناموس اور سلوک تقویٰ سے متعلق ہیں

(۸) عشرہ مبشرہ

(۹) شرح فالِ الطلین تجدی

مولانا نخبی نے اپنی تصانیف کے شروع میں مدیجِ رسول لکھی ہے جس سے ان
کے عشقِ رسول کا پتہ چلتا ہے نمونہ یہ ہے۔
یامے دارم دس خوش پیامے کہ خواہ برداز مایک سلامے
بہ سوئے روضۂ پاکِ رسولے کہ بے او عرش را بنود قبولے
بہ مدیجِ محمدرِ عالم محمد آنکہ شد مقصودِ عالم
جہاں را راہِ حق بنمودہ او مکان و لامکان پیمودہ او

ضیائے نبیؐ باشد غلامش جہاں زد سکہ شایہ بامش
مولانا نجفی کے قطعات کو بڑی شہرت حاصل ہے چند نمونے درج ذیل ہیں۔
نے نکتہ عشق را دیباں دانند نے علتِ شوق را طیبیاں دانند
ازدہ غری بہ کسے تو ان گفت در دیست غری کہ غریباں دانند
نجفی با خوشی چہ کار ترا سینہ محروماں فگار بود
دم خوشی بیچ وقت زیادد ہر کہ چوں تو گناہ کار بود
آپ بدایوں کے استاد الاساذہ شیخ شہاب الدین مہرہ بدایوںی کے
شاگرد رہے تھے بدایوں میں استاد و شاگرد کے مزارات ایک ہی جوترے پر واقع
ہیں۔

(۵) ناصحی جمال خاں ۱۵۷۹ھ ابن شیخ منکن ابن شیخ محمد ابن شیخ لاڈل
ابن شیخ کمال الدین فرشوری ابن نور الدین ابن شیخ مصطفیٰ ابن شیخ علی اکبر ابن شیخ
علاء الدین ابن شیخ احمد ثانی ابن شیخ محمد ابن شیخ شمس الدین ثانی ابن شیخ ابوالنظر
ابن شیخ احمد ابن شیخ اسماعیل ابن شیخ علاء الدین بن شمس الدین ابن شیخ علی سبزواری ابن شیخ نجیب
ابن شیخ محمد ابن شیخ قاسم ابن شیخ محمد ابن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ فرشوری
صدیقی خاندان سے تعلق تھا یہ خاندان اولاً بلگرام میں مقیم تھا وہاں سے بدایوں آیا
بلگرام میں اس خاندان کے افراد اب بھی موجود ہیں۔
جمال خاں ناصحی ادرائے عظام سے تھے جوالی میں عید قرباں کے روز منجیل میں
خاں طہانگی ہجری میں وفات پائی تجلیتِ منعم میں تاریخِ وفات یہ لکھی ہے۔

سہ آہ از جلالی و زیب جال خاں " لیکن اس کے اعداد و صفات سے مطالبی
ہیں جو تھیں شاید کوئی کتابت کی غلطی ہو۔

نمونہ کلام یہ ہے۔
 بشو این نیکہ سنجیدہ ز پروردگار عشق
 کہ نہ اربندہ بے عشق بود بندہ عشق
 ہر سلیمانے کہ خود را کم تر از نور سدید
 عاقبت بر بار خفت و سلیمانی گشت
 یارنج از متع حضرت امام مکرر گشت
 مرا بہ مکرر دانت جو نیمہ دل نگاشت
 (تجلیات سخن)

(۶) نظمیں تبریزی ثم بدایونی ۱۵۶۲ء ۹۶۹ء
 دور اکبری کے ایک شاعر تھے جن

ایقام دیول میں تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔
 رخ جھائے یار کہ بر سینه من است
 دغش محواں کہ مونس در سینه من است
 (تجلیات سخن)

شیخ شمس الدین جھوار خاں صدیقی بدایونی ۱۵۶۲ء بن شیخ
 شیخ آدم بنگی بن شیخ سجان بن شیخ فرید الدین بن حافظ شمس الدین
 یعقوب بن شیخ عبداللہ ثانی بکی وار دہنم علی الدین بن شیخ عبدالرحمن ثانی
 بن عبید اللہ بن شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرحمن بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
 جھوار خاں دود مغلیہ کے امرا نے ذوی الاحترام میں تھے۔ یہ شہنشاہ اکبر
 جھوار خاں کا خطاب اور علم و نقارہ دے کر سر ہند کا تاج مقرر کیا تھا۔ آخر

ترکِ روزگار کر کے زہد و عبادت میں مصروف ہوئے۔ چند مواضع جاگیر ہیں مجھے
شاعری میں اپنے دور کے ملک الشعراء تھے۔ عبدالرحیم خانخاناں کی مدح میں ایک قصیدہ
کہا تھا اس کے مندرجہ ذیل شعر پر خانخاناں نے ایک لاکھ ٹنکہ انعام میں دے
تھے

چوں ہر طرف نیکین شمشادِ فرویاب بس کا رخا تمش بہ زمین و دلِ ناب
ان کے کمالِ شاعری کا نمونہ یہ شعر ہے

درویر و کعبہ جنبہ تو مائل بنودہ ام ہر جا کہ بودہ ام ز تو غافل بنودہ ام
ملا عبد القادر قادری بدایونی نے اہل وطن کے نام جو منظوم سلام بھیجا تھا اس
میں جھجار خاں کو برے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جھجار خاں کی
وجہ سے ملا صاحب پر متابِ ستابی نازل ہوا تھا۔

جھجار خاں کے انتقال کی تاریخ یہ ہے "علم از علما رفتہ" سرائے میراں بدایلوں
سلطان علاء الدین کے مقررے کے قریب اپنے تعمیر کردہ مقبرے میں اپنے والد کے
برابر دفن ہوئے۔ ان کا خاندان بدایلوں میں خاندانِ متولیان کے نام سے موسوم ہے
(تجلیاتِ سخن - عمدۃ التحقیق)

قادری بدایونی

ملا عبد القادر فاروقی قادری بدایونی ۱۵۴۰ھ - ۱۵۹۵ھ کے والد
ملوک شاہ ۱۵۶۲ھ سید عبداللہ عرف شیخ پنجو سبھلی ۱۵۶۱ھ - ۱۵۶۹ھ کے مرید تھے
حاشیہ اگلے صفحہ پر

اپنے والد کی تاریخ وفات ملا صاحب "جہاں فضل" سے نکالی تھی۔ ملا صاحب اپنے نانا محمد
اشرف ۱۹۷۰ھ ۱۵۶۳ء سے تحصیل علم کیا تھا اس کے بعد میاں حاتم سنبھلی سے ۱۹۶۰ھ اور
۱۵۵۳ء میں فقہ کے چند سبق پڑھے اور قصیدہ برزہ شریف کی اجارت حاصل کی۔
ان کے علاوہ شیخ مبارک ناگوری سے علوم رسمی اور محمد عبداللہ عارف باللہ بدایونی

حاشیہ صفحہ سابقہ

سید عبداللہ عرف شیخ پنجو سنبھلی ۱۳۶۱ھ - ۱۵۶۱ھ بن سید عثمان بن سید عطاء اللہ بن
سید میراں بن خواجہ سید خطیر ثانی بن سید محمود بن سید عثمان بن سید مودود بن خواجہ بہتید
عظیم وزیر جلال الدین خلجی بن سید اسد اللہ بن سید عبداللہ بن خواجہ سیہ قطب الدین مودود
جنتی شیخ پنجو سنبھلی نے مولانا عزیز اللہ قلبی ۱۵۲۶ھ شاگرد شیخ عبداللہ یزدی شاگرد شیخ عبداللہ
یزدی شاگرد شیخ جلال الدین دوانی ۱۵۱۵ھ سے ۱۵۱۶ھ سنبھلی میں علم کی تحصیل کی پھر دہلی جا کر شیخ علاؤ الدین
زندہ پسر ۱۴۸۸ھ ۱۵۳۱ھ بن شیخ نور الدین بن شیخ تاج الدین محمد بن شیخ عبدالصمد بن شیخ منور بن شیخ
فضیل بن شیخ سلیمان بن شیخ محمد بن شیخ بدر الدین سلیمان بن شیخ الاسلام بابا فرید الدین
گنج شکر قدس سرہ کے مرید ہوئے دہلی سے واپس ہو کر عرصے تک صحرائی نشینی فرما کر سنبھلی میں
قیام وہیں وفات پائی۔

میاں حاتم سنبھلی ۱۶۶۸ھ ۱۵۹۱ھ شیخ عزیز اللہ قلبی ۱۶۳۲ھ ۱۵۲۵ھ کے شاگرد اور شیخ علاء الدین
زندہ پسر فریدی فاروقی احمدی ثم دہلوی ۱۶۲۸ھ ۱۵۵۱ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے چالیس سال
سنبھلی میں درس دیا آپ کے تلامذہ میں سید محمد میر عدل امر وہی ملا عبدالقادر بدایونی اور دیگر
شاہر تھے۔ مزار سنبھلی میں ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سے 'افقہ' اور علم کلام کی تحصیل کی۔ ۱۵۷۲ء میں حکیم عین الملک شیرازی کی معرفت
 ملازمت شاپی حاصل کی لیکن گمراہوں کی صحبت سے بد دل ہو کر ملازمت سے کنارہ کش
 ہو گئے آپ نے بادشاہ کے حکم پر بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ اتر دیدہ بہا بھارت
 (نام ترجمہ رزم نامہ) و درامان کے ترجمے کئے۔ انتخاب جامع رشیدی معجم البدال اور
 بحر الاسمار کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ تاریخ کشمیر کا دوبارہ ترجمہ کیا۔ آپ کی
 تصانیف میں نجات الرشید تصوف میں اور منتخب التواریخ یادگار ہیں۔ منتخب
 التواریخ آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اپنے زمانے کے مشائخ شیخ جلال الدین
 تھانیسیؒ ۱۵۸۹ء خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ ۱۵۳۸ء و شیخ سلیم حجتی متح پوری
 ۱۵۷۰ء و شیخ برہان کالپیویؒ ۱۵۶۰ء و شیخ نظام نارنولیؒ ۱۵۹۹ء و شیخ ابوالفتح تھانیسی
 ۱۵۶۰ء و شیخ نظام الدین امیٹھویؒ ۱۵۷۰ء شاہ سید داؤد قادری جھنی وال
 ۱۵۷۰ء و شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۱۵۶۳ء سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ منتخب
 التواریخ میں بادشاہ اور اسکے امرا پر آپ نے سخت تنقید کی ہے۔ اس کی
 وجہ سے گرفتاری کا حکم صادر ہوا لیکن آپ ملک چھوڑ کر توران چلے گئے۔ سلسلہ
 ادریہ میں آپ شاہ داؤد جھنی وال کے مرید تھے انتقال بدایوں میں ہوا اور موضع
 لطاپور میں ایک باغ میں پختہ حوترے پر مزار ہے۔ سال وفات ۱۵۹۵ء ہے

۳۳ شیخ عبداللہ عارف باللہ بدایونیؒ ۱۶۲۴ء کم سنی میں مسلمان ہوئے
 مذہم شیخ ضعی خیر آبادیؒ ۱۵۳۸ء کے مرید و خلیفہ اور میراں سید جلال و الشہید بدایونی تلمیذ
 شیخ عبداللہ تلمیذ ۱۵۱۶ء مولانا سید رفیع الدین محدث اکبرؒ ۱۵۴۴ء کے تلامذہ تھے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم نے اپنی کتاب علما اہل پاکستان میں لکھا ہے کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے فیضی اور ابوالفضل کے کہنے میں اگر مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری اور صدر الصدور عبدالنبی گنگوہی کی مخالفت کی اور ان کو دربار اکبری سے نکلوا دیا اسکے بعد فیضی اور ابوالفضل کے لیے میدان صاف ہو گیا اور انہوں نے دین الہی کا فتنہ اٹھایا۔ ان کے باپ شیخ مبارک نے ایک محفزیار کیا جس میں بادشاہ کو دین کے معاملات میں پورے اختیارات دیدئے گئے۔ ملا صاحب دربار میں تنہا تھے وہ فیضی اور ابوالفضل کا مقابلہ نہ کر سکے اور شاہی ملازمت سے کنارہ کش ہو گئے مخالف گروہ کو پوری آزادی مل گئی انہوں نے بادشاہ سے ہر غلط کام کرایا اور کوئی ان کو روکنے کو کئے والا نہ رہا۔

ملا صاحب شاعر باکمال بھی تھے ان کی شاعری کے نمونے ملاحظہ ہوں۔
 تاریخ وفتا سر دفتر افاضلِ دواں ملوک شاہ
 آں بحر علم و معدن احسان و ان فضل
 تاریخِ سالِ کوشے آمد جہانِ فضل
 چوں بود در زلزلہ جہانِ فضل ازاں

۹۶۹ھ

تاریخ عقیدت چوں مرا از عنایت ازلی
 خود غفلت تاریخِ بکتختائی را
 اتصالی بہ ماہ چہرے شد
 گفت ماہِ قون ہرے شد

۹۷۵ھ

تاریخ تکمیل شکر اللہ کہ با تمام رسید
 انتخاب التواریخ سالِ تاریخِ زدل جستم گفت
 منتخب از کرم ربانی
 انتخابی کہ ندارد ثانی

۱۰۵۴ - ۵۰ = ۱۰۰۴ھ

رباعی | در دل ہوں گناہ و بربلب توبہ
در صحت ہے خوری و در تب توبہ
ہر روز شکستہ ای ہر شب توبہ
زین توبہ نادر است یارب توبہ

از یکہ شکستہ و بہ ستم توبہ
فریاد ہی کند ز دستم توبہ
دیر و ز بہ توبہ می شکستہ ساعر
افروزہ ساعرے شکستہ توبہ
زا ہر نہ کند توبہ کہ بہاری تو
عزق گناہیم کہ غفاری تو
اوقہارت خواند من غفارت
یارب بہ کلام نام خوش داری تو

مرثیہ برادر خود شیخ محمد | یار ایں روز چہ روزے است کہ اتا دہرا
بچکس نیست کہ فریاد من اور نہ رسید
ایں چہ جانگاہ بلالے است کہ روداد مرا
نہ سہیج کے یک بہ نہ یاد مرا
ماہ شادی د امید و لم رفت بخاک
بعد ایں دل چہ لود شاد مرا
گرچہ بنیاد من از صیر قوی بود و لے
سپیل غم آمد و انداخت زینا دہرا

خطابہ انبیاء و اولاد | اے صبا از من سیراہل بلا و ن اسلام
چون ستال باخ آمد ز ادبوم پاک من
دوستان صادق و پکینہ دشمن را اسلام
ہر شجر ہر شاخ گل ہر خار گلشن را اسلام
روئے قاضی را نگر ہم چوں گہر باران زدہ
آں و بنگ بے حیا آن قاز گردن را اسلام
ہر زہ گوزہ سرا ہجرا خال پالان نشین
بے حیاء پرو غل پر کین دپر فن را اسلام

غزلیت | سر چہرہ خضر است دہانے کہ تو داری
ملا صاحب کی تاریخ وفات حسین قلی خاں شیفۃ
ماہے است دران چشمہ زلنے کہ تو داری
شفیۃ صفہائی نے یہ بھی تھی

شاعر خوش کلام و خوش گفتار
از سہرا شک شیفۃ آورد
زین جہاں چونکہ ارتحال نمود
قادی آہ انتقال نمود

مہدی بدایونی

نوابہ الرحمہ اللہ تعالیٰ معاصر ملا عبد القادر بدایونی - دہلی میں حکیم میں الملک شیرازی کے ملازم تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

صد آرزو بہ دل گرہ از تابا مئے تست دل نیست در برم گو آرزوئے تست
میر عبد الباقی مودودی سہوانی، علامہ سراج الدین علی خاں آرزو اپنے تذکرہ مجمع النفائس
مہبائی میں لکھتے ہیں کہ جناب مہبائی کا تعلق دور شاہ جہانی سے تھا۔ انہوں نے اکثر
ملک ذیب عالم کی تعریف میں قصائد لکھے ہیں آپ میر بنشی اور خوشنویس تھے۔ شیدائے جو
زامنات حاجی محمد جان قدسی کے کلام پر کئے تھے ان کے جواب جناب مہبائی نے نظم میں
بئے تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے

ہزار مرتبہ بخشیدہ جرم من کرم	دلیر ساختہ عفو تو برگزینہ مرا
خودست و غمزدہ و چشم از غمار دست	یک تالوار چہ چارہ کند با سر چارست
از کو چوئے نابہ دمیکدہ راہ است	برد عوی من مطرب دساقی دو گواہ است

(مجمع النفائس - ص ۱۸۸)

وہی سہوانی بدایونی | لالہ ہر سہائے سیکندہ ۱۵۸۰ء خلف لالہ لال رائے ساکن سہوان ضلع بدایوں
پ نے نواب نجیب الدولہ کے لڑکے کی شادی میں ایک قصیدہ ایک سو بیس شعر کا لکھا تھا جس میں
شعر کے اعداد سے تاریخ نکلتی تھی۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

میخوارہ نابہ تو بہ عصیاں چہ حاجت است	زہر و ریابہ مشرب و نڈال چہ حاجت است
دہی چو شمع شہرہ نڈال کشتہ خلق	من کے دریں معاملہ تقصیر می کنم

(تجلیات سخن - لطیف تسلیم)

بیدار شام محمدی بیدار فریدی فالو قی جتنی بدالونی تم دہلوی ^{۱۳۴۹}

مرید و خلیفہ حضرت مولانا محمد الدین چشتی نظامی دہلوی ^{۱۳۴۹} سے ملا آپ فارسی اور اردو
دو زبانوں میں صاحبِ دیوان تھے۔ فارسی میں مر تقی علی خان فراق دہلوی اور اردو
میں شاہ ظہیر الدین خاتم دہلوی ^{۱۳۴۹} سے ملائے شاعر تھے آپ کا خاندانی شاعر
تفصیلی حالات آرزو شعراء کے ذیل میں بیان کئے جائیں گے۔ یہاں فارسی کلام پیش کیا جاتا ہے۔

دائیں رشک گلستان شدہ است

ساکن کوچہ جانان شدہ است

از تو بیار آرزو دارد

چو آفتاب درخشندہ داغ دل دلم

بہ نذر عشق و درداں چراغ دل دارم

عشق بخشد بہ من خلعت رسوائی را

داغ تو چراغ محفل ما

بیدار پیرس منزل ما

قرآن رخت پناہ دل ما

ہم غیش و نشاد و شادمانی ہر اوست

والی ہر اوست و در تہائی ہر اوست

بر چہرہ مقصود نفا ہے شدہ است

بے تو چہم آبر بہاراں شدہ است

آرزو گار نیست کہ بیدار چوسن

مدد نہاں شہید کردی باز

بہ کلام نہ بود احتیاج شمع و چراغ

درون قبر بہ تار یکیم چہ ہم بیدار

دیدہ ما بچکی شور و جہنم بیدار

آنے درد و ذراعت دل ما

سرگشتہ بستان گزرد با دیم

ایر و غے توقفہ گاہ دل من

بیماری و رنج و ناتوانی ہر اوست

رباعی آرزو کن و مشکل بغیر او دیگر نیست

ہستی تو در میان حجابے شدہ است

فراق، مر تقی علی دہلوی شاہی توپخانہ دہلی میں ملازم تھے مرشد آباد میں سرکاری داجات کی عدم ادائیگی پر قید
میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام اردو۔ اسیر دل کی قسم تجھ کو مہیا ہے کہ کہ کشن میں۔ کوئی ان ہم نواؤں سے ہیں بھی یاد کرتا ہے

برخورد بر برده عنایت گردد ۱۳۳ پنهان در در زره آفتاب شده است

بخت و شراب خنده می کردم نه سر بلندی و نه ایستی می کردم

بیاخته کشیدم باده من را ویدم برستم ز بار و بست پستی گردیدم

خلعت حساب و طاعت خصال محمد الدین خلعت حساب و طاعت خصال محمد الدین

سزای کردم در آید آفتاب حسین بر بخش علم و عمل کم گشت نیست فقر

منظر علم علی و دارش انا عشر جانب اعلا علیین چون کرده سفر

جنت از وقت وصال در کوشش چو در بانه بود آید نه و بست و صدام از صفر

نواید الونی ۱۱۵ (۸۱۵)

طولی هند مولوی ظهور الدخان مخاطب به خوش فکر خاں ۱۸۳۳ هجری

ولانا شاه و لیل الله قادری و خلیفه اواب محمد سید خاں تادری دهلوی خلیف حضرت

سید حسن رسول نما دهلوی قدس سره بن محمد منیر بن لطف الدین عبد الرشید

بن عبد المجید بن قاضی فیض بخش قاضی جلال آبا و ضلع شاه جهانپور بن محمد اسلم

بن ابوالقاسم بن عبد الملک بن عبد اللطیف بن عبد العزیز بن عبد الحلیم بن قاضی

عبد الوهاب بن قاضی فضل الله بن قاضی دانیال بن قاضی عبد اللطیف قاضی بدایوں بن

صدر العلماء قاضی صدر الدین قاضی بدایوں عهد بلبن (داماد و جانشین قاضی سعد الدین

شمالی غوث قاضی سدا بے گواه) بن فخر العلماء مولانا حمید الدین گنوری بن شیخ

برالدین بن شیخ شرف الدین حاکم سبزواری بن شیخ احمد حاکم سبزواری بن شیخ عثمان حاکم
سبزواری بن شیخ عمر بن شیخ محمود حاکم سبزواری بن شیخ علی مدنی ثم سبزواری بن شیخ محمد
بن شیخ قاسم بن شیخ محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نواسکے والد مولوی دلیل اللہ جامع علوم عقلی و نقلی تھے۔ تصوف میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے
تھے۔ سلسلہ قادریہ میں نواب محمد سید خاں دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے وہ دہلی کے مشہور
بزرگ حضرت سید حسن رسول تمام رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مولوی دلیل اللہ کا
سلسلہ بیعت بھی جاری ہے۔ اس سلسلے سے مولوی ولد ار علی مذاق بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
بھی وابستہ تھے۔

نوا شاعری میں بقاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ خواجہ میر درد
رحمۃ اللہ علیہ اور شہداء رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے نوا اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں
صاحب دیوان تھے۔ ابتدا میں شہزادہ مرزا جاں بخت رحمۃ اللہ علیہ ابن شاہ عالم بادشاہ
رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلوں میں تھے۔ شہزادہ موصوف نے نوا کو خوش نگر خاں کا خطاب
دیا تھا۔ شہزادے کی رفاقت میں کچھ عرصہ آرام سے گزرا پھر لکھنؤ میں عہدہ آصف الدولہ
۱۸۵۷ء میں عزت و توقیر سے برسرِ کار۔ میر و مصطفیٰ دونوں کہتے ہیں کہ نوا قصیدے بڑی
تمانت و ہنگامی سے کہتے تھے عربی و فارسی کے استحوال کا وجہ سے ان کے قصیدے
ہم عصر وں کے قصیدوں سے ممتاز تھے۔ اس صنفِ شاعری میں جس کسی نے
ان سے مقابلہ کیا اس نے شکست کھائی۔ لکھنؤ سے نواجہ وزارت کے لیے روانہ
ہوئے اسکے بعد ایران گئے وہ فتح علی شاہ قاجار شاہ ایران کا زمانہ تھا۔ نوا نے شاہ کو
قصائد پیش کئے اور صلہ میں شاہ نے ان کو سدی ہند کا خطاب دیا۔

مرزا کی ندیم نے نوا کی تعریف میں یہ شعر پڑھے ۔

بلبل رنگیں نوا سیریں غزل خواں آمدہ	طوطی ہندوستان از شکرستان آمدہ
کھلب کھلب اور خطیر جانی نہ تیریں زرقم	طبع او چوں ابر نیساں کوہ افسان آمدہ
بدلہ سچے نکتہ پیرائے بدستہ کو سحر بند	پائے تخت محو تہا ماں سخن دل آمدہ
شد غزلہایش قلوب خستگان را مریم	دردندان محبت را چو درل آمدہ
خانِ گلستان ظہور اللہ خان مارکی	بعد عمرے ثانی صدی بہ طہر ان آمدہ

ان اشعار کے جواب میں نوانے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے ۔

تنگ دل بسیار حال بربل بایران آمدہ	اندیش دار الشفا تاج دریاں آمدہ
در مسیحا خصلت شاق جان تازہ	باتن فرسودہ چوں پائے درختاں آمدہ
در صفایں ہر باباں کریم و کار ساز	چوں طفلی منتقل ناخواندہ ہماں آمدہ
خستہ دل آزرده جان فرسودہ تن لالی ہر	ہم چو خامانی بہ پائے تخت خاتاں آمدہ
در پناہ بارگاہ شاہ کسری دولت	بہرامن از دستہ جوراہل دوراں آمدہ
بے نوا یا نہ نوا در جمع مرزا دکی	طالب جیسے خاطر پریشاں آمدہ

ایران سے واپسی پر نوانے فرخ آباد میں قیام کیا اور اسکے بعد راہ چنڈو ل شاہاں کے توسل سے نظام حیدر آباد کی خدمت میں باریاب ہوئے اور عمہ بیدہ پیش کے وہاں اہلیہ کے انتقال کی خبر سکر دطن آئے اور وہاں انتقال ہوا نوا کی نارسائی غزلیات کا مجموعہ مولوی ضیاء احمد صاحب ضیاء الونی کی تحویل ہوا۔ اور ان کے قصائد وثنویات و رباعیات و قطعات و منظوم مکتوبات کا یہ جس میں کم بیش ۸ ہزار اشعار ہیں جناب جام نوا صاحب کے پاس تھا۔

ماہنامہ قومی زبان کراچی ماہ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں جناب جام نوائی صاحب نے اس کیلئے پرتصرہ فرمایا تھا۔ اس تبصرے سے پتہ چلتا ہے کہ شروع شروع میں نوائی زندگی نہایت قدر و منزلت خطایات اور انعامات اور قدر و انائی سے گزری پھر دیہاتی سازشوں کا شکار ہو کر پریشانیوں میں مبتلا رہے اور لکھنؤ سے ایران و عرب گئے وہاں پر حیدر آباد اور لکھنؤ میں مقیم رہے آخر میں بخت نے یادری کی اور پھر صاحب منصب و جاہ بنے شاہنامہ شاہانِ لودھ لکھنے کی خدمت آفر میں سپرد ہوئے۔ اہلِ کلمہ استقلال کی وجہ سے بدایوں واپس آئے اور شاہنامہ شاہانِ لودھ کو نامکملی چھوڑ کر آئندہ کو پیارے ہو گئے ان کے قصائد سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود کو اپنے زمانے کی وحید العمر اور بے مثال شخصیت سمجھتے تھے۔ کسی کو اپنے برابر کا شاعر اور ہمرداں تسلیم نہیں کرتے تھے۔ وطن سے دور اہل وطن کی یاد اور محبت سے سرشار تھے غالباً لکھنؤ کا قسم کے انساں تھے باوجود انعامات کی غیر ہمیشہ تنگ دست رہتے تھے متعدد قصائد میں اپنی بے مانگی اور پریشان حالی اور اپنے روزگار کی نااہلی اور قدر ناشناسی مخالفت اور خفیہ سازشوں سے دل برداشتگی کا تذکرہ ہے۔

قصائد کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ایک قصیدہ لغتِ حسن کا مطلع یہ ہے۔

ملائیگ بہانِ خوانِ نعمت ہائے الوانش نمک انجم مد و خورناں ملک باشد نمک الش

(۲) چھ قصیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی منقبت میں ہیں کسی قصیدہ میں نسبت

ہے اور کسی میں منقبت سے قصیدہ شروع ہو جاتا ہے۔ دو تین مطلع ملاحظہ ہوں

والف اسکارا کر دوزخِ حق ظہورِ بوتراب بیش ازین اندر عدم بود نہ دانست

مکن ز رنگ حساس رخ این قدر ناخن
مزن بہ زخم دل غمہ بیستہ ناخن
اوجہ از ہنس سادہ است لوح حقیر
دلچہ غم کہ زبہ جوہر نیست لعل پذیر
بخواب سوہام آفتاب نہ لعل از انگشت
از دل بہ زخم دلمہ است مشکرا انگشت
ہر کہ را در بار کاہش از نظر انداختہ
تکبت و ادب روشن ہوا در درازنداختہ
چار قصیدہ سے آغاز میر تقی میر نے فرمایا کہ شاہ اودہ کی مدح میں ہیں۔
ایک قصیدہ کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

ناظم ملک تو دستور اسطوفت
در زمانہ خلعت حیدر کرار و طم
انکہ سہ معتمد اولہ بہادر لعلش
ہر درشن نامیہ سادہ دلت میدارند
پانچ قصیدہ سے والی اودہ غازی الدین حیدر کی مدح میں ہیں۔

ایک قصیدہ فتح علی شاہ قاجار شاہ ایران کی مدح میں ہے۔
ایک قصیدہ فقیر محمد خاں گویا امیر و زبار اودہ کی شان میں ہے اس قصیدہ سے
خواہش کی ہے کہ مجھے حج پر بھیجوا دیجئے۔

ایک قصیدہ میں وطن سے دوری اور صعوبات سفر کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں
روزیم ہر روز رنج بے شمار است از سفر
دائخ حرمان غریب الیہ مارا گار است از سفر
چشم می ریزد اشک صافی چل آب گہر
نور و شب آئینہ دل بے شمار است از سفر
چرخ بہا خرز و حمانی وطن می سوزد
نیز نام چل ماہ دایم سوانح دار است از سفر
اپنی اہلیہ کی وفات پر ۶ اشعار کا پیر درد نوحہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے
دوستان آریام جان بے قرار من چہ شد
غم ہجوم آوردہ بول غبار من چہ شد
کسی امیر نے اپنے باغ کے پھل کھنے میں بھیجے تھے ان کی تعریف میں کہتے ہیں
خون طبع شاعرانہ رنگ زوامدہ
چار لعل اولہ الیہ شہزادہ نوحہ

یار بسلام باد گلستانِ فیضِ او شاداب و بسز و خرم و آباد و پادشاه
شکایت زمانہ و تحوط الرجال اس طرح کرتے ہیں۔

کو چہ دے کہ نغمہ سرا ہم حضورِ او یک ہم نوا دریں چین اے دستانِ ماند
از قحطِ ہم ہر فحوشی بلب زدم دیدم کہ در زمانہ یکے ہم زبانِ ماند
یارانِ لغز و مغزِ سخندانِ رواں شدند در روزگار غیر شک و استخوانِ ماند
داغی بدل گذشت مرا سبز زمکھان جز آتش از علامتِ آن کاروانِ ماند
حالا نوا زیاد گذشتہ چہ فائدہ ایں جا ماندنی است در ایں جا کہ آن ماند

کئی قطعات میں الفاظ کے مختلف معنی اور مختلف بیماریوں کے نسخے ہیں
فارسی الفاظ و محادات کا استعمال بتایا ہے۔ محتم کاشی کے ۵۵ اشعار کی تفسیر بھی
ہے۔ دو تین مثنویات ہیں ایک مثنوی میں تدبیر اور نقد کا موازنہ ہے
فارسی غزلیات کے چند اشعار بہ ہیں۔

از عنایاتِ حبیبِ ایندو بجانِ ما مدبسم اللہ شد تاجِ سر دیوانِ ما
از عطائے مبداءِ فیاضِ در عالمِ نوا ماند جاری تا قامتِ چہمِ جوانِ ما
پردہ بردار اگر میل تماشا داری کہ سردار کشیدند گنگارِ ترا
نہ فروشنده سلطانی کونینِ از ناز خاکسارانِ رہت سایہ دیوارِ ترا
بہر بیعانہ یکے غم نگاہے گاہے نقدِ کونین بدست است خریدارِ ترا
بجملہ آفاقِ نواز ز رنگیں می بینم کہ بدست آمدہ آن ہر سلیمانِ مارا
بہ تن زجاں رمقے دوزخِ وطنِ دارم چو عنبدِ لبیبِ نفسِ حسرتِ چینِ دارم
در رہگذر دوست یکے محو خراے چوں نقشِ قدمِ روبہ زین است و جہنمِ است
صد چہمِ خونِ زچہم نہ گردد اگر رواں باطل بود بہ کیشی محبتِ دھوئے مرہ

(مذکورہ خازن الشعراء محقر سرسند دستان رسالہ قومی زبان نومبر

کشتی بدایونی

مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب مدلیق بدایونی ^{۱۴۸۰ھ - ۱۵۸۲ھ} بن شیخ
برکت اللہ بن شیخ عظمت اللہ بن شیخ سعد اللہ بن شیخ بدھن بن شیخ کرم اللہ ^{۱۶۵۹ھ} متولی مقرر
کردہ شہنشاہ جہانگیر بن مولانا محمد یوسف ^{۱۶۵۹ھ} استاد شہنشاہ جہانگیر و قطعہ دار
کالجور بن شیخ محمد برادر شیخ شمس الدین جہانگیر خاں آسی۔

مولانا کشتی نے تحصیل علم ۱۱ مولانا ابوالعالی صاحب عثمانی خلف مولانا مفتی عبد الغنی
صاحب عثمانی بدایونی ^{۱۶۹۹ھ}۔ ۱۲ مولانا شاہ عین الحق عبد المجید صاحب عثمانی قادری
بدایونی ^{۱۸۲۵ھ}۔ ۱۳ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ^{۱۸۲۵ھ - ۱۲۳۹ھ} مولانا
شاہ محمد الدین عرف شاہ دن صاحب شاہ جہانپوری سے کی اور حضرت عارف معارف
شاہ شمس الدین ابوالفضل سیال احمد عرف اچھے صاحب مارہروی ^{۱۸۲۵ھ} سے بیعت کی
آپ علم فقہ و حدیث کے بہت بڑے عالم متبرع تھے۔ آپ سے ہزاروں اشخاص نے

۱۴ مولانا ابوالعالی خلف شاہ گرد و مرید حضرت مولانا مفتی عبد الغنی صاحب عثمانی قادری
بدایونی ^{۱۸۹۹ھ} حضرت غوث پاک قدس سرہ سے نسبت اولیہ رکھتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس
و گوشتہ نشینی میں بسر کی۔ آپ کے والد ماجد اٹھارویں صدی کے نامور شیخ طریقت اور عالم دین
تھے ان کے استاد بحر العلوم مولانا محمد علی عثمانی بدایونی ^{۱۸۲۵ھ - ۱۸۹۹ھ} شاگرد ماضی
مبارک گویا موی ^{۱۸۹۹ھ} تھے مولانا عبد الغنی کے پیر و مرشد حضرت سرور اقطاب سید
محمد سعید بدایونی ^{۱۸۹۹ھ} تھے۔ نواب علی محمد خاں والا روملیکھنہ اور حافظ رحمت خاں
ان کے بڑے متفقہ تھے مولانا ابوالعالی صاحب کے فرزند مولانا مفتی ابوالحسن صاحب ریل کے متی
اور مصالہ صورت تھے

حاشیہ نمبر ۲ اگلے صفحہ پر

طنی و ظاہری فیض حاصل کیا۔ آپ فارسی کے زبردست شاعر تھے اور فارسی شاعری
 سمرناحمد حسن قیس فرید آبادی ^{۱۸۱۹ء} کے شاگرد رشید تھے۔ شاعری میں بھی
 آپ کے کئی تلامذہ تھے ان کا ذکر اردو شعرا میں ہوگا۔

بدایوں سے آپ کا پور تشریف لے گئے اور وہاں تازلیست قیام فرمایا وہاں
 ہائے نایح گھر کے قریب آپ نے مسجد تعمیر کرائی۔ ۳ رجب ^{۱۲۸۱ھ} کو آپ کا انتقال
 وگیا اپنی تعمیر کردہ مسجد کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

مولوی احمد کبیر حیرت الہ آبادی نے آپ کی تاریخ وفات کہی تھی جو ذیل

میں درج ہے۔

آں ہر سخن سلامت اللہ کشفی ست تخلص جو شاعر
 جہنم ز خدا چو سال رحلت فوراً من یا فتم ز غافر
 نواب صدیق حسن خاں ^{۱۸۹۰ء} دیکھ کر غلو کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کتاب
 تاریخ قنوج میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

۲/۱۸۰۵ء
 لے مولانا شاہ سید محمد الدین عرف شاہ مدل صاحب شاہ جہانپوری خلف مولانا سید محمد طاہر عرف
 مونی میل (مرید و شاگرد مولانا نظام الدین فرنگی محلی) ابن سید عبدالرحمن ابن سید دود و والد اللہ
 بخاری۔ شاہ مدل صاحب اپنے والد ماجد اور مولوی دیاج الدین ناروٹی گویا موی (حلف و شاگرد
 مولانا قطب الدین گویا موی) خلف و شاگرد تاحی شہاب الدین گویا موی شاگرد علامہ قطب الدین
 سید انصاری سہالوی کے شاگرد تھے حاکم الدین عالیہ لکھنؤ و صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ بعدہ میثم بریلی۔
 آپ کا مزار مقبرہ حافظ الملک بریلی میں ہے۔

فی الواقع تقریر الیتال دروغطو
 در معانی آیات بسیار خوب و مشتمل
 بر لطائف تفسیر و کلام فی باشد بالفضل
 در وعظ زمانہ پچیس مثل ایشان
 در ربط و ضبط بیان و تقریر و تفسیر
 و مطابقت مسائل مستخرجہ بالنصوص
 و اجتناب از قصص و حکایات حشو و
 زوائد حسب عادات و عطا دیدہ نشد
 بسیار محمد اند و ضعیف بیروزاگی را با شکل
 عالمانہ جمع کردہ اند۔ درس فی گویند و
 تعادیر و گندہ ہائی کند در علم و فضیلت
 ایشان شبہ نیست اما سخت ملہنت
 در دین روائی دارند۔

نواب مداح موصوفہ اپنے تذکرہ تہجہ النجفی میں مولانا کشتی کا ذکر اس طرح کیا ہے
 مولوی شاہ سلامت اللہ بدلولی
 شاگرد قلیل ساکن کا پورہ ماضی عظیم
 المثل و داعظ خوش تقریر و شاعر
 جاد و تحریر است۔ بحر سطور بار بار
 اورا دیدہ و لطف و عطا و دریا نہ
 خیلے خوش صورت و نفیس سیرت

مولوی شاہ سلامت اللہ بدلولی
 شاگرد قلیل ساکن کا پورہ۔ سمیل عالم
 خوش تقریر و داعظ اور سحر الکلام
 شاعر۔ راقم نے انکو بہت موقعوں
 پر دیکھا ہے اور ان کے عطا سے
 لطف اٹھایا ہے بہت خوش شکل اور یکروزہ

بود۔ پھر دریافت طبعِ نظم
یافت دیوان مرتب داد۔
سیرتِ طویل عمر پائی تا عمرِ مزاج
رکھتے تھے اور دیوان مرتب کر لیا تھا۔
آپ کے فارسی دیوان کا انتخاب دل میں درج ہے۔

منقبت حضرت سید آل احمد پچھے صاحب مارہڑی قدس سرہ
رسد کے دستِ فکر آستانِ آلِ احمدؑ
خیال از دور می بوسد مکانِ آلِ احمدؑ
حدیثِ من رانی پرده ات اجتم بشاید
اگر نام خدا بینی تو شانِ آلِ احمدؑ
پہر حرف از زبانش روح می نازد بکشاکش
صبح از چرخ می بوسد زبانِ آلِ احمدؑ
بعالم اقیامت زیادہ باشد نام و فالش
خدا دار سلامت خاندانِ آلِ احمدؑ
علو مرتبہ اش رانی توان زیباست ہمین
کہ پارس عشق باشد خامانِ آلِ احمدؑ
نداند جز جنید و شبلی از سیرتِ عالیشان
بلگویم باکہ کشفی داستانِ آلِ احمدؑ

انتخاب غزلیات :

لیفیت جاں بلب آمد از جدائی ہا
بر تو ختم است بے وفائی ہا
قرانی تو و مصاحبتِ غیر و خوابِ آسائش
من و شبانِ زاق و شمارِ کوکب ہا
جالیات آن شوخ کہ بود آفتِ دین و دل و ایمان
بالہ کہ ہماں است و ہماں است ہماں است
کشفی رنج او سیر ندیدم کہ بہ شوخی
آن شوخِ پری چہرہ چو برق از نظم رفت
در نگاہِ کرشمہ بارِ کسے
بہ سرشتِ تند و لمبائی ہا
ہوا و غیر نشان گلِ عطر بار است
کہ در گلش خراماں است امشب
از ہزاراں نسخہ دیوانِ حسن
بیتِ ابروئے تو کردم انتخاب
دمِ خرام ز قد تو رنگ می بارد
یہ ہر زین کہ گذری قدم جین پیدا است
خمریات رہن مے خرقت تو شد کشفی
ایں چہ پنداست و پارسائی ہا

اے کہ دام مے کشی جام مے دولہا
 یام دریں دہر کہن سیر فریات
 کشی مرید مجھ مے فردش گشت
راہ طلب سراغ منزل آں دلہا نہ شیدا
پس الہی شاد نکاش نگار این و آن آزاو
 بشرت عشق بہ دہر قصہ فریاد کند شد کشفی
عشق الہی سرزند نخل محبت زین دل ما
 کیفیت می برم حسرت دیدار ز دنیا بمرہ
انتظار شمیم خاک و ازاں خاک رستم ز کس ہا
 بیاور بچ رنگ انتظار را تا شاکن
بیکسی و بی کشفی ہم جو من خدا کس را
 دریں زمانہ کم باکہ شرح درد جگر
 شستیم بہ خوں خود ما دست تمنا را
سوز عشق شعلہ عشق بتاں در مغرباں داریم ما
 نفس سوخته را طاقت فریاد نماند
 دل بے توتید ہر دم ختم است زغم پر ہم
 آتش بہ دل و کارم افتاد
آہ و ناله بہ چرخ خیمہ زند آہ عاشقانہ ما
 ہنوز غلغلہ عشق کوہ کن باقی است
 چہ فتنہ است کیا رب ز کوہ ہا ہنوز

اس قدر آشنا کن تائب خود پیاد را
 کشی تو میریں از لب و از حسب ما
 سجادہ را فروختہ جام و سب گرفت
 بہ وادی طلبش تا ختم مرکب ہا
 کسے کہ پاک برآمد ز قید مذہب ہا
 حدیث عمو کہ عشق نیست ربہا
 از ازل ریخت قضا عشق بہ آب و گل
 چشم امید بہ راست نگراں است کہ بود
 چناں نشاند بہ راہ تو انتظار مرا
 کمی افتد بعد حسرت نظام حکم و ریش
 بہ غم و درد مبتلا نہ کند
 نہ مونس نہ رفیق نہ غمگسار مرا
 دورے کہ بدست تو دادند عنان ما
 اینچہ دارد شمع و دل بر زبان داریم ما
 آہ جانوز ہماں شعلہ نشان است کہ بود
 آن است نہان ما این است عیان ما
 زان شعلہ کہ جان کوہ کن سوخت
 رسد بہ عرش بریں نالہ شبانہ ما
 صدائے درد کہ از کوہ ہا می آید
 صدائے پتہ فریاد کو کہن پیدا است

کمال عشق بلند حوصلہ افتاد شاہ باز کمال
 خوش بہت من پابہ زمین نگذارد
شوق دید حجاب خوش نہ بود اے گل ہمیشہ بہار
بزم حسن قتل آسا بہ بزم کشتی زار
بے خودی نہ از حال دل اگر ز دل احوال واقف
 نہ من نول نہ دل از حال من خبر دارد
راز و نیاز بخواب عقدہ کارم کتودلی آتش
 بے سرو سامانی ہمیشہ خانہ بدو ستم جو زلف جھوٹاں
 درد و غم ز اتفاق غم و درد و بخت و نالہ و آہ
کیفیت سکوت اگر صلب نہ کشودم بہ مدعا کشتی
لطف سخن از ان دین دوسرہ دشنام آرزو دارم
جھانے محبوب بہ تیغ و تیر کفن دو خند کشتی را
 در ماتم من گریہ مستانہ ضرور است
 غم نیست کہ نالہ پس دیوار تو کشتی
 با من ہماں تغافل آں دلستان کہست
 پشت پامزن اے شمع لعل کتہ خود را
حسن عشق آموخت بلبل از من شوریدہ طرز درد
 از عشق من ایں نقد و فایافت رواج
 اے آئینہ یکدم زلفت نام خدا بر زبان من
 تعالیٰ شہوان کشتی اہل حق زیر نگین است ترا

فراز عرش بریں است آشیانہ ما
 برتر از عرش بریں است دماغ آتش
 بہ جلوہ در بکشا گلشن تماشا را
 بہ رنگ شمع ہماں است آتش
 کہ ما جائے دگر بودیم دل جادگر آتش
 بہ عالمی کہ منم عالم دگر دارد
 تمام شب بہ کارم تو بودی آتش
 بہ ہر کجا کہ شب آمد مرا وطن پیدا است
 بہ ہر کجا کہ نشستم انجمن پیدا است
 ہزار نکتہ شوق از نگاہ من پیدا است
 بہ کام جان سخن تلخ یار شیرین است
 مگر بہ شہر تو انجام عاشقی اس است
 اے شمع عزاداری پروانہ فرست
 غم خواری ایں عاشق دیوانہ فرست
 بر لب رسید جانم و ناز آں چنان کہست
 در طریق مجرباں رسم خوں بہا ایں است
 گل از بہار عارفی آوزنگ و لوگڑت
 از حسن تو شد رونق بازار محبت
 کشتی تمام عمر بہ یاد بتاں گذشت
 ہمہ کوشند بہ حرف تو سخن آئے چند

مولانا کشتی اردو میں بھی شریک تھے۔ ان کا اور ان کے تلامذہ کا کلام اردو
را کے ذیل میں درج کیا جائے گا۔ (تذکرۃ الواصلین، تاریخ قنوج، دیوان کشتی)

ریاضی سہسوانی بدایونی

مشتی ریاض الدین صدیقی سہسوانی م تقریباً ۱۸۳۷ء خلف قاضی عبد الواسع آپ
اب تسلیم سہسوانی کے جد بزرگوار تھے آپ فارسی کے زبردست شاعر تھے اور فارسی
معارف میں حضرت مرزا مظہر جانجاذن شہید دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ مرزا
م نے فارسی شاعری میں تذکرہ حسینی کے مطابق مرزا عبدالقادر بیدل م ۱۲۲۲ھ اور
و شاعری میں میر غلام نبی غلام بلگرامی م ۱۲۵۹ھ سے استفادہ کیا تھا جناب ریاض
سہسوانی کا کلیات فارسی جناب پروینر سید محمد حنیف نقوی سہسوانی کے پاس محفوظ
ہے آپ ایک اہل دل بزرگ تھے اور طریقت میں حضرت سید آل احمد اچھے صاحب
ہرویؒ کے مرید و خلیفہ تھے اس سلسلے میں آپ کی کتاب گلشن ابرار قابل دید ہے۔
جناب تسلیم سہسوانی کے ذاتی کتب خانے میں ایک کرم خودہ قلمی کتاب جناب
ن کی ہے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی جس میں آپ کی مندرجہ ذیل تاریخیں مرقوم تھیں۔

تاریخ رحلت آخرت:

سال رحلت خرد بہ تعیمہ خواند از محمد زمانہ خالی ماند

تاریخ رحلت حضرت سیدۃ النساء فی ما طے ۱۲۹۲ - ۱۳۰۳ = ۱۱

سال نقلش بہ تعیمہ بر حواں ماند دنیا بہ رحلتش بیجاں

تاریخ شہادت حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ انہ ۱۲۶۵ - ۱۲۸۴ = ۱۱

مرید ابن ملجم چو فرقہ ولی عیاں گشت تاریخ حضرت علیؑ

۶ - ۲۶ = ۲۰

تاریخ شہادت حضرت امام حسنؑ

ہاتھم گفت سالِ نقلِ امام

حیف آفاق ماندیہ اسلام

۱۸۲ - ۱۳۲ = ۵۰

تاریخ شہادت حضرت امام حسینؑ

سرِ نقش بہ گفت عیگنے

سردیں را برید بیدینے

۶۴ - ۶۰ = ۴

تاریخ لقررتو اب حسین علی خاں بر عہدہ حاکم سہسوان

خوش سوئے دارا ریاست آمدند

مرحبا خانہ معلیٰ مرتبت

منزدا بادا خود بدولت آمدند

مصرعے گفت ریاضی فی البدیہہ

نمونہ کلام غزلیات

دیوانگی ست باہمہ فرزانہ آشنا

تا گشتہ است زلف تو با شانہ آشنا

تجاہلے نہ کنی گر ترا خبر باشد

دلے بہ کوئے تو گم کردہ ایم نام خدا

(تجلیات سخن)

جناب ریاضی کے تلامذہ میں منی سکوا سنگہ انجان بریلوی تھے جو گڑ گاؤں میں مقیم تھے اور شفا خانہ فیروز پور میں کمانڈر تھے ان کی غزل پیلیم یار فزوی ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی تھی۔

زبان اردو کی مختصر تاریخ۔ اردو میں تین مناصر طے ہیں درادری۔ آریائی۔ سانی اس

زبان کا پورا اٹھانچہ درادری ہے اور یہ زبان شمالی ہندوستان کی دوسری زبانوں کی طرح قدیم پرکرت سے پیدا ہوئی ہے جو آریاؤں کے آنے سے قبل ہندوستان میں رائج تھی فارسی کے اثر سے اس کا نام اردو پڑا اور اس کی تشکیل تحریر وجود میں آئی اردو ہمارا سڑی پرکرت سے نکلی ہے مرہٹی اور بڑج بھاشا اسکی سگی بہنیں ہیں اردو کا پہلا شاعر مشہور مرہٹی رہنما گیا نیشور م ۱۲۷۵ھ تھا جو امیر خسرو کا ہم عصر تھا

آٹھویں صدی تک مذہبی تحریکات کے اثرات شمالی ہندوستان سے دکن کو منتقل ہوتے رہے اور پندرہویں صدی تک دکن سے شکر اچاریہ - راجا راج اور بلہاچاریہ کے نظریات شمالی ہندوستان پہنچے انہوں نے شمالی ہند کے مستقل سفر کئے۔ ان کے اور مسلمان صوفیاء کے اثر سے اردو زبان پھیلی۔
دور قدیم کے متفرق بدالیوں کی مثالیں اردو

گوہر بادشاہ مولوی مدرت اللہ شوق اپنے تذکرے طبقات الشعرا میں لکھتے ہیں کہ گوہری قوم کے کالیستہ اور بدالیوں کے رہنے والے تھے، مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے کلمہ توحید اور دوسرے عقائد اسلام بیان کرتے تھے محبوب سبعمانی حضرت عوث الاعظمؓ کی بڑی عقیدت تھی۔ دیوان ضخیم رطب و یاس سے بھرا ہوا تھا مصحفی تذکرہ ہندی گویاں میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عالم طفولیت (تقریباً ۸۰۰ء) میں پیر زادہ عالم شاہ خروں امر دہوی کی زبان کی گوہری کے مندرجہ ذیل دو شعر سنے تھے۔

رد و بدل کے متجالس کے بانوں کو نہ چھڑ
 آفریں مارا پڑی ہاتھوں سے اسکے گورن
 آمنت آئے گی توان زینور خاؤں کو نہ چھڑ
 ہم نہ کہتے تھے کہ ان بانگے بھانوں کو نہ چھڑ
سبقت حضرت عوث الاعظمؓ

ہے مرے جی میں جگر میں دل میں تین ہی بیج ہیں
 کہ نہیں سکتا ہے لے مرشد قصور عقل سے
 اس مبارک قبلہ دیا کیڑہ دلال کی شنا
 گوہری میرے مریدوں کی غلاماں کی شنا
نمونہ کلام غزلیات یہ ہے۔

اٹھ گیا سر کو پلٹا میرے بالیں سے طیب
 آہے گردوں کا سینہ چاک گردوں تو سہی
 کیا کرے ایک بھی جینے کا نہ ساماں دیکھا
 انگر خورشید کو بھی خاک کر دو تو سہی
 (طبقات الشعرا)

کمترین بددیواری ثم دہلوی (ٹھارویں صدی کا آخر)

امیر خاں نام تھا۔ پٹھانوں کے قیدی ترین سے تعلق تھا۔ اسی وجہ سے کمترین تخلص اختیار کیا۔ شاہ مبارک آبرو اور محمد شاہ کراچی کے ہم عصر تھے۔ زندانہ طریقے پر زندگی بسر کرتے تھے۔ ایہام کے طور پر مضحکانہ شہرت تھے پوری زندگی دہلی میں بسر کی۔ آخری زمانے میں عماد الملک غازی الدین خاں کی سرکار سے وابستہ ہو گئے۔ وہاں سے حسب حال وظیفہ پاتے تھے زندانہ سہ پہر کے وقت اپنے اشعار پرچوں پر لکھ کر جو کہ سعد اللہ خاں میں فروخت کرتے تھے۔ میر و سودا نے ان کا زار دیا تھا۔ بڑی سی پگڑی سر پہ باندھتے تھے اور پیلدار پٹکا کمر سے باندھتے تھے۔ ہاتھ میں بلم رکھتے تھے۔ ان کے اشعار کے پرچے مکتب نشین بچے اور تفریح پسند جوان بڑے اشتیاق سے خرید لیتے تھے کہ میں نے اپنا تخلص اپنی قوم کی مناسبت اور اپنے کم رتے کی وجہ سے رکھا ہے۔ مولف گلزار ابراہیم کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک شہر آشوب میں ہر قوم کی ہجو لکھی تھی قائم کہتے ہیں کہ شہر آشوب کے قریب سات سو شعرا اہل حرفہ کی خدمت میں ان سے یادگار ہیں۔

لکھی نرائن شقیق اپنے تذکرہ چمنستان شعرا میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔
طالب بھی رنگیں و خیالات میں است
میں رنگیں اور خیالات میں پسند کرتے
گوہر سنخش آبداری فراوانی دارد
میں انکے گوہر سخن بڑے آبدار ہیں اور
سحاب طبعش گوہر باری مضامین ناید
طبیعت کا بادل مضامین کے موتی برسائے
نمونہ کلام یہ ہے۔

فوج مجز بھی فنا اسکے یہ بیدل بھی فنا
کمترین تو بھی فنا نام رہے گا باقی

نظر آتی تھیں ہم کو سچ کی وہ ملتا تھی کھینچے کس طرح یہ دن میں اور بچہ راتیں
ان کے شہر آشوب کا یہ مزاحیہ شہر مشہور ہے ۔

پلا اس مست نظرانی کوتاڑی اکاڑی اصطبل کے جای بھاری

(گلزار ابراہیم - طبقات الشوا - چمنستان شوا - جمروہ نوز - مخزن نکات)
کمر بن کے ایک شاگرد کا تخلص عاجز تھا ان کا نام اور وطن معلوم نہیں مولف
تذکرہ مسرت افزا لکھتے ہیں کہ بہت ظریف اور خوش طبع ہیں ۔ عجز و انکساری سے زندگی بسر
کرتے ہیں ۔ ایہام میں اکثر ظرافت آمیز اشعار کہتے ہیں ۔ نمونہ کلام یہ ہے ۔
دل بغل مارے لے جاتے ہیں سبکدوشی کی شے سحری تم بھی اب لیکر گلستاں روٹیو
(مسرت افزا)

اکرام اللہ محمد بدایونی ۱۸۳۳ - ۱۸۰۶

محمد شیخ اکرام اللہ صدیقی بدایونی وفات تقریباً ۱۸۰۶ء ابن حافظ غلام
مصطفیٰ بن محمد ماہ بن فتح محمد بن ابوالفتح بن ابو محمد برادر شیخ شمس الدین جھوار خاں
آہی بدایونی اکمل التاریخ مولف مولانا ضیاء القادری بدایونی میں لکھا ہے کہ جناب
محمد حضرت شیخ مفتی عبد الغنی صاحب عثمانی قادی بدایونی ۱۸۰۶ء کے درسیات
میں شاگرد اور طریقہ میں مرید تھے پھر مفتی صاحب کی ہدایت پر حضرت سید
آل احمد اچھے صاحب مارہروی ۱۸۲۴ء سے بیعت کدھرت موصوف نے آپ کی ایک
عزل بستہ زمانی آتھی جس کے تین شعر درج ذیل ہیں آخری شعر میں حضرت سے
بیعت کا ذکر ہے ۔

مترہ مستان کہ برین خانہ دل خواہم شد
مست خواہم شد مستانہ روان خواہم شد

حاجت بدو قریب نیست مرا درِ عشق
از خود و از ہم بیگانه رواں خواہم شد
آلہ احمد نظرے سوئے غریباں داری
بہ دیار تو غریبا نہ رواں خواہم شد
جناب محشر بدایونی نے اولیائے کرام کی تاریخِ روضہ صفا مرتب کی تھی جو طبع نہ ہو سکی
پہ فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ مولوی قدرت اللہ شوق اپنے تذکرہ طبقات الشرا میں جناب
شر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اکرام اللہ محشر متوطنِ بلدِ بدایوں
والے۔ قابلِ جوان۔ سعادت مند
خوش خصال۔ پسندیدہ افعال۔
خوبصورت۔ پاکیزہ سیرت۔ خلیق
آشنا پرست۔ سخن فہم۔ دقت
پسند۔ طالبِ علم مستعد۔ شاعر
زبردست فارسی۔ مزاج آزادانہ
و در بیگانگی میں جہان فانی یگانہ
ذہنِ سلیم و طبعِ مستقیم دارد۔ اکثر
منویاتِ دلچسپ و رنگین در دیوان
محقق فارسی۔ تذکرہ اولیائے بدایوں
مسمیٰ بہ روضہ صفا از تصانیف
اوست گاہے بہ حسبِ زمائش
یہاں خصوصاً میں پچھاں چند
غزلیاتِ ریختہ ہم گفتہ بموجب

اکرام اللہ محشر شہر بدایوں کے رہنے
والے۔ قابلِ جوان۔ سعادت مند خوش
خصال۔ پسندیدہ افعال۔ خوبصورت
پاکیزہ سیرت۔ خلیق۔ آشنا پرست
سخن فہم۔ دقت پسند طالب علم مستعد
فارسی کے زبردست شاعر آزادانہ
مزاج اور اس جہان فانی سے
بیگانگی میں یگانہ۔ ذہنِ سلیم اور
طبعِ مستقیم رکھتے ہیں۔ دلچسپ اور
رنگین منویاں۔ فارسی کا محقق دیوان
اور تذکرہ اولیائے بدایوں مسمیٰ بہ روضہ
صفا ان کی تصانیف ہیں کبھی کبھی دیوان
اور خصوصاً اس کتاب کے مولف
کی فرمائش پر چند اردو کی غزلیات
بھی کہی ہیں۔

قولہ عہ دی بیخت کی شوق نے فخر مجھے تکلف . در نہ میں کہاں مانے تھا بالہ کسی کی

اردو کلام کا نمونہ یہ ہے
 عشق کی آتش سے گھر میرا بجلی زار ہے
 اے ہم رہاں نہ کج تو تم اب نکر زادِ راہ
 نہ گل حسیب ہوں عالم میں نہ خارِ دامن
 اک نگہ مول ہے نس پر بھی گراں ہے جانی
 بچا سکتا ہے کوئی جان کو کینہ کو رکھتا ہو
 آچلا شور قیامت ترے داماں کے تلے
 میں جو خلق اٹھا تا مویں یار کی خاطر
 آیا نہ یار رہا ہے شب آنکھوں میں کٹ گئی
 گوہر میں فرصت سے ترابوں کفن کو تار تار
 اٹھ گیا میں در سے تیرے کرجت کو سلام
 اسکے کوچے میں جو خضر پھر گیا معذور رکھ
 تھمے ہے نلے سے گرا کہ نفس زباں میری
 صنم کہہ کے لے تا حریم بیت اللہ
 تری گلشنِ زورِ رفتاں کی میں رہا
 چمن میں بلبلِ نیکیں کرے کسی کی غم خواری
 دیکھ کر گری بازار کو تیری محشر
 پھر نہ معلوم ہوا شمع کا احوال، ہمیں
 وہ صحن جس کی صورت ہوں نہیں باتا کہیں

گر یہ ویرانہ ہوا پر دشتِ امن ہو گیا
 میں لختِ دل بھرے مرے جیب کنا میں
 جامہ زیبوں کا ہوا ہوں میں غبارِ دامن
 دور کیا جاتا رہا دل کی خریداری کا
 ملکِ دشمن بے رحم تجھ سا آتشِ ظالم
 فتنہ پلدا ہے ترے پیارِ مٹر گاں کے تلے
 رکھوں ہوں ایک کی خاطر ہر اکِ خاطر
 بس لوگے انتظار میں دن بھی گذر گیا
 حسرتِ چاکِ گریساں بسکہ دامن گیر تھی
 جرنے دشمن بخت و اژدہ آہ بے تیر تھی
 شوقِ دامن کش تھا ادھر حسرتِ گریہاں گئی
 بہے ہے پھوٹ کے یہ چشمِ خوں فشاں میری
 خبر نہ کوئی کہ پہنچی کہاں کہاں میری
 خدا دراز کرے عمرِ ناتوانی کی
 ادھر گل کی پریشانی ادھر غنچہ کی دلنگی
 آتشِ رشک سے اربابِ ہمنہ جلتے ہیں
 آؤ ملکِ یہ وہ تانوس اٹھا دکھیں تو
 فخر جاتا ہوں، ہستی سے عدم سے منفصل آیا

یار کچھ مائل زیادہ سی ہے محشر
میں عزت و تبار و تہی روئے ہو گیا محشر
حال دل اپنا بھی ہم آج سنا دیکھیں تو
کسی ظالم کی جھکو حسرت ویدارے ڈولی
ہائے یہ کالی بلا ہے دریغ جاں بحرح
تلا مذہ اکرم اللہ محشر بدایونی

(۱) ایجاد شیخ مبارز الدین صدیقی متولی بدایونی

مور کلام

(۲) راضی :

شیخ سلیم اللہ بن محمد ذاکر بن نور محمد بن غلام محمد بن عبد الرشید بن محمد
بن مولانا محمد یوسف استاد شاہ جہانگیر و قلعہ دار کا بنجرم ^{۱۱۶۹ھ} بن شیخ محمد برادر شہید
الدین جھارخاں آہی ان کے مندرجہ ذیل اشعار ان کے اعزرا کی زبانی مولوی قدرت
ثوق نے سنے تھے۔

تمہارے لعل کو باقوت کے دانے سے کیا نسبت
یقین کے رینے کی ہماری کونکر کرے راضی
تمہاری رس بھری آنکھوں کو پیمانے سے کیا نسبت
تکلف برطرف لیل کو برولنے سے کیا نسبت

(۳) محشر :

شیخ غلام رسول ^{۱۸۶۲ھ} ابن محمد مکارم برادر اکرام اللہ محشر نمونہ کلام یہ ہے
ہوں میں شہید زگسہ بیاد کا
منہ ترے کوچے کی طرف پھر گیا
خاک شفا غبار ہے میرے مزار کا
گور میں جس وقت اتارا مجھے
اب حشر کہلے کس کو پکارا کرینگے ہم
چومتا تھا کبھی اپنے کبھی تھوڑے ہاتھ
افسوس ہے کہ وہ بھی جہاں سے گھر گیا
کھینچ کر نقشہ میں مانی بت بے پیر کے ہاتھ

(۱۳) افضل :

مولوی محمد افضل عثمانی بدایونی مرید و خلیفہ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے صاحب

ماہر و بی قدس سرہ - نمونہ کلام یہ ہے

خیالِ کعبہ و دیرم نباشد جبہ سائی را
ز خاکِ نقشِ نعلیش سرِ بے کردہ لم پیدا
ز ظلمتِ خانہ مرقد نباشد پرچمِ علمِ افضل
کہ از نورِ خدا مہرِ مدیرِ بے کردہ لم پیدا
(تجلیاتِ سخن)

(۱۴) واصل و وفا و مشتاق :

مولوی محمد واصل عباسی بدایونی خلیفہ شیخ تنقاعت اللہ خلف عنایت اللہ خلف

شیخ عزیز اللہ آپ ناطقِ بدایونی کے جدِ بزرگوار تھے - نمونہ کلام یہ ہے -
آج کل مجھ کو یہ دل کرتا ہے بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں
کام تو خوب ہے گر نیک ہو انجام کہیں
عشق کا بوجھ اٹھاتا ہوں میں سرِ واصل

(۱۵) موجد :

شیخ وہاب الدین بن غلام قطب الدین بن میثم الدین بن درویش محمد بن شیخ احمد
حسائیؒ بن شیخ کرم اللہ جدِ امجد مولانا سادات اللہ کشتی بدایونی - قدرت اللہ شوق نے
تذکرہ طبقات الثغرائیں ان کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں "جو انے است سعادت مند و
خوش فکر ارشاد گردان اکرام اللہ محشر"

جناب موجد کا ذکر مولف تذکرہ روز روشن نے اس طرح کیا ہے "طبع سیمیدہ و

فکرے برگزیدہ داشت بہ سلاست الفاظ و لطافت مضامین دلہائے ارباب ذوق
می بود۔ انصاف آن است کہ مرآۃ شمع رائے بدایوں بود۔ مدت گذشتہ کہ جادہ
نشتی پیمودہ۔

نمونہ فارسی کلام :

موجہ از نمیکہ ام و زبہ شانے بر خاست
غزل تازہ تو نسیم موجبہ
بہ کفے دست نگارے یکفے بینائے
خامہ را بباردگر قط زدہ ام

نمونہ کلام اردو

درد سے شمع کے جلوگہ خیر رکھتے ہیں
گلوں کی سرفی لب سے ہیں معلوم تو ہے
دارغ دل سوز و دل یدہ نہ رکھتے ہیں
اثر نے نالہ بلبل کے خون دل پلا چھوڑا
سرم گرم ناز کیوں نہ ہودہ رُسکِ آفتاب
تجھے قسم ہے جو اسطر کو آن پھرے
ہمارے کلام پہ ہر چند آسمان پھرے
(تجلیاتِ سخن بشمیم سخن پہنچا)

تلامذہ و باب الدین موجد

(۱) باقرہ :

مولوی جلال الدین ۱۸۸۶ء میں متولد ہوئے۔ باب الدین موجد سائل بدایوں مصنف یا نگار باری
نہ کلام باقرہ دماغ شو سخن اب کہاں ہمیں وہ و تولد وہ خوش طبیعت نہیں رہا
(تجلیاتِ سخن)

(۲) حسن :

مولوی جمال الدین ۱۸۶۶ء میں مولوی جلال الدین باقرہ ڈپٹی کلرک میں پوری و جہانپوری
مصنف محمد علی کلام لغتہ شبیر احمدی مطبوعہ

نور کلام یہ ہے -
 ہفت شعریں اور چہرہ دلبریں بہت فرق
 یلور کی تصویر ہے وہ ناری تصویر
 (تجلیات سخن)

مرزا فاخر مکیں دہلوی

مکیں :

مرزا ناخرد دہلوی ۱۲۲۱ھ خلف محمد اشرف شاگرد مرزا عطیائی اکیسراصفہائی -
 ولادت دہلی فضا کھوارچہ فارسی زبان کے استاد اشعار تھے لیکن ان کے چند شاگرد اردو
 میں شعر کہتے تھے بدایوں میں ان کے تلامذہ کی تفصیل ذیل میں درج ہے : ایران سے ہندوستان
 آئے اور سپاہ گری میں زندگی بسر کی دیوان و مثنوی یادگار ہیں -

کلام مکیں

بادہ آخر شدہ نہیں میکہ و فیم بروں
 شیشہ ناگشت تہی پر شدہ پیمانہ بیا
 در کوئے یاوہر ذلتاں بود مکیں
 رسوا شود کہے و تماشا کند کہے
 جلوہ آہم رقلمت دیدہ ام
 من بہ جہنم خود قیامت دیدہ ام
 (شعاع انجمن - صبح گلشن)
 (۱) معین بدایوںی

شاگرد مکیں و سوا ان کا ذکر مرزا سوط کے تلامذہ میں ہوگا -

(۲) امیر بدایونی

حافظ امیر الدین صدیقی بدایونی معین بدایونی کے برادر کلاں تھے مولوی قدرت اللہ شوق نے اپنے تذکرہ طبقات الشعراء میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

صاحب دیوان مختصر ناری۔ ناری کے محقر دیوان کے مصنف

اگرچہ کم گواست فاما بسیار خوشگو ہیں اگرچہ شرم کہتے ہیں لیکن بہت

مشق سخن او بدرجہ استادان اچھا کہتے ہیں ان کی مشق سخن نے

رسیدہ گاہے یک دو غزل استادوں کے مرتبہ پر پہنچا دیا ہے کبھی کبھی

ریختہ بہ تقریبے موزوں می کنند ایک دو غزل خاص موقوف پر اردو میں بھی کہتے ہیں

مولف خم خانہ جاوید لکھتے ہیں کہ باوصف کم گوئی شیریں کلام اور نازک

خیال سخن سنج تھے۔

نمونہ کلام :

چھین لوں جنوں سے اعلم یہاں توہی

داع سینے کے کروں میں بھی نمایاں توہی

سوتے فتنوں کو جنوں کے پھر جگاتی ہے بہار

گلستاں کا درس غنوں کو پڑھاتی ہے بہار

کیوں گلوں کے ہاتھ پر مہندی چاتی ہے بہار

پردہ داری ہماری نام کو دامنگیر تھی

جس کو نہ دیوار نہ در چاہیے

ان دنوں کچھ بن نہیں آتا ملک نے دیوار

باغباں لالہ پر اتنا ناز کیوں کرتا ہے تو

پھر چین کی سیر کو امسال آتی ہے بہار

کیوں نہ آپس میں کریں بحث سخن پر بھدم

نوع و رسال چین کی گر یہ مشاطہ نہیں

اپنے در سے بارہا تو نے اٹھایا ہے ہمیں

خانہ بدوشی ہے عجب گھر اسیر

اس کے دامن کو پکڑ کر میں کہا
 اب نہ چھوڑوں گا تجھے رنک پری
 مسکرا کر ناز سے کہنے لگا
 عاشقی کرتے ہو یا زور آوری

قتیل فرید آبادی

(۶) قتیل

مرزا محمد حسن فرید آبادی م ۱۸۱۸ء شاگرد شہید لکھنوی شاگرد شیخ علی
 حنین اصفہانی ثم بنارسى ۔
 ضلع بدایوں میں قتل کے تلامذہ کی تفصیل درج ذیل ہے ۔

کشتی :

مولانا سلامت اللہ صدیقی بدایونی م ۱۸۶۲ء آپ کا ذکر فارسی شعرا میں ہو چکا
 ہے ۔ اردو کا بھی ایک شعر حاصل ہوا جو تبرکاً پیش کیا جا رہا ہے ۔
 جناب لب لبعل محمد سے سرشار کشتی کو حلال ایسی شراب مہی ہے

تلامذہ جناب کشتی بدایونی :

دردی :

مفتی محفوظ علی حمیدی صدیقی بدایونی م ۱۸۴۱ء ابن محسن علی ابن مولوی صلو
 علی ابن مولوی کاظم علی ابن مولوی شبیر علی ابن امیر اللہ ابن علی آصف ابن علی اشرف
 ابن علی مرتضیٰ ابن عبد الحمید ابن قاضی عبد الوہاب جدا مجد نوا بدایونی ۔ جناب درد

برایونی ذی علم و صاحب طبع سلیم تھے۔

نمود کلام
جب ہوگی تو ہوگی زندگانی
اب تو بھی موت بھی نہیں ہے
(شیم سخن - تجلیات سخن - تذکرہ بنو حمید)

(۲) حسرت :

شمس العلماء مولانا محمد سعید بن حاجی واعظ علی عظیم آبادی از اولاد حضرت جعفر طیار راجب حسرت کی لائق ادا تھا نیف بشمول حواشی کتب علمیہ نقلیہ پر ہیں۔ عربی فارسی میں زیادہ اور اردو میں شرم کم کہتے تھے۔

نمود کلام اردو :
واقف سر نہاں ہوں کیا کہوں
میں تو گونگے کی زباں ہوں کیا کہوں
زخم دل پر مرے ہنس ہنس کے چھڑکتے ہوئے
یہ مزہ عشق کا حاصل نہ ہوا تھا سو ہوا

نمود کلام فارسی :
مارا چہ جز باشد از سود و زیال حسرت
بار دستِ ہستی رفتہ سودائے قیامت را
جذاب حسرت کے مارے میں تذکرہ روز روشن میں لکھا ہے "مولانا محمد سعید عظیم آبادی تحصیل علوم معقول و منقول و مشق مفقور و منظوم از مولانا سلامت الدکشی قدس سرہ نمودہ

(شرائے ہمارے - یادگار صنم - نجمہ حادید - روز روشن)

۳۔ شکر مولوی شکر اللہ صدیقی فرشتوی بدایونی، خلف حضرت شاہ ذکرائی
صاحب بدایونی ۱۸۵۴ء مرید و خلیفہ حضرت سید آل احمد ایچھے صاحب اہم روی مدرسہ سرہند ۱۸۴۸ء
جناب شکر کی دقتاریں بابت وصال حضرت مولانا عبد السلام صاحب سلام بدایونی حضرت
موصوف کے ذکر میں نقل کردی گئی ہیں۔ دیکھئے صفحہ ۱۵۲-۱۵۳

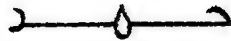
۴۔ نادر : مولوی نجم الدین حسین باشندہ مہین سنگہ۔ رمل اور طب
میں اچھا دخل رکھتے تھے۔ فارسی خوب کہتے تھے۔

ورد کلام ہنسی کسی لبِ شیریں کی جیسے دیکھی ہے پسند غنچہ گلش کار ہر خند نہیں
(سخن شاعر)

۵۔ عبدل :

میر محض علی ۱۸۹۶ء - ۱۸۸۱ء حلف میر چاند علی ملیح آبادی مقیم رام پور
بالاال خوشنویس تھے اس فن کو حافظ نور اللہ سے حاصل کیا تھا۔ درسیات کی تعلیم مولانا
سلامت اللہ صاحب سے حاصل کی عربی و فارسی میں صاحب استعداد تھے۔ جس زمانے
میں نواب محمد سعید خان کا قیام لکھنؤ میں تھا میر صاحب کو نواب یوسف علی خاں کی تعلیم
پر مقرر کیا گیا تھا جب نواب یوسف علی خاں مسند نشین ہوئے تو آپ کو رام پور طلب
کیا رام پور میں آپ نواب کلب علی خاں کے معلم مقرر ہوئے۔ رام پور کے تمام تعلق کے
نوشتر نویس آپ ہی کے سلسلے سے فیضیاب ہیں۔ چند رسائل غیر مطبوعہ آپ
سے ملے گا رہیں۔ ۱۸۸۸ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے شاگرد مولوی الہی بخش غریب
نے چشمہ فیضی گم تاریخ کہی۔ (کاملان رام پور)

نمونہ کلام فارسی مثنوی نان و نعمت



اے توئی موجود با ذات و صفات از وجود تو وجود کائنات
از تو قندیل فلک روشن شد صحن گردوں غرت گلشن شد
ہر کیے را دیدہ بر روی تو باز ہر کیے باناز تو دارد نیاز

کلام اردو

اب تو بارِ نفس نہیں اٹھتا آہ کس درجہ ناتواں ہیں ہم
آپ میں ہیں نہ آپ سے باہر کچھ نہیں جانتے کہاں ہیں ہم
(انتخاب یادگار)

(۲) سلام : مولانا قاضی عبدالسلام عباسی بدایونی ۱۲۸۴ھ - ۱۲۸۲ھ
۱۳۰۱ھ - ۱۲۸۹ھ

قاضی عطا الحق بن قاضی محمد اصغر بن حافظ جلیل اللہ بن شیخ خلیل اللہ بن عبدالحق
عبدالسلام بن مولانا حافظ نظام الدین عرف اڈھن دار بدایلوں بن شیخ محمد بن
میراجی شہید بن شیخ شرف الدین بن علاء الدین بن صدر الدین بن شمس الدین
بن عبدالقدوس بن عبدالمہمیں بن شیخ نظام بن ملا خاصہ اللہ بن قاضی حامد بن
امین شاہ محمد بن قاضی رکن الدین بن قاضی شہاب الدین بن قاضی واحد وارد ہند
لہند بن برادر مستمع باللہ آخری خلیفہ بغداد ۱۲۴۶ھ
۱۲۴۷ھ ابو جعفر منصور المستنصر باللہ ۱۲۳۶ھ
۱۲۳۳ھ

بن ابوالفرخاہر باہر اللہ ۱۲۲۵ھ بن ابوالعباس احمد الناصر بن اللہ ۱۱۸۰ھ بن
 ابو محمد المستفی باہر اللہ ۱۲۵۵ھ بن ابوالمظفر یوسف المستغنی باللہ بن ابوعبد اللہ محمد المقتفی لاسر
 اللہ ۱۱۳۵ھ بن ابوالعباس احمد مستنصر باللہ ۱۰۹۲ھ بن ابوالقاسم عبد اللہ المتقدی
 باہر اللہ ۱۰۶۴ھ بن محمد بن ابوجعفر عبد اللہ القائم باہر اللہ ۱۰۳۲ھ بن ابوالعباس
 احمد قادر باللہ ۹۹۱ھ بن اسحق بن ابوالفضل جعفر مقتدر باللہ ۹۶۴ھ بن ابوالعباس
 احمد معتقد باللہ ۹۶۴ھ بن طلحہ بن ابوالفضل جعفر متوکل علی اللہ ۹۴۴ھ بن ابوالاسحق
 محمد معتصم باللہ ۸۳۳ھ بن ابوجعفر ہارون الرشید ۷۸۶ھ بن ابوعبد اللہ محمد المہدی ۷۴۶ھ
 بن ابوجعفر المنصور ۷۵۴ھ بن محمد بن علی بن حضرت عبد اللہ بن حضرت عباس رضی
 قاضی عبدالسلام صاحب نے تحصیل علم اپنے عم مکرم مولوی قاضی بہاؤ الحق
 سے کی جو بحر العلوم ملا عبد العلی صاحب فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ آپ کی فارسی تصانیف

بحر العلوم ملا عبد العلی فرنگی محلی ۱۱۵۳ھ - ۱۲۲۰ھ خلف ملا نظام الدین ۱۱۶۱ھ
 بانی درس نظامیہ خلف ملا قطب الدین شہید انصاری سہالوی ۱۱۶۲ھ مولانا
 بحر العلوم نے اپنے والد ماجد کے شاگرد ملا کمال الدین انصاری سہالوی ۱۱۶۱ھ
 سے معقولات و مقولات کی تحصیل کی۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں والی روملیکھنڈ
 ۱۱۸۸ھ کے عہد میں شاہ جہاںپور گئے حافظ الملک نے بڑی قدر و منزلت کی اور
 معقول و ظیف مقرر کر دیا۔ ان کی شہادت تک آپ درس و تدریس میں معروف رہے
 اس کے بعد رام پور اور ہمارے قیام کیا آخر میں وہاب ملاحاہ محمد علی والی کرناٹک کی طلب
 پر مدد اس چلے گئے۔ والاہ نے ایک مدرسہ کلال تعمیر کرایا آپ مدت تک وہاں درسی دیتے رہے
 بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

میں انبیاء الابرار (تصوف) شرح دلائل انجرات علم الفرائض اور مشوی طنان عشق -
 اردو میں منظوم تفسیر زاد لائرت 1233 ھ آپ کی بڑی گمراہ قدر تصنف جس میں تقریباً
 دو لاکھ اشعار ہیں۔ آپ حضرت سیدنا شاہ آل احمد پچھے صاحب مارہروی 1235 ھ کے
 مرید و خلیفہ تھے۔ مندرجہ ذیل شعر میں مارہرہ سے تعلق بڑے والہانہ اور محققانہ انداز
 میں بیان فرمایا ہے۔

بہرست و جوئے مرشد چول دویدیم	بخر مارہرہ مارہ را ندیدیم
آپ کو ریاست دام پور سے عہدہ قضا ملا تھا۔ آپ کی تاریخ وصال	
جو مولوی شکر اللہ صاحب شکر بدایونی نے نظم کی تھیں ذیل میں درج ہیں۔	
(۱) خادم شرع دین مصطفوی	مقتدائے زمانہ ہادی براہ
ناضی بے مثال خضر طریق	محوال الرسول تامل الشد
عالیم علم ظاہر و باطن	ابن عم رسول عالی جاہ
از جب ماہ بود پانزدہم	کمال زماں کر دہرے خلد نگاہ
گفت با توف بہ شکر از دل زہد	قاضی عبد السلام حق آگاہ
۵	۱۲۸۴ + ۵ = ۱۲۸۹

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

نواب نے بحر العلوم کا خطاب دیا۔ انتقال کے بعد ملا س میں دفن ہوئے۔ تصانیف میں
 ارکان الہدایت العرف اور کئی کتابوں کے حواشی اور شروع آپ سے
 یادگار ہیں۔

(۲) مظهر خاص خالق کونین
عارف حق مفسر قرآن
مقتدائے رہ خدا طلبی
محو عشق محمد عربی
خراستم شکر چوں زیر خرد
گفت ہالت گشت از سیرجان
قاضی عبدالسلام عباسی
۱۲۸۹ = ۱۲۸۶ + ۳

قاضی صاحب کی تفسیر زاد الآخرة تنفیہی بحث کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے
یہاں اسکے کچھ حصے پیش کئے جاتے ہیں۔

تفسیر سورہ اخلاص

توحید

کہ محمدؐ کہ ایک ہے وہ خدا
متحد ہے ذات میں اپنی
اسکی وحدت میں شک نہیں ہے
منفرد ہے صفات میں اپنی
وحدہ لا شریک یکتا ہے
یعنی بے احتیاج مطلق ہے
مارے عالم کا ہے وہ خالق و رب
جملہ حاجات سے میرا ہے
اور نہ بیٹا ہے بلکہ آپ ہی آپ
کوئی جوڑ اور ہمسر و یکتا
نہ وہ اپنا شریک لکھتا ہے
وہ خدا بے نیاز برحق ہے
بلکہ محتاج ہیں اسی کے سب
نہ وہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے
ہے نہیں وہ خدا کسی کا باپ
اور نہیں زینہارا سکا ہے

تفسیر سورہ قدر

شب قدر

سورہ قدر کی ہے یہ شانِ نزول
کہ صحابہ سے اپنے خواہرین
حالِ اولادِ حضرت یعقوبؑ
زند و توحید میں یگانہ و طاق
باندہ ہتھیار اور سلاحِ دغا
باوجود جہادِ باکفار
سنکے اس بات کو صحابِ رسولؐ
ہم سے مرزدہوں کیسے یہ افعال
سید الانبیاءؑ ہوئے غمگین
قدر کی شب کہ عز و جاہ سے ہے
نیک کام اس میں ہوویں جس عیاں
جانتا ہے جو قدر شب کے تین
ہے شبِ قدر اسکی ہر اک شب
سے اماں اور سلامتی وہ رات
تا کہ اس شب کہیں سلام ملک

سید الانبیاءؑ سے ہے منقول
ذکر کرتے تھے ایک روز کہیں
حس میں اک شخص تھا نہایت خوب
جہد و طاعت میں شہرہ آفاق
کافروں سے ہزار بار لڑا
تھسا دروزہ دار و شبِ بیدار
یوں اس طرح باخوابِ رسولؐ
عرصہ عمر تنگ ہے بہ کمال
تب یہ سورہ اتاری انکے تئیں
یعنی بہتر ہزار ماہ سے ہے
ہوویں مقبول حضرت یزدان
وہ شبِ زندہ دار سب کے تئیں
اسکو موقوف کیا ہے ہر اک شب
تا طلوعِ سورِ بصدِ برکات
مومنوں کو طلوعِ صبحِ ملک

سورہ علق

ابتداءئے وحی

پڑھ تو قرآن کو بنامِ خدا کہ وہ پروردگار ہے شیرا
یعنی قرآن تو پڑھے ہر گاہ اس سے پہلے تو پڑھے بسم اللہ
اور ترار ہے اے بنیِ ورا سب کریموں سے ہے کریم بڑا
اس نے لکھنا قلم سے سکھلایا ناندہ عام اس سے فرمایا
انتظامِ جہاں قلم سے ہے انعامِ جہاں قلم سے ہے
کب فوائد ہوں سب قلم کے رقم نہیں قابلِ مرا رقم کے قلم
اس نے سکھائے آدمی کے تیں وہ سخنِ جن کو جانتا تھا نہیں

سورہ حشر

بیت قرآن

جو ہم اے سیدِ زمین و زماں کرتے نازل ہمارے پر قرآن
تو اسے دیکھتا کہ دب جاتے ہوتے شقِ آؤں سے میرا آتے
مولوی نے لکھا یہ مضمون یوں اس جگہ پر خلاصہ مضمون
کہ وہ کفارِ سنگ سے بھی سخت رکھتے اپنے دلوں کو ہیں بدبین
اور یہ امثال کرتے ہم ہیں بیاں بہر تنبیہ مردم و النساں

سورہ نجم

واقعہ معراج

اور ہمیں بولنا ہے کوئی بات	اپنی خواہش سے وہ ستورہ صفات
وہ سخن تو ہے وحی دھکم الہام	بھیجی جاتی ہے جو بہ خیر انام
وحی و قرآن سکھا دیا اسکو	حکم یزداں سنا دیا اسکو
یعنی تھے جبریلؑ بے شک و شک	مطلع آفتاب کے نزدیک
پھر وہ آئے قریب پیغمبرؐ	دیکھ اسکو ہوش ہونے پر
پس رہا فرق دو کمان کے قدر	یعنی مابین روح و پیغمبرؐ
پھر لگا کرنے وحی وہ جبریلؑ	جانب بدہ خدائے جلیل
وہ جو بھیجا خدائے وحی پیام	جانب خواجہ بلند مقام
یعنی وحی و پیام پہنچایا	کہنیا جو خدائے فرمایا
قاب قوسین سے یہاں مقصود	ہے وہ ناکید قربت معبود

سورہ حجرات

شعوب و قبائل

اور ہم نے کیا تمہارے تینیں	یعنی بڑا دیا تمہارے تینیں
ذاتیں اور کہنے تاکہ لو پہچان	اپنے آپس میں کر کے نکر اور دھیان
رکھ غمز اور ناز کرنے کو	حد و انداز سے گزرنے کو

عدل سے دور ہے وہ فریب
یسی شوب و قبائل النان
کہ تمہارا بڑا ہے نزد خدا
بے شک اللہ جانتا ہے عیاں
مولوی نے خلاصہ مضمون
کہ لگاکسی کی ذات میں عیب
آدمی ایک اصل سے ہیں سب
ہیں برائے شناخت اور پہچان
وہ جو رکھتا ادب ہے تم میں سوا
ہے خرد دارِ راز ہائے نہاں
اپنے موضع میں ہاں لکھا ہے لول
عیب ہے اپنے واسطے لایب

سورۃ فتح

مقام صحابہ رضی

گرچہ تھے سب صحابہ پیغمبرؐ
کیا بعضے تحقیقوں نے بیان
معنا سے مراد ہیں صدیقؐ
اور اشدائے غرض ہے عمرؓ
رُحما سے تو قصہ ہیں عثمانؓ
رُکعاً سجدائیاں ہے جلی
کہ رکوع و سجود میں مشغول
ڈھونڈتے تھے وہ فہم یزدان کو
یعنی افزونیِ ثواب و جزا
صاف ظاہر علامت ان کی نمود
متصف ال صفات سے کسیر
کر لیا اختصار بعض بیان
کہ وہ تھے ساتھ غار میں تحقیق
کہ وہ کفار پر تھے زور آور
کہ وہ رانت میں تھے وحیفان
ہے سر اسرہاں بہ شان علیؓ
رہتے رات اور دن تھے وہ مقبول
اور اسکی فوٹنی درضوان کو
اور خوشنودی و رضائے خدا
ان کی پیشانی پر نشانِ سجود

مے صفت انکی ساری اور دستان
 اور صفت انکی ہے علی التفصیل
 بیچ تورات کے بہ شرح نہاں
 بیچ انجیل کے بہ وجہ جمیل

سورہ شوریٰ

مودت ذی القربیٰ

کہ تو اے سید زمان و زمین
 تم سے کچھ اجر اور مزدوری
 اس طرح سے کہ مانگتے ہیں
 پر قربت میں دوستی پوری
 اور جو کوئی کمائے نیکی کو
 آل حضرت کا دوست جان سے ہو
 ہم بڑھادینگے اس کو اس میں ثواب
 کہ مضاعف ہو وہ زردی صاب
 من لوقربیٰ ہے ہر راہ اس جا
 خواجہ دینا کے ذوی القربیٰ
 یعنی حسینؑ وفا طمہ و علیؑ
 لکھا انوار میں بہ طریقہ جلی

سورہ صفت

واقعہ قربانی

پس تولد ہوئے جب اسمعیلؑ
 دشت ام القریٰ میں انکے تئیں
 لے گئے ساتھ ہاجرہ کے خلیلؑ
 وہ جو مکے کی محترم ہے زمیں
 پائی اس جا انہوں نے نشوونما
 تھے وہاں وہ اور ان کی ما
 ایک بار آئے تھے خلیلؑ کہیں
 شام سے انکے دیکھنے کے تئیں
 کئی راتوں کو خواب میں دیکھا
 متواتر خلیلؑ نے اس جا

کر دے اپنے پسر کو تو قرباں
 لیکے بیٹے کو تھا جو اسمعیلؑ
 میں نے دیکھا ہے خواب کے اندر
 ہی آیا ہے حکم میرے تئیں
 اے پدر کیجیے جو ہے مامور
 سپہ والوں میں ربخ حکم و قضا
 ہونے معروف ذبح اسمعیلؑ
 جب لگے کاٹنے وہ گردن یور
 ذبح سے دی نجات انکے تئیں
 اگلے فرزند کا گلہ نہ کٹا
 کبش مذبح اس جگہ پائی
 محسنوں کے تئیں زروئے عمل
 یعنی پہنچے اُسے سلام عمیم
 مومنوں اور حق پسندوں سے

خواب میں حق نے یہ کیا فرمان
 عید کے دن گئے منیٰ کو خلیلؑ
 باپ بولا کہ میرے پیارے پسر
 کہ میں کرتا ہوں ذبح تیرے تئیں
 کہنے اس طرح سے لگا وہ پور
 پائیے گا مجھے جو چاہے خدا
 باندہ بچے اپنی چشم خلیلؑ
 ہاتھ میں لیکے اپنے اک سا طور
 پہنچے فی الحال جبریل امین
 دکھ کے دنبہ دیا پسر کو بچا
 کھول آنکھیں نظر جو فرمائی
 یوں ہی دیتے ہیں ہم جزا بدیل
 ہے سلام خدا بر ابراہیمؑ
 وہ تو ہے اک ہمارے بندوں سے

سورہ یسین

سورہ کی اہمیت

اے سلام اس جگہ کفایت ہے
 خیر دارین بخششی ہے عام
 وہ جو انوار میں روایت ہے
 ایلئے ہے معبر اس کا نام

کہ وہ کرتی ہے دفعِ سب آلام
 کہ ہے اسکا قضاے حاجت کام
 سید الانبیاءؑ نے فرمایا
 قلبِ قرآن ہے سورۃ یسین
 سرِ حق ہیں مقطعاتِ تمام
 پہنچے کب ان کو عِلْمِ انسانی
 غیر از سید زینِ وزماں
 اہلِ تاویل کرتے ہیں تاویل
 یا کہ سورہ کا یا کہ قرآن کا
 آلِ یسین اسکی حجت جان
 اے محمدؐ نہیں پیغمبر تو
 کھائی قرآن کی یوں خدانے قسم
 وہ جو حکمِ برحق ہے یا محکم
 راہِ سید ہی پر اے ستودہ صفات

دوسرا واقعہ ہے اسکا نام
 تیسرا قافیہ رکھے ہے وہ نام
 اس طرح سے حدیث میں آیا
 قلبِ دل ہے ہر ایک شے کے تین
 لکھ گئے ہیں محققانِ کرام
 ہیں وہ مثلاً بہاتِ قرآنی
 اس سے واقف نہیں کوئی انسان
 لیکر اس طرح سے بہ طرزِ جمیل
 کہ ہے یسین نامِ یزدان کا
 یا وہ ہے نامِ خواجہِ دو جہاں
 جب لگے کہنے اس طرح بد خو
 پس بہ تسکین سرورِ عالم
 اس کلامِ مجید کی ہے قسم
 تو تو بھیجی ہوؤں میں ہے بالذات

سورہ احزاب

مقامِ اہل بیت اور حکمِ درود و سلام

اے ہمہ اہل بیتِ پیغمبرؐ
 وہ جو کرتا ہے سرِ برِ سخرا

تم سے جس اور گندگی کیسر
 اس سے ستھرا کرے تمہیں وہ خدا

دنب اور مصیبت ہے اس سے مراد
 تم کسی مرد کے پدر ہو نہیں
 ہوئے پائے نہ مرد تھے یکسر
 کہ ہے خاتم بہ معنی مختوم
 یہ بڑائی ہے خاص ان کے تیس
 اور اس کے زشتگان کرام
 حروب عظیم ہو بہ وجہ کمال
 بھیجو تم رحمت اس پیغمبر
 بہ وجہ صلوة پیغمبر
 ہے بڑی ہی مراد کا یا نا
 اس پہ دس رحمتوں کا ہووے ورود

لفظ جس اس جگہ جو ہے ارشاد
 پس خلاصہ یہ ہے کہ سرور دین
 کہ پیغمبر کے جس قدر تھے پسر
 اہل تحقیق سے ہوا معلوم
 کہ نبی ان کے بعد ہووے نہیں
 بے شک درسا خالق منعم
 کرتے رحمت نبی یہ ہیں ارسال
 اے یقین رکھنے والو اور ناور
 ہیں وہ جمہور متفق یکسر
 اور نبی پر درود یہ پہچانا
 اور پڑھتا ہے جو کوئی وہ درود

سورہ انبیا

واقعہ نمرود

یوں ہوئے وہ مجبور احرار
 اور مدد اپنے ٹھا کر دل کو دو
 اک خطرہ بنالیا فی الحال
 اپنے حق میں سقر وہ بنوایا
 اس کو ایکسٹینشن میں بٹھلا

پھر جو جہمت نہ لا کے کفار
 بولے اسکو جلاؤ اے لوگو
 پھر بہ زمان شاہِ بد اعمال
 اسکو آتش لگا کے دہکایا
 کر کے مغلول آگ میں بھیٹا

کیا تو حاجت رکھے ہے کوئی خلیلؑ
میرا حاجت برآ رہے تجھ بن
آگ کو سرد حق نے فرمایا
اس خدا نے کیا وہ فضل عظیم
جس سے ہووے دل ابرم پر داغ

بولے فی الغور آ کے یوں جبریلؑ
بولے حاجت رکھوں ہوں میں لیکن
ان کو ثابت قدم جو یوں پایا
پس بہ صبر و ثبات ابراہیمؑ
ہو گئی آگ ایک ایک دہ باغ

سورہ طہ

عصائے کلیم

نام نامی عصا اس عصا کا علین
ان سے حضرت شعیبؑ نے پایا
کام آتا وہ ان کے صبح و مسا
گاہ ہوتا وہ پاس ابراہام
گاہ ہوتا بجائے دار و رسن
گاہ ہوتا درخت بار و ثمر
کام کرتا عجیب عجیب وہ تھا

اہل کھنیر نے کیا تحقیق
پہلے آدمؑ کو حق نے بھیجوا
وہ تو پہنچا شعیبؑ سے وہ عصا
گاہ کرتا تسلیمؑ سے وہ کلام
گاہ ہوتا مقابل دشمن
گاہ ہوتا وہ سایہ دار شجر
گاہ ہوتا چراغ شب وہ عصا

جلوۂ طور

یعنی موسیٰؑ نے دشتِ طور سے آگ
کہ رہو تم یہاں ذرا فی الحال

حسن گھڑی دیکھی اس نے دور آگ
یہ کیا اپنے اہل سے یہ معال

میں نے دیکھا ہے آگ کو بہشتیں
یا نہ پاؤں اس آگ پر ناگاہ
تھی نہ آتش وہ نور حق کا تھا
حق نے ان سے سلام فرمایا
پھر نبوت سے دے شرف ان کو
بھیجا فرعوں کی طرف ان کو

خاتمہ

شکر اللہ کہ چند سال کے بعد
درمیاں دو غید و عیدِ سعید
حق کی تائید نے یہ کام کیا
ورنہ کب تھا مرے ہن مقدور
تھا ہزاروں غموں سے دل افکار
تھی اسی کی اعانت و تائید
سالہا سال میں لکھی یہ کتاب
اکے سال شروع کا منشا
کاش اپنا وہ فضل فرمائے
اور تاریخِ اختتام کی ہے
یا الہی طہنیل سرورِ دین
رحمتِ اہی سے وقتِ نزاعِ رواں
وقتِ رہتا عند اب النار

روزِ آئینہ عزمِ ذیقعد
ہو گئی ختم یہ کتاب مجید
کہ اسے میں نے اختتام کیا
میں تو ہر ایک طرح سے تھا معذور
اور سوسو طرح کے تھے آزار
کہ میں چل کر بہ سائلِ تقلید
رکھ کے ملحوظ احتیاط کے آداب
ہے لقب زادِ آخِرۃ اسکا
کہ یہ عقی کا زاد ہو جائے
ایک ہزار اور اسیٹھ اور دسے
بخش اپنے کرم سے میرے تین
مچھو سکرست موتِ راساں
بہ محمد و آلہ الابرار

۱۲۲۵
۱۸۳۰

۱۲۵۹
۱۸۷۷

قرار : مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید عثمانی قادری بدایونی سنہ ۱۸۴۸ء خلف

مولانا عبدالمجید ۱۸۴۷ ء - ۱۸۶۱ ء خلف مولانا محمد سعید ۱۸۴۷ ء بن مولانا محمد تہجد
مولانا محمد شفیع بن شیخ مصطفیٰ بن عبدالغفور بن عزیر اللہ بن کریم الدین بن قاضی محمد بن شیخ
معروف بن شیخ نورودین عبدالشکور بن شیخ راجی بن قاضی سعد الدین عرف قاضی سدا
نہ کوہ بن قاضی القضاۃ قاضی رکن الدین بن نامی دانیال داردہند از عراق و قاضی بدایوں بن
ساجی شہید بن ابراہیم بن اسحق بن عبدالکریم ثانی بن نور اللہ بن عبدالحی بن محمد فردوس بن شیخ
انیس بن شیخ رافع بن عبدالکریم اول بن عبدالرحیم بن عبدالرحمن بن حفصہ ابان ابن سیدنا
عثمان غنی رضی اللہ عنہ . مولانا شاہ عبدالمجید کے اساتذہ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

(۱) آپ کے بڑے چھوٹا مولانا محمد علی عثمانی بدایونی ۱۸۲۳ ء - ۱۸۷۱ ء خلف خطیب
محمد ظیف بن خطیب عبداللطیف مولانا محمد شفیع . مولانا محمد علی تاد قاضی مبارک گویا بوی
 ۱۸۵۱ ء شارح سلم العلوم شاگرد قاضی مستعد خان دہلوی شاگرد شیخ محمد عتیف عثمانی
 ۱۸۱۹ ء - ۱۸۷۹ ء بن شیخ عبداللطیف بن مولانا محمد شفیع (۳) میرزا ہدیرانی ۱۷۸۹ ء شاگرد
مرانا ناضل مدحتی ثم لاہوری ۱۷۶۹ ء شاگرد مرزا جان شیرازی ۱۸۸۵ ء شاگرد شیخ محمود شیرازی
 ۱۵۲۶ ء شاگرد شیخ جلال الدین روانی ۱۵۳۲ ء - ۹۲۸ ء

(۲) آپ کے چھوٹے چھوٹا مولانا مفتی عبدالحی صاحب عثمانی بدایونی ۱۸۹۵ ء خلف
مفتی ابوبکر محمد بن محمد بن مولانا محمد شفیع صاحب شاگرد محمد علی عثمانی بدایونی

۲. مولانا ذوالفقار علی ساکن دہلی ۵۰۰۰۰ ملاقات نام الدین فرنگی محلہ ۱۸۴۲ ء

مولانا سید ذوالفقار علی خلف محبوب علی بن محمد رفیع بن شیخ الاسلام
بن عبدالباقی بن مولانا عبدالسلام دہلوی ۱۸۳۳ ء بن تہجد الوسیع بن تہجد
عبداللہ بن تہجد احمد بن عبدالرحیم بن تہجد احمد فیاض بن مولانا اعظم ثانی سید محمد تقویٰ کوٹلی

ثم لکھنوی م ۱۲۶۶ھ

مولانا شاہ عبد الحمید صاحب دس سوہ خف سبز شاہ آل احمد اچھے صاحب
مارہروی ۱۲۳۵ھ خلیفہ خاص اور خطاب شاہ عین الحق سے سرفراز تھے آپ کے تلامذہ ہیں
مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کشفی صبیح، متولی بدایونی ۱۸۶۴ھ مولانا عبد الوہاب
صاحب خلف مولانا شاہ حسن علی صاحب ہدیۃ جمیدی بدایونی ۱۲۹۹ھ اور خاتم الکابر
سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی تیس سوہ م ۱۸۶۹ھ تصانیف میں تہ النمان شرح
جواہر الرحمن بترج کتاب الصلوٰۃ و محافل الانوار و ردود و ہار و رد و احوال و درویش رسالت نقوش ہیں۔
پیشاگر بالکمال بھی تھے آپ کا مندرجہ ذیل شعر مولف تذکرۃ الواصلین
نے تحریر کیا ہے سہ رفت در بیچارہ اس بے زل دیم قرار - سادہ لوحی میں کہ عشق را خیر دارم ہوز
(تذکرہ الواصلین تذکرہ علمائے ہند الہی تاریخ)

تلامذہ مولانا شاہ عین الحق عبد الحمید قرار عثمانی قادری بدایونی

سید حضرت سیف اللہ المسلمون عین الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب عثمانی قادری
بدایونی ۱۲۹۹ھ - ۱۸۷۷ھ حلف مولانا شاہ عین الحق عبد الحمید صاحب عثمانی قادری بدایونی

۱۸۲۷-۱۲۴۷ھ حضرت عارف شاہ شمس الدین الوافضل سید آل احمد اچھے صاحب مارہروی تیس سوہ
۱۸۲۷-۱۲۴۷ھ خلیفہ و مرید و خلیفہ و جانشین حضرت اسد العالیین سید شاہ مرہ صاحب مارہروی ۱۲۳۱-۱۱۹۸ھ
۱۲۳۵-۱۱۹۸ھ حضرت اچھے صاحب تیس سوہ علم و فضل مجاہدات و تہفقات میں لائانی اور مروجہ علماء و مشائخ تھے آپ

کے ایک خلیفہ حضرت سید عبد اللہ عرف پیر بھڑادی صاحب م ۱۶۹۳ھ بھی تھے وہ جب بے زاد سے ہندوستان
آئے تو دہلی و ردو مرے ہندوں کے مشائخ نے انکی پاکی کو کاٹھا دیا اور اس امر پر فخر کیا حضرت اچھے
صاحب کی تصانیف میں آئین احمدی ۳۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے جد بزرگوار مولانا عبد الحمید صاحب سے پائی بعد ازاں مولانا نور الحق صاحب فرنگی محلی ۸۲۴ھ شاگرد مولانا بحر العلوم عبد العلی صاحب فرنگی محلی سے جملہ علوم کی تکمیل اور حکیم میر علی رضوی موہانی سے علم طب کی تحصیل کی اور اپنے والد ماجد سے فہم الحکم اور مشغول محوی کو بالاستیفاء پڑھا بعدہ سفر حج کے دوران شیخ عابدہ مدنی اور شیخ عبد اللہ سراج مکی سے تحصیل حدیث کی آپ کی تصانیف میں العقائد المتقہ علم کلام میں کتاب الطلوع علم فقہ میں ملخص شرح امام نووی، علم حدیث میں شرح نصوص الحکم لقون میں بوارق حمیدہ۔ احقاق الحق نصیح المسائل تلخیص الحق وغیرہ رو بہایت اور درہن میں آپ سے یادگار ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا فیض احمد صاحب عثمانی قادری بدایونی، مولوی سخاوت علی جوہری، مولوی کریمت علی جوہری مولانا شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی رام پوری اور مفتی اسد اللہ خاں صاحب الہ آبادی وغیرہ

موی نے اپنے تذکرہ ہمارے خزان میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ۔
 بیہ جاذق و شاعر ہے
 آپ عالم بمتحر اور طیب جاذق اور
 شاعر ہے بدل ہیں برسوں سے تعلقات دینی
 سے کنارہ کش ہو کر فقر و غنا میں مہر
 ہیں اور اولیائے کامل کی نشان
 کے ساتھ بدایوں میں مخلوق
 خدا کی رہنمائی فرماتے ہیں
 دینوی پشت پازدہ
 نہ بہ فقر و غنا پر داخل
 در ہر انتہا اولیائے کامل
 در بدایوں رسیدہ سرگرم استفادہ است

مولوی رضی الدین لعل بدایونی کتاب تذکرۃ الواہلین میں لکھتے ہیں ۔
 مریدین آپ کے عرب و عجم میں بہ کثرت ہوئے ۔ ہنگامِ امانت ملکِ دکن میں

و ہامیر و شیعہ بہ کثرت آپ کے دست مبارک پر تائب ہو کر مشرف بیعت ہوئے اور پھر
 باعت کثیر مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرف اسلام حاصل ہوا۔ تمام مشائخ کرام
 و علمائے اسلام بلا واسطہ کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت و طریقت کا امام
 مانتے ہیں۔

نور کلام فارسی :-

منم بلبل مرغزارِ مدینہ	دل و جان من شدنارِ مدینہ
نزد اندکے جز حد اوقد اقدس	کہ چہ اں ست قد بہارِ مدینہ
اسے بادِ صبار و سوتے بستانِ مدینہ	گو کورش بندہ بہ سلطانِ مدینہ
دارم بہ دل زارِ تمنائے حضورت	روح و دل و جانم شدہ قریاںِ مدینہ
اے حامی روزِ جزا اے ہادیِ راہِ خدا	اے والی ملکِ عنایا مصطفیٰ یا مجتبیٰ
فرخِ عجم مطلوبِ حق محمدِ رب	عالی نسب والا حبِ خلیلِ فوجِ اصغیا
نام تو یا سلطانِ دین با نام حق گشتہ قریں	شد در زانم تا یقین درِ دومِ عالمِ رادوا
تو ریتِ بھیل در زورِ معلومت از دھجِ حضور	وصف تو در قرآنِ نور حق کر دیا نور الہدایا
ہزارہاتِ فرخِ زمین یادِ اندلسِ جان و تن	نامش چو وصفِ او حسِ مقبول رسکبریا
دیکھ حسین نامور شجرِ شہادتِ راقم	ہر شریعت دادہ سرال شاہِ بدستِ کر بلا
آن حرمِ اسرار تو واقفِ بحرِ غبارِ تو	صدیقِ اکبر یا تو سرِ ذریعہٴ مدینِ وصف
راںِ حضرتِ فاروقِ کیم کش بر سرِ کھارِ لم	کردش خدا تیغِ دودِ ہندس چوں شمشیرِ اندک
آن شاہِ ذوالنورین نامِ محوِ ضلیبِ لاکلام	آن مخزنِ حودِ نامِ آن موعظِ حلم و حیا
آن صاحبِ مخزنی دروازہٴ علمِ بی	شیدِ خدا حضرتِ علیٰ عالی ہم بحرِ حسنا

نمونہ کلام اردو :

وہ محمد مصطفیٰ پیدا ہوئے
ہو گئی تھی سب زمیں طلحاتِ مشرک
ہو ظہورِ کنیزِ مخفی کا کمال
شکر اللہ عاصیوں کے واسطے

احمد خیر الورا پیدا ہوئے
اس لیے نور الہدٰی پیدا ہوئے
اس لیے سرخدا پیدا ہوئے
شافعِ روزِ جزا پیدا ہوئے

سلام :

السلام رحمۃ اللعالمین
السلام اے منظرِ سرخدا
السلام اے پیشوائے انبیا
السلام اے عالمِ علمِ لون
السلام اے ہم کلماتِ شہوِ حجر
السلام اے تاجِ عتِ بر سر
السلام اے سیدِ عالمِ جناب
السلام اے مطلعِ نور و ضیا
السلام اے شافعِ روزِ جزا
السلام اے حبِ توایمانِ من
السلام اے روحِ روحِ عاشقان
عاجز و بیچارہ در ماندہ ام

السلام اے سرورِ دنیا و دین
السلام اے ہادیِ راہِ صفا
السلام اے مقتدائے اصغیا
السلام اے کائناتِ سرِ ارکن
السلام اے سجدہ آدرتِ شجر
السلام اے فیضِ و احسانِ برکت
آسمانِ معوضِ رآفتاب
السلام اے مشرقِ صدق و صفا
السلام اے رافعِ ربخ و بلا
السلام اے دردِ تودرمانِ من
السلام اے راحتِ دلدادگان
حریہ بطف تو نباشد چارہ ام

دوستو پھر یہ مہمبید آیا
 سو فطرتِ حق سے
 چاک لکھن شبِ بھان کا حیرماں ہوگا
 کب میسر ہوئے سیرِ مقاماتِ حجاز
 درِ مینا نہ کھلے ہاتھ وہ دل کب ہوگا
 مے مٹھلوں لب نیگوں سے تھپاے مجھے
 عاشقِ ساقی کو تر ہیں ازل سے ہست
 جہان تیرہ روشن ہو گیا نورِ الہی سے
 مبارک تشنگانِ بارانِ رحمت ہو گیا نازل
 زمیں کو آسمان پر دعویٰ بالائے مکیلی ہے
 چھپایا اس کی چادر میں منہ جو شمعِ ایرا
 بحمد اللہ مہمبیداد محبوبِ خدا آیا
 ہلالِ اس ماہ کا بیشک کلیدِ گنجِ رحمت ہے
 ایسی محبوبِ خدا کیوں ہے دلا آج کی رات
 حاجت پر کیسی ہوتی ہے روا آج کی رات
 ہے شفاعت جس تفریح گنہگاروں کی
 نورِ احمد ہے احوالِ احمد ہے احمد
 علیؑ کے دم سے ہوا خانہِ خدا روشن
 علیؑ کی نسل میں ہے منورِ حلالِ نبیؐ

پھر مجھے عہدِ طرب یاد آیا
 رحمتِ عام کا ارشاد آیا
 وصل کی صبح کا کب ہاتھ میں دماں ہوگا
 کب یہ لبِ نابِ قرلیلی کا حدی خواں ہوگا
 جامِ خور کب مے عشرت سے لبالب ہوگا
 لب لب کب لب ساقی سے مرالب ہوگا
 مدفنِ اپنا درِ مینا نہ شرب ہوگا
 حیاتِ عالم نے پانی جبکہ وہ روحِ رواں آیا
 مبارک اے گنہگار! تنفعِ ندباں آیا
 کراس پر وہ مکانِ لائلی کا مکیں آیا
 جب آما نورِ حق کے سایے یا نشین آیا
 ہلالِ دلکشہ تارے نسلِ دعا آیا
 مبارک اے مسلمانو! مہم حاجت روا آیا
 ہے مگر مولدِ محبوبِ خدا آج کی رات
 رہ کسی کی بہیں ہوتی ہے دعا آج کی رات
 شک اللہ کہ گنہگارِ دنیا کا رہا ہم
 ناحق اوہامِ جدائی میں گرفتار ہیں ہم
 طلیٰ کے دم سے چراغِ حق سوار روشن
 علیؑ نے نام لکھے نامِ مصطفیٰ روشن

خدا کی جملہ ایلالت جہاں میں عمدہ آستین ہے
 کیا لاش کو برکاتِ علم کے عالم میں حاصل نہیں
 خیر سے ہوا ہے امتیاز واجب و ممکن
 سیل معرفت اللہ کی فائز خیر ہے
 خدا کے دیکھنے والوں میں اس کے دیکھنے والے
 درجۂ صلیح الکبر

خدا نے ابن کو خیر امتیاز عطا کیا
 صحابہ غضبِ نجوم حوت کا پس دھن گنمادی
 ابو بکرؓ ان بخوم رہا میں ہر قسم سے
 درجۂ غاروقی اعظم

فہمیت حضرت صدوق کی بے حد مایاں ہے
 بجا کر کعبہ کے کوئی ہوتا تو عمرؓ ہوتا
 درجۂ عثمان غنیؓ

بہ ذوالنورینؑ کی مدح و ثناء ہے
 ہوا اس سے منور خانہ دیں
 درجۂ علی مرتضیٰؑ

کیا کار روا نام خدا نام علیؑ ہے
 ہے نام علیؑ کجملہ مہمات میں کافی
 برہم میلاد

کیا بیاں ہو برکتِ ذکر رسول اللہؐ کا
 ہوتی ہے ہر اس میں جانِ ایمان کے گماں
 دافعِ رنج و بلا ہے برہم میلاد نبیؐ
 واہ کیا بحرِ عطیہ ہے برہم میلاد نبیؐ

ملے ہیں واریں کے مطلب طفیل اسی بزم کے
 مہاراج کو یہ رتبہ ملا نصرتِ نبی سے
 بہتر نہ ملے کوئی در نصرتِ نبی سے
 ہر روز نہ ہو لغتِ سر نصرتِ نبی سے
 صدقہ مجھے مل جائے حسین اور حسن کا
 شہزادوں کی دیتا ہوں قسم اے شہِ عالم

(مولود منظوم مع قصائد ۱۱۰ و ۱۱۱ فارسی مولانا فضل

رسول صاحب بدایونی مطبوعہ ۱۸۷۶ء حیدرآباد دکن)

تلامذہ حضرت مولانا فضل رسول صاحب دست بدایونی

(۱) اسحق : مولوی محمد اسحق بدایونی

منہ کلہم غش میں لیکر تمہیں اے سرورِ عالم
 (نصرت)

(۲) الوار : مولوی الوار الحق بدایونی حلف مولوی ظہور احمد شیرزادہ و شاگرد دست بدایونی

مولف طوابع الزار سواح خاص دست بدایونی

تاریخ دیوان بہار غلدہ | دیکھ دیوان کو کفایت کے - نکلے تاریخ میں ہوا بیاب
 مصنف کفایت بریلوی | کہا ہاتھ لکھنے کے الوار - گلشنِ نعت کا گل شاہد

(۳) بیاب : مولوی عبداللہ فریدی فاروقی شیخوپوری برادر زادہ میاں محمد بیاب شیخوپوری

(۴) رسوا : مولانا فیض احمد عثمانی قادری بدایونی خواہر زادہ مولانا فضل

رسول صاحب دست بدایونی - دیکھ صفحہ ۱۷۲

(۵) فقیر : مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیر عثمانی قادری بدایونی خلف

مولانا فضل رسول صاحب دست بدایونی - دیکھ صفحہ ۱۸۹

(۶) مبارک : مولوی مبارک اللہ صدیقی حیدری ۱۸۷۲ء خلف مبارک اللہ

ساکن قاضی ٹولہ بایلو

نمونہ کلام

وعدہ فردا کا قیامت ہے بارگ کیلئے
آجکی شب کو شب وصل بنا دو صاحب
(تجلیات سخن)

(۷) نفیس بہ مولوی اشرف علی صدیقی حمیدی بدایونی ساگر و حضرت مست بدایونی و
جناب نواب بدایونی۔ آپ کا ذکر جناب نواب بدایونی کے تلامذہ میں موجھا ہے۔^{۲۲۱}
(۸) وجہ: مولوی شیخ الدین صدیقی متوفی ۱۸۷۵ء خلف مولوی مبارزالدین ایجاد
ساکن محلہ سورت بدایون۔

نمونہ کلام

ان کا ہی کا نہ شکوہ نہ ریتوں کا گلا ہے
آیا میری تقدیر کا لکھا ہے آگے
(تجلیات سخن)

(۹) وحشی: مولوی غنی رضا صدیقی حمیدی م ۱۸۸۵ء خلف: مولوی احمد رضا

ساکن قاضی ٹولہ بدایون

نمونہ کلام

زینت گلشن اگر وہ رہ لعا جوئے گا
پھول کمر ہر گل کا پیر امن نہا جوئے گا
(تجلیات سخن)

مولوی فیض احمد رسوا عثمانی قادری بدایونی شاگرد

مولانا نسل رسول صاحب مست بدایون

رسوا: مولوی فیض احمد عثمانی قادری بدایونی ۱۸۰۹ء - ۱۸۵۸ء خلف حکیم حافظ

غلام احمد ۱۸۱۲ء خلف مولوی شمس الدین ذلیف بحر العلوم مولانا محمد علی م ۱۷۸۱ء۔ مولانا
فیض احمد صاحب کے نانا شاہ عین الحق عبد الجبار صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۸۲۸ء
اور آپ کے استاد و مرشد روحانی آپ کے داموں مولانا شاہ معین الحق فضل رسول
صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۸۴۲ء تھے۔

بچپن ہی میں آپ کی زبانیت و ذکاوت حداد پر عقلا حیران تھے۔ پندرہ سال
کی عمر میں درسیات کی تعلیم سے فارغ ہو گئے اور اجارتِ درس مل گئی۔ دوسرے
قانون یعنی خطاطی اور شعو و شاعری میں بھی کمال حاصل کیا۔ اگرہ میں ولیم میور کے سر شہ قار
تھے لارڈ ولیم بیگ آپ کا شاگرد تھا۔ فقرا و مساکین کے لیے آپ کے در و دولت پر ہر
وقت بازار لگا رہتا تھا۔ سلسلہ درس و تدریس بھی ساتھ ساتھ جاری رہتا تھا۔
عربی و فارسی اور اردو میں شغریہ تھے ابتدا میں عاشقانہ کلام اور آخر میں لغت و
منقبت پر کار بند رہے۔ کلام زیادہ تر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فلاح ہو گیا۔ عربی کلام
پر اہل عرب تعجب کرتے تھے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں آپ بے راد حق میں قدم رکھا اور
حامی بنے لطف بھائے دوام اٹھایا۔ آپ کے تلامذہ میں مولوی احمد حسن قنوجی ۱۸۴۲ء
۱۸۶۰ء مولوی سراج احمد سہسوانی، مولوی صبح الدین عباسی بدایونی، مولوی قاضی شمس
الاسلام عباسی بدایونی، مولوی سید دولت علی شہ بدایونی، مولوی محمد بخش
صدیقی متولی بدایونی، صدر السعد و مولوی علی بخش صدیقی متولی بدایونی، صدر الصدور، مولوی
محمد بخش صدیقی متولی بدایونی، صدر الصدور، مولوی نور احمد عثمانی قادری بدایونی وغیرہ
تھے۔ صاحبِ رسالہ اپنی کی تصنف ہر یہ تادریہ ۱۸۸۶ء میں طبع ہو چکی ہے۔

نمونہ کلام عربی (لغت)

ملک الوری بما لبس الہدی لرجالہ
سمع العالی لعیالہ قطر الذی بنوالہ

بولائیے بولائیے حتّٰیٰ لیکلِ خصالہ
جمع المحاسن جلدیاں جمالہ وجلالہ

نصفیائے بہاوتِ بے بے بقائت
بدیع العوالم کمالِ المکارم جلالہ
کلام فارسی (منقبت)

ترجمے کن و زیں دامن رہا یا غوث
راستانِ عالی روم کجا یا غوث
بے عشق تو بے ایمان و دین مدیا غوث
تو بادشاہ شہمانی من گدیا غوث
کہ سب نام تو بس آیتِ سفلیا غوث
زدستِ فتنہ تو داری نگہ مرا با غوث

شدم بدم غم و رنج بتلایا غوث
اگر عرض کنم بر تو درد دل چہ کنم
نثارِ اسمِ شریف تو جان و مال و نسیم
چرا حرمت تو عرض بدعا نہ کنم
دوائے دردِ دل من طیب کے داند
بہ حضرت تو ہمیں عرض می کند رسوا

کلام اردو (انتخابِ قصیدہ شکایتِ زمانہ)

نہ سمیع بزم ہوں میں اور نہ مرغِ آتشِ خار
نہیں ہوں میں کسی کا ذکا طرہ دستار
ثبات بات کو انکی نہ میرے جی کو قرار
کہ میرے جی میں تو نہ رہ بھی ہوگی خوشخوار
کہ سنگِ حادثہ کی ہر طرف سے ہے پوچھار
کہ سب کا اس ملک بے مدار ہے مدار
کہ جیسے قبرِ فراق ہو کیمیرہ و تار
کہ ایک پاؤں پہ پھرتا ہوں صوبہ بربار
وہ کون شخص ہے جسکو نہیں ہے مجھ سے عار

نہ طوطیِ مسکرتال ہوں میں نہ بلبلِ زار
ہوں بال بال پریشان و بال جانِ نیست
کیا بتوں کے تلوں نے جی پر عرصہ تنگ
غلط ہے کہ کوئی مرغِ کو کہے جلا
جو بھاگوں میں جگر سختہ کہ ہر بھاگوں
امید بہتری اب تک خیالِ باطل ہے
ماہِ جو رنج و الم سے یہ حال ہے لکا
میں آج دستِ ملک ہے ہواستغفرین
وہ کون ہے کہ جگہ میری اس کے دل میں ہے

حرام سے فحشو سراپاں منع کرتے ہیں
 زمین یاؤں کے نیچے سے نکلی جاتی ہے
 تو جلنے دیر میں دیتے نہیں مجھے کفار
 ہیں ہے میری دعا کو بھی آسمان نہ
 باقوس بھی کہے میں بجایا
 بے وقت یہ راک کس نے گایا
 رباعی : میخانوں میں دے کھرا دینیں
 لیکن نہ کسی نے یہ بھی پوچھا
 انتخاب غزلیات :

مغل میں اسکا دور گزرتا ہے اور ہم
 کھتا ہوں یہ سچے دینوں جان مکے
 کہتے ہیں جس نے چھڑی خود کو غلام
 خاں : سنا کھٹے اور شاگرد حکیم سراج الحق سراج و عشق بدایون
 کا ذکر آپ کے قلم میں دیکھئے۔

غلام مولانا فیض احمد سوا عثمانی قادری بدایونی د

دا قدا : مولوی غلام شاہ صدیقی حمیدی بدایونی خلف مولوی مبارز الدین
 ساکن محلہ سوترہ شہر بدایون
 نوہ کلام :

سینہ دل ہے شرارتیں ہر آن کے کلب
 جو تیرے پر غضب دیدہ خنجر ہے آج
 (تجلیات سخن)

(۲) شرر : مولوی علی بخش صدیقی مولی بدایونی عمر الصدور ۱۸۴۲ء - ۱۸۸۵ء
 بن سلطان بخش برادر رسول بخش حشر بن محمد مکالم برادر مولوی اکرام اللہ حشر یہ کا ذکر
 علیحدہ عنوان سے ہو گا۔ دیکھئے ۱۷۴

(۲) کچھ اور کچھ بدایونی

(۳) عشق و سراج : مولوی سراج الحق عثمانی قادری بدایونی ۱۸۲۱ء تا ۱۹۰۲ء خلف و شاگرد مولانا رسوا بدایونی ۔

نمونہ کلام

تشنہ دیدار ہوں میں جاں بہب سربست دیدار پلادے مجھے
تجلیاتِ سخن

(۴) عرشی : مولوی احمد حسن قنوجی ۱۸۳۱ء تا ۱۸۶۰ء برادر نواب صدیق حسن خاں نواب پٹوئین ۔ شاگرد رسوا بدایونی و غالب دہلوی ان کے قصائد عربی نہایت فصیح و بلیغ ہیں ۔

نمونہ کلام :

سرفروئی اپنی ہے کلکوٹہ نرسندگی دیدہ پر آب سے مثل گوہر ہو گئے
(تذکرہ فرح بخش)

(۵) قیس : مولوی افضل الدین عباسی بدایونی ۱۸۵۲ء بن شیخ محمد یوسف برادر مولوی نظام الدین ناطق بدایونی ۔

نمونہ کلام :

گل و لعل کے کلف کو صبا لیا سہم ایک روتا ہے داکِ حیرتِ آنِ توان (شعیرہ)
(۶) نیاز : مولو سید نیاز احمد نقوی مودودی فاضلی سہسوانی ۱۸۱۹ء تا ۱۸۵۷ء بن سید شاہ آل احمد بن مفتی سید نظر محمد بن سید ابو محمد بن سید محمد عاقل بن مفتی عبد الغفور بن محمد عام عرف غلام میراں بن مفتی محمد فاضل بن قاضی عبدالشکور قاضی سہسوانی ۔ و خول خلد ۱۲۷۲ھ کی تاریخِ شہادت ہے ۔

(۷) نفیس : مولوی اشرف علی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۵۸ء شاگرد جناب نواب بدایونی و جناب رسوا بدایونی آپ کا ذکر جناب نواب بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۱

(۸) وحشت : مولوی احمد حسن صدیقی متولی بدایونی ۱۸۸۷ء حلف مولوی غلام حسن بن اکرام اللہ بن حافظ علم اللہ بن محمد ذاکر بن نور محمد بن غلام محمد بن عبد الرشید اور عبد المجید حدیثی اکرام اللہ محشر بدایونی آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہو گا۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۱

مولوی علی بخش شرر بدایونی شاگرد مولانا فیض احمد رسوا بدایونی

شرر : مولوی علی بخش صدیقی متولی بدایونی ۱۸۲۳ء تا ۱۸۸۵ء خلف مولوی سلطان بخش برادر مولوی رسول بخش حشر مولانا فیض احمد رسوا بدایونی سے علم کی تحصیل کی شاعری میں بھی انہیں کے شاگرد تھے۔ وہ اور ان کے بھائی مولوی محمد بخش دونوں ترقی کے صدقہ و رہوئے مولوی علی بخش نے ملازمت کے باوجود مطالعہ کا مشغلہ جاری رکھا اور ایک قابلِ قدر ذخیرہ کتب عربی و فارسی وارد و جمع کیا جو ان کے بعد دستِ مولانا سے میں نواب حسن الملک کا ساتھ رہا جو وہاں نائب تحصیلدار تھے دونوں میں بڑا ربط و ضبط تھا حسن الملک پہلے سرسید سے اختلاف رکھتے تھے۔ مولوی علی بخش علی گڑھ بنارس یا بریسٹر اور گورکھپور میں مقیم رہے۔ سرسید سے مخالفت غازی پور سے شروع ہوئی وہاں سرسید نے ایک انگریزی مدرسہ جاری کیا جو وکٹوریہ گورنمنٹ ہائی اسکول کہلایا مولوی علی بخش نے عربی مدرسہ قائم کیا جو بعد میں چشمہ رحمت کالج سے موسوم ہوا مولوی علی بخش اب تک غیر مقلدوں، آریلوں اور شیعوں کے رد میں مہر و ف تھے سرسید کے

مغایم تہذیب الاخلاق میں ان کو بخیریت کا مقصد نظر آیا جسے روکنے کی انہوں نے پوری کوشش کی۔ مولوی سید امجد العلی نے کانپور سے سرسید کی مخالفت میں "نور الآفاق جاری" اور مفتی سعد اللہ مراد آبادی نے سرسید کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ مولوی علی بخش نے تکفیر کا فتویٰ مکہ معظمہ سے حاصل کیا جہاں وہ حج کو گئے تھے اسکے ماوجود اپنے ایک محرمہ ۱۵ جولائی ۱۸۶۳ء میں انہوں نے نواب محسن الملک کو لکھا تھا کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ ہمارے میں سید احمد خاں صاحب ایک شخص لائق مامور معزز اور ذی عقل پیدا ہوئے اور ترقی قومی پر آمادہ ہوئے مگر انکی خود رائے سے مذہبی دست انداری اور انقلاب دین ایسا ان کی طبیعت میں جم گیا کہ اصل غرض قوت ہو گئی۔

سرسید کے احسانات سے مسلمانان ہند سر نہیں اٹھا سکتے لیکن انسان مرکب الخفا کے اصول پر ان کے عقائد انتہا درجے کی گمراہی پر مبنی تھے۔ یہ مولوی علی بخش۔ مولوی امداد العلی ڈپٹی کلکٹر علی گڑھ اور مولانا عبدالقادر صاحب بٹھانی تادری بدایونی وغیرہ علمائے حق کا احسان ہے کہ انہوں نے سرسید کو ان کی غلطیوں پر ٹوکا اور مسلمانوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا ورنہ ہفتہ سخت تباہی اور بربادی لاتا۔ مولوی علی بخش صاحب کے رسالہ "تائید الاسلام مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ" میں سرسید کے مذہبی خیالات کے جواب ہیں۔ سرسید کے مذہبی خیالات کو کوئی مسلمان ہرگز پسند نہیں کر سکتا۔ ان خیالات کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱) کوئی حدیث قابل وثوق نہیں ہے اور اصول تفسیر و اصول حدیث اور اصول فقہ اور عام مباحثہ شرعیہ اور کتب سیر و عقائد و ایہیات اور نامتد اور عز و معیہ میں

(۲) طریقہ زہد و عبادت و زانی و تعلیم و مویا و ذکر و نقل جوئی زمانہ مزاج ہے غیر مفیدیت

۳) تفسیر الازارہ روایات سے ہے اور مذہب اسلام میں جو عقیدہ خلافِ نچر کے ہو باطل ہے اور تعلیم صحابہ کرامؓ کو اہل بیتؑ علمت و مطلق ہے

مولوی علی بخش نے اپنا دیوان مطبوعہ حضرت شاہ عین الحق مولانا عبد الحمید صاحب عثمانی قادری بدایونی کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے منت گوئی کی ترغیب دی اس لیے دیوان کی ساری نقلیں ضائع کر دی گئیں ایک بیاض اور قلمی نسخے سے جو کلام حاصل ہوا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے شکل سیر میں طبع آزمائی کی ہے۔ اکل تاریخ کے مطابق مولوی علی بخش اور مرزا غالب میں پھیر پھاڑ رہتی تھی۔ آپ کے کلام کا رنگ اس زمانے کا عام مانگ ہے۔ ناسخ کی رعایت لفظی، ذوق کے عمارے۔ جرأت کی معاملہ بندی اور شاہ نیر کی شکل پسندی جیسے ساموجود ہیں۔ دیوان ۱۸۶۲ء میں طبع ہوا تھا تسلیم ناریولی نے ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۲ء میں طبع کیا۔ دوسرا دیوان تفریح الشعرا ۱۳۸۲ھ ۱۸۶۵ء میں طبع ہوا تھا خاندان مگرمی جوش نیر ناریولی نے لکھی تھی۔ دوسرا دیوان تفریح الشعرا ۱۳۸۲ھ ۱۸۶۵ء میں طبع ہوا تھا خاندان کے پاس محفوظ ہے۔

نمونہ کلام

حمد:	حمد واحدیں جو خام ہے غزل خواہینا	قل ہو اللہ کی تفسیر ہے دیوان اپنا
نعت:	یا رسول مل گیا ہے رسول کریم کا	پایہ بلند جب تو ہے عرش عظیم کا
غزلیات:	جو پہنی خاک پر تیری تو پھراٹھا ہوا شکل	اتر باقی ہے میری خاک میں بھی ناتوان کا
	ہوئی یہ غمش کی حالت مکیہ میں آنکھ تہی	گر اگر دل کے بل شیشہ شراب ارغوانی کا
	اے جوشِ جنوں جا ہے حد کہنیا لے جل	ہاں اب تو ترے ہاتھ میں دامن ہے ہمارا
	دابلی ہوئوں میں بھیگ زلف آنے وقت نسل	زیرِ ناختی آبِ حیا میں خود آسان کا
	تقش یا ہوتا ہے یا مالِ طلاق اے شراب	ضعف سے ہم ہو گئے ہیں یا مالِ نفس یا

قبر میں بھی تو کھلی رہ میں آنکھیں اپنی
 کیا اثر ہے مری امردگی خاطر کا
 وارغ سینے کے بہت تم نے چھپائیں ترنر
 ماکر آپ نے دیکھا ذرا اسکی طرف
 ہے نکر کہ پھر مشق تھا کہ یہ کرینگے
 دست بوسی کی تھا نہ ہی بلند فنا
 جا بجا جسم میں تاننا بھی بل کا نہ ہو
 آ پڑ ہے زلف چشم مست پر
 گلہ چرخ غلط شکوہ دشمن میا

عشیقہ دیوان کے علاوہ آپ کے چار لغتہ دیوان مطبوعہ ہیں۔ ایک دیوان
 لغتہ ہے۔ بقول جناب پروفیسر آل احمد سرور آپ کے لغتہ کلام پر ایک مستقل
 مضمون کی ضرورت ہے۔

بے نقطہ قصیدے کا مطلع

سر اسرار احمد اصل اصول اول
 خمسہ بے نقطہ

کہو کہ طرح ہوا ہم کو کل کا
 کہ ہو گا مدوگا رہ ہر عمل کا
 ہم دور ہو گا ہر اک صدمہ ہلکا
 اگر ہو گا ڈر ہم کو سرتے عمل کا
 مددگار ہو گا وہ سرور ہمارا

تلامذہ مولوی علی بخش شرر بدایونی

(۱) حامد : خان بہادر مولوی حاجی حامد بخش م ۱۹۰۶ء آری بری مجسٹریٹ علف
مولوی محمد بخش صدرالہدیہ آپ کے کلام کا مجموعہ "گلزارِ نظم" کے نام سے مطبع نسیم سرحدیوں
سے شائع ہوا تھا ۱۲۶۸ (۱۸۵۳)

نمونہ کلام

حامد کھڑے ہیں غم سے میدانِ حشر میں حصہ لیت کا دیواں لئے برے
کھول لارضاں نے درِ خلد تو یہ حکم سنا پہلے حامد شہ حیلان کا ثنا خواں آئے

(۲) مضطر : مولوی غلام مشہود بدایونی سے جسرِ حق تعالیٰ حضرت محمد علی
دورق نعمت دار حدیث مضطر

نمونہ کلام

یوں کہنے کو اسف بھی حسین گنہ ہے لیکن حسن شرر والا خدا اور ہی کچھ ہے

مولوی احمد حسن وحشت بدایونی شاگرد مولانا فیض احمد رسوا بدایونی

وحشت : مولوی احمد حسن صدیقی متولی بدایونی م ۱۸۸۹ء بن مولوی غلام
حسن با اکرام اللہ بن حافظ علیم اللہ بن محمد ذاکر بن نور محمد بن غلام محمد بن عبدالرشید
بن محمد سلیمان بن مولانا محمد یوسف استاد شاہ جہانگیر قلعہ دار کا لکچر ۱۲۶۰ھ ۱۸۵۹ء جد امجد شیخ
اکرام اللہ محمد بدایونی ۔

جناب وحشت سرکار انگریزی کے عہدیدار اور تحصیلدار کے منصب پر فائز تھے
آپ کے فضائیہ صفت سلاطین کے نام سے ۱۲۷۹ھ میں طبع ہوا تھا

نمونہ کلام غزلیات

باران ہے صحنِ باغ ہے آمد گھاٹی ہے
زادہ پیادہ پاسوئے کعبہ اگر گیا

مجھ نڈیادہ نوش یہ رحمتِ خدا کی ہے
وختِ حیرم یا رکوہم سر کے بل گئے

نعت

نہ آفتاب بنا اور نہ ماہتاب بنا
بند پا کچھ ایسا تصور براقِ حضرت کا
دکھا دوں تجھ کو میں حضرت کا روئے نورانی
محیطِ عشقِ نبی کا جو آشنائیں ہوا
دے ہیں چرخ نے حلز پر لاکھوں
کشاں کشاں جو مجھے لے چلا سوئے طیبہ
جو دل میں جاندی صورت ہی وہ جلوہ نگن
حسیر بھی نہیں کچھ کم حریر دیا سے
جو نعت کہتے ہیں آیا ضیائے صبح کا خیال
یہ خاکسار کی خواہش ہے مجھے یا مولا
دکاہِ فیض سے ہر قطرہ بن گیا دریا
مری غزل پہ تری آپ کی دچشمِ کریم
مکان بنایا ہے وخت بہت بقولِ انیس

نبی کا چہرہ پر نور لا جواب بنا
کہ حلقہ چشم کا ہے حلقہ رکاب بنا
چمک کر آپ کو اتنا نہ آفتاب بنا
ہر ایک آبلہ دل کا مرے حباب بنا
بگڑ گیا ہوں مجھے یا نلک جناب بنا
یہ عشقِ خفیہ رہ منزلِ صواب بنا
ہر ایک داغِ جگر شکِ ماہتاب بنا
کہ وہ حضورِ معلیٰ کا مرشِ خواب بنا
ہر ایک دائرہ حرفِ آفتاب بنا
غلام اپنا برائے ابوتراب بنا
ضیائے رخ سے ہر اک ذرہ آفتاب بنا
ہر ایک شعر یہ ہے صبادِ اتحاب بنا
نواپنی قبہ بھی اے خانماں خراب بنا

صورتِ شمعِ جلوہ بزم میں حیراں ہو کر
دستِ دل نے مہینے کا کیا یاں ہو کر
رہ گیا سینے میں دل لعلِ بخشاں ہو کر
مل گیا خضر کو وہ چشمہ حیاں ہو کر
قطرہ اشک مرے گوہرِ علفاں ہو کر
آئے تھے گریہ کرناں جاتے ہیں خداں ہو کر
طوطیِ نطقِ مرا رہ گیا حیراں ہو کر
تم مدینے کو چلو بے سرو ساماں ہو کر

دم نکل جائے کہیں دور پریشاں ہو کر
خوب دکھائی جنوں دشتِ تروی کی بہار
رنک لائی لبِ انگین بنی کی الفت
دہنِ پاک کا اعجاز ہے عمر جاوید
جائے فروس میں حوروں کے پوئے زیب کو
بزمِ میلا دیں صبا پائیں مرادیں دل کی
نعتِ آئینہ رخسار یہ، بولانہ گیا
ہے کچھ ایسا بے ساماں کی ضرورتِ حشت

حکمرانِ ملک سخن کا ہوں کندر بندہ
قطرہ اشک گرے آنکھ سے گوہر بندہ
سوئے طیبہ چلو شدا تے پیغمبر بندہ
جنابِ وحشت کا مندرجہ ذیل سلام کلیاتِ ہوش بریلوی سے حاصل ہوا اس

نعتِ آئینہ رخسار حمد جو لکھی
۱۲۰۱ کی درِ دندان لے تھوڑے ملی
ہے یہ لازم ہمیں وقت کو ترکِ لباس

ہو گا فردوسِ سلامی مر آگھر میرے بعد
دو ٹینگے ارضِ سماجن و شہر میرے بعد
بھائی جتیار ہے اور یہ میرے بعد
کھائی جو جسم بہ تم تیغِ دہر میرے بعد

پر جنابِ ہوش بریلوی نے نصیحت لکھی تھی۔
غمِ سرور یہ دکھائے گا اثر میرے بعد
شاہ کہتے تھے کہ وہ کشتہ غم ہوا مجھ پر
بدعا شورہ یزید بنی بھکی دعا تھی حق سے
جہنم مانگتے اکبر رضویہ کہتے تھے حسین

کہا سرور نے سیکھنے سے آنا رو بندے
 نہ ہینگے نہ ہینگے یہ کہ میرے بعد
 شہ نے فرمایا ابھی دل کو بھالو نہیں
 روڈ کی شام دھر آگے بھر میرے بعد
 ترے جاؤ نکالیں صحنِ نجسِ وحشت
 ہوگی امدادِ شہ جن دہش میرے بعد
 (تجلیات سخن - عمدہ التحقیق - کلیات ہوش)

تلامذہ وحشت بدایونی شاگرد حضرت رسالہ ابراہی

ایشور و افتخار الدین صدیقی متولی بدایونی ۱۸۴۲ء - ۱۹۲۲ء (خلفِ تبحر)

امیدار الدین بن مزاح الدین بن احمد اللہ بن محمد حسن بن محمد مراد بن شیخ مدھن بن یحییٰ کرم
 اللہ خدا محمد مولانا سلامت اللہ لائق بدایونی

دیوانِ مطبوعہ آپ کی یادگار ہے مولفہ عظمیٰ جاوید فراتے ہیں کہ شوکا مذاق بہت عمدہ
 اور قواعد من سے واقفیت پائی جاتی ہے معاملے کے شعور کہتے تھے کلام بامزا ہونا تھا۔

۵ نمونہ کلام:

نظر باروں میں جلوہ ہے کسی روئے روشن کا	فسانہ رہ گیا ہے نام کو اب درشت اکین کا
فتنہ حشر نیا حشر میں برپا ہوگا	ان کو بے پردہ جو دیکھنے لگے تماشا ہوگا
آکھیں چارہے ہیں ملاتے نہیں نظر	مٹا نہیں سوال ہمارے جواب کا
ہیں مرے دم سے جفا تیں ساری	یاد کر کے مجھے بچھتا ہے گلا
جل بھجھ کر رہ گئی دل سوزاں کی کائنات	کچھ داغ رہے ہیں میں دل کا نشان ہیں
شریکِ درد ہوں ہر ایک غم رسیدہ کا	جو کوئی آہ کرے اس کا ہم زباں ہوں میں
میری آنکھوں میں آتے تو سہی	جلوہ اپنا دکھا بٹے تو سہی
	(عمدہ التحقیق خم خانہ جاوید حلیہ پنجم)

(۲) نزلالی مولوی انوار حسین صدیقی حمیدی بدایونی شاگرد جناب وحشت بدایہ
مولانا حالی پانی پتی آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہو گا۔ دیکھئے صفحہ ۶۵۷

(۳) شاطر منشی رضا احمد صدیقی متولی بدایونی شاگرد وحشت بدایہ و مذاق بدایونی
نور ملام

(۴) سلیم مولوی سلیم اللہ صدیقی حمیدی بدایونی حلف تہ تیغ نجیب اللہ بن علی
نجیب بن علی فیض اللہ بن علی رحمت بن علی مرتضیٰ بن عبد المجید بن قاضی عبدالوہاب جناب سلیم
کی تصانیف میں تحفہ سلیم مطبوعہ ۱۸۹۷ء نظامی پریس بدایوں کا انتخاب ہے۔
رباعی: سلطان سخن اسے مرے یزدان کر دے۔ اور کشور نظم زیر فرمان کر دے
بندہ جائے ہوا سلیم کی عالم میں۔ اتلم معانی کا سلیم کر دے
تظہیر بر شو وحشت بدایونی

کہاں نصیب تھا مجھ خفتہ بخت کا ایسا کہ زندگی میں ہوسلہ بریں کا نظارہ
مگر یہ میض ہے سب جذبہ محبت کا کشاں کشاں جو مجھے لے چلا سو طیبہ
یہ عشق خضر رہ منزل صواب بنا

غزلیات نعت:

خود صف پیور رقم کس دیا نلک پر دماغِ تلم کر دیا
وہے رفعتِ روضہ شاہِ دین کمر کردوں سے سراپا خم کر دیا

سلام بہ

غم سجاد نہیں رویا جو زار و نالوں ہو کر سلامی بہ چلے لختِ جلا آبِ رواں ہو کر
نلک لعل فنا بھی کر نہ سکتا جدا تھکو نہ چھوڑوں گا در بشیر سنگ آستان ہو کر

پڑھیں طوطی، اس میں تو بڑے زور مایا
اٹھائیں کس طرح بارگراں ہم ناتوان ہو کر
نہج کر ہم چلے جائیں گے گرد کاروں ہو کر

کبریاں ہیں
ہم اس غم خانہ ہستی میں اپنے ہو کے ہم ہیں
کمر کپڑے ہوئے اپنی کھڑے شاہِ عالم ہیں
ہوئی مار غم باں اس سے جانِ جھڑکی

غزلِ اب
زباں ہے میرے لیے صاحبِ نایل ہوں میں
خاک اپنی نگی ہے کیا میرے لیے
دید کو چشم زلیخا چاہئے
حسنِ اوستہ طرف سے جلوہ گر

ذہبِ وفات و حشرِ بد الوانی
مجلس میں غل ہے روانی منہ کدیر کیا
مداح ان رسائی کو کدیر کیا
ماہِ سخن میں خلق کا رہبر کدیر کیا
و حشر سا اسے سلیم سمجھو کدیر کیا

آلی داتے غیب کدیر کے اس ہے
ماہِ ایل سیت یہ میر کے پاس ہے
اجمن بنے لہرِ بحرِ اس کے پاس
پڑھتا ہے مہبت کو کدیر کے پاس
یہ کل کہتا ہے وصفِ خوابِ امیر سے
جنت میں کھڑا ہے حدائے قدیر سے

فغن بے بہرہ عزت عبد المجید کا پایا ہے پھل بر خدمت عبد المجید کا
 غل ہے جہاں یہ شوکت عبد المجید کا طالب ہوا جو دولت عبد المجید کا
 دنیا میں ملکہ دار اسے زر سے کر دیا
 دامن دُرِ مطالب عقی سے بھر دیا

۱۔ رضی : شیخ رضی الدین قادر حسین بدایونی شاگردِ دو حشت بدایونی

آپ کی مدد سے ذیل تاریخ بہارِ خلد دیوان کفایت بریلوی میں شائع ہوئی تھی۔
 کفایت کا چھپا دیوان اچھا نہایت خوب ہے اچھی ہے تمہید
 جو کوئی تم سے پوچھے اسکی تاریخ رضی کہتا بہارِ خلد تحمید
 (۱۲۹۹) (۱۸۸۲ھ)

۲۔ ریاض : حافظ رضی الدین بدایونی شاگردِ دو حشت بدایونی

تاریخ دیوان بہارِ خلد کفایت بریلوی
 حضرت خیر مومل کا وصف اس میں ہے لکھا ہر ایک مطالعہ مقبول جناب کبریا
 فکر مٹی تاریخ کی آئی صد بھکر ریاض بے بدل لکھا کفایت نے یہ دیوان نعمت کا
 (۱۲۹۹) (۱۸۸۲ھ)

، عنایت، شیخ عنایت حسین بدایونی شاگرد وحشت بدایونی

تاریخ دیوان بہارِ خلد کفایت بریلوی
 بارغِ مدیح احمدی اندولن بہار ہے
 بھول گئے ہیں وصفِ جن ہے کھلے ہاں
 آئی یہ میرکان میں رنگہ قدسی خاں
 تھی مجھے مادہ کی نگرشیں یہ چرخِ صفا

(۱۸۸۲ء) ۱۲۹۹

بیناب بدایونی شاگرد مست بدایونی

بیناب، مولوی عبداللہ شاہ فریدی فاروقی شیخوپوری بدایونی

۱۸۸۱ء خلف شیخ امام الدین برادر میاں فریدی بیدار شیخوپوری بدایونی۔

نورۂ کلام :-
 نوقت کے رنج و غم نہ اٹھایا کرینگے اب
 سب آئیں زبان کے سب ہم پہ آئی ہیں
 چپ ہی رہینگے لب نہ ہلانا کرینگے اب
 کچھ حال دل زبان پر نہ لایا کرینگے اب
 (تجلیاتِ سخن)

تلامذہ بیناب بدایونی

فصل، مولانا افضل مجید فاروقی فریدی شیخوپوری، حلف د

شاگرد مولانا بیناب بدایونی۔

نمونہ کلام۔

مدح حضرت مولانا فضل رسول صاحب مست بدایونی

اے خوش اقدار فضل رسولؐ دل و جانم نثارِ فضل رسولؐ

مزج بہ غنی و محتاج است در دولت مدار فضل رسولؐ

شد بہ اخلاص تلب فضل مجید مدوی و جان نثار فضل رسولؐ

زہارے خزاں مجموعہ مناقب مولانا فضل رسولؐ مطبوعہ ۱۸۷۳ء

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیر عثمانی قادری بدایونی خلف و

شاگرد حضرت مست بدایونی

فقیر، حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی

قادری بدایونی قدس سرہ ۱۸۳۸ء - ۱۹۰۲ء خلف و شاگرد و خلیفہ

حضرت سیف الملوک معین الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب مست بدایونی قدس سرہ

۱۸۷۹ء - ۱۸۷۲ء آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا نذیر احمد صاحب عثمانی قادری بدایونی

قدس سرہ ۱۸۱۶ء - ۱۸۸۷ء سے اپنی پھر معقولات کی تحصیل حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی

قدس سرہ ۱۷۹۸ء - ۱۸۶۱ء سے کی اپنے والد ماجد کے حکم یہ کہ معظمہ میں شیخ العلماء مولانا

شیخ جمال مکی قدس سرہ سے سند حدیث حاصل کی آپ کا پہلا مجموعہ کلام موسومہ درایں مسقطہ مطبوعہ

دوسرا مجموعہ بہارستان منقبتہ مطبوعہ ۱۸۹۲ء تیسرا مجموعہ بہارستان منقبتہ ۱۸۹۱ء چوتھا مجموعہ تحفہ منقبتہ

منقبتہ حضرت شہر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

عاجل

یاد علیؑ ہے راحتِ حالِ مذاکیاں نام ان کا کیا ہی دافعِ رنج و ملال ہے

دیدار ان کاغیس عبادت خدا کی ہے
 کیا جندِ اعلیٰ ولی کا حال ہے
 بے جان پاک صاحبِ لولک وہ جناب
 دیکھو گواہ اسکا خدا کا کلام ہے
 منقبتِ حضراتِ سبطینؑ

سیرتِ سبطین ہے سیرتِ رسول اللہ کی
 ان کی صورت میں رسول اللہ کا تصویر ہے
 راکبِ دُشِ نبیؐ کا آہِ سرِ نرے پہ ہو
 واہِ واسرِ داریِ جنت کی کیا تدبیر ہے

منقبتِ حضرتِ محبوبِ سبحانیؑ : شیخِ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ

فراروں کو کیا کامل نگاہِ لطف سے تم نے
 اوہ بھی اک نظرِ ہر خدا محبوبِ سبحانیؑ
 اگر جاہو تو اک ادنیٰ اشارے سے عطا کر دو
 مریضِ لادوا کو تم شفا محبوبِ سبحانیؑ
 ترے در کاہوں میں محتاجِ یا محبوبِ سبحانیؑ
 ٹلوں کا تجھے لیکر آج یا محبوبِ سبحانیؑ
 فقیرِ قادری کی ہے تری لعلیں سے عزت
 نہیں در کا تختِ تاج یا محبوبِ سبحانیؑ
 کھاسبِ اولیا کی گردنوں پر، قدم تم نے
 ملا ہے تم کو یہ اعزازِ یا محبوبِ سبحانیؑ
 فقیرِ قادری کو نام کا تیرے سہارا ہے
 نہیں کچھ اور برگِ دسانِ یا محبوبِ سبحانیؑ
 پے فضلِ رسولِ پاکؐ سے اپنے خزانے سے
 فقیرِ قادری کو بھیک یا محبوبِ سبحانیؑ
 جو ہے شکل سے شکلِ باتِ عقل و فکرِ انیس
 وہ آسان ہے ترے نزدیکِ یا محبوبِ سبحانیؑ

تلامذہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحبِ فقیرِ بدایونی قدس سرہ

۱) ابرار : مولانا ابرار الحق عثمانی خلف مولانا سرار الحق کیف قادری بدایونی

ہونہ کلام :

کوئی مونس نہ کوئی ہمد ہے ہوں بس لاچار یا معین الحق
صدقہ عین حق سے ہو مقبول عرض ارار یا معین الحق
(بہارِ خراں ص ۱۸۶)

(۲) اظہر : شیخ اظہر الدین بدایونی

ہونہ کلام :

کیا ازل وصف ساہ قد رسول ات تھی جنگی فخر اہل قبول
یہ ہے مخدوم زادہ دی حاہ بجز مقول و چشمہ معقول
(بہارِ خراں)

۳۔ قادری : مطبع الرسول مولانا شاہ عبدالمقدر صاحب عثمانی ۱۶۶۶ء - ۱۹۱۶ء

خلف حضرت فیر بدایونی دیکھئے صفحہ ۱۹۳۔

۴۔ قدیر : عاشق رسول مولانا شاہ عبد القدیر صاحب عثمانی قادری بدایونی

خلف حضرت فیر بدایونی دیکھئے صفحہ ۱۹۴۔

۵۔ قیام : مولانا شاہ عبد القیوم صاحب عثمانی قادری بدایونی ۱۸۶۶ء - ۱۹۱۶ء

خلف مولانا مرید جیلانی خلف مولانا فی الدین ۱۸۶۳ء - ۱۹۵۵ء خلف حضرت

نمونہ کلام :
 دلا بھر موسم عرس شکر گھل چلا آیا
 خدا کا فضل مخلوق خدا پر ہے حساب آیا
 در دولت پر حاکم غبارِ قیوم شاخوں پر ہے
 نظرِ مولف کی اس پر کہ ما جیم پر آ یا
 (بہارِ بے خزاں ۱۸۴۳ء)

(۶) منیرہ مولانا منیر الحق عثمانی :
 خلف مولانا سراج الحق عشقِ حلفت مولانا
 فیض احمد رسوا بدایونی :

نمونہ کلام :
 شہا بہ خدا اس پر کرو فضل و کرام اپنا
 منیر الحق در دولت سر پر خستہ حال آیا
 (بہارِ بے خزاں)

(۷) محب : مولانا محب احمد صاحب بدایونی

نمونہ کلام
 شہ ملک دلاست والی اقلیم حق
 ولی و اکملی اسرار مولانا معین الحق
 محبت خستہ از رسوائیِ فردا ہم داری
 معین تست در ہر کار مولانا معین الحق
 (بہارِ بے خزاں)

(۸) مسکین : مولانا عظیم اللہ بدایونی م ۱۸۸۶ء شاگرد مولانا نور احمد عثمانی

بدایونی آپ کا عشق کلام تلف ہو گیا۔
 ہونہ کلام : فیروز دست غریبوں کے نگہ سار بھاپ
 ہمیشہ غم زدوں کی آپ کرتے غم خواری

مجھے بھی حوائِ کرم سے شہاء عطا ہو کچھ
 قدیم سے ہے یہ مسکین غلام سرکاری
 (دہارے خزان، تجلیات سخن)

(۹) وفا : شیخ غلام محمد بدایونی

نورۃ کلام :
 خدا کیجئے امداد یا معین الحق
 جہاں ہے برسرِ پداوریا معین الحق
 (دہارے خزان)

(۱۰) وقرا حکیم احمد خان شیخوپوری مصنف مجموعہ کلام محمد وقرا طبع و نشر
 مطبوعہ ۱۳۳۱ھ

نورۃ کلام :-
 فضل رسولؐ مفضل خدا سے جدا نہیں
 نام خدا یہ نام ہے مفضل رسولؐ کا
 دنیا دیں میں جائیے کیا بھکولے دق
 کافی ہے تو غلام ہے مفضل رسولؐ کا
 (دہارے خزان)

قادری، حضرت بیطع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب قادری خلف

وشاگرد حضرت فقیر بدایونی

بیطع الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب عثمانی بدایونی ۱۸۳۸ء

۱۹۱۶ء خلف وشاگرد حضرت فقیر بدایونی۔

قاری نمونہ کلام ہے

مست تراب عشق چہ برغان مست

اردو نمونہ کلام ہے

تماشا سازِ خط و کاغذی فصل میں کیا ہوگا

فرزادے طہور بہ جنت ازان طست

ہزاروں جس میں خاطر سے میں ہوا کون کیا ہوگا

(تہلیات سخن)

در دولت بہ عبدالمقتدر پیا افتخار آیا

(دہار بے فزاں ۱۸۴۳ء)

غنی کرد و فقیر بے فزا کو اپنی قدرت سے

تلاذہ حضرت علیؑ رسولؐ مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب قادیانی بدایونیؒ

(تاجہ: مولانا شاہ عبدالمجاہد صاحب قادیانی عثمانی بدایونیؒ ۱۹۳۱ء دیکھئے صفحہ ۱۹۲)

میں خواہ و مفتی کرم احمد صاحب صدیقی جمیدی بدایونیؒ ۱۸۴۳ء - ۱۹۵۲ء

انتخاب شعبہ طیبہ

شعبہ طیبہ اصلہا ثابت

احمد مجتبیٰ پر کروڑوں درود

خاتم الانبیاء سید المرسلین

وہید اللہ مشکل کشا دستگیر

جس سے ظاہر کمال پیمبر ہوا

سید الاولیاء محمد بنی

اس گل باغِ قدرت پر لاکھوں سلام

آل و اصحابِ عزت پر لاکھوں سلام

خازنِ گنجِ رحمت پر لاکھوں سلام

اسکے ہاتھوں کی قدرت پر لاکھوں سلام

اسکی سر شہادت پر لاکھوں سلام

خوش اعظم کی قدرت پر لاکھوں سلام

قدیرہ عاشق رسول مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب عثمانی قادری بدایونی

خلف و شاگرد حضرت فقیر بدایونی :

عاشق رسول مولانا شاہ عبدالقدیر عثمانی قادری بدایونی : خلف اصغر حضرت

تاج الفحل مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیر عثمانی قادری بدایونی ۱۹۶۶ء

انتخاب شجرۂ قادریہ

بہر حبیب خالق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم	بہر علی رضا بازو سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
بہر حبیب نعمت محبت بہر زین عثمانی	اہل بیت رسول اطہر صلی اللہ علیہ وسلم
بہر حضور غوث اعظم فقط اکرم قبلہ عالم	جان علی و عثمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

تلامذہ عاشق رسول مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب عثمانی قادری بدایونی

خلف و شاگرد حضرت فقیر بدایونی :

(۱) سالم بدایونی : عبد الحمید میان ولد مولانا عبدالہادی رند قادری
 بیکان قریب رنگ آتی جھڑی سے پیام آری
 کسان سے آتا غلام آری غلام آری

(۲) رند مولانا عبدالہادی صاحب عثمانی قادری بدایونی خلف

قدیر بدایونی :

انتخاب سلام بحضور غوث الغلام

آسکارا شان قدرت تجھے ہے
 رونقِ قہرِ شریعت تجھ سے ہے

زینب بزم طریقت تجھ سے ہے ہم برے ہیں بھر بھی نسبت تجھ سے ہے
درجہ کل قطب ربانی سلام عوٹ اعظم شاہ جیلانی سلام

(۳) محمد : مولانا عبد الصمد صاحب صدیقی حمید بدایونی انتہاء کراچی

ماہی کفر و ضلالت حضرت عبدالقدیر ^{۶۷} حامی دین و طریقت حضرت عبدالقدیر ^{۶۸}
شیخ عرفان حقیقت حضرت عبدالقدیر ^{۶۹} مہربانان ولایت حضرت عبدالقدیر ^{۷۰}

ماجد : مولانا شاہ عبد الماجد صاحب قادری عثمانی بدایونی شاگرد مولانا

مطیع الرسول عبدالمقتر صاحب قادری بدایونی

ماجد : مولانا شاہ عبد الماجد صاحب عثمانی قادری بدایونی ۱۸۸۷ء تا ۱۹۳۱ء

خلف مولانا عبد القیوم صاحب قادری بدایونی ۱۸۳۰ء تا ۱۸۵۵ء آپ نے حضرت

مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتر صاحب قادری عثمانی بدایونی ۱۸۳۸ء تا ۱۹۱۶ء سے

تحفیل علم کیا۔ انہیں سے بیعت فرمائی اور شاعری میں استفادہ کیا آپ جمعیتہ العلماء صوبہ

متحدہ کے صدر جمعیت علمائے ہند و مجلس خلافت اور مسلم لیگ کے

عظیم رہنما تھے۔ نظم و نثر میں اعلیٰ مقام تھا کئی کتابیں آپ سے ادکار ہیں اکثر اپنی غزلیں

دوسروں کو دے دیا کرتے تھے آپ کا کلام رسالہ شمس العلوم بدایلوں میں شائع ہوتا تھا

منورہ کلام :

تبسم بر لب اور لوزن زباں میں شرم لکھو میں مزہ آتا ہے میرا جب کبھی وہ نام لیتے ہیں

تلامذہ مولانا شاہ عبد الماجد صاحب مجدد عثمانی قادری بدایونی شاگرد حضرت

قادری بدایونی :

(۱) حامد : مولانا شاہ عبدالحامد صاحب عثمانی قادری بدایونی : بڑا اہم و جہت :

ماجد بدایونی :-

نمونہ کلام :

یہاں آیا ہے ملد جان کو قربان کر دے انکے روضے پر
مقدس ایسے لمحے مار بار آیا میں کرتے

(۲) واحد : مولانا عبد الواحد صاحب عثمانی قادری بدایونی خلیفہ حضرت

ماجد بدایونی :

نمونہ کلام :

ہم کیا ہیں ناتجربہ خواں آرہو کے ہیں
جب دولت دنیا کو ہم خاک سمجھ بیٹھے
جھکو رہتا دیکھ اس شوق لے شکر کہا
ویراں کدہ دل میں اب میرے دھرا کیا ہے
دل کیا ہے حسرت دل کا مزار ہے
پھر خاک ہمیں واحد اکیر نظر آئی
ہم نہ کہتے تھے محبت کا ہی دستور ہے
کچھ داغہ میں حسرت کے کچھ حوں تنہا ہے
ہے ہی جرم کہ میری کوئی تقیر نہیں
بے گناہی کی خطایر وہ سزا دیتے ہیں
(واحد عثمانی کے سوشل مطبوعہ ۱۹۷۲ء)

بیدل دہلوی، مرزا عبدالقادرؒ ۱۶۴۲ء - ۱۷۲۲ء خلف مرزا عبدالخالقؒ

مذکرہ مجموعہ نغز کے مطابق مرزا بیدل کا تعلق توران سے تھا۔ وہ بخارا میں پیدا ہوئے بچپن میں ہندوستان آئے۔ دہلی میں سکونت اختیار کی یہاں عاتل خاں رازی سے واقفیت ہو گئی۔ خوش و بہتہ ہیں کہ بیدل نے شاعری میں رازی سے بہت کچھ سیکھا انہوں نے ۱۶۶۸ء میں ظہوری کے تتبع میں ساتی نامہ محیط اعظم لکھا۔ ۱۶۷۸ء میں دہلی مشنوی طلسم حیرت لکھی اور اسے رازی سے معنون کیا۔ رازی کے انتقال ۱۷۱۶ء کے بعد شہزادہ اعظم شاہ سے تعلق قائم ہوا حکیم قدرت اللہ قاسم لکھتے ہیں کہ بیدل نارسہ شہر تمانت و استواری و نزاکت و پختہ کاری کے ساتھ کہتے تھے اور ہر صنف سخن میں قدرت رکھتے تھے ان کے دیوان کا نام ر وازوہ ہزاری دوسرے کا سمعت ہراری تیسرے کا پنجرہ تھی تھا چند دیوان رباعیات کے تھے ان کے علاوہ بھی ایک نیا دیوان مرتب کیا تھا۔ ان کی دوسری کتابوں میں چار عنقر۔ وفتات بیدل و عجزہ سڑ ہیں شاعری ان کے شایاں شان نہ تھی کیونکہ وہ صاحب دل بزرگ تھے اور دنیا سے بے تعلق رہ کر زندگی بسر کرتے تھے اور خلق کثیراں سے مستفید ہوتی تھی ان کے شاگردوں میں شیخ سعد اللہ گلشن، نواب آصف جاہ اول، آندرام مخلص، ٹیک چند بہار وغیرہ تھے۔

مذکرہ صرف افراد میں لکھا ہے کہ مرزا بیدل بڑے قدآور شخص تھے۔ سرخ و سفید رنگ تھا ہاتھ میں بھیس سیر و ذی آہنی عصا رہتا تھا۔ داڑھی موچھ منڈی رہتی تھی۔ آخر عمر میں شادی بھی کی تھی ایک دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ قلعہ کہنے کے قریب ایک مکان میں رہتے تھے۔ اسی مکان میں انتقال ہوا وہیں دفن ہوئے۔

نذرہ کلام فارسی

مست فرماں را شراب و گرہ در کاویت
بر طواف خویشتن دور با فرہ ندر کاویت
دنیا گردمند نہ جنم رجائے خویشتن
من بیدام خاکے قناعت بیائے خویشتن
مرزا بیدل کبھی کہیں اردو میں بھی شکر کہتے تھے مندرجہ ذیل شعرا اردو ان
سے یادگار ہیں۔

مست پوچھ مل کی باین ابل کہلاں ہم ہی
اس تخم بے نشان کا حاصل کہاں ہے ہم ہیں
جب دل کے آستان پر شوق آن کر دکھارا
پر دے سے یا رب لولا بیدل کہلاں ہے ہم ہیں
آزاد بلگرامی نے مرزا بیدل کی تاریخ وفات یہ بھی لکھی ہے

سر بر آدرہ ارباب سخن
از غم آباد جہاں فرم رفت
گفت تاریخ و دانش آزاد
میرزا بیدل ازین عالم رفت

۱۱۳۳ھ

(مجموعہ نثر: سفینہ خوشگوار - گلشن سخن - خزانہ جاوید حصہ اول)

تلامذہ مرزا بیدل

گلشن: شیخ سعد اللہ م ۱۴۲۹ھ تذکرہ سفینہ خوشگوار کے

مطابق آیہ التعلق بانور سے تھا آپ خالق و معاف اور فضا ایل و کمالات میں
شہور تھے۔ یہ لاجد متخلص بے گلی و وحدت سرسندی ثم دہلوی م ۱۴۱۶ھ نیزہ حفت
شیخ محمد مرزا قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ دہلی میں مسجد زیست الساعہ میں

قیام تھا۔ ہر شب کو اہل سخن وہاں جمع ہوتے تھے اور مشاعرہ منعقد ہوتا تھا۔ خوشگوئی
ان مشاعروں میں شریک ہوتے تھے وہ جناب گلشن کے شاگرد تھے۔

نمونہ کلام بہ درش رفتہ سجدہ ہا کریم
منیت پائے ماست بر سر ما
گلشن مین صورت کش بعدی نگین است
گر کند گلشن تخلص بلبل طبعم بجاست
(ز روز روشن)

تلامذہ شیخ سعد اللہ گلشن

خواجہ ناصر عندلیب دہلوی

(۲) دلی گبرائی دیکھے ۲۰

عندلیب : خواجہ سید محمد ناصر دہلوی (۱۱۵۸ھ) و فرزند نواب

وٹس الدولہ ظفر خاں امیر محمد شاہی از اولاد حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہ
آپ کا مجموعہ کلام نالہ عندلیب یادگار ہے۔ ترک امارت کر کے فقر و درویشی اختیار کر لی تھی
آپ شیخ سعد اللہ گلشن (۱۲۹۶ھ) کے مرید و خلیفہ و شاگرد تھے۔ ترکمان دروازہ دہلی
کے ہر ایکے خاندانی قبرستان میں مزار ہے۔

نمونہ کلام عندلیم در آن گلشن آورده ام
غنچہ سار در یکدی بلبل باہد زبان آورده ام
درد نوشتاں ہم رفتہ ازین دہر کہن
برزم جمشید کجا جامے آلود کجاست
باہزاراں درد و اندوہ و الم چو عندلیب
از سر کوئے تونالان و غزل خوانی رویم
(نالہ عندلیب)

تلامذہ خواجہ ناصر عندلیب دہلوی

درد : حضرت سید خواجہ میر دہلوی (۱۲۳۰ھ) - ۱۲۸۸ھ خلف و شاگرد

دمریہ و خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ سید محمد ناصر علی کب دہلوی قدس سرہ آپ
اردو زبان کے مسلم البتوت استاد تھے تصانیف میں دیوان فارسی - دیوان اردو
واردات ورد - نالہ درد - درد دل - واقعات درد - رسالہ اسرار السلوۃ وغیرہ
آپ سے یادگار ہیں - دیوان اردو آپ کا سراپا انتخاب ہے -

نورین کلام :

دائے نالہ والی بوقتِ مرگ ثابت ہوا خولب تھا جو کہہ کر دیکھا خواہ نام نہ تھا
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے تمہیں چند اپنے نہ دھر چلے
ماریاں جل رہا ہے جل جلاؤ جب تک میں جل سکے ساغر چلے
تلاذہ حضرت خواجہ میر درد

عزیزہ - حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۲۵ء

خلف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ آپ کے والد ماجد نے اردو زبان
کی تحصیل اور تحقیق کے لیے آپ کو حضرت خواجہ میر درد کی خدمت میں بھیجا تھا شاعری
آپ کے لیے دوں مرتبہ ہے آپ کے کلمات احاطہ تحریر سے باہر ہیں مندرجہ ذیل فقیر
قطعہ آپ سے یادگار ہے -

باماجب مال دیا - البتہ من وجہک المیز لعدوہ التمر
لا لکن الشاء کم - حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
تلاذہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (کلمات عزیزہ)

اعلیٰ : مولوی - خان قاسم گنجوی مقیم دہلی م ۱۸۲۷ء

۱۸۲۷ء دہلی سے شکر سرگرم سے حوں لائے ہیں بختِ نینہ مگر اس جن میں ہم
(کلمات سخن)
تلاذہ مولوی عبد اللہ خان عظیم گنجوی

صہبائی مولوی امام بخش شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
نور کلام، ملک سہاگ پور، روضہ صہبائی، سید دواغ دلی وچتر گڑھ
(کلکتہ سن)

تلامذہ مولوی امام بخش صہبائی دہلوی
رضی مولوی علی رضا اللہ علی حمیدی بدایونی شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

(۲) حسن: مولانا سید تاج الدین تقویٰ مودودی فاضل ہسوانی ۱۸۴۳ء

خلف سید عارف علی ابن سید عمر علی ابن سید اشرف حسین ابن سید محمد عامل ابن
مفتی سید عبد الغفور ابن سید غلام میراں ابن مفتی سید محمد ناصر بن قاضی سید عبد لشکور
قاضی سہسوان مولانا سید تاج الدین حسن نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا
علی بارہ پوری سے تحصیل علم کی۔ مولانا سید تاج الدین مودودی فاضل ہسوانی ۱۸۴۳ء خلف مفتی
سید نظر محمد ۱۸۴۳ء ابن سید ابو محمد ابن سید محمد عامل ابن مفتی سید عبد الغفور کی دفتر سے
آپ کا عقد ہوا مسائل و فنیق میں اہل علم کی رہنمائی فرماتے تھے اور مختصر الفاظ میں ان کے
سوالات کے جواب دیکر مطمئن فرمادیتے تھے مدرسہ عالیہ کلکتہ کی پروفیسری آپ نے منظور
فرمائی۔ نواب محمد سعید خاں دلی رام پور کا مسد لیشی سے قبل بہ حیثیت ڈپٹی کلکٹ سہسوان
میں تقرر تھا وہ آپ کے بہت متفقہ تھے مسد لیشی کے بعد آپ ایک دوبار رام پور بھی
گئے تھے آپ سلسلہ نقشبند مجددیہ میں شاہ نعیم اللہ صاحب رام پوری خلیفہ شاہ
درگاہ رام پوری سے بیعت تھے۔ آپ کا مور کلام حاصل نہ ہو سکا

تلامذہ مولانا سید تاج الدین حسن سہسوانی

(۳) محمود: مولوی سید محمود حسن صاحب تقویٰ مودودی سہسوانی ۱۸۴۳ء

نمونہ کلام یہ
آئینہ کس رنج زیبائیِ خویشم
من عاشقِ بنیانِ ورنائیِ خویشم
ربیعِ گلشنی

(۲) مشرقی، مولوی احمد حسین سہسوانی

نمونہ کلام یہ (مثنوی)
خدایا سینه ام را طورِ خود کن
بہ بوئے خود در ماعِ آشنا کن
درم تا اوسنِ شمعِ نورِ خود کن
در درخویشِ دردم را دروا کن
(صبحِ گلشن)

(۳) فرقت، مولوی قیام الدین رام پوری

شاعر مولانا تاج الدین
حسن سہسوانی و شیخ احمد علی احمد رام پوری آپ کا ذکر شعرائے رام پور میں ہوگا

(۴) طلعت، منشی سعادت علی خاں رام پوری

شاعر مولانا تاج
الدین حسن سہسوانی و شیخ احمد علی احمد رام پوری آپ کا ذکر شعرائے رام پور میں ہوگا

ولی گجراتی :- شاہ ولی اللہ ۱۶۶۳-۱۷۴۷ء ولی قیام دہلی

پہلے کے دوران شیخ سعد اللہ گلشن دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ شیخ صاحب نے ان کو نوردہ دیا کہ فارسی شاعری کے مضامین کو اردو میں نظم کرو۔ اس مشورے پر عمل کرنے کے بعد ولی کی شاعری معراج پر پہنچ گئی۔ ولی اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر تھے۔ 'اق گجراتی' اپنے تذکرہ مخزن الشعراء میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں "مدفنش احمد آباد میں مزار مہر سہاگت و شاہی باغ سالہار دکن ہم گذرانید۔ ز رسالہ نور المعرفت کہ ضیف اوست معلوم می شود کہ از شاگردان شاہ گلشن و مرید شاہ نور الدین صدیقی است" نمونہ کلام :-

اے ولی رہنے کو دنیا میں مقام ہاشق کو یہ یار ہے با گوشہ تنہائی ہے
زندگی جام عیش ہے لیکن فائدہ کیا اگر مدام نہیں
(مخزن الترا)

تلامذہ ولی گجراتی

حاتم : شیخ ظہور الدین دہلوی ۱۷۰۰ء-۱۷۸۳ء

شاہ حاتم نے اپنے دیوان ثانی کے مقدمے میں ان کی شاگردی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "خوشہ چین سخنوران علم بصورت محتاج و بہ معنی حاتم کہ از ۱۱۶۹ھ تا ۱۱۹۹ھ - چیل سال باشد عمر درین حق صرف کرد... در ریختہ ولی را استاد می دانند" شاہ حاتم اردو زبان کے پہلے مصلح تھے۔ انہوں نے بھلائی کی غرض سے اپنے

پہلے دیوان کو جو قدیم رنگ میں تھا منسوخ کر دیا اور نیا دیوان جدید رنگ میں مرتب کیا۔ بجز میر تقی میر تمام تذکرہ نگاروں نے شاہ حاتم کے کمال فن کی تعریف کی ہے۔ مرزا سودا جیسا استاد فن ان کا شاگرد تھا۔ البتہ میر تقی میر سے شاہ حاتم کی نہ بنی۔ طرفین نے ایک دوسرے کی بھوکھی یہی وجہ ہے کہ میر صاحب نے اپنے تذکرہ نکات الشعر میں شاہ حاتم کے بارے میں لکھا ہے ”مردیست جاہل و ممکن و بقطع و صغ۔ دریافہ بنی شود کہ این رگ کیس بہ سبب شاعری است کہ ہم چوس دیگرے نیست یا وضع او میں است۔ با من آشنائے بیگانہ است“

شاہ حاتم کے بارے میں میر قدرت اللہ قاسم لکھتے ہیں ”مرد درویش وضع۔ پاک طینت۔ ناص وقت از قید علایق و ارستہ و تعلقات دنیائے فانی را پشت وادہ در عنوان شباب رور کارا۔ بہ من پیابری برمی کرد آخر بہ مسند توکل نشست و متصل دروازہ دہلی تکیہ تسلیم شاہ برادرہ را جگھاٹ زیر دیوار تکبہ درویشانہ بنا کردہ۔ خواص و عوام بہرہ یاب و فیض اندوز افاس خبر کہ ایشان می شوند۔ در شعر گوئی ریختہ و فارسی سرآمد زمانہ خود بود اول دیوان ریختہ بہ زبان معتد میں تصنیف نمورہ بعد ازاں دیوان دوم ریختہ بہ زبان حال ترتیب و او شاگردان بسیار داشت (موجودہ)

شاہ حاتم کو نواب ضابطہ خان ابن نواب نجیب الدولہ کا تقرب حاصل تھا چنانچہ

کہتے ہیں ہے

حاتم اس دور کے امیروں میں حاتم اس وقت ضابطہ خاں ہے
فدوی لاہوری بھی نواب ضابطہ خاں کی رفاقت میں رہے اور ان کی فوائش
پر مشنوی یوسف زلیخا لکھی۔

نمونہ کلام شاہ حاتم

نفلسی اور دماغ اے حاتم کیا کرے تو تجھے جو دولت ہو

سحر کی زندگی سے موت بھلی
 تو اذیت پیستہ دشمن ہے لعل میں دل نہیں
 تیری تو جان میرے مذہب میں
 ابر ہے اور بہارِ باراں ہے
 فقیروں سے سنا ہے ہم نے حاتم
 دل کہاں ہے کہ ہووے دیوانہ
 چشمِ مست سیہ کی یاد مدام
 مستوں سے پوچھئے تری دشنام کائنات
 لینا اس سنگِ دل کا نقشِ قدم
 نیامت پر قیامت ہووے گی روزِ جزا ظالم
 یوں کہیں لے جائیں تیرے ظلم کی فریاد ہم
 تمہاری چشم کے طالب کو جام سے کیا کام
 عکس سے ہے خوں عاشق کے فلکِ اوپر شفق
 غلامِ عشق سے دیر و حرم کی راہ مت پوچھو
 اس کے کھڑے کی روشنی کی صفت
 شاید اپنے حسن پر خود ہی ہوا ہے مبتلا
 ہاتھ سے تیرے نہ عاتق کو نہ معشوق کو چین
 پسند آوے تو بہتر ہے مرا دل
 بر صبح اٹھ سوں سے مجھے رام رام ہے
 کہ جہاں سب کہیں وصال ہوا
 دور ہو پہلو سے صحبت کے مرتے قابل نہیں
 دل پرستی خدا پرستی ہے
 روزِ عید شرابِ خواہاں ہے
 مزہ جینے کا مر جانے میں دیکھا
 کیوں ادھر آتی ہے بہارِ عبث
 شیشہِ دل میں ہے شراب کی طرح
 دو نالشہ کرے ہے جو ہووے شربِ تلخ
 میرے لوحِ مراد کی خاطر
 اٹھ سکے دارِ تجھ سے مانگے جب صدفِ صفا عاشق
 تجھ سے ہی تیرے ستم کی چاہتے ہیں داد ہم
 نگہ کے مست کو شربِ مدام سے کیا کام
 یہ تماشا ہے کہ نگیں دامنِ قابل نہیں
 جو ہو دیوانہ کیا جانے طریقِ کفر و ایمان کو
 مجھ سے کیا مہر و ماہ سے پوچھو
 ان دلوں کچھ دیکھتا ہے یا راکش آئینہ
 دونوں جلتے ہیں ادھر ضلع ادھر پروانہ
 کہ تیرے نام کے قابل نہیں ہے
 زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے

۲۰۷
 ملاذہ شاہ حاتم دہلوی شاگرد جناب ولی گجراتی
 الہ آباد آبادی - شیخ بقار اللہ کن کٹر بادشاہ پور دہلوی - مہار محمدی ساکن
 دہلیوں دیکھتے ہیں کہ اس سووا دہلوی مرزا محمد رفیع ساکن دہلی رکھتے ہیں ۲۳

بیدار دہلوی شاہ حاتم دہلوی

بیدار دہلوی ۱۲۹۵ھ - ۱۳۵۵ھ کا سلسلہ نسب یہ ہے تیار محمدی بیدار ابن شیخ
 عین الدین ابن شیخ رکن الدین ابن عبد الحمید بن عبد السلام بن سعد الدین ابن شیخ دولہا :-
 شیخ حسین ابن شیخ محمد بن ابون تم دہلوی م شلالہ اس ماں شاہ ابن شیخ زین العابدین ابن
 شیخ سعد الدین ابن شیخ رفیع الدین ابن اجودھنی ابن - داور سکریوی ابن شیخ محمد اجودھنی ابن
 شیخ بدر الدین سلیمان ابن شیخ الاسلام ابن عبد العزیز ابن سہر رباب علی مولوی علی
 شہر دہلوی آپ کی اٹھویں پشت شیخ محمد حقی مذہبی م شلالہ یوں شریف لائے آپ بڑے صاحب
 کشف و کرامات تھے مولفہ مذکورہ الوافعیں بے علیحدہ عوا سے یہ کا ذکر کیا ہے -
 دیوان بیدار مطبوعہ مدراس کے مقدمہ میں سولہوں محمد حسین محمدی لکھتے ہیں کہ
 بیدار دہلی میں پیدا ہوئے اور جوانی میں مولانا محمد امجد علی حسنی دہلوی م شلالہ لے مرید
 ہوئے روزانہ اپنے مکان واقعہ عرب سرے سرے مقبرہ پھالیوں سے مدرسہ
 عاری الدین اجمنہ دروازہ میں مولانا صاحب کرامت میں حاضر ہوتے تھے مولانا کی
 عقیدت میں ماس میں -

بہ حق کو درجہ کمال محمد الدین ملک صاحب و ملا علی خاں الدین
 محمدی دہلوی صاحب فرامین ا مددک دایا تدب جہیں
 سرے دہلی - یاسست سے اسدہ میاں الی ل کا سے خلافت عطا دہلوی
 بنایا آپ اسدہ
 م ردہ جو خلافت فقیر
 یہ ہے علی و محمدی بہت زبست نہ

حضرت خواجہ میر درد سے بھی بیدار کو بے حد عقیدت تھی گلشن ہند کے مطابق وہ حضرت درد کے احباب میں تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ رات و عقیقت میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ ان کو اپنا کلام دکھانے لگے۔

بیدار ہمایہ منظر مزاج۔ شریف طبع۔ حیا برد۔ اور ذی عزت انسان تھے اپنے معلمین سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے کسی سے کوئی معاملہ چٹمک نہ تھی اور نہ کسی کو ان سے کوئی شکایت تھی۔ میر تقی میر بھی دوستانہ تعلقات تھے نکات النرا کی تالیف کے وقت وہ میر صاحب کے پاس تے رہے تھے اور بہت گرم جوشی سے ملتے تھے۔ تمام جایدوری سے بھی بیدار کے اچھے مراسم تھے وہ بھی بیدار کے اخلاق کے متغواں ہیں۔ بھٹنی سے بھی بیدار کے دوسانہ اور مخلصانہ مراسم تھے۔ میر حسن ایسا تذکرہ لکھنے سے جوہر بدر سال قبل ان سے دہلی میں ملے تھے اس زمانے میں بیدار درویشانہ لباس میں رہتے تھے دردمندانہ طبیعت رکھتے تھے۔ پہلے پہلے آدمی تھے اور زیورِ حلم و حیا سے آراستہ تھے۔

گلشن ہند سے پتہ چلتا ہے کہ دہلی سے آگرہ چلے گئے تھے وہاں کٹرہ دندان فیلیں رہا کرتے تھے وہیں انتقال کیا اور اکبر، دروازے کے قریب دفن ہوئے مولانا حسرت کہتے ہیں کہ بیدار فاسی میں مرتضیٰ علی خاں فراق کے اور اردو میں شاہ حاکم کے شاگرد تھے فراق کے والد اعتماد الدولہ شاہ عباس علی شاہ ایران کے وزیرے فراق دہلی کے رہے وہ لے گئے تھے بوب علی وردی خاں کے زمانے میں مرتہ آہ چلے گئے اور یہ ری خراج کی وجہ سے راجشاہ راجے کی قید میں انتقال کیا۔

ان کا نمونہ کلام یہ ہے ۔
 بہ خواب آمد شبے درشتن زلف بگرہ گیرے
 سو بیدار چوں گشتم بپایم بود زخیرے
 (روز روشن)

بیدار کے کلام پر اساتذہ کی آراء درختہ خیاں ہیں ۔

میر تقی میر : مصرعہ ریختہ درست موزوں می کنند (نکات الشواہ)

میر حسن : طبع درد مند داشت۔ (تذکرہ میر حسن)

قائم چاند پوری : از خوابانِ روزگار است ہے تیر و تندر داری (فنون نکات)

شفیق اورنگ آبادی : شاعریت خوش گو (چمنستان شواہ)

مصطفیٰ : دیوان ریختہ اش مشہور است ۔ زبانش بسیار شستہ دروختہ (مقتدریہ)

ابراہیم علی خاں : نزاکت سے معانی کے بخوبی آشنا (کلزار ابراہیم)

شیفہ : مدت ہمارے مشقِ سخن بودہ ہمارے ثبایاں بدست آورده
 (گلشنِ ہنما)

نساخ : شعر گوئی میں اچھی مشق پیدا کی (سخن شواہ)

عبدالحمید ندوی : جذباتِ انسانی کی صحیح ترجمانی جیسی انہوں نے کی اسکی

بقدا کے کلام میں نہیں ملتی (کل رغا)

مولانا حسرت موہانی : یہ بھی شاہ حاتم کے ان شاگردوں میں تھے جنہوں
اردو زبان کی ادبی میں سچی موفرت سے کام لیا۔ کلام مداف و دلپند اور معرفت سے
رہے ان کے بعض اشعار اپنی دلاورینی کے باعث آج تک لوگوں کی زبان پر
ساختہ جاری ہیں۔ زبان ان کی میر و مرزا کی زبان سے ملتی ہوئی ہے انداز متین
صنعت بھی سادہ ہے۔

شعوی لکھنوی : بے شک بیدار اردو کے نامور شعرا اور اساتذہ میں ہیں
یہ اس زبان کی خدمت اور اصلاح کا سہرا ہے ان کے اشعار جذبات کی سچی
میں ہیں اور اپنی دلاورینی کے باعث قبول عام کے۔ یہ بے لکھنوی کے
نہ وہ۔ حقیقت یہ بھی ہے اور مجاز بھی رنگینی اور شکستہ سے عشق کے جذبات بھی اور
نکدہ بھی۔

بیدار کا اردو کلام وزج دیل ہے۔

بے و نہیں پاس دل ابراہیم صفا کو	ہے جلوہ گر آئنے میں نور کسی کا
بھرا ہے وہ مری جیم براب میں دریا	کہ ایک قطرہ ہے جس کا سماں دریا
ایک ذرے میں یوں جلوہ گر ہے وہ دریا	کہ جس طرح سے ہے مزج جابیں دریا
برنگ لکھنوی نغمہ ہے چرواں کا	رہے گا حسرت ملک نام میرے قاتل کا
موسس کہے ہے بیابان میں دم بدم بیدار	نہیں ہے عشق کی رہ میں شان منزل کا
ہر گئے دوریں اس چشم کے میخانے خراب	نہ کہیں شیشہ رہا اور نہ کہیں جام رہا

کر دیا اک نگہ مست نے سب کو بخود
 افتادہ خار غم میں وہ عشق میں تمام
 تو مجھار ہے کمر حنا یا وفا
 چھوڑ کر کوئے تباہ جانا تو کچھ کو
 دل میں بھی یار کی صورت میں آتی ہے نظر
 آیتنے کو بھی منہ دکھاتے ہو
 بیدار راہ عشق کسی سے ملے ہوئی
 کیا ہنگامہ گل کے مراحوش جنوں تازہ
 فصل گل ہو چکی ایام جنوں بھی گزرے
 ہم کلام اس سے میں اکبار ہوئے پایا
 پھنس گیا پہلے ہی دل زلف میں تری ظالم
 غم خوار ہو کون اب ہمارا
 کردوں ہوں تاد دل بیا تارے تصور سے
 غم فراق کو ایسا میں جانتا بیدار
 ایک تو آگے ہی تھا حس پر اپنے نازان
 مئے دساقی میں سب کچھ ابا بابا ابا بابا
 بہار آتی ترانے پھر کے زنجیر دیو اسے
 تیرے دُخار و قد و حیم کے ہیں عاشق زار
 یاد کرتے ہیں تجھے دیر و حرم میں شب و روز

شوقِ عے سکواب اسے ساقی کلام بہا
 رکھو قدم سبجال کے بیدار دیکھنا
 غرض ہو چکا میں گرفتار تیرا
 جلد بھر نہ تجھے بیدار خدا کو سوچنا
 مکن آیتنے میں پہنماں نہ ہوا تھا سر ہوا
 کیا ہوا ہم نے بھی اگر دیکھا
 صحرائیں قیس کوہ میں فرما رہ گیا
 اور لکی بہار ایدھر گریباں کا رنوٹا
 چھوڑتا ہاتھ نہیں اب بھی گریباں میرا
 تمھارے جی وہ اظہار نہ ہونے پایا
 زنجی عمرہ زخو خوار نہ ہونے پایا
 جب تو ہی نہ غمگار سکلا
 اگر یہ شعل نہ ہوتا تو کیا کیا کرتا
 تو اپنے دل کو کسی سے نہ آشنا کرتا
 آئندہ دیکھ کے وہ اور بھی معذور ہوا
 عجب عالم ہے مسی کا ابا بابا ابا بابا
 ہوا سوراخوں بریا ابا بابا ابا بابا
 گل جدا۔ سر و جد از کسی بیار جدا
 اہل تیغ جدا۔ صاحب زنا رہ جدا

جو ایک چھوڑ چھوڑ غم تری جدائی کا
 مرے قدم سے ہے سرسبز نستانِ حزن
 جو دردِ مہلک میں ہی گنوا تے گا
 ہر رات قدر جانے میری
 بے پرواہی فرما ہر رات نا آشنا
 آشنائی کا توقع کس سے ہو بیدار پھر
 خندِ گل میں کب ہے آنا لطف
 باتوں باتوں میں دل لیا بیدار
 تھی جو رسوائی ہو چکی بیدار
 بیدار کروں کس سے میں افکارِ محبت
 ہر بواہر میں اس جنس کا ہوتا نہیں خواہاں
 کہو تو کس سے میں پوچھوں شاخِ زوہر
 نے ثقلِ موت نے طاقتِ شکیبائی کی ہے
 گل تو کیا رنگ میں کہتے ہیں اثرِ لمبے
 نہیں سجادہ پتے صیدِ غلاقِ زاہد
 آئی دل میں ناگہاں بیدار
 نہ چھڑا اسکی زلف میں جو چھنا
 ہوں میں پابندِ الفتِ صیاد
 برابر روزِ عمر کے مجھے آ رہے ہیں رعایت

توں کا نام کبھی پھر نہ آشنائی کا
 ہر ایک آبلہ گل ہے سرمہ پانی کا
 آیتے گا بھی یا نہ آیتے گا
 مجھ سے غلطی کہیں نہ لیتے گا
 جس کمرے اوصاف کوئی اس سے گویا آنا
 ہو گیا سنگِ جبِ دل ہی سا ایسا آشنا
 تو نے سیکھی ہے یہ کہاں کی ادا
 دیکھی اس میرے دلستاں کی ادا
 پاسِ ناموس و تنگ کیا ہے اب
 بس دل ہے مرا حرمِ اسرارِ محبت
 حالِ باختگان ہو دیں خریدارِ محبت
 کہ آشیانہ نہ عنقا ہے آشیانہ دوست
 کیا کر دیں بیدار اس بیاری دل کا علاج
 سیکھ لو مجھے تم اے بیلو فریاد کی طرح
 دام پھر ماہے لیے دوشِ یہ صیاد کی طرح
 نگہ اسکی خندنگ کی مانند
 یہ ہے قیدِ فرنگ کی مانند
 کب مجھے مانع و بوستاں ہے باد
 خدا نے سب بحرِ مال کی کب موی سحرِ ظاہر

فروغ شمع جل ہو پردہِ فافوس سے روشن
 گلشن میں گرد یکسین مجھے ہوں سنبل و گرس خجل
 حیف ہے اسکی زندگانی پر
 رات بیدار وہ ہمہ تاجاں
 کیا ہی اگلے مہم سے لے میکشائی بہار
 خاک و خون میں ہیں تپاں ماضی غم ملک موز
 گوریں بھی نہ ہوئی مرد مر ہی آتش عشق
 دیکھ اسے شادی کھرتا ہے دل دیوانہ قص
 پا بگل۔ داغ بدل در و بر شد بلب
 روشن اس حال سے بیدار ہو ایہ مھکو
 ترے جال دل افزود پر ہے مائل شمع
 روشن مثال قمع ہزاروں میں دل کے داغ
 نے پر پرواز ہے میا دنے فصل بہار
 دیکھتے پائے زرد گے گل کہ تھا قہر میں یوں
 دن کو چھرتے ہیں تجھے ڈھونڈتے اور رات نام
 محورِ جی یار ہو گئے ہم
 دو تو بھٹکے نہ دو میر جین کی تکلیف
 ایک دم بھی ہو میں دکتا نہیں بارانِ اشک
 بیدار جلوہ گر ہے مرا یار ہر طرف

مرے سینے سے لول آتش داغ جو ظاہر
 دل ہے پریشان اس قدر گھٹس میں لیں اس قدر
 جو خدا ہو نہ یار جانی پر
 سن کے رویا مری کہانی پر
 ساغر گل میں شرابِ ارجوان لانی بہار
 تشنہ ہے تیج جفا ہے بت بیاباں موز
 مثل سیلاب تر پتا ہوں تیرا گل موز
 شمع کے آگے کرے مجلس میں جوں ملاز قص
 یہ چاک اشک معان سو قدر جال کھتا ہے شمع
 کہ غم عشق کسی کا تو ناں رکھتے ہے شمع
 پھر ہے ڈھونڈتی تجھ کو ہر یکہ فصل شمع
 تربت پہ دل جلوہ کسم نہیں حاجت چراغ
 کس تو کج پر قص سے ہو دیں اب زانم
 ہو گئے تیرے اسیر دام اے صیاد ہم
 شمع کی طرح سے نور کے سحر کرے ہیں
 سو جی سے منشا ہو گئے ہم
 اشک ہی بس ہے مرا بارغ و ہارِ امن
 چشم گریاں بسکہ رکھتی ہے سحابِ آغوش میں
 جو ماخبر ہوا اسکو میں آگاہ کیا کردوں

ہم بھی اس زم سے جوں شیخ جاتے ہیں
 واں سے بھرتے ہیں، جو لینے جاتے ہیں
 بحث جھگڑا ہے تیغ و برہمن میں
 کس سے انہیں دارغ کہ جو گفتگو کریں
 جو کم ہوا اسکے تین جیتو کمر میں
 لگا دے آگ کیسے نہ بے خواب دنیا کو
 میسر ہوئے دولت کہاں ارباب دنیا کو
 سمجھ نہ سکے اس گلشن شاداب دنیا کو
 آہ کیا جانے کیا ہوا دل کو
 آفریں دل کو مر حبا دل کو
 پھر چلو واں جہاں سے آئے ہو
 مانتے ہیں تری استادی کو
 چھوڑ سکتا نہیں بیاباں کو
 نہ پڑی شیخ پر ہرگز نظر پروانہ
 نہ کہو شمع سے سوز جگر پروانہ
 گفتگو ختم نہیں مردم ہمارے ساتھ
 رخصت ہو بہار آئینہ
 ترا جاں ستا ہے بار بار مجھے
 طیش دل سے رہنمائی آگیا

زندگان کے تیں کیا دیکھیں کہ کوئی دم میں
 کیا ظلم اسنی گلی میں ہے کہ دل کی مانند
 جہاں وہ ہے نہیں واں کفر و اسام
 جو ہم کلام اس لیے بخش سے ہوتے
 بیدار وہ نگار تو اپنے ہی پاس ہے
 حصول فقر اگر چاہے تو چھوڑ باب دنیا کو
 رکھے ہیں حق پرستان ترک جمعیت میں جمعیت
 فریب رنگہ بوتے دہشت کھامر دماغ بن
 نہیں آرام ایک جا دل کو
 منہ نہ پھیرا کبھی جفا سے تری
 دیدیں کر لیا اس عالم کا
 جو سخن فہم جہاں ہیں بیدار
 الفت خار و خن ہے دامنگر
 تیری تحمل میں ہوا جب گذر پروانہ
 سخت بیدا ہے جلتے کو جلانا زہار
 مشکوہ کم نکلی آنکھوں سے اسکی نہ کرو
 ایک جلوے لے کر دیا تیرے
 کتاب کہ نہیں تاب انتظار مجھے
 ور پر لے یار تیرے آہینے

تلامذہ حضرت بیدار بدایونی

(۱) مجرم شیخ رحمت اللہ اکبر آریں ثم دہلوی

نہ لکھے ہن فقرانہ زندگی سرزنس تھے۔

نمود کلام :

نہ یو چھو شور غم سے اس لہلہ کی حالت
کہ عظیم سب کو ای بے آب کی حالت
دل افکار دیا دیا مودار دیا
رے ماساز نے کیا کیا مجھے آزار دیا
جراٹوں مے دیے تو جام عالم الیگر جو آدیگر
تر ہے سانی آرازی سوالیگر جواب دیگر
(عمدہ منتخبہ)

جناب مجرم اکبر آبادی کے تلامذہ میں مفتی صدر الدین خان آزر دہ دہلوی اور حکیم
آغا خان عیش دہلوی تھے۔ اس سلسلے میں حکیم صاحب کہتے ہیں۔
جو یہ دہلوی آزر دہ کے شاگرد یوں سلسلہ ملا ہے مراد دہ و آزر دہ سے

(۲) چیف شیخ محمد جان دہلوی

نمود کلام ہوتا ہے مجھے عس آزار ہمیشہ
کیا چاک جسے جو رہے بیمار ہمیشہ

اب مجھ سے کہا جو کچھ ہے بر دل میں
سب مجھ سے کہوں جو کچھ ہے میر دل میں
ہے کہہ سے کہیں نہ مانوں مابرا
تب مجھ سے کہوں جو کچھ ہے میر دل میں
(سخن شری)

(۳) شیدا : میر بیگم کشمیری :

اں کا مولہ و مسکن دہلی تھا۔ جوانی میں انتقال کیا۔ (طبقات الشعراء)

نمونہ کلام :
 نیکے دل آے دلرباؤ کی تو کہتا ہے ہوتی
 ہم نظر بازوں کے ہاتھوں سے کہاں سے ہوتی
 (سخن شعرا)

(۴) ضمیر : شیخ مداری اکبر آبادی شاگرد حضرت بیدار بدایونی و نظیر

اکبر آبادی : نمونہ کلام
 وہ بھی ہے تو گل آرد و نہ ہوتا رہ ہمارے
 ز کچھ آئینے سے خبر نہ چاہے کچھ ہمارے
 (گلشن بیمار)

(۵) موز : میاں خدا بخش اکبر آبادی ثم دہلوی

عالم موسیقی میں مہارت رکھتے تھے شاگرد نظیر اکبر آبادی و شاہ بیدار بدایونی

نمونہ کلام :
 تم ز رخسار دل کو لعلوں میں چھپاؤ پیلے
 پردہ ابریں کب شمش و قمر بند ہوتے
 (عمدہ منتخبہ)

بقا اکبر آبادی شاگرد شاہ حاتم

مح بقا اللہ بقا اکبر آبادی ثم لکھنوی ۱۷۹۳ء۔ بن حافظ
۱۲۰۷ھ

لفاز خوشنویس اردو میں آباد حاتم دہلی اور خواجہ بدر دہلی اور فارسی
خرمیس کے شاگرد تھے فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ اردو کی طرف
خاصی دلچسپی میں میر اور لکھنویں سودا سے معرکے ہدیت۔

غیر کلام

عاشق جس نے کیا خدائی
میں سے اتر کر کبھی
مرغ گم کردہ آسمان پر ہم
بآل ہی بھلا ہے خوں عاشق
جانے دوا بآس پہ خاکِ خالو
(مجموعہ لغز)

نوا بدایونی شاگرد بقا اکبر آبادی

ہوں میں بقا اکبر آبادی کے مشہور شاگرد طہسور اللہ خان نوا بدایونی ۱۸۲۵ء
رفارسی شعرا میں ہو چکا ہے یہاں ان کا اور ان کے تلامذہ کا اردو
اجاتا ہے۔

نوا بدایونی اور تلندر بخش جرات ۱۸۳۱ء کے ادبی معرکے ہوتے دوا،
مرے کی بھیجیں کہیں۔

فنا
 حیات
 مات کو اپنے لگا جو کہ مذہب پر ہاتھ پیر
 ظہور حشر ہو کیوں کہ کلوی عجبی
 قدرت حق سے ملی ہے ہاتھ اندھ کے پیر
 حضور بلبلِ بستان کرے نوا سخی
 نوا کی تاریخ و فوات ان کے شاگرد وحید اللہ خاں وحید بدایونی نے یہ
 خاں محلّی مکانِ سہی ہندوستان
 در فنِ توفیقِ خوش و در سخنِ بہت
 سالِ فانی چہ دل خواستہ نادرِ غیب
 بود نواز اس کے فخر بدایوں بہ گفت
 ۱۲۴۱ھ

نوا کے بارے میں مختلف تذکرہ نگاروں کی رائےں ملاحظہ ہوں۔
 طہقات الشعرا [جو اسے عجوبہ عنوانِ خوش تلاش و خوش فکر
 قدرت اللہ شوق : قصاید پر رومی گوید
 نگینۃ الشعرا] از شاگرداں لقا شعر ہندی و قاسمی پر دو غزلیں گوید
 قدرت اللہ شوق : اور رختہ گوئی تدم بہ پہلوئے استار می زندہ
 گلشنِ ہمیشہ بہار [صاحب سخن و موجد قانون ابن فن است] ارشد تلامذہ
 بقاء اللہ خاں بقا - علوی طبع و سے از فصاحت کلام ظاہر و غلوئے با غنثش از
 معنی پرکار ماہر
 مجموعہ لغز م در خوش نگر ہی ہمت می گاشت بہ بیشتر تصاید بہ مقامت و
 قدرت اللہ قاسم آپ بختگی بہ انجام و سائید و دران ما و خوش نگر ہی داو
 در غزلیات ہم فکر سائے دارد
 گلستانِ سخن م سخنور سے بے مثل شاعر کیا ظہور اللہ خاں نوا
 قاور بخش صابر

سخن شرا
 نسخا شرا ہی خوب بہتے تھے۔
 نوا کے اردو کلام کا نمونہ درج ذیل ہے۔

جب تکلف نہ پایا یا رسے پھر کیا آج
 شربت بو تر لب بن ترے اے رنگب میسج
 جھولی باتوں سے میں تو نے دھاک آفر
 دل پر فوں کو شیشہ مل ہے
 آپ بی جا اور سب غزل کو لو اتے ہے
 اٹھانے کو نہ میرے پیر کی نے آتش کرٹی
 انیس کیا لطف تھی جو فوں نے نارہنوں کی
 کو چہ یا رسے کیا سے رو یا آتی ہے
 کیونکہ فرائد گاہ کرے رو سے بار پر
 تعویذ تری اکھوں کے ہم بادام سے کھیلے
 لب نشہ ترے چو کی پروانہ کرینگے
 کس دم بلے کھی ہوئی اٹھے ہا رسے
 ہو بلبلوں کو گرگستان کی آرزو
 مست ہستی انکو سمجھنا ہے خطا نا ہے یہ
 فکر زلف سیہ یار میں ہوتی ہیں صبح
 نہ جی دکھائی توئی لم تو دلف گادوں کا

بوساں مانگ لیا جب کبھی دکار ہوا
 نہ بیادہ جگر ہی چشم کا بیمار ہوا
 دل کو لینے ہی میرے ہی کا طلب گار ہوا
 نالہ و آہ شور و غلغل ہے
 ہم کو راعی کے غرض انکھیں ہی دکھلا دے
 مرگ تفسد اس دھاک جینے کو پھر کٹتی
 نہ جہنم عشوہ نا طعمی شاق نارین پرتی
 ٹھکر کر کے کھاتی ہوئی بارعبا آتی ہے
 وہ جسکے رتو میں سے نذر نظر چلے
 خال نعل میگوں میں شرب جام سے کھیلے
 کشمکش ترے ایسے میحانہ کرینگے
 کیا کیا کھنڈ تھے ہیں صبر و دار سے
 ہم کو تو اسکا سیار دیوار خوب ہے
 کیجیو ان سے حذر آتش سحر کالے میں یہ
 اے نوا ہوئی ہے کسی شب و بخور دراز
 اثر بدش ہے ہزارہ بے واروں کا

ہے یہ کس قاتل بے رحم کا کو حیران
 دل نہیں مفت میں دیتے میں اگر منظور
 اگر مجھ کو کھاتے ہیں دل کو تو یہ
 شک کے ساتھ لکھیاں متول کی کو تو
 بعد و باج رو بھی باز رہا یہ آیت
 بر تلخی میں جھائے تو خیال لباس
 تمہارے وہ کہ کسی سہا کسار بیٹھے ہیں
 اس جنس نخت کا فرید ہوا ہوتا
 ان دانی طعانت الشوا، لعلہ الشوا، لعلی عیسہ، ہار، محمود لغز، کھٹان، مستحق، سحر، سحر

تلامذہ نوا:

قمر بان، مولوی قربان حسین، خلف قربان علی، خلف مولوی ظہور اللہ، نواب دلیوی
 اے دوسرے دشوں کے حسن سے ہر کوئی ہنسے
 آبا میں بدیلوں میں کنکال سے منے

(تجلیات سخن)

تار: مولوی نجف علی حمیدی صدیقی بدایونی م ۱۸۵۲ء خلف

سید اللہ نادر خلف شیخ علی ارشد بن علی اشرف بن علی مرتضیٰ بن عبدالحیہ
 اباب جد نوا بدایونی

دل اے دے کو موز و آواز و درخ

بہ پرچم دکھائی ہے تبار مجھ

(تجلیات سخن)

یہ طرح سے ہر کوئی غنا فقہ و ربح

تا ہے وہ ملکہ طار مجھے

۳۔ **نفیس** : مولوی اشرف علی ^{۱۸۵۹ء} خلف مولوی نجف علی مختار بدایوں حضرت نادر بنارسی کے دیوان پنجم مطبوعہ ^{۱۸۹۱ء} میں حضرت نیا بدایوںی خلف حضرت نفیس بدایوںی کی تاریخیں درج ہیں اس میں جناب ضیا کی ولایت کے ضمن میں حضرت نفیس بدایوںی کا نام ان الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے "افق الفقہاء اشرف الیہ" مترا من۔ مشخص امراض۔ قاری القرآن ذاکر المکتہ الکرام مولوی اشرف علی نفیس۔ ذکر بہار یے خزاں میں آپ کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے "مولوی اشرف علی بدایوںی کہ از رؤسائے عظام بدایوں است"

بغیر ہمدہ تحصیل داری و پیشکاری ملازم، رکرا رکیتی بور۔ بعدہ ترک و قریب پسندیدہ۔ طبعش از حسن یرسنی بدایوں کی میڈے وارد۔ فکر نقادش بہ دارنا وارد و برق نشان است۔ بہ تینا سن یقرہم جو عالی طبع نقاد معانی گردیں، قرب و جواب بیدارہ گردیدہ۔ مثنوی ہا و دیوان ہا دارد۔ دریں زمانہ مذکورہ مبوط زبانان اردو بہ تکلف کر می باید و بہ لطافتی کہ می شاید ترتیب داحہ

جناب نفیس بدایوںی نے منقولات و مدقولات کی تحصیل مولانا فضل رسوا غما قادری بدایوںی سے کی تھی۔ عربی و فارسی میں، انجمنی، اہل بیت تھی۔ شاعری کا شوق زیاد تھا دیوان عربی و فارسی اردو مرتب کئے گئے ہیں۔ تذکرہ شعرا موسوم بہ انتخاب دہر ^{۱۸۵۱ء} میں لکھا تھا اور اکثر کتب نظم و نثر نفیس و زالیف و ابیات عالی لکھتے تھے کچھ دنوں جواب تذکرہ اللہ جاں نوا بدایوںی سے مشورہ مقرر رہا تھا۔

حضرت آزاد بریلوی نے آپ کے دیوان و تذکرہ کی جو تالیفیں لکھی تھیں وہ دلیل

نہج میں۔

تاریخ دیوان نفیس بدایونی از آزاد بریلوی

نالہ موزوں و دیوان نفیس	جوں نواسے نے بود حد و طراز
عشق پیماں مفر عشق از باغ تار	ہا سہمی سہمی ز بستان نیاز
حرف حرقش در دوسم و دلت دل	بیت بیش آمد از جان گذار
نو گرفتار محبت را انیس	باید از شو عشق بہ سعی نو نیاز
سال آنازش نباشد زین نگو	بیت بیش آمد از جان گذار

۱۲۶۴

تاریخ تذکرہ نفیس بدایونی از آزاد بریلوی :

نفیس لطیف سخن ازاد و اشرف الشوا	کہ از لطائف قلوب گلشن آمد
تکلف نہ بود کز بلند فکری او	زمین شود کلاویزش آسمان آمد
عجب کہ غنہ دار رہ فارسی ترجیع	زبان فوس مزج جسے از ان آمد
نوشت تذکرہ شاعران ریختہ گو	کہ صفحہ صفحہ از ان تازہ بوستان آمد
مذاق بام از ان یافت لذت اسے آزار	کہ سال خاتمہ اش لذت الجنان آمد

۱۲۶۶ (۱۸۸۵ء)

دیکرہ تاریخ دیوان نفیس بدایونی از آزاد بریلوی

آپ کے دیوان نگین بر نفیس	جلوہ گر ہے صورت حسن و ادا
--------------------------	---------------------------

حسن بندش ہے جدا خاطر فریب
ہے او اندی میں رنج آیتہ
مطعہ مضمون ہے رواں آب جدا
ہے شگفتہ گلشن طہر رسا
ہے مرغ حسن کا اور عشق کا

(۱۲۶۲) (عکس)

ایضاً تم نے جو نفیس اور کھائی تیسرا دیوان
نگلی لب زخم دل آزاد سے تاریخ
ہر شعر و لہجہ عجب نشتر دل ہے
دیوان سوم آیکسا لب نشتر دل ہے

(۱۲۶۲) (۱۸۴۷ء)

جناب نفیس بدایونی کے خلف الرشید مولوی راشد علی ضیا بدایونی جی باکمال
شاعر تھے ان کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہو گا۔

جناب نفیس بدایونی کا نمونہ کلام یہ ہے۔

چوم لونکا یاؤں کو تر کہ ادب ہوئے کا
سرسر ہمارا دیکھو غنیمت چائے کا
ایک بے جرم پہ جل جائی شمشیر میں دو
نم اگر جنبش ابرو کی دکھا دو گے اوا
اکہ دیوانے کی گردن میں ہیں زنجیریں دو
دلوں زلفوں میں زری پے دل وحشی مرا
بے گنہگار جو پی چاہے وہ تیریں دو
مدت کے بعد انکو ہمارا خبر گئی
چلے والے کو رسوا کر دیا قتل کرو
کہ ہتے دریا میں بھی اپنے ہاتھ دھو سکا
مرنے کے بعد جس نے کیا صحت داور
فراق یار میں جی کھول کر رہیں رو سکا
حکمرچی خوں ہوا اسے دے خوب روئے سکا
نفیس تجھ سے کوئی کام ہونہ سکا
تمام عمر نسو رہا جو اکھوں میں
اب تک الجھاؤ ناخن کا گریبانوں میں ہے
نیت پرست ہی ٹھہرا نہ حق پرست ہوا
سلسلہ وحشت کا باقی تیرے دیوانوں میں ہے

جناب نفیس بدایونی نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بڑھاپے پر حصہ لیا تھا نواب
خان بہادر خاں میرزا رفیع الدین کی بغاوت کے برس میں ۱۸۵۷ء میں گولی سے شہید
ہوئے شہادت کے وقت اپنے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ وہ نسخہ
زر الدار کی ولادت کے پاس۔ ن معصوم ہے۔ مذکورہ سخن۔ تذکرہ جبار نے فرمایا۔
مخلص۔ سخن۔ دیوانہ زار بدایونی

۲۔ جولائی: مولوی دایم علی مدنی حمیدی مدالیوں ثم بریلوی م ۱۸۶۵ء سنہ
الی بن ایرالدین علی آصف بن علی ارشد۔ باب مولانا نے فن شعر میں حضرت نواب ایلوڑ
سے اسکا کیا تھا۔ آپ فارسی میں رباب اور اردو میں کم طبع آرائی کرتے تھے۔
مولوی۔ سید درق۔ برسم بولنا ٹیٹے پر۔ جہاں خرم مستی زکلی جہاں راہ
شیم سخن۔ علماب شاہ

نہادہ دہ زان بدایونی

داسم۔ مولوی داسم علی سرد۔ علی بن شمیر علی: جناب حواں، ایونی کے
حقیقی برادر زار اور تارا در تھے۔

نور کلام یقین ہے العطش گویا دم آخر مولکائیں
نغزیں: یسا ہوں تر سے آب دم شمیران کا
الفت: یرویمیم پردہ دم ٹھہرا کہنے خالق سے پھر جبا کہتے
تم ہی آقا نہ جب سوز کس سے چہرے کے مدعا کہتے

جناب تاسم دالونی نے ملک محمد جالسی کے اجل نسخہ پطارت زبان مہیا کیا
 اور نربہ کیا تھا جو مطلع نزل کشور کا مور سے ۱۸۷۳ء میں طبع ہوا تھا۔ نطی تر
 وجہ سے حسن کلام مفقود ہوا ہے ابتدا میں حمد لغت منقبت چار بار دہرایا
 خصوصاً حضرت سید اترف جہانگیر مہمانی قدس سرہ اور پھر سرہانہ سوری سلطان
 درج ہے جس کے زمانہ ۹۳۷ھ میں ملک محمد جالسی نے پداوت کو تسلیم کیا تھا۔

عناصر چار کو حق نے بنایا	صورت کا نقشہ اُن سے کر دکھایا
کیا در شید دن میں رات میں ماہ	سارے کی قطاریں اس میں دلخواہ
نظر اسکی ہے سب پر اک براسر	سہ سرے در سہ تہن کو وہ یکسر
کوئی اس کا نہ وہ بٹیا کسی کا	سای سدن کا خالق ہے مولا
خدا نے نور سے اپنے بنا با	پھر اس سے کوہ و را کو سجایا
برا بر نام کے اپنے لکھا نام	ہوئے دیندار بڑھکڑا صانع عام
نظاریں بادہ آئیں مجتمع ہو	برام باز دلخدا با جہاں کو
ابوں نے نامی بنا جس پر یہ ماری	میں کمی اس نہ کساری
دو جانید زلف گھوٹو والے سم دار	سلاسل عشق گروں میں نمودار
عجب وہ مانگ میر پر جوتھا	نہ سند و اس تلک اس پر جا ہے
وہ بانگی آنکھ کول اسکے برابر	میں دلوں کرتی حور سمندر
پھرے دنیا پھرے حوسم رنگیں	الٹا میں بل میں جا ہم ملک سلکیں
مترہ اسکی کہوں کیسی سی بھیں	سے تیروں کو دو فوجیں تہی بھیں
لبوں میں پھر کے دکھا آہ حواں	نہ پہنچی ان تلک ہے حر والسان

صف
 مہیا یاں

جلید دہنی

شرابِ عشق سے باتیں بھری ہیں سنین جو مستِ صہو میں ہر گھڑی ہیں
چراغِ افروزِ دہنوں میں دنگوش پڑے سونے کے بالے ان میں بدش
جو اسکی پٹھِ مسند کی بنائی نو چرئی ناگ کالا بکے آئی

۵۔ وحید حکیم وحید اللہ خان بدایونی مولف مختصر سیرِ ہندوستان خلف
سعید اللہ بن جمیل اللہ برادر نوادہ بدایونی -
نمونہ کلام: کہیں ترپ کے نکل دل تو چین آجاتے اچھل رہا ہے یہ کیوں بار بار پہلو میں دریا سخن
۶۔ زار: مولوی علی داد اللہ - ۱۸۵۶ء والد مولوی نجف علی ممتاز
ساکن قاضی ٹولہ بدایوں -

نمونہ کلام: مدمن پر اپنے شمع کی کیا احتیاج ہے ہے دایغِ دل چراغِ ہمارے مزار کا
(تجلیاتِ سخن)
۷۔ بیرنا - دیکرنگ مد جو دہری غلام مصطفیٰ م ۱۸۳۸ء ساکن کھیرہ ضلع بدایوں
نمونہ کلام: میرج کھڑے پچھ بزرگ آواز ہوا ورقِ گل پر عیاں سبزہ خدا ساز ہوا
(تجلیاتِ سخن)

۸۔ صفیر: مولوی علی صفی اللہ ۱۸۴۶ء برادر مولوی علی داؤد اللہ ناز
ساکن قاضی ٹولہ بدایوں -
نمونہ کلام: بہارِ باغِ نوحہ خزاں میں ماد جاتی ہے گلِ باغِ دل بیلِ گلستاں کی نشانی ہے
(تجلیاتِ سخن)

(۹) فضل : مولوی فضل حسینؒ ۱۷۹۹ء ولد مولوی علی خلیل اللہ برادر علی راود اللہ
 کلام : فضل خدا سے فضل کو سب زب و زبن ہے
 مولوی حسین لا لقی فضل حسینؒ
 (تجلیات سخن)

(۱۰) ذکا : مولوی رحمت علی خلف شیخ مہدی قلی مہدی ابن مصطفیٰ احین ابن
 مصطفیٰ قلی ابن محمد قلی ابن محمد حام ابن محمد جلیس بدایونی ۔
 کلام : شکر رفیق کہ تسلیم دیر سے بنود
 تیرے برائے کہ نقش کوئے دلدارے مود (تجلیات سخن)
 (۱۱) سعادت : شیخ سعادت اللہ خلف شیخ محمد واصل ساکن محلہ سید بارہ بدایوں
 کلام : ہر کہ در عشق بنی چشم ترے میدارد
 او بہ مدد لطف یہ حاش نظر میدارد
 (تجلیات سخن)

(۱۲) مہدی : مولوی مہدی قلی والد مولوی رحمت علی ذکا ہجو لکھتے ہیں خلاق تھے
 کلام : ہوتی اولاد نہ قاضی کی اگر ناہنجا
 کس طرح دیکھتے جاگیر کو بچے کھاتے
 (تجلیات سخن)

(۱۳) فریدی : منشی محمد سمیع اللہ
 کلام : نہیں بمنزہ نمایاں ہے لبِ جال بخش جاراں پر
 جنابِ خضر اور عیسیٰ طے ہی آبِ جواں پر
 (ریاض الفردوس)

(۱۴) ارشاد : مولوی علی ارشدؒ ۱۸۲۳ء والد مولوی علی داود اللہ داود
 مولوی علی صفی اللہ صیتر ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

۱۔ شہادت بدایونی مولوی شہادت اللہ حمیدی صدیقی بدایونی ۱۸۹۹ء ۱۸۹۹ء

شاہوت اللہ ابن سعادت اللہ ابن مبارک اللہ ابن فضل اللہ ابن سعادت اللہ بہتم ریاست
ابن امان اللہ ابن دیوان فیض اللہ دیوان بنگال عہد شاہ جہاں ابن شیخ محمد ابن محمد حسین
بھی محمد یوسف ابن قاضی عبد الجلیل ابن قاضی محمد ابن قاضی فتح اللہ ابن صدر العلماء قاضی
ربن قاضی بدایون عہد بلین ابن شیخ محمد الدین صدیقی سبزواری ثم بدایونی۔

جواب شہادت۔ البیوی حضرت لوا بدایونی کے شاگرد ۱۸۹۹ء رشید تھے۔ آپ نہایت
زورگو اور خوشگوشاعر تھے۔ تصانیف میں ترائے غرائب (تسائے عجائب منظوم) اور
مظہر (مجموعہ حمد و نعت و منقبت) ہیں۔ ان دونوں تصانیف سے آپ کی خوشگوشائی
بہت کلام کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ حضرت شاہ نیر الدین حسین بریلوی ثم
۱۸۸۸ء علیہ سفر خراب شاہ نیاز احمد صاحب، نیاز بریلوی ۱۸۳۵ء
حت تھے۔

آپ نے ترائے غرائب کے آخر میں بدایوں کے اولیائے کرام و علمائے عظام اور
ذوی الاحزام کا ذکر کیا ہے اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت شاہ نیر الدین حسین ۱۸۲۲ء۔ ۲۔ خلف اصغر حضرت شاہ
نیر صاحب بریلوی ۱۷۶۳ء۔ ۳۔ ۱۸۳۵ء۔ ۴۔ اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ
۵۔ میں بدایوں میں اقامت گزین ہوئے وہاں خانقاہ و مکان تعمیر کرا کے عبادت
ست میں مصروف رہے آپ بحالات میں آپ کے خلیفہ و جانشین شاہ منانت
احمد ۱۸۲۲ء کتاب از نیاز رضی تحقیق سے تالیف کی ہے

اب دل میں ہے اے شفاعتِ ناز
 ممکن ہے مگر موبدِ اودن
 بی سیکِ چلن کے حال اس میں
 او نجا ہے فلک سے مرزب کا
 مروانِ خدا کی ہیں زیارت
 مرقد ہے یہاں شہِ جیس کا
 شہرہ ہے مد سے تابہ ماہی
 بدر الدینِ شہِ ولایت
 بھائی سلطانِ عار میں کے
 ان کا یہ علوئے کرو فر تھا
 کچھ حالِ وطن کروں میں اظہار
 یہ خط ہے رشکِ سخنِ گلشن
 انسان میں ذی کمال اس میں
 اس جا پہ تہ سے عار میں کا
 سبحان اللہ واہ کیا بات
 حضرت سلطانِ عار میں کا
 حضرت کا لقب ہے شیخ شاہی
 محم ننگ و بدلالِ رفعت
 روشن ہیں یہ آفتابِ دین کے
 محفل میں رسول کی گزر تھا

بدایوں کا قدیم نام بدو مرق تھا اس کے بعد بدایوں ہوا۔ ملا عبد القادر
 نے اپنے منظوم سلام میں بدو مرق تحریر کیا ہے۔ (کنز التاریخ)
 حضرت سلطانِ انارین سید حسن شیخ شاہی دکن ناب بدایوں قدس سرہ
 ۔ حلقہ حضرت فاضل حمید الدین ناگوری تم دہلوی م ۳۲۵ھ مرید و خلیفہ حضرت
 سید الدین مہروردی م ۳۲۴ھ و حضرت قطب الاقطاب سید قطب الدین بختیار
 ندس سرہ م ۳۲۴ھ۔
 آپ کا ذکر مبارک ناری شہر کے ذیل میں ہو چکا ہے۔

روضہ ہے قریب عید شمسی
 حاجی صاحب جمال ملتان
 نام ان کامیاں حرام دیں تھا
 خاصاً خدائیں سات احمد
 سردار میں ساتوں دو جہاں کے
 آسودہ ہیں سید احمد
 حضرت بن پدر نظام دین کے
 والدین جناب کے علی نام
 ذی مرتبہ سید عرب تھے
 نانا تھے نظام ادلیا کے
 یاں عسکری سید مولوی تھے
 اے داہ نصیب عید شمسی
 مشغول صلوة و صوم و قرآن
 وہ خانم شرع کانگیں تھا
 آئینہ نور ان کے مرقد
 دربارے میں سات آسمان کے
 ساگر تالاب پر سہ مرقد
 باعث ہوئے انتظام دین کے
 فردوس مکیں جنت آرام
 یوسف صورت مسیح لب تھے
 محبوب جناب کبریا کے
 مقبول جناب ایزدی تھے

۱۳۶۸ھ حضرت شیخ حمام الدین عرف حاجی جمال ملتانى ثم بدایونی قدس سرہم
 بدیع حلیف حضرت شیخ صدر الدین عارف سہروردی ملتانى قدس سرہم ۱۳۸۵ھ آپ حضرت
 سلطان العارفين قدس سرہ کے استاد تھے انہی مرشد کے حکم پر بدایوں تشریف لائے۔
 بن وصال ہوا مزار شریف مشہور اور زیارت گاہ خلق ہے۔

۱۳۸۵ھ تیج عبدالحق محدث بدایوی بر اخبار اناخیا میں لکھا ہے سہ ہفت احمد بدایوں
 تہ اندان سے مراد شیخ احمد ہزدانی بدایونی مرید و خلیفہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ثم
 بیفہ حاشیہ اگلہ صفحہ پر

عالم فاضل نقیر کامل
حق ان سے تھا حق سے تھے رانی
گلہ ستر گلشن محمد
وزند ہے ان کا صاحب راہ
نام اس کا نصیر دین احمد
شب گذر ہے شعل حق میں ساری
حضرت کو یہ شہر ہے خوش آ
شفاعت بدایونی :

ذاتی اور
شاید
برائت

تھا فضل حق و رسول شامل
ترتیب ہے وریب جو فی قاضی
شاہ فقر انیا ز امد
باطن ہے سر اس اجوں ماہ
کہنے اس جانشین احمد
تا صبح ہے لب ب در جاری
علم یہ ہے اس وئی کا سایہ

اتلیم سخنوری کہ تھے

وادی میر سے سعادت اللہ

عاشقہ مسلسل بچھے سر سے ۔

ملوی قدس سرہ مرزا شیخ احمد خطیاط بدایونی مر ۳ شیخ مد خداں بدایونی نمبر ۴
شیخ احمد بھرتول نمبر ۵ شیخ احمد نندہ بدایونی نمبر ۶ شیخ احمد مجروح بدایونی نمبر ۷ شیخ احمد ذری
بدایونی قدس سرہ ۔ یہ سب حضرات بدایوں کے مشہور اولیا و اولاد تھے حالات
کے لیے ملاحظہ تذکرۃ الاولیاء ۔

۱۷۶۳ء حضرت عین الحق مولانا صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ
۱۸۴۹ء مرید و خلیفہ حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے صاحب مارہروی
قدس سرہ م ۱۸۴۹ء آپ مولانا فضل رسول صاحب عثمانی قادری مست بدایونی قدس سرہ
۱۷۹۹ء ۱۸۴۲ء کے والد ماجد بھی

تابل زیرک ہمیں و دانا
 سائل تھے مدارج و مناصب
 حوس و حوس و منین سحرت آگاہ
 مدفوع سے تھی وروں سخاوت
 مقتول محمد اہل اسلام
 یا موت رقم ہو دست بستہ
 ری علم ہر ایک فن کا ماہر
 صحرا کا وہ خاریہ گل تر
 وہ قطر بہ آب و تاب عالم
 ختم ان بہ ظہور نکتہ دانی
 آگاہ دقائق خفی تھے
 مرا بھرا مونیوں سے دامن
 بن بلیہ گلشن نواہوں
 سور طوطی ہند کی بدولت
 مدد تھے ہند کے وہ سخندان
 عالم میں سخنوری کا سہرا
 چھانی لہوں کہ عسیری تھے
 ورجف و شرافت جا
 مطلق کے سوا ذلہ پہ کچھ بات

والا رتبہ رتبہ رتبہ
 سے والی رام پور کے نائب
 والد تھے مرے سخاوت اللہ
 مرد نہر قتل و تالیف
 عمو کا میرے نیاز تھا نام
 دیکھئے اگر ان کا خط شکستہ
 فرما یہ ہوا اس شاعر
 ریزہ وہ صد کا اور یہ گوہر
 حلق ہوا وہ درہ یہ آستاب عالم
 دران علی لوان کے جانی
 محی ہسین رسل اللہ تھے
 سکہ لہ کے انہوں نے شعر کا فن
 ہر ایک روشنی سخن مرہوں
 شریکین و نبات لذت
 و عدل الونی آیا مرے قاضی فیض رحمان
 شاعر مصحفی عدل ان کا تخلص ان بہ رباب
 شاعر رشید مصحفی تھے
 تما اشرف علی رئیس د لخواہ
 کس کو کی اس نے صرف اوقات
 ذکر الونی
 ذکر الونی

تمثیلِ نظیر سے پر کیوں دول
تھے علمِ ریاضی کے شہنشاہ
معقول پر مدفعۂ داں تھے
مشہور تخلص ان کا محشر
عابد شاہد ہیں متقی، ہیں
دولت ملی لازوال ان کو
وہ وقت کے اپنے میں ارسطو
ارم ہیں فصیح ہیں فہمیں ہیں
الملک سمجھو ری کے ہیں بدر
قائل ہیں منیر و مصحفی میر
آفاق ہیں نام ہے شر کا
چشمِ نلک این جنیں ندیدہ
مومن کو ہے جسکے شر کا شوق
نظم ال کی ہے دیر بیکتا
دولت یہ خدا نے ہے عطا کی

اشعار کا بے نظیر مضمون
کشفی تھے میاں سلامت اللہ
ذکر اکرام اللہ عالم تھے وہ صاحبِ زباں تھے
محشر اکرام اللہ تھے سخنور
ذکر مولانا
فضل رسول جو فضل رسول مولوی ہیں
مت بدایینی ہر علم میں ہے کمال ان کو
فرزانہ حکیم اور سخن گو
منیاد علوم اس دیں ہیں
تاسی عبد السلام ماضی عبد السلام ذی قدر
مصحف کی جو کی ہے نظم تفسیر
مولوی علی
جس شر
لکھتے ہیں جو لغت میں قصیدہ
حسرت، مذاق
مداوی علی مذاق پر ذوق
ہے طبع رواں جو بحر آسا
کیا خوب رسولؐ کی ثنا کی

دیکھو شہادت یہ میری

تحتِ حمشد لی سر کر نہیں پروا مجھ کو
اپنے پیارے کا دکھائے رخِ نیا مجھ کو
مجھ کو نصیب سے خدا دولت ایمان کو

لغت در سلطانِ رسالت کی بطورِ درمائی
شبِ اولیٰ تجد تنگ کی تاریکی میں
اپنے گہمگاہ پر لطف کر احسان کر

خلق کا تسکّل کسا ہے جو شہِ لافنی
نام سے اس کے مری مشکلیں آسان کر
عزتِ دنیا طے حشمتِ عتیق طے
ہاں مجھے اعزاز دے دال مجھے ذلّت نہ کر

تضمین بر غزل شہسبزی بریلوی :

در قدّم رسول اللہ کا جبریل دریاں تھا
نوا سوں برائی کے سینے نہ تھا جی و زبان تھا
بلاگردال شاخام تھا محافظ تھا بلبلان تھا
نسبِ رور اس کے صاۓ اوروں کا گہوارہ جہان تھا

عجب ڈھب یا تھا روحِ اللہ کو بھی خود کا

در جنت سے قسمتِ سداۓ اسد کو جویا لائی
تو خوش ہو کر یہ اپنے جی میں اس نے باہر لائی
طے کا آستانِ مصطفیٰ پر مجھ کو زیبا لائی
ربا کبھی میں برے روضے کے دویر چایا لائی

اسی اندوہ سے ہے رنگِ یزیدِ ننگِ اسد کا

تروی ذاتِ گرامی میں جو ہر لعلیں ہے نہاں
سرِ باجمِ اہل سے ہے نورِ ایزدی باہاں
تسے بے مثلِ مثلِ ذاتِ پاکِ حضرتِ سحاں
ہوا تجھ سانہ ہو سکتا ہے میرا ہے ہی ایاں

نہ مانوں مسدہ ہر گز کسی زندیق و مرتد کا

جو مرعجاں مرا اڑے کی خاطر اں پر کھولے
ہوئے متوفی میں طیراں درِ نور پر پہنچے
تشنہ سے مرے روحِ القدس کی آرزو
نمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے چائے

قفسِ جو وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

منقبت حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

زیبا ہے مرتضیٰ کو شہِ اولیا کہوں
سردارِ خلقِ نائبِ خیرِ اولیا کہوں

بیجا ہے گر مثال نصیری خدا کہوں
جی چاہتا ہے نکٹھے سراپا امیر کا
ابر وہ ہے یا بہ حق حجاب اہل عید
مہوئوں سے لکھے یوسف مہر کی بخت
قد کی مثال سرو سے ہے محض بے ثمر
ٹھوکر سے پاؤں کے کپڑے چشمے رواں
تبیض میں ذوالفقار جو حکمی نہیں پناہ
پیر ہے صبح و شام لٹے ہر دور کے جاہ

نام خدا اسے نہ خدا سے جدا کہوں
فرق علیؑ کو تاجِ سراپا کہوں
یا میں کلیدِ قفل و زید عا کہوں
میں کیا ہوں کس زبان سے زبانِ کنا کہوں
ہاں شمعِ بزمِ بارگہ کبریا کہوں
آبِ حیات کو بھی یہاں خاکِ پا کہوں
لاسیف اسکو تھجھ کو شہِ لافنی کہوں
گڑوں کو کیوں نہ آپ کے در کا گدا کہوں

منقبت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ

علی اکبرؑ کی سی ہوگی نہ کسی کی صورت
غزنی و سکن و تھمائل حرکات و سکنات
گھسن میں تو عدد کہتے لگے صل علیؑ
پاؤں کو پاؤں تو انکھوں پر رکھوں نہ رکھوں

سر سے پاتک خیمے رسولِ عربیؐ کی صورت
سیدِ با شمی و مطلق کی صورت
حرفِ آہ ہے یہ کون آیا نبیؐ کی صورت
یہی دولت ہے یہی بہرہ وری کی صورت

منقبت حضرت محبوب سبحانی غوثِ صمدانی قدس سرہ :

سید و الامنا قب شاہِ جیلانیؒ ہوتم
غوثِ اعظمؒ حضرت محبوب سبحانیؒ ہوتم

راز دارِ واقف اسرارِ ربانیؒ ہوتم
خزینہ عیسےؑ شکب موسیٰؑ یوسف ثانیؑ ہوتم

انتخاب غزلیاب

چکلیا تیغ نگہ سے دل بسمل تو ہیں
یروانہ جلے آپ سر شمع کلم ہو
میں نیرے لیے یار جو رسوا نہیں ہوتا

تیر غمزے کا تری بانگی ادا نہ مارا
اندھیر عجیب آپ کی سرکار میں دیکھا
عالم میں تیرے حسن کا شہل نہیں ہوتا

۱۹۰۵ء جناب شفاعت بدایونی کے شاگرد آپ کے خلف الرشید مولوی الہام اللہ الہام بدایونی تھے انہوں نے والد ماجد کی درج ذیل تاریخ وفات کہی تھی۔

گلش شفاعت میں خزاں جب آئی
برگ عیش چین دہر مواہر خزاں
رحلت والد ماجد کی تھی تکر تاریخ
تکر کیوں کرتا ہے لکھ مہر تاریخ وفات
دوسرا مہر و تاریخ پڑھا رضوں نے
عند لیہانِ چین غم سے ہو چلا سیاہ
روئے گل زرد ہوا سرو بنا ہوا آہ
دی صلا ملیم غیبی نے کہ الہام اللہ
پہنچے جنت میں یہ حور لں جلال کے ہمراہ
آؤ اوطوطی باغ بنوی بسم اللہ

۱۲۸۸ھ

انتخاب غزلیات الہام بدایونی

جھنکا تا بے کوئی چاہ رخندان کے تسویریں
یہ ہے شانِ خدا بند کو شوقِ حفظِ قرآن ہے
مرے ہلو میں دشمن ہے اسے دل کون کہتا ہے
تمہارے مصحفِ بضا پر تل کون کہتا ہے

تلامذہ الہام خلف و شاگرد شفاعت بدایونی

۱۔ اعلیٰ : منشی اعلیٰ حسین بدایونی خلف و شاگرد الہام بدایونی

عبد کلام : آپ ہی جلوہ دکھا کر مجھے یہوش کیا
آپ ہی ناز سے کہتے ہیں کہو کیا دیکھا

(۲) شیدا : منشی شیدا حسین خلف و شاگرد الہام بدایونی م ۱۹۰۳ء

مرزا رفیع سودا دہلوی شاگرد شاہ حاتم دہلوی

مرزا محمد رفیع ^{۱۷۱۱ھ} - ^{۱۷۸۱ھ} خلف مرزا محمد شفیع کابلی درود ملی ابتدا میں
سراج الدین علی خاں آرزو سے استفادہ کیا آخر میں شاہ حاتم دہلوی کے شاگرد ہوئے
لکھنؤ سے فرخ آباد میں مقیم رہے آخر لکھنؤ پہنچے وہاں انتقال کیا۔ مرزا صاحب قعیدہ
اور ہجو کے بادشاہ تھے۔ فرخ آباد میں ندوی دہلوی اور لکھنؤ میں میرضیہ سے جڑیں ہو
انکی تاریخ وفات مصححی نے "سودا کا د آں سخن دل زبیراد" کہی تھی۔

زہ کلام - عشق کی خلقت پہ پہلے میں تر دیوار تھا سنگ میں آتش تھی جب تو جمع میں بر د تھا
نادک نیم ترے مبدیہ چھڑا زانے میں ٹپے ہے مرغ قبلہ نا آئیائے میں
کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں
تلامذہ مرزا سودا دہلوی شاگرد شاہ حاتم دہلوی۔

(۱) معین شیخ معین الدین بدایونی۔

(۲) تاتم - شیخ قیام الدین چاندپوری۔ دیکھئے صفحہ ۱۵۱۶

معین بدایونی شاگرد سودا دہلوی؛ شیخ معین الدین جمیدی صدیقی بدایونی

تقریباً ۱۸۰۰ھ ابن شیخ عبد الجلیل ابن شیخ عبد الجبار ابن شیخ عبد السمیع ابن قاضی عبد الوہاب
عبد المجید نواب بدایونی (تاریخ بنو حمید) ان کے حالات میں مولف تذکرہ مسرت افزا لکھتے ہیں۔
"جوان ہیں۔ بہت خوش خلق۔ سپاہی وضع۔ شیریں زباں اور لطیف طبع۔ انکی جائے
میدانش بدایوں ہے لیکن نشوونما دہلی میں ہوئی۔ وہاں کے اکثر شاعروں سے ملاقات کی۔
جس زمانے میں وہ آباد میں بادشاہ کا قیام تھا کسی امیر کی رفاقت میں زندگی بسر کرتے تھے

اور وہ انکی ضروریات پوری کرتا تھا۔ جن دنوں میں حافظ رحمت خاں کے لڑکے غازیہ
 خاں نواب شجاع الدولہ کی ملاقات کے لیے آئے۔ انہوں نے ایک غمخس گھوڑے کی تولیہ
 میں لکھا۔ اس اظہار میں کہ انکے پاس گھوڑا نہیں ہے ان کے بخت رسا نے خان مذکر
 تک پہنچایا۔ قرداں نے پڑھنے کا حکم دیا جب پڑھ چکے تو ایک گھوڑا موسا زان کو بخش
 اس غمخس کے چند بندے ہیں۔

قدر دانی کا بسکہ توڑا ہے جو پیادہ ہے زاہ کاروڑا ہے
 اسپ جسکا نلک نے موڑا ہے اسکا رتبہ کہو تو گھوڑا ہے
 آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

کیسا ہی دلربا ارادہ ہو ذو منوں ہوئے یا کہ پیادہ ہو
 شاہزادہ ہو عمدہ زادہ ہو نہیں عزت اگر پیادہ ہو
 آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

جائے ہے اسپ کو سونے نخاس بولے چابک سوا بیے و سواس
 چھوٹے ٹوٹے کیا کھڑے ہو پاس لے لو گھوڑا کلاں ہو چکی راس
 آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

طول کتنی ہی ہو طلب کی راہ سب سے پیچھے طے انہیں تنخواہ
 روز و شب وہ کہیں بنالہ واہ زیست بے اسپ، پچ بے والد
 آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

فیل بکری کی طرح جو بخشے ہے یقین اسکی فیض بخشی سے
 اس غمخس کو سنے گھوڑا دے تو یقین یہ سوار ہو کے کہے
 آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

جب حضرت جہاں نے دہلی کی طرف کوچ فرمایا وہ نواب منیر الدولہ ناظم آباد کی
 رفاقت میں پہنچ گئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ نواب کا انتقال ہو گیا۔ صوبہ
 آباد نواب قباچ الدولہ کے تحت آگیا اب وہ پریشان روزگار ہو کر لکھنؤ پہنچے
 لیکن اپنی لیاقت و قابلیت اور وہاں والوں کی قدر دانی کے باوجود انہوں نے کوئی ترقی
 نہیں کی۔ اب کثرتِ مشق کی وجہ سے خود استادی کے مدعی ہیں (تذکرہ مرت افزا)
 معین بدایونی تذکرہ مجموعہ نغز کی ترتیب سے پہلے انتقال کر چکے تھے چنانچہ
 اس تذکرہ کے مولف میر قدرت اللہ تاسم دہلوی لکھتے ہیں۔

شاعرے بودار دیرینہ شغفِ خوش نوا شاگردِ مرزا سودا۔ از مدتے بدیعِ مآد
 مل املت انگذہ بہ ترنہ ایام زبندگی بسر بردہ بہ موضوعِ رضواں حرامیہ
 شیخ مصحفی اپنے تذکرہ ہندی گویاں میں معین بدایونی کے بارے میں لکھتے ہیں۔
 ”بہ شاگردی مرزا رفیع شہرت دار و شاعر کلمہ مشق است۔ فقیر اور
 یہ مولف عمدہ منجہ لکھتے ہیں۔

”معین الدین شاعر قدیم شاگرد سودا۔ بسیار شیریں کلام“
 سعادت خاں ناہرا اپنے تذکرہ خوش محو کہ زیبا میں معین بدایونی کے
 بارے میں لکھتے ہیں۔

”شاعر تہیں بکلام اس کا نکلیں محمد معین شاگرد سودا“
 معین بدایونی فارسی اشعار بھی کہتے تھے اور فارسی میں مرزا فاضل کیس کے شاگرد
 بہ فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

میں دلم شدہ قربانِ آں کمان ابرو۔ کہ کرد بسمل و تیرش بہ ترکش استہ نور
 (جمع گلشن)

معین بیاہولی کی مندرجہ ذیل غزل بہت مشہور ہے ۔
 اے باد صبا باغ میں مت جا تو تڑکے
 جوں لیشم کی تختی اگر اس راجب جاں کو
 آتے ہی نہیں کر کے سوجے چشم بھر آنسو
 تھری ہے فدا باغ میں شمشاد کی وجہ پر
 قصہ ہی کرد محقر اب جانے دویارو
 سر رشته رہ عشق کا ہرگز نہ کروں کم
 اے ایر بہاری سب بچاں میں خبردار
 ہوں میں وہودان کہ بہار آنے سے پہلے
 سوتا ہے وہ گل بات ماوا کہیں کھڑکے
 چھاتی سے لگا رکھے تو دل کھائے کھڑکے
 اس گھر سے مگر روٹھ کے نکلے میں یہ درکے
 ہم حد سے ہیں اے سرور وں تیری اگر کھڑکے
 کیا لینا ہے تم کو مرے مال سے بھڑکے
 سوٹ کرے اگر سبچہ نخط ہول مرے دھڑکے
 دامن ترا اس آہ کے شعلے سے بھڑکے
 زخیر میں رکھے ہیں معین جھکو جھڑکے

مولانا حسرت موہانی مرحوم نے اپنے انتخاب کلام میں اس غزل کی بہت
 تریف کی ہے اردو شاعری کے ابتدائی دور میں ایسا مرصع کلام بہت کم نظر آتا ہے ایسی
 شکل زمین اور قوافی میں ایسی حسین غزل سے معین کی خوشن کلامی کا پتہ چلتا ہے
 ب ان کے دیگر اشعار ملاحظہ ہوں ۔

یہاں تاب و تب عشق سے جلی افسوس
 اٹھائے دیتے ہیں اہل محلہ اسکو آج
 نقش پا کی طرح اے راجب جاں عاشق
 جوں نگیں منہ کیا کالائیں سیکہ ری میں
 مر گیا آج خدا بخشے معین خستہ
 اپنے روز سید سے دیکھ لیا
 کسی نے آنکھ اک دم خبر نہ لی افسوس
 معین سے چھٹی ہے یا سبزی گی افسوس
 تیرے قدموں سے جدا ہو کے طے خاک میں ہم
 رو سیاہی میں بھی اک نام و نشان رہتا ہے
 ایک موزوں سا جواں تھا کبھی دیکھا ہوگا
 ہم سنا کرتے تھے بلا ہے عشق

تمہاری بات ہے بے اعتبار کیا سنئے
 دستِ وحشت نہ رہیو آوارہ
 دل ہر صدمہ جاک سینے کے اندر
 دیکھو بخینہ شعلے ناصح
 اس جفا کا رستہ امید وفا کھلتے
 کر دوں تجھ کو چے میں نالوں سے قیامت برپا
 بھیجتا ہے غرض اپنے خیال اپنا عدم
 رہنے دوزخ میں پر تجھے آرام بھی ہے
 دو چار روز دہریں بیٹھ کر گئے
 رباعی، جب سے تجھ ساتھ دل لگایا م نے
 تفسیر نہیں ہے اس میں تری بالائے
 رباعی، دل کے ہاتھوں ہمارا جینا معلوم
 گریب پیمشا ہو تو رنوی ہونا صح
 معین بدایونی کی قصیدہ گوئی کا ذکر میر حسن و مصحفی نے کیا ہے لیکن
 ان کے قصیدے اب نایاب ہیں۔

(تاریخ ہوجیدہ - مذکورہ قدرت افزا - محمود غزنوی - مذکورہ ہندی گویاں مصحفی - مذکورہ خوش فکرہ رسالہ - مجمع مجلس)

(انتخاب حسرت)

تلاذہ قائم چاند پوری شاگرد مرزا اسودا دہلوی

(۱) شوق : مولوی قدرت اللہ بریلوی، کہتے ہیں ۵۷

اس مصحفی : شیخ غلام محمد فی امر وہوی ۵۸

دس مائیں : شاہ محمدی دہلوی ۶۰ ۲۲۵

تلامذہ مولوی قدس اللہ شوق بریلوی

(۱) حیات بدایونی : حافظ حیات اللہ صدیقی حمید بدایونی مولوی امین اللہ بن دیوان شیخ فیض اللہ بن محمد امین بن تاضی محمد یوسف بن تاضی عبد الجلیل بن تاضی محمود بن تاضی فتح اللہ بن تاضی صدر الدین تاضی بدایوں محمد سلطان بلخ۔ حیات بدایونی کے بارے میں مولانا شوق نے اپنے تذکرہ طبقات الشعرا میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔ "جوان تابل - خوش گپ - یار باث - صاحب استعداد عربی و فارسی کا ہے یک دوش ہندی بطور میر سوز و مودوں می کند و با این ساقم الحرف از قدیم الایام ربط تمام و کمال است۔"

نمونہ کلام :-

کچھ تو ایدھر بھی پھینکنا پیارے
یا کوئی بوسہ فی سبیل اللہ
کوئی عشوہ ہی ابرواں کی خیر
بھینا دوست اپنی جاں کی خیر
(طبقات الشعرا)

(۲) عزیز مرشد شیخ اعجاز الدین عثمانی بدایونی : جوان سعادت مند۔ طالب علم مستعد

طبع مناسب و موزوں۔ درہم رسا بدین تاریخ دسترس تمام دار و چا پنچہ تاریخ این تذکرہ فقیر حقیقت شوا گفت۔

نمونہ کلام :-

(قطعہ) صبح ہوتے ہی لیکے آہستہ
میں نے اُسمد کیا یہ اس سے سوال
منہ لگا دیکھنے وہ کا فر کیش
میں بھی دیدار باؤں کچھ کم و بیش
اولاً خلیش بعدہ درویش
سن کے بولا سنی نہیں یہ مثل
(طبقات الشعرا)

۳۔ جلیس و قمر جلیس بن غلام محمد بن فاضل محمد بن قاضی محمد جہاں تاجی بدایوں
 بزرگ قاضی عبدالوہاب جدو بدایونی درہیں عنفوان جوانی قدم در میدان تجرد ہاندا و
 حریت تجرد اختیار نموده۔ از بسکہ ذہن مناسب وحدت طبع وارد گاہ گاہ غزلیات
 ریختہ بہم می رساںد اکثر رباعیات مائل بہ تصوف نوزوں می نماید۔
 رباعی: غزوں سے لڑا کچھ رنگینی آنکھیں کیوں کرتے ہو جو یہ نیلی پٹی آنکھیں
 جیدھر پہنچیں کریں ہیں قتل مردم آفت ہیں غضب تری کشیلی آنکھیں (طغیانی)
 ۴۔ صدر: مولوی محمد صدر بدایونی: قدرت اللہ شوق لکھتے ہیں کہ وہ ۸۰

جہاں سعادت مند تھے اور نوزوں طبیعت رکھتے تھے۔
 نیرنگلام: آہ اس درد کی کوئی بھی دوا چلائے ہے جس سے بچہ چھوٹا ہوں وہ کتنا غمناک ہے
 (طغیانی شوا)

۵۔ رفعت: مولوی غلام جیلانی رام پوری: دیکھئے صفحہ ۲۴۲

تلامذہ مولوی غلام جیلانی رفعت رام پوری

بندہ وحفظ: مولوی حفظ اللہ بدایونی م ۱۸۶۲ء خلف شیخ کرامت اللہ

باسی بدایونی شاگرد مولوی غلام جیلانی رفعت رام پوری شاگرد مولوی قدرت اللہ شوق
 یلوی موضع ستورا تحصیل بلاسپور ضلع رام پور میں قیام تھا۔ ان کے مرید حافظ خیر محمد نے
 ان کی تصانیف کا ذکر مولف تذکرہ انتخاب یادگار سے کیا تھا۔ ان کی مثنوی میلاد شریف
 وغیرہ غزلیات کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ی: حمد خدا خاں سے کی مراجع ہے نام خدا نام سے کاسر تا جہ ہے
 رحمہم خاندہ ہے کہنے کے سبب شاخ طور نور سے ہر صحنہ ہے رخسار حور

غزلیات: کیا نظر ملک گئی رقیبوں کی مجھ پہ وہ آپ کی نظر ہی نہیں

نوک مٹھ پر اشک لئے مردمانِ چشم موتی پر در رہے ہیں ترے ہار کیلئے

آپ کی تصنیف انشائے فیض رسال مولفہ ۱۸۲۲ء مطبع نول کشور لکھنؤ میں ۱۸۶۹ء

میں چھپی تھی اس میں طالب علموں کی رہنمائی کے لیے مکتوبات اور قبالات کے نمونے تحریر کئے ہیں کتاب کے چار حصے ہیں ہر حصے کو فیض کے نام سے موسوم کیا ہے پہلے فیض میں بزرگوں کے نام دوسرے فیض میں ہمسروں کے نام تیسرے فیض میں چھوٹوں کے نام مکتوبات کے نمونے ہیں چوتھے فیض میں قبالات وغیرہ ہیں۔ اس کتاب میں فارسی کلام بھی درج کیا ہے چند اشعار ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

حیدر زکاف دیوں کند کو نین پیدا کند ہر چیز نا پیدا ہویدا

آل روز کہ فضل حق تعالیٰ فی کرد ز نیت بہت مارا

روح ز محبت بنی ساخت از رحمت خود بہ تن در انداخت

آوردہ عن ہر مہم از ہر چہار یار اکبر

آراستہ بہر نور عینین عشق حسینؑ رب کو نین

شکرش بہ چہ طرز بہر طرازم یں در رہ شکر او نیازم

آں بسکہ شوم نثار احمد بر آں و چہار یار احمد

مرحہ نواب احمد علی خاں والی رام پور۔

دربیکتا ز بحر جود و احسان امیر ملک ودیں احمد علی خاں

تغافر کردہ نوابی بہ نامش کہ عالم پر راست انعام عاشق

تاریخ مسجد بلا سبور تعمیر کردہ نواب احمد علی خاں ۱۲۳۵

انیس مومناں والا گھر نواب دینداراں
 بت و تخانہ بشکستہ برائ مسجد بنا کردہ
 تاریخ کتاب انشاء فیض رسال
 بہ حجازِ سخن کلک است گلچیں
 از اں شد نامہ رنگین بہاریں
 قوانین عبارت راوردیں
 خرد گفتہ بگو حفظ القوانین
 جو خواہاں شد دلم تاریخ اودا
 (انتخاب یادگار تحلیلات سخن - انشاء فیض رسال) ۱۲۳۶ * (۱۸۲۲ء)

شیخ غلام ہمدانی مصحفی امرہوی ۱۸۲۵ء شاگرد قائم چاند پوری ۱۸۹۵ء

شیخ مصحفی نے اپنے تلمذ کا ذکر وضاحت سے نہیں کیا ہے انہوں نے اپنے تذکرہ
 ہندی گوہاں میں لکھا ہے کہ اپنی نوجوانی میں جبکہ ان کی عمر پچیس سال تھی وہ امرہ سے
 آنولہ ضلع بریلی میں نواب محمد یار خاں امیر کے دربار سے منسلک ہوتے وہاں ان کی
 ملاقات قائم چاند پوری سے ہوئی۔ قائم نواب کے استاد تھے ان کے پاس نواب
 کا کلام بغرض اصلاح آتا تھا۔ جسے وہ مصحفی کو بغرض اصلاح دے دیا کرتے تھے۔
 اساتذہ شرا کا یہ رواج رہا ہے کہ وہ اپنے نو مشق تلامذہ کے کلام کی اصلاح پختہ مشق
 تلامذہ سے کرا دیتے تھے مصحفی کی استعداد اور پختہ کلامی کی وجہ سے قائم نواب کا
 کلام ان کو بغرض اصلاح دے دیا کرتے تھے۔ یوں بھی مصحفی قائم سے عمر میں سنش
 سال چھوٹے تھے تاہم نے تذکرہ فخرن نکات جس سال مرتب کیا تھا اسی سال مصحفی پیدا

رہے تھے (۱۱۹۱ھ) مصحفی کو اردو میں کئی بڑے شاعر سے اصلاح یا مشورہ لینے کا
 قدر نہ ملا تھا اس وقت تک انہوں نے اپنے طور پر شق سخن کی تھی سب سے پہلے
 ذلم بن قائم چاند پوری سے ان کی ملاقات ہوئی اور قریبی تعلق پیدا ہوا اس لیے بہ آسانی
 اجازت لے کر مصحفی نے قائم چاند پوری سے اگر اپنے کلام پر اصلاح نہ بھی لی تو بھی
 غورہ طور پر کیا ہو گا۔ ان اسباب و شواہد کے بناء پر ہم نے مصحفی کو قائم چاند پوری
 سے ملازہ میں شمار کیا ہے۔

تلاذہ مصحفی امر و ہوی شاگرد قائم چاند پوری

- | | |
|-----------------------|------------------|
| ۱۔ محب بدایونی | |
| ۲۔ عدل بدایونی | |
| ۳۔ ذکی مراد آبادی | دیکھئے صفحہ ۱۲۸۱ |
| ۴۔ شہیدی بریلوی | دیکھئے صفحہ ۲۸۳ |
| ۵۔ بخش لکھنوی | دیکھئے صفحہ ۲۹۹ |
| ۶۔ خلیق لکھنوی | دیکھئے صفحہ ۲۹۹ |
| ۷۔ ناسخ لکھنوی | دیکھئے صفحہ ۱۲۵۰ |
| ۸۔ بیار بریلوی | دیکھئے صفحہ ۳۹۲ |
| ۹۔ عاشور لکھنوی | دیکھئے صفحہ ۳۹۲ |
| ۱۰۔ اسیر لکھنوی | دیکھئے صفحہ ۳۹۲ |
| ۱۱۔ حسین شاہ بھانپوری | دیکھئے صفحہ ۲۳۸ |

(۱) محب بدایونی : قاضی فیض الرحمن صدیقی حمیدی بدایونی بن قاضی
عبدالرحمن قاضی تلمر ضلع شاہ جہاں پور بن حکیم قدرت اللہ بن محمد حاکم بن محمد زاہد
بن افضل محمد بن قاضی صد جہاں قاضی بدایوں برادر قاضی عبدالوہاب جد امجد نو بدایوں
نزدکلام =

(۲) عدل بدایونی : قاضی فضل الرحمن خلف قاضی فیض الرحمن محب بدایونی
شیخ مصحفی نے اپنے تذکرہ ریاض الصحا میں لکھا ہے کہ وہ جب میاں غلام اشرف کے
مکان پر مشاعرے کرتے تھے تو ان میں عدل بدایونی بھی شریک ہوتے تھے۔ ترتیب
تذکرہ کے وقت یعنی ۱۸۳۲ء میں ان کے جائے قیام کا پتہ مصحفی کے علم میں نہ تھا۔
نزدکلام دل میں آتا ہے کہ اب محبت و قاضی کو جوہر کے روز لڑا دیجئے پائی کیجئے

(۳) ذکی مراد آبادی شاگرد شیخ مصحفی امر دہوی : ایک مذکور شوائے مراد آبادی ہوگا۔

تلامذہ ذکی مراد آبادی

(۱) فریاد مراد آبادی دیکھئے صفحہ ۲۷۱

(۲) تنہا مراد آبادی دیکھئے صفحہ ۲۹۴

(۳) فارغ ہمنشی فدا علی مراد آبادی : آپ کا ذکر شوائے مراد آبادی ہوگا۔

تلامذہ فریاد مراد آبادی شاگرد ذکی مراد آبادی

۱۔ اشہ مراد آبادی : قاضی شہاب الدین ساکن کراچی دیکھئے صفحہ ۳۰۷

تلامذہ اثر مراد آبادی شاگرد فریاد مراد آبادی

قمر مراد آبادی : منشی احسان الحق شاگرد اثر مراد آبادی و قبر مراد آبادی
شاگرد حسن بریلوی ۔ دیکھئے صفحہ ۱۰۰

تلامذہ قمر مراد آبادی

خیال : منشی فضل رب صدیقی فرسوری بدایونی ساکن کراچی خلف مناظر الحق مناظر ابن
وجاہت حسین ابن ترف : ابن ابن عم الدین جد کشتی بدایونی

نور کلام :

تلامذہ تنہا مراد آبادی شاگرد زکی مراد آبادی

احقر مراد آبادی : منشی امداد حسین دیکھئے صفحہ ۱۰۱

تلامذہ احقر مراد آبادی شاگرد تنہا مراد آبادی

بہار بدایونی

نور کلام : وہ ہے مری حسرت جو نہ ملتی نہیں دل سے وہ آپ کا وعدہ ہے جو ایفا نہیں ہوتا
رجلہ یادگار ۱۹۴۲ء

تلامذہ فارغ مراد آبادی شاگرد مکی مراد آبادی

فروز بدایونی : منشی سون لال : ابن لالہ پیران سکھ ساکن اوسبٹ ضلع بدایوں
ملازم بھوپال : مولف تذکرہ آثار الشرا لکھتے ہیں کہ آپ دریائے ریختہ و نارسا کے
غراض تھے اور ہندو دیرینہ سال سخن بنج شیریں مقال تھے ۔

کلام درویشات سیدی کہ کچھ اس بخت کج خلق نے کی
ہم نے الٹا ہی سدا انا مقدمہ کیا
کلام ناری ایتم و خیال بت مابین و پس ما
دروا کہ جزایں نیست کے ہم نفس ما
عزیت کر کے نہ سید از محل و گلزار
اے با و سحر باں گزرے تا نفس ما آزار الشرا

(۴) شہیدی بریلوی دیکھے صفحہ ۱۲۸۱

تلامذہ شہیدی بریلوی

(۱) سعادت بریلوی

(۲) فقیر مظفر نگر ٹیٹم و ہلوی دیکھے صفحہ ۲۵۵

(۳) نادان بریلوی دیکھے صفحہ ۱۲۸۱

سعادت بریلوی: منشی سعادت ہند خاں، باشندہ اولہ ضلع

بریلی شاگرد شہیدی بریلوی ۱۸۸۵ء میں چھلی شہر ضلع جونپور میں مقیم تھے۔

نور کلام: بادۂ عشق کا سرور ہے غم
اور اس کا خار ہے انوس
در در وقت میں قضا کا کوئی خراباں کیوں ہو
بجر کے ہوتے ہوئے موت کا احال کیوں ہو
یہ دہلی موت توحید ہے دیکھو تم سہی
تم سوا کون ہے آیتے میں حیراں کیوں ہو
(نغمہ بہار لکھنؤ ۱۸۸۶ء)

تلامذہ سعادت بریلوی

گوہر بدایونی: منشی گیندن لال بدایونی ۱۸۳۸-۱۹۲۱ء ولد منشی رام

یال رسالہ تلوک چند جا بہ گوہر کے والدہ تذکرہ شعرائے بدایوں ص ۲۶ کے مطابق مرزا غالب
شاگرد تھے ان کا محضر دیوان ۱۸۹۰ء میں جمع ہوا تھا۔ ان کا تذکرہ کلام درج ذیل ہے۔

وہ اسم منہ ارم نہ گودو نہاں اپنا
نہیں کہ غریب سے لٹا نہاں اپنی دیاں اپنا
تالوہ نہ گود نہاں اپنا
منہ نہ گود نہاں اپنا

فرہ پچاس سال تھی اور عدالت کلکٹری شاہ جہانپور میں پیشکار تھے۔ ان کا تصانیف
 میں معدن گوہر، مثنوی گوہر شب چراغ اور ایک واسوخت ہیں۔

نور کلام: ہر گھڑی برکتی ہر وقت ہر دم ہے کجی
 انکی ترنگاں کیا ہوئیں میرا مقدر ہو گیا
 اللہ اللہ رے کسی کے عشق دنداں کا اثر
 اب زمانے میں ہمارا نام گوہر ہو گیا
 (یادگار ضمیمہ ص ۲۱)

ان کے واسوخت کی تاریخ منشی دیبی پرستاد سحر بدایونی نے یہ کہی تھی کہ
 واسوخت کا گوہر کے بھی انداز نیا ہے
 سموم غمِ فرقت جانان کو ہے تریاق
 تاریخ میں کیا سحر نے موتی میں پردے
 گوہر کلمہ واسوخت دوائے دلِ عشاق

۱۸۶۵ء

تاریخ مثنوی گوہر شب حیران از سحر بدایونی :

ہیں گوہر مرے اک محبِ قدیم
 بہت صاحبِ علم و روشن ضمیر
 انہوں نے لکھی خوب یہ مثنوی
 کہ ہے جس کا شائقِ صغیر و کبیر
 کہا دل نے لکھ سحر تاریخِ طبع
 چھپا جب کہ یہ نسخہ دلیہ پر
 تو با تفتلے اک مرے کان میں
 کہا خوب ہے مثنوی بے نظیر

۱۸۶۸ء

تاریخ انشا معدن گوہر از سحر بدایونی :

بہ سلسلکِ نثر این درمعا فی
 جو گوہرِ سعادت آں مردِ نکو ذات
 بتاریخش بگو شمعِ با تفتِ غیب
 بگفتا بہت مرآتِ الطلعات

۱۸۸۴ء (۱۸۶۴ء)

تلامذہ گوہر بدایونی :

(۱) اشرفی : منشی اشرفی لال بدایونی : انہوں نے منشی دربی پرشاد

مسجد بدایونی کے دیوان سحر سامی کی تاریخ یہ کہی تھی کہ

بار شاہ ملک معنی دروری شہسوارِ عرصہ دانشوری
حضرت سحر اعلیٰ دل جاویدیاں جن کا یہ دیوان ہے سحر سامی
اسکے سالِ طبع کی گزرتے تماش اشرفی لکھ خاتمِ صنعت گری

(۱۸۸۱ء) (سحر سامی)

(۲) راحت : لالہ رام و بال دل منشی کیش لال بدایونی :

نچہ کلام : ملے خزانہ تمار دل تو لونِ غم کے عوض کیلک داغ جگر دوں ز سودم کے عوض
(تحلیات سخن)

فیروز مظفر نگری ثم دہلوی شاگردِ شہیدی بریلوی مولوی محمد حسین ساکن موضع بنت
ضلع مظفرنگر۔ مولوی مظفر حسین کاندھلوی سے درسیات کی تعلیم حاصل کی تھی اور انہیں
کے مرید تھے۔ دیوانِ سفینہ عشق طبع ہو چکا ہے۔

نچہ کلام : عشقِ مدینہ میں یہ خیال آگیا فقیر کیا شوق ورنہ تھا مجھے شوقِ سخن کیسا تھا
(سفینہ عشق)

تلامذہ فقیر مظفر نگری ثم دہلوی شاگردِ شہیدی بریلوی

راستخ دہلوی : مولوی عبدالرحمن مظفر نگری ثم دہلوی ۱۸۶۵ء-۱۹۰۸ء

خلف و شاگرد مولوی محمد حسین فقیر دہلوی۔ جناب راستخ دہلوی افضل الاخبار۔

چلتا پرزہ اور خیر خواہ عالم کے مدیر تھے۔ حدیث وفقہ معقول و منقول پر اچھا عبور تھا۔ دُشمن چھا کہتے تھے شرح مشنوی معنوی مولانا روم آپ کا بڑا کارنامہ ہے دیوان مرآۃ الخیال ۱۸۹۶ء میں طبع ہوا تھا دوسرا دیوان یفر مطبوعہ تھا۔ انتقام سے چار سال پہلے عاشقانہ شاعری ترک کر دی تھی لیکن تلامذہ کی اصلاح کا سلسلہ جاری تھا۔

(ختم خانہ جاوید جلد سوم صفحہ ۳۳۶)

نور کلام = لفظ ہے ری تقدیر کا نام غریباں سے
جینا ہے خضر بتوں پہ مرنا
مگر سے جا ملا رشتہ مرے جاگ گریباں کا
مرے میں ہے لطف زندگی کا

تلامذہ راسخ دہلوی

- ۱۔ سنیر بدایونی
- ۲۔ رولق دہلوی
- ۳۔ لطف بدایونی
- ۴۔ قمر بدایونی

۱۔ سنیر بدایونی شاگرد راسخ دہلوی

سنیر: ابوالکلام منشی وزیر احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۲۴ء خلف امیر احمد ابن مولوی آیت اللہ وکیل بن کلیم الدین بن عیلم الدین بن محمد مکرم بن محمد اشرف بن فخر الدین بن محمد ماہ بن عبد الجلیل بن عبد الجلیل بن شیخ محمود بن قاسمی متع اللہ قاضی بدایوں من قاضی صدر الدین قاضی بدایوں بن شیخ حمید الدین سبزواری وارد بدایوں جانب سنیر بدایونی

ہنرمند ادب بدایوں کے سرکاری تھے۔

نہزہ کلام : طائرہ ایک بھی ایسا خط کے بندوں میں
ربانہ ہوجو بتول کے نیاز مندوں میں
آج اب دل کو بیدار داسیری کا مزا
اب غصہ بھی چاروں میں آشیانہ ہو جائے گا
(انوارِ قمر ۱۹۱۳ء شاعرہ بدایوں ۱۹۱۳ء)

تلامذہ ہنیر بدایونی شاگردِ راسخ دہلوی

(۱) قاسم : منشی ابوالقاسم بدایونی

نہزہ کلام : دشمنوں کی بدزبانی سے ہی قاسم مگر
نام تو ان کو مراد زبان ہو جائے گا
(شاعرہ بدایوں ۱۹۱۴ء)

(۲) اختر و محوی : حافظ ظہور احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۷۷ء - ۱۹۲۸ء

برادر و شاگردِ ہنیر بدایونی یکن و خلافت کیوں مسلم لیگ انتقال حاذق امانت و جلال
نہزہ کلام : گلشنِ دنیا میں دم بھر کو بھی نہ پایا چین آہ
دھل گئی میں بھی مجھے باختران کا ڈر رہا
ہوں وہ میکش ترے مرتے بھی نہ چھوٹا ٹھکے
میکدے میں دم راتا کھوں میں جنگ دم رہا
مری جیں رہے وہ آستانِ ناز رہے
تمام عمر یہی سجدہ نیا ز رہے
(ریاضِ سخن ۱۸۹۷ء شاعرہ بدایوں ۱۹۱۵ء)

تلامذہ اختر و محوی بدایونی

(۱) برق : منشی صدیق حسن عثمانی بدایونی :

نہزہ کلام : آوازِ سلاسل ہے نہ شورِ گیت و زاری
کسی نے صیغہِ نظرت ہی بدل دی بانجِ نعل کی
(شاعرہ بدایوں ۱۹۲۳ء)

(۲) رضا ہمنشی سبط رضا صدیقی جمیدی بدایونی

مؤلف کلام،

(۳) رضا ہمنشی رضا اللہ خاں بدایونی

مؤلف کلام: بس گئی ایسی ہماری آنکھوں میں جلوہ گری
اب جبر پر دیکھا جمال یا رہی دیکھا کئے
(گفتار تشکیل ۱۹۳۸ء)

(۴) عزیز ہمنشی عزیز مصطفیٰ بدایونی

مؤلف کلام:

رونق دہلوی شاگرد راسخ دہلوی

رونق ہمنشی بیارے نعل دہلوی ۱۸۶۹ء - ۱۹۳۲ء مصنف دیوان رونق سنہ ۱۹۳۲ء

رسالہ کمال دہلوی -

مؤلف کلام: روز بیتے ہیں روز توبہ ہے کوئی رونق سا پارسا نہ ملا
رخم خانہ جاوید جلد سوم ص ۵۵

تلامذہ رونق دہلوی

معجزہ: مولوی سید عبد الرحمن قادر آبادی سہسوانی بدایونی

مؤلف کلام: نہ آئے ہیں نہ آئیں گے فقط حیلے حوالے ہیں کہے دیتا ہے ناصد صاف انداز بیان پیرا
(کمال دہلی مئی ۱۹۱۰ء)

لطف بدایونی شاگرد راسخ دہلوی

محم احمد صدیقی جمیدی بدایونی ۱۸۷۵ء - ۱۹۴۳ء خلف حافظ غلام
 و علی بن معنی محمد اسماعیل بن معنی اکرام علی بن معنی محمد حسین بن معنی محمد حاکم
 بن معنی محمد عابد بن قاضی افضل محمد بن قاضی ناصر بن شیخ جمید بن قاضی صدر
 بن بن قاضی فضل اللہ بن قاضی وایتال بن قاضی عبداللطیف بن قاضی صدر
 بن شیخ جمید الدین سبزواری وار دہلیوں۔

م احمد لطف بدایونی آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے جساعروں میں
 بعد ذیل قطع پڑھ کر سامعین پر رقت طاری کر دیتے تھے۔

رو میں جو آیا تو رو دیا رامن تمام دیدہ قمر نے ڈھو دیا
 بی یے بھری ہول پر گھول تو کیا پڑھنے کا لطف تو میری آنکھوں نے کھو دیا
 نین دیوان عشیقہ شاعری پر شتمل تھے اور ایک دیوان لغت و منفعت
 ہں حضرت حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی طرز پر جنگِ خیبر کا
 میں تقریباً ڈھائی سو شعر تھے حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے
 جہ نہ دے سکے۔

ما کی مشہور غزل کی بحر میں آپ نے ایک نعتیہ غزل لکھی تھی جس کا مندرجہ ذیل
 ہوا۔

مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
 نہ ہماری بنہم خیال میں نہ کہاں آئینہ ساز میں

اس شعر کو سن کر علامہ اقبال نے آبدیدہ ہو کر فرمایا تھا کہ میں نے ایک طالب تیار کیا تھا جس میں جاں ڈال دی گئی ہے۔ علامہ کا ایک خط سید محفوظ علی بدایونی کے نام آیا تھا جس میں بدایونی کے مزارات پر حاضری اور اہل کمال کی ملاقات کا اشتیاق تحریر کیا تھا۔ ان کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور کل ہند بزمِ مشاعرہ کا پروگرام تھا لیکن علامہ کی وفات سے یہ پروگرام پورا نہ ہو سکا۔

جذاب لطف کا کلام جو مختلف گلہ سستوں سے حاصل ہوا رزح ذیل ہے۔
 ہوتے ہیں اب تو رنگِ یوسفانی دیکھنے والے
 کبھی ہم بھی تھے ناز و لرزائی دیکھنے والے
 وہاں کسکو خبر تھی کون جیرانِ عاشا ہے
 سراپا آئینہ تھے خودِ نالہ دیکھنے والے
 جو لکھیں گے تو اے نالہ ہمیں زندوں میں لکھیں گے
 بتوں میں جلوۂ شانِ خلی دیکھنے والے
 کون سی بات پر جو بیٹھے ذرا ہر دم سے
 کوئی حسرت کبھی نکلی کوئی آرزو نکلا
 جو دل میں رہ گئی وہ حقیقت کی بات تھی
 نہ جانے کس نے ٹکودہ چمن میں چھوڑا ہے
 حیرتِ عشقِ جناب میں اب تم کیوں ہو چلی
 کر آج تک گل و بلبل میں بول چال نہیں
 کیا تم بھی اب نصیبِ دشمنانِ مولائے گام
 (مشاعرہ بریلی علامہ آئینہ مشاعرہ بھوبال سنہ ۱۹۱۴ء)

تلامذہ لطف بدایونی

(آباد، منشی صدیق احمد صدیقی حمیدی بدایونی)

نور کلام =

(۳) اثر منشی بہان الدین بدایونی

۱۹۱۰ء
منشی بدایونی

مذہب کلام : رموز عاشقی میں یہاں نہیں سکا کر گیا ہے
کئی کو کیا خبر اسکے نوازش ہائے بہنماں کی
حکون کے عارضہ نگین کے کیا کچھ کرنا ہے
کوئی دیکھے تو سونی آفتاب جلوساں کی

(۳) عالی سید محی الدین بدایونی

مذہب کلام : پہلے بتوں کا مسکن و مرکز دین تو تھا
کبھی کے آرزو بھی دل برین میں تھی
(۴) فطرت : منشی احمد بخش میلاد خواں بدایونی
رجوہ یار میرچہ اپریل ۱۹۱۰ء

(۵) محشر بدایونی : یہاں جان خاں ولد فطیم الدین خاں ساکن شیخ پور فطیم بدایوں

ولادت ۱۹۰۳ء سابق میر باہا شہ شہر رومی

مذہب کلام : رنگ بے تربت اہل حرد نے یکسو
رہ پ بدلانہ مگر آپ کے دیوانے کا

(۶) منصور مولوی منصور حسین : بیرسٹر بدایونی مقیم کراچی

(۷) ابرار : منشی ابرار علی حدیق جمیدی بدایونی مقیم کراچی خلف مولوی

ابرار علی شائق خلف مولوی ابرار علی ذائق خلف حضرت شاہ ولد ابرار علی مذاق بدایونی قدس سرہ
مجموعہ کلام کن حدیث برگ طبع ہو چکا ہے۔

منظوم ترجمہ مناجات حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

گر کو کسی دن اے ہباتر گذر سو غم
پہنچا سلام عاجزاں تار و قہر شاہ ام

چہرے کی خوشنمائی رخسار میں در الدی
ذات انکی ہے نور الہدی دستِ معطر مجرم

دیکھو کہ مرے شوش کی کیا لگتی ہے قیمت
چھوٹ گیا سودا سربازارِ مدینہ

مل جائے خاک پاک تمہارے دیار کی
ابرار کے لئے ہے وہ اکیر رسول ام

و ما یطقُ کفہ حق تعالیٰ
کلام الہی زبانِ بٹی ہے

غزلیات عاشقانہ

کیا ان کے لقور کا ہوتا ہے سی عالم
رحمت سے کوئی پوچھے کیا ذرہ ہنگول کی
آسودگی دید کی منزل ہے ریخودی
ترے یہ گشت میں جی نہیں لگتا
لگاؤ شوق کو ہے مجھ کو یہ دوست
آخر تری گلی کا رستہ خوں سے پوچھا
زبان حال سے کہتا ہوں دل کا فسانہ
راز بر گشتی سخت سمجھتا ہوں میں
میں نے مانا کہ بہت دور میں گلشن سے مگر
مرے اعمال کی بھیجی میں عھیاں کے سوا کیا تھا
اس مسرت میں کوئی لذت نہیں
ہے کس قدر تعلق خاطر کسی کے ساتھ
آنسو ہی ترجمان دل زار ہو گئے
کیوں مٹھوا کر تے ہواب و جھمکوں ہٹا بی
پہلے ہی زندگی میں تھا راحت کا ذکر کیا
مٹھوں کا رنگ تبسم نکھر گیا کچھ اور
ہمیشہ سے جو ہی شوق پرزی ہوش ہتے ہیں
نظارے ہی نظارے ہر طرف ہیں

صورت نظر آتی ہے دیدار نہیں ہوتا
آنسو کا کوئی قطرہ بیکار نہیں ہوتا
جلووں نے اسکے محرم اسرار کر دیا
نظارہ کل خزاں میں جی نہیں لگتا
بہارِ جنت رضوں میں جی نہیں لگتا
ناکامی فرد نے مجبور کر دیا تھا
بنالیا ہے خموشی کو تر جان اپنا
پھر مجھ ان سے شکایت بنائے کیوں ہیں
اپنی نظروں میں بہاروں کا سماں رکھتا ہوں
مگر بارانِ رحمت نے گلوں سے بھر دیا دامن
جس میں درد و غم کی آئینش نہ ہو
غم کو نکالیا ہے گلے سے خوشی کے ساتھ
ان کی جگر گداز نکالوں گا شکر یہ
دل کو تر پینے لگتا ہے جب دردِ ذرا کم ہوتا ہے
اب تو کسی نے خواہشِ راحت بھی نہیں لی
کوئی بتائے کہ شبنم کو کیا ملارو کے
مگر اہلِ خرد کیلاج رکھتے ہیں تو دیوانے
کسی کی جلوہ آرائی کے صدر سے

سی کر رہے ہوں تو کونسا لہجہ پیش کریں؟
 شاید میری خاموشی زیادہ بولتا ہے
 میری وحشت نے بدل چکا ہے لکھی صورت
 نہ وہ دیواری صورت ہے نہ درگاہ صورت
 (گل صد برگ)

قمر بدایونی شاگرد راسخ دہلوی

(۷) قمر ہنسی قمر الحسن حمیدی صدیقی بدایونی ۱۸۷۶ء - ۱۹۴۱ء ابن محسن
 علی ابن محمد علی ابن علی مسیح اللہ ابن علی ارشد ابن علی اتراف ابن علی مرتضیٰ ابن عبد المجید ابن

قاضی عبدالوہاب جد امجد نواید الیونی -
 قمر صاحب نے فارسی کی تکمیل اور کچھ عربی پڑھنے کے بعد انٹرنس تک انگلندی پڑھی
 آپ مشاہیر ہندوستان اساتذہ وقت سے تھے۔ برسوں کی مصاحبت سے دور اور لہر کی
 قہقہہ خوانی سے محرز تھے۔ کمال فن سے مدد معاش اور حصول ملازمت میں مدد ملی۔ رسالہ
 سودمند کے مدیر تھے تھانویف میں دیوان اول مہجور جذبات۔ دیوان دوم آئینہ جذبات
 اور ایک مہکس شان فاروق مطبوعہ میں۔ نیز دیوان مرقع جذبات غیر مطبوعہ رہا۔ ان
 کے علاوہ محاورات مومن۔ محاورات راسخ رسالہ قافیہ بھی طبع ہو چکے ہیں کئی ناول بھی چھپ
 چکے ہیں۔ تاریخ وفات ارجمند شیخ پوری "خوش بیان قمر نام" ۱۹۴۱ء

آپ شیخ بدایونی اور فانی بدایونی کے بعد بدایلوں کے صف اول کے شاعر تھے عروض
 و بیان پر بلا کی قدرت تھی۔ روزمرہ اور محاوروں کے استعمال کے توجہ دگر تھے۔ اس کے
 وہ بیان پر بلا کی قدرت تھی۔ روزمرہ اور محاوروں کے استعمال کے توجہ دگر تھے۔ اس کے
 باوجود آپ کے کلام میں سوز و گداز رفعت فکر اور ندرت بیان۔ بدرجہ اتم موجود ہے۔
 اس بنا پر آپ کو صرف زبان کا شاعر کہنا سراسر نا انصافی ہے۔ بدایلوں کے صفِ دوم
 اور صفِ سوم کے شعرا اپنے کلام پر ان سے اصلاح لینا باعثِ غر بخت تھے۔ بدایلوں کو

مُحَاصِل ہے کہ اس نے قریباً قوم پر وہ شاعر پیدا کیا انہوں نے ترکِ حوالات کے
 میں ایک نظم لکھی تھی جس میں انگریزوں کے حاشیہ برداروں اور حکام کے بارے میں
 ملتے ہیں۔

ابھی ایک سختیوں سے کیا ہوا حاصل جواب دہا
 دکھائے گا اثر کیا وہ تم جو بے سبب ہو گا
 بھلا وہ جس کی سطح غیض و غضب ہو گا
 خدا جانے دعاغ ان حاکموں کا ٹھکانہ ہو گا
 کوئی پوچھے تو ان سے اس جھا کوئی سے کیا حاصل
 زبان بندی سے کیا حاصل نظر بند سے کیا حاصل
 زنجیریں سنگل یہ سنجیاں کچھ کام آئیں گی
 نہ سمجھیں وہ کہ یہ باتیں ارادوں کو گھٹائیں گی
 کسی دن انکی تدبیر میں یہ خود اٹکو تائیں گی
 کہ یہ زبانیاں وہیں جو اٹلنگ لائیں گی
 ملے گا کیا ہمارے لیڈروں کو قید کرنے سے
 ڈرینگے قید سے وہ کیا نہیں ڈرتے جو رہے سے

تغزل میں روائی رنگ ہونے کے باوجود قمر کے یہاں ایک انفرادیت ہے روم
 مرہ اور محاورات کا استعمال ان کی نمایاں خصوصیت ہے ان کے تغزل کو زبان کی چاشنی
 نے نکھارا ہے فن عروض پر ان کو کافی قدرت تھی۔ مافیہ کی بحث پر ان کا ایک طویل
 مقالہ علی گڑھ میگزین ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا یہ مقالہ بجائے خود ایک کتاب ہے اور

مبتدیوں کی اچھی رہنمائی کرتا ہے ان کی ایک یادگار غزل کے چند شعرا خطہ ہوں
 بیکار تھے شکوے عیروں کے بے سود ہمارا مذا تھا
 ہم تم سے گئے تم ہم سے گئے آخروہ مولو ہوا تھا
 کیا سوچ رہے تو ہم مل میں کیوں آئے یہ میری محفل میں
 کچھ تم سے کہنا سنا تھا کچھ غریب جان کو دنا تھا
 مضمون ہی کیا میرے خط کا جو حال تھا ان کو لکھ بھیجا
 بگڑا انکی جنا۔ نہ سکیے تھے کچھ اپنی فنا کا رونا تھا
 سنے کو سنے لوگوں نے خوش ہوا کون انہیں سن کر
 اشعار ہمارے کیا تھے قمریت کا اپنی رونا تھا

دوسری غریبیاں کسا انتخاب یہ ہے۔
 سرواح عاشق کی بالی ہے خاک ہو کر
 بھر پر کرم کیا ہو کوئی تو وہ بتا نہیں
 ہے انتخاب عالم پیر مغال ہمارا
 میں نہ ہی دغا کی ہے میں نے ہی غطا کی ہے
 ہر ہے نہ آئے گی قضا خیر نہ آئے
 خون دل پیئے سے فرصت ہی نہیں ساقی مجھے
 قمر غریب تو غیر دشمن تو دشمن
 جو نہ لے بھرا کچھ میذا قوس مجھ وفا کیا
 خیر اقرار ستم چنی زبان سے نہ سہی
 ان حسینوں میں کیا نہیں ہوتا
 جب وہ پرسان حال ہوتے ہیں
 ظالم کہ بس میں اے دلناشا کر دیا
 کس سے وفا اب بھی کی ہے کسی نے
 یہاں تو مقدر کو رو تہ ہی گزری
 ہی دیکھ کہ اسکو دیکھ کہ کیا میری حالت ہے
 وہ خوش رہے جو بھی رنج و غمت میں
 اب جل پھر نہ لگی میری نگاہوں میں قمر
 اے بے مروت سامانی اب تیری فرست ہے

مشت نہا رہو کر ہم آسمان پہ میں
 احسان یوں تو انکے مارے جہان پہ میں
 جتنے مجھے ہوئے ہیں اسکی کان پہ میں
 مجھ پر ہی ستم ڈھانا مجھ پر ہی جفا کرنا
 بے موت ہی مر جائے گا جہاں تمہارا
 فصل گل آئی تو کیا دردِ شرب آیا تو کیا
 مصیبت میں انہوں کو پانا نہ دیکھا
 ارے زائر تہجہ کیا کہوں ارے بے نصیب کیا کیا
 اپنے دل میں تو ستم گمار پشیاں ہو جا
 صرف باس و فانی نہیں ہوتا
 دل میں کچھ مدعا نہیں ہوتا
 کیوں جان بوجھ کر مجھے برباد کر دیا
 کبھی اگلے وقتوں کا دستور ہو گا
 جو سرور ہو گا وہ سرور ہو گا
 قمر یہ کہہ نہ پوچھو کیا لگا دیا میں دیکھا
 وہ برقرار ہے جس نے بے قرار کیا
 عشق کا انجام آفر کو نظر آنے لگا
 ہم خاک نشین کو سامان سے کیا مطلب

وہ مجھے پوچھتے ہیں قمرؔ کو کیا ہوا
 باہیں گئے میں ڈال کے دل مانگتے ہیں وہ
 کیا پوچھتے ہو دل کو وہ کس طرح لے گئے
 ہمیں قمرؔ سے دیدار سے کام ہے
 خدا غم نہ دے عیش و عشرت کے بعد
 مقدر پر قمرؔ راضی رہو بحرِ حادث میں
 کچھ اس طرح بنگلی ہیں رملیں کچھ کچھ کرنا عارض
 بیمار ہی رہتا ہے غمِ عشق کا ناکام
 تم کون ہو مستحق ہو میں کون ہو عاشق
 بیکار ہے الفت میں قمرؔ فکرِ ملدا
 رونے دھونے کے سوا یا جان کنو کے سوا
 عشق سے فوت ہے انکو عاشقوں سے دشمنی
 میرے شکوے کو بجا ہیں بھر بھی سوچو تو قمرؔ
 برائی کچھ تو اس دنیا میں دیکھی تیرے والوں نے
 یہ تو ممکن ہے کہ دل میں کیوں بند پرنے کہوں
 جب کہا دشمنِ جان کو لہے میرا تو کہا
 میں کسی شخص کا دنیا میں برا کیوں چاہوں
 کیا پوچھتے ہو مجھے مثلِ شبِ تنہائی
 نفس میں کیوں مجھے پرکارت کر صبا دیکھتا ہے

میں دل میں سوچتا ہوں کہ دل کا کیا کیا جواب
 یہ دوستی کی بات ہے یا دشمنی کی بات
 کچھ یاد ہو قمرؔ تو کہوں بے خودی کی بات
 قیامت میں ہو یا قیامت کے بعد
 اٹھے گی نہ تکلیفِ راحت کے بعد
 پھر دسہ ناخدا کا اور مردِ با خدا ہو کر
 انیس کے حصے میں آگئی ہے ازل سے گیا لگا عارض
 آتی ہے دو اکام نہ دیتی ہے دعا کام
 تم کون ہو خود کام میں کون ہوں ناکام
 بیمارِ محبت ہو تو آرام سے کیا کام
 اور میں بیکس علاج دیدِ فرقت کیا کر دوں
 جب یہ ظاہر سہم تو اظہارِ محبت کیا کر دوں
 جب وہ مار میں تو میں ان سے شکایت کیا کر دوں
 جو اپنا منہ چھپا کر پڑے گورِ غریباں میں
 یہ نہ ہوگا کہ ستم گر کو ستم گر نہ کہوں
 آپ خود آپکا دل آپکی قسمت نہ کہیں
 لوگ کہتے ہیں قمرؔ مجھے عدوت نہ کر میں
 سوتی ہوئی قسمت کو نالو لا سیم کا ہوں
 ستم گردِ نفع کر کے دفن کر دے صحنِ گلشن میں

دل کا رونا ہے کبھی جان کا رونا ہے کبھی
وہ وقت نزعِ مجھ کو سجالے ہوئے تو ہیں
پہچ ہو کہ جھڑ آنے کے عہد وصال پر
وہ بلفیض ہوں ساتی کہ میری قسمت میں
نہاں وہ جو کچھ کہتے ہیں دنیا میں وہ پاتے ہیں
تم کو آئے لیکن کوچہ جاں میں کیوں آئے
اب تک یہ حشر کہیں دم بھر کو ملو تم
آفت ہے تو اسکی ہے جو دل تم سے لگائے
وہ کہتے ہیں مرحاؤ میری بلا سے
شرم آتی ہے تو دیدار دکھائے کیوں ہو
خود کریں ترکِ ستم یہ نہیں ہوتا ان سے
اب ستانا ہے تو اتنا تو ستائے ظالم
پہچ ہے شریکِ حالِ مصیبت میں کون ہو
محبت ہے تم سے خطا ہے تو یہ ہے
چھڑائے گی غم سے مجھے ناامیدی
درماں جو قمر چاہے اس دردِ محبت کا
یہ ہوا کسی چلی یاد کہ باغِ دہریں
ہمارا کیا گزر لیکن ہماری ترجمانی کو
وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ہی اب سکو نہ ہو

مہر ہی دو کام ہیں عاشق کو غمِ فرقت میں
گروں میں ہاتھ آج وہ ڈالے ہوئے تو ہیں
اب تک تو اپنی موت کو ٹالے ہوئے تو ہیں
سرورِ بادہ کہاں کا خار بھی تو نہیں
اہیں دل رے کے ہم بھی لوحِ شمس آتے ہیں
ہمارے نام سے بدنامتا مل گئی کیوں ہو
اور اب یہ تمنا ہے کہ دم بھر نہ جدا ہو
شامت ہے تو اسکی ہے جو پابندِ وفا ہو
قمر کسکو مرنے سے دھمکارے ہو
پردہ کرتے ہو پھر سامنے آئے کیوں ہو
مجھ سے کہتے ہیں کہ تم ترکِ محبت نہ کرو
کہ مجھے دیکھو دنیا کو نصیحت ہو جائے
گھبرا کے آج آہ بھی دل سے نکل گئی
مجھے مار ڈالو سزا ہے تو یہ ہے
بس اب ہجر میں آسرا ہے تو یہ ہے
دلِ حسن کو دیا اس پر اب جانِ فدا کر دے
پھول باقی رہ گئے بوئے وفا جاتی رہی
تمہاری ہزیم میں جاری ہے رونما شمعِ محفل کا
قمر تم کیا کرو گے لیکے اس ٹوٹے ہوئے دل کا

چھٹ گئے جب تہ بوجھنے کے کچھ حمل نہ تھا
 مجھ کو قابل کون کہتا دب کسی قابل تھا
 کہیں بھی چین تہ آ حال نہیں ملتا
 دل جو اٹھنے کو نہ تھا پاؤں بھی مشکل سے اٹھا
 تو فصل گل میں کیوں بر بار میل آسٹیل مڑنا
 قمر میرا بھی اس دنیا میں کوئی راز داں ہوتا
 عارضہ صرف یہ ہے زیست سے میز میں ہم
 تم دل آزار بولڈ کش آزار میں ہم
 دل سے مجبور ہیں تو قبر سے بچار ہیں ہم
 پتھر سے کیا امید ہو پتھر سے کیا کہیں
 قسمت سے کیا بن آئے تقدیر سے کیا کہیں
 جینے کی شکل کیا ہو غم انتظار میں
 کہ تم میں دہلی میں اتنا داغ جنت میں
 میں ہر کسی سے کم ہوں دنیا سے شاعری میں
 اس تہ سے قلعے بھی قمر کھتے ہیں
 کہ تو نے دشمن جاں کھدیا اس رشتہ جاں کو
 کہ گویا ساتھ ساتھ جانٹھکے اپنے سار داماں کو
 اور ہنسی ہوں آئی تھامیر کے منانے کو
 دنیا کی شکایت بھی دنیا سے محبت بھی

ہجر میں ہی پرچار سے بن گئی اچھا ہوا
 اسے گرد دنیا کی ناقصی کا کھوکھ کیا کروں
 نفس میں ریغ ایسی چین میں خوف فزاں
 کچھ بے طرح قمر یار کی محفل سے اٹھا
 اگر تقدیر میں ہوتیں جہاں میں گلش کی
 کسی سے بھی کہتا میرے دل پر کیا گذرتی ہے
 مدتیں ہو گئیں ہمارے کہ بیمار ہیں ہم
 کچھ تعلق نہ سہی خیر یہ نسبت ہی سہی
 تم سے ملنے کا نتیجہ تو سمجھتے ہیں مگر
 وہ بت کچھ آدمی ہے کہیں جس سے حال دل
 انسان ریغ دے تو کچھ اس سے کہیں سنیں
 وعدہ خلاف اکلوتہ لعل تو چارہ گر
 تمہارے فرق مراتب بھی ہے فراق بھی ہے
 تخصیص مجھ میں کوئی ہے بھی قمر تو ہے
 داغ دل رکھتے ہیں ہم داغ جگر رکھتے ہیں
 ستمزدی نہیں غم خواہی دیکھا تا ہے
 قمر اس شرق سے یہ اہل دنیا جمع کر رہیں
 اور وہ دھوکہ مجھ سے گئے دشمن کی محفل میں
 کیا رنگ دکھاتی ہے انسان کی فطرت بھی

اب اور قمر آخر اللہ سے کیا مانگوں
جانوں پکھیل گئے قدر نہ کی جانوں کی
اب تو اس میں بھی نظر آتی ہے آسانی مجھے
ربخ دینا ان حسینوں میں ہستی کی بات ہے
لازم ہے قمر ضبط بھی کچھ عشق بتاں میں
اس طرح تو ہمت ہمیں مرنے نہیں دیتی
ڈرتا ہوں کہ ہوجائیں نہ وہ جہاں کچھ دشمن
کہہاں طرف میرا کہاں سا غم ہے
ہے اک راز سرستہ روداد میری
دل بھی دول جان بھی دول جرم و گناہ ہے
یہ تیری غایت ہے کہ اے چشم تصور
ہیں اہل ہنر خود بھی قمر آگے ڈالے
ہم بھی ارنی کہنے کو تیار تھے لیکن
سوچو تو قمر دل میں کیا قدر و فدا اسکو
دل تو بہت عزیز نہیں ہے مجھے مگر
قسمت کی بات عاشق مولیٰ نصیب کو
حقیقت میں قمر اس دل فاضل معقول ہے
بات کرنا تو مکنا سہ ہے وہ
جنہیں لفظ ہے تو میرے گھر نہ آئے سہا

عزت بھی عطا کی ہے اس نے مجھے شہرت بھی
پھر بھی پروا نہ ہوئی شمع کو پروانوں کی
جان لے کر جھوڑ دے دل کی پریشانی مجھے
دل کسی کا چین لینا دل لگی کی بات ہے
یہ کیا کذبات ہوئی انگ بھر آئے
جی بھر کے تالو تو گدہ جانتی گئی ہے
دیکھا ہے ہمیں آج محبت کی نظر سے
پلا دے تو ساقی کی دہما دلی ہے
نہیں نے کہا ہے نہ اس نے شہنا ہے
دو مزاج تو نہ دو ایک خطا کے بدلے
دل میں بھی وہ تصویر محال مٹتی نظر بھی
اس واسطے وہ مدھی کرتے ہیں ہنر کی
تو میں گوارا نہ ہوں نااہل نظر کی
جو چاہنے والے کو صبر و وفا سمجھے
اک چنین دل میں ہے کہ تمنا کہیں جسے
دل وہ ملا کہ شوق کی دنیا کہیں جسے
کہ جس دل یا آجاتی ہے جھک کو حق کی
بات سننا برا سمجھتے ہیں
خدا کرے کہ وہ شیخ پہلے لو تو آئے

انتخابِ حسن "شانِ فاروق" مطبوعہ ۱۹۲۱ء

صبر و رضا و زہد و قناعت میں بے مثال اخلاق و سادگی و توکل میں یکمال
 تھے شکر و انکسار و تواضع و شریکِ حال ساتھ اسکے اپنے دین کی بہبود کا خیال
 دیندار و حق پرست بھی تھے خاکیار بھی
 اصلاح دین بھی کرتے تھے اصلاحِ کار بھی
 کھدواتیں نہیں شہریت سے بے ادب تھے دفترِ سیاہ و مال کے تمام کرادے
 فوجیں پولیس و عدالتیں قاضی بنا دے تمام خزانے کو دے دے معرفت بنا دے
 پیمائش و حساب کی تعلیم عام کی
 بیڑا کے جیل قیدیوں کی روک تھام کی
 ایسے فیض اور بلیغ الیسا کہ وہاں اکثر نہیں قول آپ کے اخلاق کے گواہ
 کچھ فہمیں دکھاتے ہیں لوگوں کو نیک راہ ہیں بعض صوفیوں کے یہ مضمحِ نگاہ
 اقوال میں جو لفظ تھے یا قیل و قال میں
 اس وقت تک میں علم و ادب کی مثال میں
 محال کہ تھا حکم غریبوں کے کام آؤ بیمار ہوں جو لوگ عیادت کو انکی جاؤ
 غمزدہ نمود کا نہ کبھی دل میں دھیان لاؤ مظلوم کی رضائی کو آسان تر بناؤ
 کامل رہا مہی کہ یہ جبکا عمل رہا
 کی جس نے درگزر وہی معزول ہو گیا

تھی گر علم و عقل سے مصروف انکی ذات اوصاف کے لحاظ سے تھے مجمع الصفات
اس پر بھی پیش آتی تھی جب کوئی ذرات بے خورہ نہ کرتے تھے نارتق کوئی بات

ہتے تھے خود سری کا طریقہ بجا نہیں

بے مشورہ جو ہو تو خلانت روا نہیں

تخواہ جب سادہ گو بیٹے سے دی سوا بیٹے نے عص کی کہ جو کچھ آپ کی رضا
لیکن جو مور کہ ہوا چھوٹا ہوا بڑا مجھ سے قدم سادہ کا آگے ہیں رہا

فرمایا آپ نے یہ شرف اور چیز تھا

لیکن بنیٰ کو تم سے سادہ عزیز تھا

اک بار کچھ ابیؑ کو دعویٰ تھا آپ سے جسکو ابیؑ زیدؑ کی خدمت میں نے گئے
تاریخ پر جذبات غم نہ بھی طلب ہوئے پہنچے تو زیدؑ آپ کی تعظیم کو اٹھے

فرمایا تم نے علم کیا اس میں بالیقین

انصاف میں یہ حفظ مراتب روا نہیں

کل سارے دس برس کی غلاتیں یہ عروج اس بے زری میں ایسی ناکت میں یہ عروج

اس بے بضاعتی کی مصیبت میں یہ عروج اس اتنا دہ دعدالت میں یہ عروج

جوشن۔ کمند۔ گرز کوئی چیز ہی نہ تھی

چمڑے کی تھی زرہ تو وہ بالکل بھی ہوئی

سر پر پٹیا حمامہ بدن پر چھٹی عبا پیوند بارہ جس میں نظر آتیں جا بجا

دنیا کریمین مال سے سب کچھ عطا کیا کھایا لکڑی نہ خود کبھی اٹا چھٹا ہوا

مسجد میں درس خاک تھا مسند حضور کی

بستر کی جا تھی حرف چٹائی کھجور کی

ہر وقت تھا غریبوں کی امداد کا خیال پانی بھر کسی کا تو پوچھا کسی کا حال
سودا کسی کا لالتے تو بخشا کسی کو مال بوجھ اسکا خود اٹھالیا دیکھا جسے نہ حال

یہ زندگی میں حال تھا جاہ و جلال کا

آیا جب اسکے بعد زمانہ وصال کا

دلِ زیست کے جو جن طلب میں گزر گئے پہلی عزم آتے ہی جنت میں جا رہے
چوبیسواں تھا جب سنہ ہجری جا رہے پہلو میں جا کے سوتے رسولِ انام کے

کہتے تھے خلقِ رتبہ قربِ نبیؐ یہ ہے

آپس میں اتنا پاس رہے دوستی یہ ہے

پروردگار شافعِ امت کا واسطہ صدیقی کے کمالِ صداقت کا واسطہ

حضرت عمرؓ کے نظم و عدالت کا واسطہ عثمانؓ کی حیا و متانت کا واسطہ

صدقہ علیؓ کے زور و شجاعت کا رجم کھا

کھرا عروج پھر کر اسلام کو عطا

تلامذہ حضرت قمرِ بدایونیؒ

۱۔ آزاد۔ منشی شمس الحسن م ۱۹۳۹ء ساکن محلہ سرایت میران بدایوں

نثر کلام ان سے چھٹے ہی معیت آگئی آزاد پر روزِ شب شام و سحر اٹھوں پہرِ شکر میں ہے

(گلدستہ مرصع بھی اگست ۱۹۳۰ء)

۲۔ آزاد۔ منشی محمد مختار بدایونی۔

۳۔ آسی۔ منشی عبدالقیوم منشی ساکن درجنسکا

۴۔ ایشی : منشی اعجاز احمد ساکن محلہ سرکے نو بدایوں

۵۔ احسنی : قاضی احسن علی صدیقی حیدری ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں

۶۔ اختر : منشی شفیع علی خاں گارڈریلوے ساکن محلہ بہار پور بریلی دیکھئے صفحہ ۱۲۶

محمد اختر : منشی رفیع الدسلام عباسی ساکن محلہ چاہ میر بدایوں

نیز کلام : سرور اور ہے سنگ در محبوب خدا
 اوج دیکھئے نو فلک میری جس سائی کے
 تیرا دیدار ہے دیدار الہی بے شک
 من رانی میں ہیں جلوئے تری زیبائی کے
 شبِ ابر کا نہ کچھ بعید کھلائے اختر
 راز پر سے میں رہے انجمن آرائی کے

۸۔ اختر : منشی محمد احمد ساکن محلہ چاہ میر بدایوں ولادت ۱۹۰۹ء شہر گورد تمبہ دیوئی
 وجام نوابی بدایوں۔ محمد اختر ہیں جلدان سکے دل سے آج تک۔ ترک تعلقات کومت گذر گئی

۹۔ اخلاق : منشی اخلاق احمد بدایوںی

۱۰۔ اخلاق : صاحبزادہ اخلاق حسین خاں رام پوری دیکھئے صفحہ ۲۶۲

نیز کلام : جبکہ ہم جانتے ہیں سائن کا ڈور اخلاق
 کہیں اس کا فرسید کش کا زندہ ہو
 ۱۱۔ ادنیٰ : منشی محمد عوف ساکن سکندر آباد ضلع بلند شہر

۱۲۔ ازہر : منشی امجد علی ساکن محلہ شیخ پٹی بدایوں

۱۳۔ ارشدی : منشی محبوب الحسن م ۱۹۸۳ء خلف قمر بدایوںی

نیز کلام : ترک الفت ہے فقط ازرافت کلام
 عمر ہر نامع ہی اک بات سمجھایا کئے
 زیب اسلئے دیتے ہیں جھوٹے وعدوں سے
 کہ ان کے ہجر میں جیسے کا آرا ہو جائے

۱۴۔ اسحق : منشی محمد اسحق بدایوںی

۱۵۔ اظہر : منشی محمد اظہر ساکن فرسوری محلہ بدایوں

نیز کلام : وہ دکانی نہ تھے کیا دل جلانے کیلئے آظہر
 ستم گر چہ بھی کیوں رہے آزاد ہر تہا ہے

۱۶۔ افتخار و فخر : حکیم افتخار احمد شاکن محلہ چاہ میر بدایوں وال ساکن لاہور ولادت ۱۹۱۹ء
 در کلام ناز محمدی مبدوء ۱۹۹۱ء کسی دشمن نے عزت مجھے ابتداء ہی بخشی۔ ہمیشہ دست ہی کاٹھہ بنی رہے جہاں تک

۱۷۔ افضل : منشی افضل حسین ساکن ہمنٹور ضلع بجنور دیکھئے ۱۵۳۸ء
 ۱۸۔ اقبال بدایونی۔

نمونہ کلام : میری قسمت کی خرابی مانع ہر دوفا آپ نے جو کچھ کیا سرکار وہ اچھا کیا
 میں تو کی تلاش میں اور زیست یگر سر ایسی کسی سے کوئی نہ یارب وفا کرے

۱۹۔ امید : منشی عتیق اللہ خاں ساکن شہر کہہ بریلی دیکھئے ۱۵۴۲ء
نمونہ کلام : سمیری سنو نہیں پابند رسم ظاہری بے نیاز جام دے ہے ذوق زندان مرا
 جامِ جم کی قدر کیا اچھا اسکے ملنے منی کوئی کا حاصل ہے پیمانہ مرا

۲۰۔ امیر : منشی امیر احمد خاں سہوانی بدایونی

۲۱۔ انجی : منشی رفضان حیدر ساکن ہمنٹور ضلع بجنور دیکھئے ۱۵۳۸ء

۲۲۔ انجم : منشی رعایت احمد بدایونی ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں شاگرد قمر بدایوں
 و مشیر ٹیکنومی۔

نمونہ کلام : مٹ گیا دل سے مثل حرفِ غلط دل میں اب کوئی مدعا نہ رہا
 اس بت سا کوئی بانی بیدار نہ دیکھا مجھ سا نہ سنا بیکس و ناچار کسی نے

۲۳۔ انجم : پروفیسر تقی الدین ساکن سوئے محلہ بدایوں وال ساکن جھنگ دیکھئے انگریز شاہ

۲۴۔ انور : منشی خوشنود علی ساکن سید بارہ بدایوں دیکھئے کانن آسٹرا

نمونہ کلام : کس سہارے پہ جئے وہ کہ جہاں میں جسکا

کوئی ہمد نہ ہو مونس نہ ہو غم خوار نہ ہو

۲۵۔ انور : حکیم ضمان الرحمن سہوانی شاگرد قمر بدایوں و سلیم سہوانی

۳۶۔ اوج۔ منشی بریان الدین بدایونی

۳۷۔ باب۔ منشی مادیورام ہزل گوپوٹ ماسٹر پشیالی سر سے بدایوں
میری جان قتل کے ملزم ہو تم عثر کا موقع ہے

۳۸۔ بدر۔ منشی حسن افضل صدیقی حمیدی بدایونی خلف منشی افضل علی غنو
فی شاگرد تسلیم لکھنوی و قمر بدایونی۔

۳۹۔ باب۔ منشی اب تو دوسو عدائی سے دل لگا سنگے
بیار محبت کو سنھٹے نہیں دیکھا
تھویر میں اترانہ وزوج رنج روشن
ہم خاک نشینوں سے ہے اس درجہ کدورت
۴۰۔ باب۔ منشی افضل حسین افضل بدایونی کا منور کلام یہ ہے۔
چلے جی آؤ اب ہر عیا دت
۴۱۔ بدر۔ منشی محمد یوسف ساکن شیلانگ آسام
۴۲۔ برق۔ منشی ظہور الحسن صدیقی حمیدی بدایونی
۴۳۔ یہ کیسے حق کی رعایاں دل میں اترائیں
۴۴۔ منتخب کر کے اس ستم گر کو
۴۵۔ اسے گو عمر بھر سجا کئے تھے شکستہ حشر سے
۴۶۔ بد شکل ہے چھپا برق بیکر دیکھو دل سے
۴۷۔ ۱۔ منشی عبدالرحمن ساکن رنجور علاقہ نیپاڑ
۴۸۔ ۲۔ منشی بشارت علی ساکن محلہ خواجگی گولہ جو بنعد
۴۹۔ ۳۔ منشی عبدالرحمن جلد باز ساکن قاضی محلہ بدایوں

۴۰۔ بلا سے کچھ سہی تم سائیوفا تو نہیں
آئی کو کسی کی کبھی تلے نہیں ٹپکھا
ساخے میں کبھی دھوپ کو ڈھلے نہیں ٹپکھا
مٹی کا نہیں عطر بھی ملتے نہیں دیکھا

۴۱۔ میں آنکھیں بند پر دا ہو گیا ہے

۴۲۔ نگر انتخاب نے مارا
مگر دیکھا نہ پھلتے پھولتے نخل تماکو
چھپائیں لاکھ پر سین وہ حسن بے عجاہو

۴۳۔

۴۴۔

۴۵۔

۴۶۔

۴۷۔

(مخاضہ خاندانہ)

(ملازمین)

(بشمارہ بدایوں)

۳۲۔ بیٹھ ب، منشی ایثار علی ہزل گوساکن مولوی ٹولہ بدایوں
 نظام: دہی اچھے ہیں جو سوکھے ہوئے بکٹ کھاتے ہیں
 کھلایا ہم نے جو حلوا تو ہم ان سے بڑے ہٹے
 کوئی قاصد وہاں جانے کو اب راضی نہیں ہوتا
 یہ کس نے کہہ دیا وہ آدمی کو کاٹ کھاتے ہیں
 عدد ہمراہ آئے گا تو کھیل اس پر ڈینگے
 اسی مطلب سے ہم انکو اندھیرے میں بلاتے ہیں
 (محرم عالم ۸، اپریل ۱۹۳۷ء)

- ۳۵۔ تفتہ، منشی اقبال غنی ساکن شیخوپورہ ضلع بدایوں
 ۳۶۔ ٹمر، منشی محمد یسین بدایوں
 ۳۷۔ ٹمر، منشی ریاض حسین بدایوں، میثم حیدر آباد سندھ
 ۳۸۔ جادو، منشی غلام مصدود ساکن سید بارہ بدایوں
 ۳۹۔ جمیل، منشی عبدالجمیل ساکن بہتر ہی ضلع بریلی دیکھئے ۱۳۹۳
 ۴۰۔ جوش، منشی مسرت حسین ساکن شیخوپورہ ضلع بدایوں
 ۴۱۔ جوہر، منشی میاں جان ساکن بیدول محلہ بدایوں ۱۸۹۷ء منجم انوار اہلبین بدایوں
 نظام: بلانڈ کرنا انکار سے قتل سے تہنہ قیامت میں بھڑکیش داور مشر کر جانا
 ۴۲۔ جوئے، بابو رفیع احمد ہزل گو بدایوں، یہ شکل تری کالی لہو اس پر پڑا تھا
 ۴۳۔ حبیب بدایوں: آئینہ بھی ہوتا ہے لہو تو نہائی
 نظام: بس ایک ہی جگہ ہے مرا حائل الفت اب دل میں کوئی اور بٹھایا نہیں جاتا
 ۴۴۔ حین: منشی ابوالحسن بدایوں (ٹوٹا دالے)

نور کلام سوائے اسکے ہنر حسن و عشق کی تقسیم کہ تجہیں مجہیں کوئی دہرا امتیاز نہ رہے
(مشاعرہ بدایوں ۱۸۳۱ء)

- ۴۵۔ چشم : منشی حشمت اللہ خاں بدایونی
۴۶۔ حشمت : منشی حشمت علی خاں ساکن براہم پور بدایوں مقیم علی گڑھ
۴۷۔ حکیم : منشی عبدالحکیم ساکن شیلانگ آسام
۴۸۔ حیات : منشی جگدیش پرشاد بھٹناگر ساکن گاندھی اسکوائر لاہور
۴۹۔ حزیں : منشی رشید الدین بدایونی
۵۰۔ دل : منشی مولود علی صدیقی جمیدی ساکن مولوی ٹولہ بدایوں
۵۱۔ راحت : منشی راحت حسین ساکن مولوی ٹولہ بدایوں
۵۲۔ رخسار : منشی محمد احمد ساکن گھیراں خاں بدایوں مال سکن لہور و حیدر آباد حیدر آباد
۵۳۔ رضا : منشی رضا احمد ساکن سوتہ محلہ بدایوں
۵۴۔ رہبر : منشی اختر شاہ خاں ساکن کانگر ٹولہ بریلی
۵۵۔ رومی : منشی رضی الدین ساکن اعلیٰ پور ضلع بدایوں

نور کلام : مطلع نور حقیقت ہے دل صاف اپنا اے مجاز اب ترے آئینے کو ہم کیا دیکھیں
(مشاعرہ سنبھل ۱۹۴۲ء)

- ۵۶۔ زیبا : منشی راجیشو زاتھ ڈرامہ نویس ساکن بہار پور بریلی
۵۷۔ زیبا : منشی عبدالغنی بدایونی شاگرد قمر بدایونی و مضطر خرا آبادی
۵۸۔ ساحر : منشی صفی اللہ خاں بریلوی اڈیشنر رسالہ شاہد
۵۹۔ سربٹ : عباس عرف چھن ان پڑھ ہزل گوساکن سید باڑہ بدایوں
جیل خانہ بھگت ہے دل اور پری غار بھی

نور کلام : حرمی بھی ہو یاں طرہ جوانا بھی

۶۰۔ سرور: منشی عبدالقیوم ساکن علی پور ضلع بدایوں
 انہی کلام اتنی مہلت ہی کہاں دی غم دنیا ہمیں کہ ہم آرام و سکون سے کبھی دنیا کی کھیں (یہ ۱۹۳۶ء)

۶۱۔ سلطان و قیس: منشی سلطان حسن ساکن محلہ شیباز پور بدایوں
 مقبول یہ دعا میری رب غفور ہو۔ جنت میں حور کی جگہ وہ رشک حور ہو

۶۲۔ سیف: منشی معبود شاہ ساکن کٹڑہ عالم شاہ بدایوں

۶۳۔ سید: منشی سید جواد علی ساکن سید بارہ بدایوں

۶۴۔ شاد: منشی جگن ناتھ بریلوی اسٹیشن ماسٹر دیو دینہ ضلع برہم پور دیکھئے ۱۲۹۳

۶۵۔ شاد: منشی محمد صالح ساکن برہم پور بدایوں مقیم گوالیار دکن ۱۹۰۸ء ہندوستان میں تھے کہ ان کا نام

۶۶۔ شاد: منشی اصغر حسین خان ساکن سرائے الف خاں بدایوں

۶۷۔ شیب: منشی نعمت اللہ ساکن بیدعل ٹولہ بدایوں

نیم کلام جہاں کے درے درے میں ہمیں کو کھاتے ہیں یہ ہے شوقِ قناریہ ہے ذوقِ نظر میرا

ٹھکانا جب کہیں طائہیں شبا بے بھول کو توڑھکر بیکسی اسکو بتا دیتی ہے گھر میرا

۶۸۔ شبیر: منشی غلام شبیر صدیقی حمیدی بدایوں ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

تجربہ نظم در غافل ایک ساعت نہیں رہا خیالِ قوم سے اس پہ بھی افسوس ہے تم اسکو کہتے ہو برا

۶۹۔ شمس: منشی شمس الدین شاہ جہانپوری دیکھئے ۱۸۹۵ء

۷۰۔ شمس: ملا محمد ابراہیم ساکن کشمیری ٹولہ لکھنؤ

۷۱۔ شمس: منشی شمس الدین شاہ جہانپوری دیکھئے ۱۸۹۵ء

۷۲۔ شمس: منشی شمس الدین شاہ جہانپوری دیکھئے ۱۸۹۵ء

۷۳۔ شمس: منشی شمس الدین شاہ جہانپوری دیکھئے ۱۸۹۵ء

۷۴۔ شمس: منشی شمس الدین شاہ جہانپوری دیکھئے ۱۸۹۵ء

۷۵۔ شمس: منشی شمس الدین شاہ جہانپوری دیکھئے ۱۸۹۵ء

نیز کلامِ محرمی ہے عشق کی کاوش یار و دیکھنا خانہ دل کوئی دن میں بے نشان ہو جائے گا

(مشاعرہ بدایوں ۱۹۱۷ء)

۲۔ شوق۔ منشی عفا حسین ساکن قائم گنج محرمال ریاست مالیر کوٹلہ

۳۔ شوق۔ منشی شجاعت اللہ ساکن سوہرہ محلہ بدایوں ۱۹۲۳ء بلالہ ایل فی حلقہ اولیٰ

ادارت اعلیٰ درجہ دینی مدرسہ کوٹلہ سندھ میں ہے اس کا کس کا محارکہ۔ سندھ تراجم و علوم میں کوٹلہ

۴۔ شیدا۔ منشی غلام احمد خاں اشرفی ساکن جوالا پور

۵۔ شیدا۔ منشی محمد حسین خاں بریلوی، دیکھئے حصہ ۱۲۹۲

۶۔ شیدا۔ منشی سخاوت حسین دلری ساکن محلہ کپڑا پیر بریلی دیکھئے حصہ ۱۲۹۳

نیز کلامِ حسین دایاں سے فرض اب کیا مجھے جببت کا فرسے الفت ہو گئی

ہم سے مشتاق شہادت و گئے مرقعِ قتل دیکھ لی شکل کشائی آپ کی شمشیر کی

۷۔ شیدا۔ منشی کالکا پرشاد بریلوی اسٹیشن ماسٹر کاسنگھ دیکھئے حصہ ۱۲۹۳

۸۔ شیدا۔ منشی محمد سلیمان خاں بریلوی شاگرد قمر بدایونی و معجز بریلوی دیکھئے حصہ ۱۱

۹۔ صاحب۔ منشی محمد علی ساکن سرائے میراں بدایوں

۱۰۔ ضمیمہ۔ منشی علی حسین مدرس مدرسہ اشاعت العلوم بریلی۔ دیکھئے حصہ ۱۰۹۵

۱۱۔ فیاض۔ منشی ضیاء الحسن سب پوسٹ ماسٹر اوجھیا فی ضلع بدایوں

۱۲۔ طاہر۔ منشی محمد بنی قریشی بریلوی دیکھئے حصہ ۱۲۹۳

نیز کلامِ یقین ہے جھکو مطلب کی جو کوئی بات کہتا خفا پھر آپ تو کیا آپ کی تصویر بناتی

۱۳۔ ظہور۔ قاضی ظہور حسن ساکن انویب شہر ضلع بلند شہر

۱۴۔ عاجز۔ منشی سید شیدا علی ساکن اوجھیا فی ضلع بدایوں

۱۵۔ عادل۔ الہ آبادی ڈیڑھ سالہ شاہد بریلی

۸۶۔ عارف : بابو کا نکار شاد بھار گو بیڈ مولوی انڑ کا بڑہ منھرا
نہ کلام : حیا شنی شرارت یہ قسب کچھ ہے مگر عارف مروت کی جگہ خالی ہے اس چشم نسل گریں
منقبت : بتوں سے ہال کرنے کیلئے اللہ کے گھر کو جناب یعنی پیدا ہوئے اللہ کے گھر میں

۸۷۔ عاشق : منشی عاشق حسین ساکن سوتہ محلہ بدایوں

۸۸۔ عطا : قاضی عطاء الرحمن صدیقی حمیدی ۱۹۳۸ء ساکن سید بارہ بدایوں خلف

قاضی حب حسن اثر بدایونی ۔

نہ کلام : چھوڑو مجھے خدا پر نہ تکرر دو اکرو لبس اب دعا کا وقت ہے تم بھی دعا کرو
(تجلیات سخن)

۸۹۔ غایت : منشی غایت اللہ ساکن جالندھری سرائے بدایوں

۹۰۔ فرخ : شہنشاہ فرخ مرزا دہلوی سکریٹری بزم ادب تیموریہ دہلی ۔

۹۱۔ فرخ : منشی غلام صدیق صدیقی حمیدی ساکن سید بارہ بدایوں

نہ کلام : آنکھوں کی وساطت سے اک جلوۂ رنگیں کی میرے دل سادہ پر تصویر اتر آئی
یہ دہر کتب الفت ہے ہر عشق بتاں جہاں میں آئے ہیں عشاق امتحان کیلئے
(مشاعرہ بدایوں ۱۹۳۱ء)

۹۲۔ ذہنت : منشی قطب عالم ساکن ترابہ بیرم خاں دہلی

۹۳۔ فلک : منشی احمد رضا خاں ساکن بہیڑی مقیم رام پورہ دیکھئے ۱۰۹۳ھ

نہ کلام : کچھ ترا مخمر تھا زمانہ شباب کا تھا ایک لمحہ عالم غفلت کے خواب کا

۹۴۔ قمر : منشی قمر الدین ساکن اجمیانی ضلع بدایوں

۹۵۔ کریم : منشی کریم بخش ساکن بہیڑی ضلع بریلی ۔ دیکھئے ۱۴۶۲ھ

- ۹۶۔ کوثر: منشی محمد علی ساکن سوئے محلہ بدایوں
- ۹۷۔ کوثر: منشی احمد علی ساکن سکندر آباد ضلع بلند شہر
- ۹۸۔ کیف: منشی احمد علی خاں ساکن اجمعیانی ضلع بدایوں
- ۹۹۔ ماہر: منشی مختار احمد ساکن محلہ اعظم نگر بریلی دیکھئے صفحہ ۱۲۹
- ۱۰۰۔ مائل: منشی محمد احمد خاں پبلی بھیتی ساکن محلہ کھاراپیر بریلی دیکھئے صفحہ ۱۲۸
- نور کلام = گرم یوں میں جانہ ہے محفل زندانہ ہے
وہ اٹھی کالی گھٹا وہ چلی قصہ ہی ہلا
۱ سے شمع تو خاموش ہے شور و نشاؤش ہے
ساقی ہم آغوش ہے شور و نشاؤش ہے
- ۱۰۱۔ مانی: منشی وجاہت علی خاں بزرگ حضرت فانی بدایونی
- ۱۰۲۔ مجن: عبد الحمید خاں عرف جن ساکن سرائے چوہدری بدایوں
- ۱۰۳۔ محشر: منشی عبدالرحیم ساکن محلہ اعظم نگر بریلی دیکھئے صفحہ ۱۲۹
- نور کلام = ترپ کر جب گری بجلی گری میرے شمع بذر
خدا جانے اسے کیا لگا ہے میرے نشی سے
- ۱۰۴۔ محسن: قاضی محمد حسن میرٹھی مقیم کانگر ٹولہ بریلی دیکھئے صفحہ ۱۲۹
- ۱۰۵۔ محشر: منشی احتشام الدین بدایونی
- ۱۰۶۔ محضر: منشی اشتاق علی خاں عرف اچھے میاں ساکن محلہ لکھوتیاں بریلی دیکھئے صفحہ ۱۲۹
- ۱۰۷۔ مخمور: منشی اقبال غنی بدایونی
- ۱۰۸۔ مداح: منشی علی احمد قانون گو ساکن قاضی ٹولہ بدایوں
- نور کلام = مجھ سے کہتے ہیں کہ تالوں کا یہ مطلب تو نہیں
آپ کے عشق کی دنیا کو خبر ہو جائے
- ۱۰۹۔ مدرس: منشی وہاب الدین ساکن کلرہ ضلع بدایوں
- نور کلام = جام بھی ہے سبوح بھی ہے دست بھی میں وہ بھی ہیں
اک مرا گزر نہیں آپ کی بزمِ ناز میں

۱۰۹۔ مسٹر بدایونی۔ سید ضیاء علی آفریدی مجسٹریٹ و لکڑیہ نڈا علی ساکن محلہ ابراہیم پورہ بدایوں

نیز کلام: ایک راہ تھیں گریسی سرچیں تو پھر
 ہاں کیا مرن مولیٰ بخش در گھٹل میں تھا
 دایہ کی کٹائی دیکھ دوڑاے نکلے
 گیس کا ہڈا اٹھائے تھارا دل نہ تھا

۱۱۰۔ مسٹر منشی عبدالغنی خاں ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

۱۱۱۔ مبین منشی معین الدین ساکن سرائے چوہدری بدایوں

نیز کلام: میں تھوڑی کیا کرتا ہوں ان سے باتیں
 قابل رشک ہے نقشہ مری تنہائی کا

۱۱۲۔ نادر منشی داؤد علی بیگ ساکن محلہ ناگراں بدایوں

۱۱۳۔ ناصر منشی انصاف حسین ساکن محلہ ٹیکٹ گنج بدایوں

۱۱۴۔ نشار سید مسعود علی دہلوی

نیز کلام: اس کم سنی کی شان کے قربان جائے
 کس سادگی سے پوچھتے ہیں دل کی آرزو

بیکار اپنا حال مانے سے فائدہ
 پوری کرو نہ کرو اختیار ہے

تم سن تو لو خدا کے لیے مل کی آرزو

۱۱۵۔ نجف سید امیر حیدر کورٹہ الیکٹرک ساکن محلہ شاہ گنج اگرہ

۱۱۶۔ نفیر منشی نیر الدین ساکن سرائے چوہدری بدایوں

۱۱۷۔ نفیس منشی نفیس احمد بدایوں

۱۱۸۔ نور کپتان نور محمد خاں جبل پوری

۱۱۹۔ نور منشی نور الدین ساکن اعلیٰ پور ضلع بدایوں

۱۲۰۔ ہنال و خیال منشی ہنال الدین رام پوری چکیتہ ۲۲

نیز کلام: اب اور بھی مٹائے گا کیا اسکو آسمان
 جو پاتمال شوخی رفتار ہو چکا

۱۲۱۔ وارنٹ منشی عبد الحمید خاں ہنل گوساکن محلہ براہم پور بدایوں

۱۲۲۔ وجد منشی غلام مشہور ساکن محلہ سید باڑہ بدایوں

(۲) ابرار و منشی ابراہیم بدایونی

نمونہ کلام

(۳) ناطق - منشی ابوالحسن ساکن قاضی محلہ بدایوں حال یقیم کراچی ۱۲۰۶
 نمونہ کلام سے آگے نئے طرز اشعار میں حکمت ہی رہے جیسے ہمیں جو غم ہمیں

ناداں بریلوی شاگرد شہیدی : دیکھئے صفحہ ۱۲۹۴

تلاذہ مولوی محمد بخش ناداں بریلوی شاگرد شہیدی بریلوی

رحیم مرزا رحیم بیگ میرٹھی ۱۸۶۶ء خلف مرزا امیر بیگ آپ نے جناب

ناداں بریلوی سے اردو کلام پر اور مولوی امام بخش صہبائی دہلوی ۱۸۵۸ء شہید جنگ
 آزادی سے فارسی کلام پر اصلاح فی حق طب میں حکیم بوعلی خاں امرہوی کے شاگرد تھے
 ۱۸۵۴ء میں حکیم احسن اللہ خاں دہلوی کی فرمائش پر حصہ الہیہ کو نظم کیا تھا۔ اس کے علاوہ
 ایک تذکرہ خزان الشواہجی مرتب کیا تھا حکیم فصیح الدین ورنج میرٹھی نے آپ کے انتقال کی
 تاریخ یہ کہی تھی۔

میرزا صاحب جیل سہان کی توہنج
 ہر گئی بے نور چشم شاعری کیا سوا
 ناگہاں آئی لب انوس سے مھکو ندا

۱۲۹۳ (۱۸۷۴ء)

نمونہ کلام جناب رحیم میرٹھی۔

دوں میں کس کس کو کہ اک جان کے خواہاں ہیں بہت

غم جدا مگر جدا درد جدا یا ر جدا

کہے ہی کی بات ہے کہنے دولائے تو کوئی
 مجھ ساعاشق دیکھ کر معشوق تم سادیکھ کر
 پس مردن بھی ہم بارِ ندامت لے جلے سرِ سر
 کہ اڑ کر خون شے چھینے پڑے دلمان مانی پر
 تلامذہ رحیم میرٹھی شاگردِ ناماں بریلوی۔ (مکتبہ انجمن)

شوکت، مجدد السنہ شرقیہ مولوی احمد حسن الفزاری سہارنپوری

مقیم میرٹھ ۱۹۲۱ء شاگردِ رحیم میرٹھی آپ فارسی کے عالم اور اکرثر شرائے فارسی کے تبارج
 شعر کے نقاد۔ اعلیٰ درجہ کے نثار اور مشہور مضمون نگار تھے۔ مہلی میں اخبار خیر خواہ عالم
 اور لاہور میں کوہِ نور کے ایڈیٹر رہے پھر لکھنؤ میں اودہ اخبار کے شعبہ ادارت میں آئے
 آخر میں میرٹھ سے اخبار شجۂ ہند ۱۸۸۳ء میں جاری کیا۔ غیر تقلیدین کی تائید کی وجہ سے
 صدیق حسن خاں ۱۸۹۱ء نے وظیفہ مقرر کر دیا حضرت بیان یزدانی میرٹھی سے چلی رہے
 تھے منشی سجاد حسین ریائی میرٹھی مدیرِ طوطی ہند سے بھی مقابلہ کیا۔ آپ اردو زبان میں
 تنقید کی ابتدا کرنے والوں میں تھے۔ عربی کے شاعر ہشتی اور فارسی کے نظامی برنی اور
 نظیری پر نکتہ چینی کی خامانی اور بیدل کا کلام بھی اصلاح سے نہ بچا۔ خود ستالی میں اپنی
 آپ تھے فارسی میں خامانی اور اردو میں غالب کے معترف تھے۔ قصائد خامانی اور
 دیوان غالب کی شرحیں لکھی ہیں۔ علم و فضل اور ادبی استعداد میں کوئی ان سے بڑھ
 نہ تھا۔ اردو میں مومن کی تقلید کرتے تھے۔

مرنے کا نام، وہ خود سر در گریباں ہے، سب کو پردہ دیکھا
 جیسا کہ اس کے گی شونہ چاک گریباں کا

نکلا نہ خوش گریہ سے کچھ کام سوزِ دل
جلتا ہوں میں جوشش طوفانِ آبِ میں
رباعی :- کچھ دردِ جگرِ سناؤں گا گلشن میں
ہر برگ کا دل ہلاؤں گا گلشن میں
کاشانہ ہو سو کھ کر زبانِ بلبل
میں لغزِ تر سناؤں گا گلشن میں
(ختم خانہ جاوید جلد پنجم ص ۲۹۴)

تلامذہ شوکت میرٹھی شاگردِ رحیم میرٹھی

۱۔ اثر - مولوی افتخار علی کنوری بدایونی

نورِ کلام سوزِ دل نے اثر دکھایا رنگ آہِ جو آئی شعلہ بار آئی

۲۔ عیشِ حکیم سید محمد اسماعیل ^{۱۸۴۱ء} - ۱۹۴۵ء مخلف مولوی سید

محمد احسن امروہوی - دیکھئے صفحہ ۳۳۶

تلامذہ عیش امروہوی شاگرد شوکت میرٹھی

۱۔ تسکین مولوی رشید احمد بدایونی ^{۱۸۸۳ء} - ۱۹۴۶ء شاگرد شوکت

میرٹھی و شمساد لکھنوی -

نورِ کلام محمد بنے نال پر سوز نے کربِ دیارِ سوا بہت کرتا رہا میں رازِ داری - سناؤں گی ^{۱۹۴۳ء}
(مشاعرہ بدایوں)

۲۔ مبتلا و سید آل احمد بدایونی مقیم برما

نورِ کلام :- نہ بلبل ہے نہ گل ہے بوستاں میں تباہی یہ ہوئی فصلِ خزاں میں
(پیام یار جون ^{۱۸۹۲ء})

تلامذہ تسکیں بدایونی شاگرد عیش امروہوی

مقیم ہمنشی مقیم الدین بن مولوی شمس الدین ساکن میر موبہ
روایت کو تیار مسئلہ ملکہ میں ملازم تھے پھر ملازمت سے سبکدوش ہو کر
ان میں مقیم ہو گئے۔

کلام بنایا جب سے اسی سے حرم رانیاں مٹا کر
پھر دیکھئے دکھائے ننگی سچاں کیا
زبان رکھتے ہوئے ہنر پار ہے زبان مجھ کو
پھر درملہ کسی کا کوئی بڑھا رہا ہے
(مسلم شعرائے ہمارے)

آتش لکھنوی شاگرد مصطفیٰ امروہوی

آتش خواجہ حیدر علی ۱۷۷۸ء - ۱۸۴۶ء خلف خواجہ علی

نشا از اولاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی قدس سرہ مزاج میں قناعت بہت
کبھی کسی کی ملازمت نہ کی اور کبھی کسی امیر کی توفیق میں قسیدہ لکھا۔ حکومت اودھ
پہ اسی رویہ باہوار وظیفہ مقرر تھا اسی میں گذر کرتے تھے۔

یہ کلام بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
دو تھیں یہ میری ہیں میں ہوں فقیر مست
چویرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا
اک نان جو اور ایک بیالہ شراب کا
زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے
بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھا بیٹے
موت مانگوں تو رہے آرزوئے خواب مجھ
ڈوبنے جاؤں تو دیا طے بیابان مجھ

ایمانت کی طرح رکھا زمین روزِ محشر تک
 نہ اک موکم ہوا نہ اک تارِ کفن بگڑا
 شگفتہ رہتی ہے خاطر، ہمیشہ
 قناعت بھی بہا رہے خزاں ہے
 قبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
 ہم سے خلاف ہو سکے کرے کارِ مانہ کیا

(ختم خانہ جاوید - یادگارِ صنم)

تلامذہ خواجہ آتش لکھنوی ۱۸۴۶ء شاگرد شیخ مصطفیٰ امروہوی ۱۸۴۹ء

۱۔ جوالاں شاہ الف خاں عرف الف شاہ ۱۷۸۰ء - ۱۸۴۰ء
 ۱۱۹۴ھ - ۱۲۹۱ھ

خلف نامدار خاں بدایونی ثم بریلوی ثم اکبر آبادی - بدایوں میں سرائے الف خاں ان سے
 منسوب ہے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ فقیرانہ لباس میں سیاحی کرتے رہے پھر پھر اگر
 اگر ضرور جاتے تھے وہیں انتقال کیا۔ آپ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے اس طرح اظہارِ
 خیال کیا ہے -

بزمِ سخن : درویش آزاد مزاج بودہ است

سخن شنوا، باشندہ بریلی مقیم اکبر آباد

ختم خانہ خلد دوم : ایک آزاد منش دارستہ مزاج درویش تھے وطن بدایوں اور
 مسکن بریلی تھا آتش کے شاگرد تھے فوق اختیار کرنے کے بعد سیاحی میں زندگی بسر کی۔

گلستانِ سخن - درویش دارستہ مزاج آزاد منش الف شاہ نام ہر چند

حب و نسب اور وطن کا حال اس بزرگوار سے استفسار کیا گیا اس سب کے جواب میں یہ

شعر پڑھا

کہتا تھا کہ کساد رہے مسکن : کہتے قاتل ہیں رہا کرتے ہیں

لیکن خارج سے معلوم ہوا کہ روسائے بریلی سے ہے اول الف حال نام رکھتا تھا بعد
 ترک تجربہ کے الف شاکیا تھ مشہور ہو گیا۔ آزادانہ زیست کرتا ہے وارستگی و استغنا سے فرشتے
 کو خیال میں نہیں لاتا۔ مدت سے اکبر آباد میں مقیم ہے گاہ بے گاہ پروایا نہ کسی طرف
 کو چلا جاتا ہے۔

نہ کلام جو دیکھنے گئی پھر لاش کو مزار میں روح
 لحد پہ بٹھ رہی تیرے انتظار میں روح
 ہم وہ ہیں صیدِ فاکیش کہ خول رہتے ہیں
 ٹوٹ جاتا ہے تڑپنے سے اُردام اپنا
 اٹھایا ہے گلی سے پریر کی اگر ٹھکڑو
 تیرے چل و سٹ دل اب جبرِ طر ہے اور ٹھکڑو
 بن گیا گل جو کشتوں کا ترے زخمِ خندل ہے
 ترا کو چہ ہے اے سفاکِ عالم یا گلستاں ہے
 معشوق پہ بھی ہوتی ہے تاثیرِ عشق کی
 چٹکی کلی جو بیل بیل نے آہ کی
 آپ کا ایک واسوخت مسدس کی شکل میں فدا علی عیش لکھنوی نے اپنے مجموعہ موسوم
 بہ شعلہ جوالہ میں شائع کیا تھا۔ اس میں ہم بند ہیں تعارف میں انہوں نے لکھا ہے کہ مصنف کا نام
 اور مولود مسکن ان کو معلوم نہ ہو سکا۔ تذکرہ سراپا سخن سے معلوم ہوا کہ خواجہ حیدر علی آتش
 کے شاگرد تھے واسوخت کے طرز اور مضمون سے دریافت ہوتا ہے کہ شاعر خوش فکر، میں
 طبیعت بھی ایسی ہے۔

انتخاب واسوخت

یا تو وہ دل تھے کہ جب نصل بہا آتی تھی
 سیرِ گلش کو طبیعت مری لہراتی تھی
 وعشتِ دل سوئے گلزارِ جویما تھی
 نذرِ کوڑا یاں پھولوں کی ہالاتی تھی
 ساتھ احباب تھے اور زمزمہ پردازی تھی
 تہقہ گاہ تھے با ہم گئے گلزاری تھی

آواز نہار نہ تھا دامن خاطر یہ غبار
روبرو آنکھ کے رستا تھا کھلا باغ بہار
نہایتش سے حاصل تھی سدا بوس و کنار
یا تو دکھلائے نئے چرخ نے بیل و نہار

صرصر عشق نے یہ بیفتہ حالی ڈالی

شجرِ دل کی جدا ہوئی ڈالی ڈالی

بحرِ خوں چشم سے ہر وقت پڑا بہتا ہے
ہاتھ حسرت سے زخماں کا ستور بہتا ہے
قہرِ تین ایک کے طوفاں میں پڑا رہتا ہے
دل ہی واقف ہے جو کچھ دردِ الم بہتا ہے

طاقتِ ضبط نہ اندست خدا یا کہ کف

دردِ دل با کہ بگویم و مداوا چہ کف

کیا کروں کس سے کہوں سب ہوا آفتاب میں پنا
آتشِ عشق میں دن رات میں جلتا ہوں پڑا

سائن کے ساتھ نکلتا ہے دین سے شعلہ
ضبط اس سوزِ نہانی کو کون تباہ کیا

شرحِ این آتشِ جالوزہ گفتی تاکہ

سو ختم سو ختم اس سوزِ ہفتن تاکہ

ضبط اب اسکا ہے دشوار خدا ہے آگاہ
آتشِ عشق نے آگ عیاذاً بالہ

جس نے آگ میں کئے نیکر ڈول کھڑا سیاہ
گر ٹپا میں بھی آگ میں قہر کوتاہ

جلوہ حسن جہاں سوز دکھا کر مارا

ایک پر کالہ آتش نے جلا کر مارا

دل میں ہر بار رہتا ہے جو ہنسا ہے سو ہو
کروں کا ضبط بہت قصہ بھی ہے لب تو

جو جلاتا ہے مجھے میں بھی جلاؤں اسکو
جا کے گھر لکے کہوں سن تو بھلا اے برحق

پیشتر بے سوا اسکو تری پروا تھی

اور ستہری تھی کا ہے کوئی ہر جا تھی

استعداد کے نہ مد نظر آراش تھی سادگی حسنِ خدا داد کی زیبا نش تھی
غریب کی میرے سوا دل میں نہ گنجائش تھی ہم بھل تھے دل بیتاب کو آسائش تھی

ربیع کی میرے نہ تم بات کوئی کرتے تھے

انے اس عاشقِ جانِ باز کا دم بھرتے تھے

یاد انداز تھے کب تم کو خود گرائی کے راہرو تھے نہ کبھی منزلِ زیبائی کے
ایسے دشمن نہ تھے لیکن و شکیبائی کے تذکرے ہوتے نہ تھے آبِ کی زیبائی کے

عشق اپنا ہوا اس نشرو نما کا باعث

میراثِ جانا ہوا تیری صفا کا باعث

آگے زہار نہ تھے رسمِ جفا سے آگاہ بیوفائی کی نہ مطلق تھی طبع میں راہ
بات کا اپنی ہمیں بکھڑا ملاحظہ بناہ پاس رکھتے تھے مرادِ نظر خاطر خواہ

آنکھ میں مردمِ بد وضع سناے کب تھے

تہقے کا ہے کو اس طرح سے زیرِ لب تھے

مجھ سے برعکس ہوئے ایسے عبادِ بالمد کہ مرے نام کا لینا بھی سمجھتے ہو گناہ
اپنے وعدوں کا کیا اپنے کیا خوب نباہ آفریں آفریں خدا آفریں اے غرتِ ماہ

نہیں کہتا کہ بلا آپ نے مجھ کو کیا

اپنی اپنی ہے خوشی خوب کیا خوب کیا

گرے مجھے ہو کہ مجھ سا نہیں دلبر کوئی کس طرح حسن میں میرا نہیں ہمسر کوئی
یہ غلط فہمی ہے کیونکہ کرے باد کوئی قدرتِ الہی ہے جانتا ہے ہر کوئی

خاتمہ حسنِ واد کا نہیں کچھ تم پر ہے

ایک سے ایک نالے ہیں حسین بہتر ہے

حسن موت سے جہاں خالی ہو کیا ممکن ہے تو تو کیا تجھے پری زاد سوا ممکن ہے
جانشی عشق کی جہولوں میں یہ کیا ممکن ہے میں ز اور جاسوں کسی کو یہ بھلا ممکن ہے
دل نکاتا ہوں میں اب ایسے کسی گلروے

جہن دہر محط رہے جس کی بوسے
ہوش میں آؤ کہ مر دھیان ہے جولان تیرا ایک مٹی کے یہ پتلے میں سمی بت بخدا
ہنیں ان خانہ بردارند دل سے ملنا اچھا دور اس قوم فسو نگر سے ہے لازم رہنا

مل نہ توان سے کہا مان لے ناداں باز آ
باز آ ان کی ملاقات سے جولان باز آ (شعلہ جوالہ)
وحید الہ آبادی شاگرد آتش لکھنوی

وحید الہ آبادی ہمنشی وحید الدین احمد ۱۸۲۰ء - ۱۸۹۲ء خلع

مولوی امیر الدین -
منہ کلام : عجب ہمار کا عالم نظر سے گزرا ہے
میں نے جب ولوی غربت میں قدم رکھا تھا
کچھ کہنے اس نے پھر مجھے دیوار کر دیا
ہمیشہ تازہ رہے بوستاں خیالوں کا
دور تک یاد وطن آئی تھی سمجھانے کو
اتنی سی بات تھی جسے انداز کر دیا
(نگار دسمبر ۱۹۶۳ء)

تلامذہ وحید الہ آبادی
۱۔ اکبر الہ آبادی ۱۸۴۹ء - ۱۹۳۱ء
۲۔ اکبر دانا پوری شاہ محمد اکبر دانا پوری ۱۸۴۶ء - ۱۹۱۰ء
۳۔ ۱۸۶۱ء - ۱۸۶۶ء
۴۔ ۱۸۶۶ء - ۱۸۶۶ء

کبر الہ آبادی شاگرد وحید الہ آبادی

کبر سید اکبر حسین الہ آبادی ۱۸۴۶ء - ۱۹۳۱ء آپ تعمیر طنز کے امام تھے۔

نورِ کلام = نورِ عرفان عقل کے پردے میں بندیا ہو گیا
 فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
 ہوش میں آنا حجابِ روئے حاکماں ہو گیا
 ڈور کو سلجھا رہا ہے پر سر اٹکتا نہیں

تلامذہ کبر الہ آبادی شاگرد وحید الہ آبادی

۱۔ قمر ہنسی قمر الدین صدیقی فرشتوری بدایونی ۱۸۸۵ء - ۱۹۶۰ء خلف فیاض

الدین ابن مولوی عزیز الدین صادق بولس نرم اکبر مطبوعہ

تاریخ نرم اکبر از عیش بدایونی -

مطلوب ملک کو تھی جو سیرت منور
 تاریخ بھی چمکتی اے عیش ہاتھ آئی
 لکھی قمر نے کسی بے مثل اور بہتر
 روشن کیا قمر نے نامِ جنابِ اکبر

۱۳۵۷ (۱۹۳۸ء)

نورِ کلام = اس دوادگر سے اچھا چارہ کر کیا فائدہ

تلاش میں ہیں گرینل حیات کے زرات

حال دل ان سے کوئی کہتا مگر کیا فائدہ
 کہاں سے آئے کہاں جاتے خدا معلوم

(میلزن اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء)

حاتم شیخ علی حاتم صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۴۱ء بن تقی حسن بن تقی

الدین بن فرید الدین بن کریم الدین بن محمد صالح بن محمد حیات بن محمد تقی برادرِ جلیس بدایونی

جس موت سے جہاں خالی ہو کیا ممکن ہے تو تو کیا تجھے پری زاد سوا ممکن ہے
چاشنی عشق کی بھولوں میں یہ کیا ممکن ہے میں نہ اور چاہوں کسی کو یہ بھلا ممکن ہے
دل نکاتا ہوں میں اب ایسے کی گلوے

جبیں دہر مہطر ہے جس کی بوسے
ہوش میں آؤ کہ ہر دھیان ہے جولاں تیرا ایک مٹی کے یہ پتلے ہیں سبھی بت بخدا
نہیں ان خانہ بر انداز دل سے ملنا اچھا دور اس قوم فسوں گر سے ہے لازم رہنا
مل نہ تو ان سے کہا مان لے ناداں باز آ
باز آ ان کی ملاقات سے جولاں باز آ (شعلہ جوالہ)
وحید الہ آبادی شاگرد آتش لکھنوی

وحید الہ آبادی ہمنشی وحید الدین احمد ۱۸۲۰ء - ۱۸۹۲ء خلف

مولوی امیر الدین -
منزل کلام: عجب بہار کا عالم نظر سے گزرا ہے
ہمیشہ تازہ رہے بوستان خیالوں کا
میں نے جب دلی غمت میں قدم رکھا تھا
دور تک یاد وطن آئی تھی سمجھانے کو
کچھ کہے اس نے پھر مجھے دلیرا کر دیا
اتنی سی بات تھی جسے اندازہ کر دیا
(نگار دسمبر ۱۹۶۳ء)

تلامذہ وحید الہ آبادی

۱۔ اکبر الہ آبادی: ۱۸۴۹ء - ۱۹۲۱ء
۲۔ اکبر دانا پوری: شاہ محمد اکبر دانا پوری
۱۸۴۶ء - ۱۹۱۰ء
۱۸۶۱ء - ۱۹۲۱ء
۲۹۷

اکبر الہ آبادی شاگرد وحید الہ آبادی

اکبر سید اکبر حسین الہ آبادی ۱۸۴۶ء - ۱۹۳۱ء آپ تعمیر طنر کے امام تھے

دوبہ کلام = نور عرفان عقل کے پردے میں پندار ہو گیا
طنقی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ہوش نہ آنا جوابِ دروئے حاماں ہو گیا
دور کو سلجھا رہا ہے پر سرا ملتا نہیں

تلامذہ اکبر الہ آبادی شاگرد وحید الہ آبادی

۱۔ قمر منشی قمر الدین صدیقی فرشتوری بدایونی ۱۸۸۵ء - ۱۹۶۰ء خلف ضیاء

الدین ابن مولوی عزیز الدین صادق بولک نرم اکبر مطبوعہ

تاریخ نرم اکبر از عیش بدایونی -

مطلوب ملک کو تھی جو سیرت بنور
تاریخ بھی چمکتی اے عیش ہاتھ آئی
لکھی قمر نے کیسی بے مثل اور بہتر
روشن کیا قمر نے نام جناب اکبر

۱۳۵۷ (۱۹۳۸ء)

نور کلام = اس دو دندر سے اچھے چارہ گر کیا فائدہ

تلاش میں ہیں گرینل حیات کے ذرات

حال دل ان سے کوئی کہتا کر کیا فائدہ
کہاں سے آئے کہاں جا تے خدا معلوم

(میلبرن اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء)

حاتم شیخ علی حاتم صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۴۱ء بن تقی حسن بن تقی

الدین بن فرید الدین بن کریم الدین بن محمد صالح بن محمد حیات بن محمد تقی برادر مجلس بدایونی

آپ شاعری میں حضرت اکبرؒ ۱۸۲۶ء کے شاگرد رشید اور طنزیہ شاعری میں ان کے کامیاب مقلد تھے۔ ان کا کلام محفوظ نہ رہا اس لیے اہل ادب کو ان کے جوہر طبع کا اندازہ نہ ہو سکا وہ بدایوں کی کچھ مقامی شخصیات سے متعلق طنزیہ اور مزاحیہ قطعات کہتے تھے ہوفان ترقی کے نام سے ان کے کچھ قطعات نسائی پریس بدایوں سے شائع ہو چکے ہیں وہ جس شخص کے متعلق قطعہ کہتے تھے سب سے پہلے اس کو سنا کر داد و فن وصول کر لیتے تھے۔ بدایوں کے ایک صاحب کو انہوں نے اپنا مستقل موضوع بنالیا تھا۔ اکثر قطعات میں ان کی کمزوریوں پر طنز کرتے اور لطافت کے ساتھ وہ منہ بول پیدا کرتے کہ داد دے بغیر نہ بنے ایک بار وہی صاحب بیمار پڑے۔ بخار آیا تھا آدمی حکام پرست تھے حکومت سے خطابات بھی پا چکے تھے جوائنٹ ججنریٹ (جنٹ صاحب) رسماً ان کے عیادت کو آئے وہ صاحب ہر شخص سے اس بات کا ذکر فرمایا کرتے تھے حاتم صاحب نے فرمایا اسے

خوشی ہوئی ترقی عزت و توقیر ہوئی بدایوں سے بری تک مہاراناں مروتا
بخار آیا تو تم کو جنبہ صاحب دیکھنے پائے کشتہ دیکھنے آتا اگر سر سام ہو جاتا

ایک صاحب نے نظر کی کمزوری کی وجہ سے عینک استعمال کی تو حاتم صاحب نے فرمایا اسے
اسد جھنجھ چشم نے محذور کر دیا نظریں بھی تھک کے رہ گئیں طول کی راہ میں
مر نظر جنب کو عینک کا شغل ہے جیسا کھیاں لگا ئیں پس پائے نگاہ میں

۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۲ء تک کا زمانہ حاتم صاحب کی ظریفانہ شاعری کی مواعج ہے اس زمانے میں بدایوں کی شاید ہی کوئی شخصیت ان کے طنزیہ نشانے سے بچی ہو۔ آج ہنرمیں کوئی معمولی سا واقعہ ہوا دوسرے دن ان کا قطو لوگوں کی زبان پر ہے وہ کبھی در پردہ اور کبھی منظر عام پر کہتے تھے اور اس صنف کے مانے ہوئے مرد میدان تھے ان کی شوخی تخیل اور ہنر کا

اسے شاید ہی بدایوں کی کوئی درخویرا مہنتی بھی ہو۔
 حاتم صاحب کے اصلاحی قطعات موسوم بہ طوفانِ ترقی کی قسط اول نظامی پریس
 یوں نے ۱۹۳۷ء میں شائع کی تھی۔ اسکی ابتدا میں چند سطور مصنف نے بطور عرضِ حال
 ہی ہیں اسی میں وہ کہتے ہیں۔

ان نظموں سے نہ کسی فرقے یا قوم کی تذلیل و تحقیر کا خیال ہے اور نہ انکی ملکی یا قومی رسم
 و رواج پر اعتراض بلکہ صرف مسلم قوم کی اصلاح کے متعلق شرعی نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے امید
 ہے کہ دلدادگانِ نبیہ جدید اور دارفہمکان پر وہ شکنی ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنی
 رسم و قوم کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ میں نے اپنے خیالات اور دلی جذبات کو
 عامائے شاعری کے ماتحت نہیں بلکہ نظم کی ہر گری کشش اور جاز بیت کو دیکھتے ہوئے
 یہ کیا ہے۔

مصنف نے کتاب کو اپنے نبیرہ عزیز ترین لختِ جگر علی حاکم بن علی ناظم سلمہ
 کے نام سے موسوم کیا ہے اور ان کی عمر و علم و ادب کی روز افزاں ترقی کی دعا کے ساتھ
 اقصیٰ دعا بھی کی ہے کہ وہ شرعی اصول اور خاندانی رسم و رواج کو استقلال اور مستدی کے
 اٹھ لٹھب اعلیٰ بنائیں۔ پہلے قطع میں ان سے اس طرح خطاب کیا ہے۔

حاکم مری خلوقِ دد عالم سے دعا ہے تم علم کے گلشن میں پھلو عیش میں پھولو
 لیکن یہ سخنِ حضرتِ اکبر کا رہے یاد اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو
 اپنے نسب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

راوی کا غلام ہوں کیا کہم ہے شرف سید بنوں یہ باب یہ جرات نہیں مجھے
 صدیق میرے مورث اعلیٰ کا ہے خطاب کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

دیکھ قطعاً ملاحظہ ہوں

اجباب فراموشی :

پرانے دوستوں کو چھوڑ بیٹھے
عجب کچھ ان کی حالت ہو گئی ہے
کوئیس کا نمونہ بن رہے ہیں
میں اجباب ہیں دنیا نئی ہے

رہنماؤں کی عوام سے بے تعلقی

واسطہ کیا عوام سے ان کو
آج کل ہاؤس آف لارڈ میں ہیں
بچپنا ہے سرشت میں داخل
بھائی صاحب ٹھہرو وارڈ میں ہیں

یونیورسٹی بورڈ ریڈیوں کی بد امنستانی

مور و نام پر پبلک کا سرمایہ فنا ہو گا
نہ کچھ تعلیم ہی دیں گے نہ ٹیڑھوں کو سہارا
مارے مجھ پر بورڈ بھائی کی لائٹ میں
کبھی مونچھوں کو تانیں گے کبھی داڑھی سنواریں گے

اقتربا دشمنی :

مسالم جو عزیزوں پر کئے ہیں
میں گے حشر میں ان کو نتیجے
ہاتھ میں بھائی کے ہو گا
تہمیں پیٹے ہوئے بوئیں بھتیجے

سرکاری خطاب :

تعداد یہ تھا دے جائے اعزازی خطا
شکل و صورت دیکھ کر علم و لیاقت دیکھ کر
کے اسے
خطاب

قومی خطاب

خانہ زاد بے حیائی بند بے غفرتی
عامل بارِ ملامت بواہوسِ ذلت ماب
بے وفانا اہل بدیں خود غرض بے اعتبار
قوم کی جانب سے انکومل گئے لانے خطاب

بے اعتبار لیڈر

ایک کے ساتھ تاج میں کل دوسرے کیساتھ ہیں
پیروی گردشِ اظلاک ہے انکا شمار
ایک ہی وقت میں جا کر مٹی کا یا پلٹ
ہم نہ کہتے تھے لیڈر کا نہ کرنا اعتبار

نالائق لیڈر

کسی پہلو انہیں قرار نہیں
پل میں تولد ہیں پل میں ماسٹ ہیں
روزِ بنوئے بے اک نئی اسکم
آپ لیڈر ہیں یا تماشا ہیں

ایضاً

خیالِ عاقبت کچھ سے خوفِ روزِ محشر ہے
نہ یہ غمِ سب کے حامی ہیں نہ یہ ملت کے ساتھی ہیں
مفادِ قوم مرصدے کیا دینا پرتی پر
جو گھر کی فوج کو مار عیدِ پورن کے ساتھی ہیں

چنگی کا ممبر

مسائلِ دین کے لکھنے میں طاقِ نیماں پر
کلامِ پاک احکامِ نبی بستوں کے اندر ہیں
بغل میں مینوں پہاڑ ہیں لیڈر کا پتہ ہے
جناب شیخ صاحب آجکل چنگی کے ممبر ہیں

مخلوط تعلیم

جب اچھلیں گے مشترک تعلیم کے دارالعلوم
گرمی بازارِ حسن و عشق کچھ بڑھنے لگو دو
لفظ و معنی کی طرح بچھڑے سوسل جائیں گے
غنیہ بائے شوق قبل از دقت ہی کھل جائیں گے

بھنگیوں کی ہڑتال

بھنگیوں کی اڑا لگ سے عجب گڑبڑ ہوئی
دیدنی ہے خال اسی مہمانِ بورڈ کی
پیٹ میں پالی ہوا بیت سے ستائے گئے
ہمہروز کے گھر صفائی کیلئے جانے لگے

تہذیبِ جدید

اب جنوں عشق ہے محتاجِ تہذیبِ جدید
قیس سے کہد کہ جنگل چھوڑ کر سب سے تے
فی زمانہ دستِ یماں سے کچھ حاصل نہیں
اب کسی مینڈک میں تو بولی ملی حمل نشین

خاتونِ مہمان

شخصیت جاتی رہی قومی تہذیب گیا
عز کرنے کی جگہ ہے مہربی میں آئی ہے
ہو گیا ٹھنڈا شرافت اور نجابت کا لہو
کسکی بیٹی کسکی پوتی کس گھر ان کی بہو

خواتین کے انتخاب کا امتناع

جانے کس لیڈی پر ہوتا مہر کا ہن سوار
لو مبارک کر دیا پتہ جھاڑ لو کل سیلف نے
جاے اسکی کون سی خدمت گزار نیکو بھی
وہ چن ہی لگی جس میں بہار نیکو بھی

پردہ اور تعلیم نسواں

آپ نے پردہ اٹھایا آپ نے تعلیم دی
بے حیائی اور رسوائی کا باعث کون ہے
اب جو کچھ بدنامیاں ہوں اپنے سر پر لیجئے
آپ مجھ ہیں خود ہی اسکا فیصلہ کر دیجئے

بے پردگی اور مغرب زدگی

اب ہو گیا نظر کے لیے صاف راستہ
بے روک ٹوک آئینے جلوئے نگاہ میں
کانٹے جو سدراہ تھے آخر وہ ہٹ گئے
پردہ اٹھا۔ حجاب گیا۔ بال کٹ گئے

ایضاً

زمانے کی حواشی کی محافظ رسم پردہ ہے
بدلت آفریں ہے جوشش طوفان بے تبری
اگر سپورٹ اسے غیرت اڑے گی دھجیاں ہو کر
نہ موجوں سے الجھنا کتنی بے بادباں ہو کر

تعلیم یورپ

بعض لڑکے جب گئے یورپ میں پڑھنے کیلئے
بے ضرورت اور مستحکم ہو رسم اتحاد
اک نہ اک زہرہ جیہیں کو ساتھ اپنے لے گئے
یہیئے لڑکی کو وہ انگلینڈ میں شادی چلائے

میوزک

تعلیم عام ہو گئی میوزک کی آج کل
گر قدم و منزلت میں ترقی کا ہوا خیال
اب لڑکیوں کو بھاؤ کے سہم سکھائیے
سیکھ کر اپنی بال میں اک دن پنچا بیٹے

موسیقی
۵۵ ناچ گھر

مخلوط تعلیم
مشرق تعلیم کے ہاتھوں سے بن جائینگے
نجد کے بن اندیا کے عرض میں اور طول میں
پہلی وچھون نظر آئینگے ہر اسکول میں

الضأ -
مذہب کی کلیہ میں عیاں پر ہے اتنا خیال
نیکنامی اور بدنامی ہے لنگے ہاتھ میں
صاف کہیں ہم کو فطرہ ہے فقط اس بات کا
کوئی ڈپلومہ بتلائیں ہر مذہب کے ساتھ میں

الضأ -
درس و تدریس کی مذہبیت سے
دلیری کا اہنیں سلیقہ ہے
ماسٹر لوگ وہ بھی سکھلا دیں
کوٹ شیب کا جو کچھ طریقہ ہے

مردوزن

جب میاں خود ہی محرم ہو تو کسی رول کا
اب کھلے بندوں پھر گی پردہ والی ٹکڑی
فارغ البالی کے سوتے بوجھ ہلکا ہو گیا
مونچہ شوہر کی منڈی بیگم کی چلی لڑکی

الضأ -
دوسرے مرغ پر چھٹنا ہے
کچھ نہ کچھ تو اسے سمیت ہے
جو ہیں بیگم کے دوست کے ہمدرد
مرغ ان سے مراغیت ہے

انگریزی ادب معاشرت :

اسے مواز الداس تہذیب کی تقلید نے
آدمیت سے بھی سیکھنا نہ بنایا آپ کو
قلہ و کمر کی تدر و نزالت جاتی رہی
اب ڈیر فادر دکھا جانا ہے خط میں باپ کو

انگریزی آداب معاشرت

موتراشی کی ہوا میں زلف دکا لے اڑے،
موتراشی کی ہوا میں شرم دھیاٹنے کو ہے
تم سمجھتے ہیں یہ نیشنلنگ جو دکھائے گا
دیکھ لینا ایک دن بلیک کاسٹر منڈ جائے گا

ایسا
کیسا حجاب کبھی حیا ادا کہاں کی شرم
چوٹی کا بار نیشنلنگ موز کے سر گیا
یہ سب وبال جاں میں اینیں اب ستائے
اک نہ رہ گئی ہے اسے بھی کٹائے

مخلوط تعلیم

مشترک تعلیم میں استاد ہوں اس قسم کے
مدرسوں کو مرد دہلے، مرد لڑکا کو عورت چاہیے
جو کہ اپنی شخصیت سے بھی کریں کچھ لیرس
ماسٹر ان کو پڑھائے اور ان کو مسٹر لیرس

حضرت اکبر دانا پوری شاگرد و حیدر آبادی

اکبر، حضرت شاہ محمد اکبر ابو العلانی دانا پوری متیم ۸۴۶ھ ۱۹۱۰ء خلف
شاہ سید محمد سجاد بن شاہ تراب الحق بن شاہ طیب اللہ بن شاہ محمد قاسم معنف رسالہ نجات قاسم
جناب اکبر کی تعانیف ہمیں دیوان تجلیات عشق، جذبات اکبر، نیشوی روح، اشرف
التواریخ چار جلد، مولد غریب، رسالہ غفر طریقت، رسالہ غریب نواز سرمد بنیانی، مولد فاطمی
چراغ کعبہ۔

نہ کہلام عشق کا کرتے نہیں عشاق علاج
جانا ہوں تھی رستہ سرتک ملکہ عدم میں
اے دل زار بھی درد ہے دریاں تیرا
ہے کوئی جو کچھ بات دے دے قلمان کفن میں
(مسلم شراے بہار)

تلامذہ اکبر دانا پوری

نثار: مولوی سید نثار علی نیو تنوی ثم اُداوی م ۱۹۲۱ء خلف سید مشتاق
 علی شاگرد حضرت اکبر دانا پوری و مرزا حامد علی بہتر اکبر آبادی
 نو کلام: تثنیہ ہے نفقہ تماشائے دیوانے کا
 پردہ اٹھتا ہے زکریا ہے صنم خانے کا
 بے نیازی تری جو چاہے بنا دے صیکو
 درہ ممکن نہیں بندے کا خدا ہو جانا
 (شاعر اگرہ اگست ۱۹۴۹ء)

تلامذہ نثار اُداوی

دانا: منشی بابورام بدایونی

نہ کلام: جہی کوئی تھی اس چرخِ جناح سے سہری دانا
 تمنائے دل نصیر نہیں نکلی نہیں نکلی
 (مشاعرہ اُداوہ اگست ۱۹۲۳ء)

میر خلیق لکھنوی شاگرد شیخ مصطفیٰ امروہوی

میر متجسس خلیق لکھنوی ۱۸۴۵ء کو ان کے والد میر حسن دہلوی ثم لکھنوی

۱۸۸۵ء مصنف مشنوی سحر البیان نے شیخ مصطفیٰ کا شاگرد کر دیا تھا ان کا رنگِ کلام یہ ہے۔
 نو کلام: رنگِ آئینہ ہے اس رنگِ قمر کا پہلو
 صاف ادھر نظر آتا ہے ادھر کا پہلو
 میر انیس: میر خلیق کے شاگرد ان کے خلف الرشید میر سید علی انیس لکھنوی ۱۸۴۴ء
 تھے جو اپنے مرثیوں کی وجہ سے اردو ادب میں زندہ جاوید ہیں۔

نو کلام: رنجِ دنیا سے کبھی چشمِ اپنی نہ رکھتے نہیں
 جز عزمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہیں
 در پہ شاہوں کے نہیں جاتے قیصر اللہ کے
 سوچاں رکھتے ہیں سب ہم داں قدم رکھتے نہیں

برہمی ہر وقت زمانے کا سر سجتے ہیں حاسد جو برا کہتے ہیں چپ رہتے ہیں
جو یکم میں وہ بول کو بھی کہتے ہیں نیک جو بد میں وہ نیکوں کو برا کہتے ہیں
غیر نفیس میر انیس کے شاگردان کے خلف الرشید میر خورشید علی نفیس
تلاذہ میر سید ۱۸۱۶ء - ۱۹۰۱ء تھے۔

نور کلام، عربی اور خاتونِ زمیں ہے اب تک ناموس پر ایزادِ محن ہے اب تک
چہلمی کے دن خاک اڑاؤ یا رو بشیر کی لاش بے کفن ہے اب تک

تلاذہ میر نفیس لکھنوی ۱۔ سید، چودھری سعید الدین ۱۸۶۶ء - ۱۹۲۶ء

رئیس اعظم کٹر ضلع بدایوں خلف چودھری افضل حسین۔ آپ غزل گوئی میں حضرت مذاق بدایولی
۱۸۹۵ء اور حضرت ضیا بدایونی م ۱۸۹۱ء کے اور مرثیہ میں حضرت نفیس بدایولی کے شاگرد
تھے آپ کا ذکر حضرت مذاق بدایونی کے تلاذہ میں ہوگا۔

۲۔ ضیا مولوی راشد علی ۱۸۴۵ء - ۱۸۹۱ء خلف شیخ اشرف

علی نفیس بدایونی م ۱۸۵۵ء محلہ تاحی ٹولہ بدایوں میں مکان تھا شاہ جہانپور میں دکانت کرتے تھے
صاحب تصانیف کثیر تھے۔ غزل میں مینر شکوہ آبادی اور مرثیہ میں میر نفیس لکھنوی کے شاگرد
تھے۔ دیکھئے صفحہ ۳۱۵

ناسخ لکھنوی م ۱۸۵۰ء شاگرد شیخ مصطفیٰ ۱۸۲۵ء، شیخ امام بخش ناسخ

۱۸۹۴ء - ۱۸۳۸ء خلف شیخ خدا بخش سوداگر لاہوری۔ خواجہ عبدالروف عشرت لکھنوی نے
۱۲۰۱ - ۱۲۵۲

اپنے تذکرہ آب بقا میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

”سیاہ نام۔ قرب بدن، سر منڈا ہوا۔ ڈاڑھی خش خشی۔ بانگوں میں مشہور تھے
مرزا محمد تقی ہوٹن رئیس فیض آباد کے ساتھ لکھنؤ آئے۔ سب سے پہلے میر صاحب کی خدمت
میں اصلاح کے لیے غزل لے کر گئے انہوں نے بے توجہی کی اور اصلاح دینے سے انکار کر دیا
پھر مصحفی اور محمد عسی تنہا سے اصلاح لی زندگی بھر شادی نہ کی۔ مصحفی نے ایک مرتبہ ان کی غزل
اپنے شاگرد سیاب کو اصلاح کے لیے دیدی اس روز سے خفا ہو گئے اور اصلاح ترک کر دی
ناسخ کی تحقیق زبان حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی اصلاح دینے کا اچھا مادہ پیدا کر لیا تھا اس
لیے امر اور نوا کا رجوع زیادہ تھا۔ نواب محمد الدولہ ان کے شاگرد تھے۔ شاگردانِ آتش دم کنا
بھیساکہتے تھے۔ راجہ چند لال نے ایک مرتبہ بارہ ہزار اور دوسری مرتبہ بیڑہ ہزار روپیہ بھیج کر
حیدر آباد آنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ دو دیوان موجود ہیں مثنوی
نایاب ہے مولود شریف منظوم مطبوعہ موجود ہے ناسخ نے کسی رئیس کے لیے قصیدہ نہیں کہا اور
ہمجر سے ہمیشہ گریز کیا۔

پیشتر نشہ ایجاد سے بے ہوش ہوں میں	خم گردوں بھی نہ تھا جب کے کہنوش ہو میں
خون نہ جب تک ہو جگر اور زول ہو تر درد	اشک میں رنگ نہیں آہ میں تاثیر نہیں
شکل اسکی تصور نے کھینچی دری دل پر	لقاش اسے کہتے ہیں تصویر اسے کہتے ہیں
ہیں اشک مری چشم میں ملزم سے زیادہ	ہیں دانع مرے سے میں انجم سے زیادہ
خالی نالے سے نہیں میں غم جاں میں کبھی	کبھی زانو پہ مرا سر ہے گیریاں میں کبھی
اک عمر سے ہوں بادیہ پماتے بے خودی	مدت ہوئی ہے کچھ ہیں اپنی خبر مجھے

تلمذہ ناسخ لکھنوی (۱۱) برق لکھنوی (۱۲) شک لکھنوی (۱۳) مہر کبر آبادی (۱۴) ہفتا لکھنوی

برق لکھنوی شاگرد ناسخ : فتح الدولہ مرزا محمد رضا برق لکھنوی م ۱۸۵۴ء

خلف مرزا کاظم علی - آخری نواب ادوہ واجد علی شاہ کے مہاجب اور استاد تھے مملکت میں بہ حالت جلاوطنی ان کے ساتھ رہے وہیں وفات پائی اس امر کی طرف مندرجہ ذیل شومیں اشارہ کیا ہے ۔ برق جو کہتے تھے آرزو ہی کر کے اٹھے

جان دیا آپ کے دروازے سے مر کے اٹھے

ضخم دیوال کے علاوہ ایک شہر آشوب آپ سے یادگار ہے ۔

نور کلام اذان دی کعبے میں ناقوس دیر میں بھونکا
کہاں کہاں تر عاشق تجھے یکار آیا
لاکھ لغت ہے جو بے رنج ملے ناز جوں
پانی پی لینگے اگر بادۂ انگور ہیں
بتوں سے جلوہ حق کا ظہور ہوتا ہے
عجب خاک کے پتلے میں نور ہوتا ہے
گرفتار سے آشنا ہوتا
جامِ جم کا سہ گدا ہوتا

جلال لکھنوی تلمذہ برق لکھنوی حکیم خاں علی جلال لکھنوی ۱۸۲۵ء - ۱۹۰۹ء

خلف حکیم اصغر علی داستان گو ملازم رام پور حلف حکیم حسن علی خاں شاگرد حکیم ثنائی خاں تیس سال سے زیادہ ۱۸۵۵ء - ۱۸۸۴ء دربار رام سے وابستہ رہے آپ اسٹم سمی تھے ۔ درویش کی طبیعت تھی فن شکر کے محقق و مجتہد تھے جملہ اصناف سخن پر قادر تھے چار دیوالوں کے علاوہ کئی کتابیں دستور الفصاحت ، افادۂ تاریخ مفید الشرا ، منتخب القواعد - سرایہ زبان اردو ان سے یادگار ہیں ۔

نویزہ کلام کہیکے جھوٹے ہوئے کچھ بات بنائی نہ گئی
دل کی چوٹ اٹکو کس طرح دکھائی نہ گئی
کیا تم سے کہیں کہ تم پہ مر کے
کیا لطف ملا ہے زندگی کا
حشر میں چھب نہ سکا حشر دیدار کا راز
آنکھ کم بخت سے پہچان گئے تم جھکو
خبر یوں کے بگڑنے میں بھی لاکھ بناؤ
کہیں جھوٹ کی کوئی بات بری ہوتی ہے
ہم نے مانا مرے والوں کو قضا آتی نہیں
کیا تمہیں بھی جان لینے کی لڑائی نہیں
تلامذہ جلال لکھنوی شاگرد برحق لکھنوی ۔

۱۔ راغب المولوی یعقوب بخش حدیثی مثنوی بدایونی ۱۸۸۸ء ۱۹۲۸ء

خلف مولوی غوث بخش ابن محمود بخش ابن سلطان بخش ابن محمد سکرام برادر شیخ اکرام اللہ مختار
بدایونی۔ آپ عربی و فارسی، فقہ و حدیث، فلسفہ و علم کلام، منطق، اقلیدس ہیئت، نجوم، بزل اور
طب میں کمال رکھتے تھے۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری عثمانی بدایونی اور مولانا صاحب احمد
صاحب قادری بدایونی کے تلمیذ رشید تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ رہا۔ آخر عمر میں مسلم یونیورسٹی
میں لکچرر ہو گئے وہیں انتقال ہوا۔ بخش بدایوں لاکر درگاہ قادریہ میں دفن کی گئی۔
نویزہ کلام، نری صورت سے ظاہر یہ ترے صالح جلوہ ہے
کہ حسن نے تجھ کو دیکھا ہے خدا کو اس نے دیکھا ہے
میں اور تاب دید تمہارے جمال کی
روکیں ہجوم دید نے راہیں خیال کی
دیکھا تو کچھ سمجھ نہ سکے ذطر شوق سے
دل لگیا تھا ناز و ادا کے جواب پر
اب اسکو ساقیِ فیاض کیا کرے
وہ چاہتے ہیں نام رہے اس فیر کا
ہاں دیکھنا نظر مرے غجز خیال کی
روکیں ہجوم دید نے راہیں خیال کی
ورنہ ہم اور اٹھائیں یہ زلت سوال کی
مٹی بھی تشنہ ہے مرے جام سوال کی
بھرائی نقدِ شوق سے جھولی سوال کی

نہایت سیر و ہم ہے تو روز اس کی یاد
 پابند ہی نہیں کسی فکر و خیال کی
 رابطہ ہی ہے لیکن غالب کا اتباع
 پیچھے فرازِ عرش بلند ی خیال کی
 اب حشر تک بہا رہتا ہے اور ہم
 آنکھیں ہوئی یہ بند ریخ یار دیکھ کر
 کام دشوار بہت تھا مگر آساں نکلا
 جان یوں نکلی کہ جیسے کئی آراں نکلا
 دل نشین ہے عالمِ ذوقِ ایری کا خیال
 اب دل میا د اپنا آشاں ہوا مٹے گا

خم خانہ جاوید جلد سوم ص ۳۹۹ و رسالہ تمدن دہلی مارچ ۱۹۲۲ء

۲۔ یاس سید ذاکر حسین لکھنوی - آپ کے شاگرد عبد المجی شید

بدایونی تھے جنہوں نے جناب دولہا بدایونی و جناب مضطر خیر آبادی سے بھی استفادہ کیا تھا
 ان کا ذکر سلیمہ عنوان سے ہوگا۔

۳۔ تسکین ہمنشی کا لکاپر شاد بدایونی

۴۔ حفظ ہمنشی حفظ الکریم بدایونی

۵۔ آرزو سید انور حسین لکھنوی، خلف سید ذاکر حسین یاس

لکھنوی۔ باپ بیٹے دونوں حضرت جلال کے شاگرد تھے۔

نہایت کلام دلِ ناکام تمنائیں تمنا کیسی اور اگر ہوگی تو مرنے کے سوایا ہوگی

تلامذہ حضرت آرزو لکھنوی: رضا سید آل رضا لکھنوی،

تو اپنا محض اعظم ہے قادرِ اعظم
 ترا خیال ترا پسِ منم کبھی نہ مٹے
 ہوائیں خالہ طاقی ہیں اور اڑائیں گی
 خدا کرے ترا نقشِ قدم کبھی نہ مٹے

نہایت کلام
 اعجازِ کلام
 عظمیٰ اعظم

تلامذہ حضرت رضا لکھنوی : اثر منشئی تہور حسین بدایونی ۱۹۰۵ء-۱۹۸۱ء

نہوئے کلام دورِ عشرتِ جلو کہتے ہیں الم کا نام ہے
نظمِ دالِ دمِ مائے کا سیرِ میرے سر پہ تھارے کل کی بات ہے
کی یادیں کھیل سے یاد سے گھر میں جیتا تھا میں
کیا خبر تھی آئے کا ایسا بھی اک دن انقلاب
اے میری ماں میری مونس اے مری ہمدرد
روٹھتا تھا میں تو بھروسہ تو مانی تھی مجھے
اب کہ تو روٹھی ہے مجھ کو امانے کیلئے
دل گر گیا اب تجھے واپس دلا سکتا نہیں
ہے ہی صورتِ یوں ہی تخمِ محبتِ بوونگا
(مختصر عالم ۱۶ اگست ۱۹۳۶ء)

سلامِ فارسی اسیرِ رنج و غم را اثر سلام علیک
برائے امتِ جدِ کرد رہنمائی ہا
حضورِ وسطِ نبیؐ اسٹوچو خمیر تسلیم
شہیدِ غنیمتِ دین را اثر سلام علیک
اسیرِ طوق و رسن را اثر سلام علیک
رسید شاہِ زمن را اثر سلام علیک
(مختصر عالم ۸ دسمبر ۱۹۲۵ء)

رشتہ لکھنوی شاگردِ ناسخ لکھنوی : میر علی اوسط لکھنوی ۱۸۰۰ء-۱۸۶۷ء
۱۲۱۲ھ ۱۲۲۲ھ

شاگردِ رشید ناسخ لکھنوی دو دیوانِ نظمِ مبارک (۱۸۳۸ء-۱۲۵۳ھ) اور نظمِ گرامی ۱۸۴۸ء-۱۲۶۳ھ سے
یادگار ہیں۔

نمونہ کلام

میرے گلے پڑ گئی کیوں زندگی
مر کے جھٹا میں مرضِ عشق سے
دیکھئے اللہ کی یہ قدر تیں
قیس کو تھا حجاب ہم نہ ہوئے
سنا رہا ہوں نیکرین کو فسانہ ہجر
مے خارِ دنیا میں ہے افراطِ عجز
خضر و الیاس ہوئے زندہ جاوید تو کیا
ہزار بار دعا دی ہے جھکواے ساقی
کر دیا اک نگہ سے مالا مال
وہ بت جب نہ ہوساری دنیا عبث ہے
ساقی ہمیں منہ نہیں لگاتا
دنیا میں نہ آتے تو جہنم میں نہ جاتے
کیا ہوا کہیے جو اس بت کو خدا
سجدہ شکر جفا پر کرنا
دل نے غارت کر دیا آنکھوں نے رسوا کر دیا
دہوپ سے بھی ہے زیادہ پیرِ مینر
افسارِ ہمرگ سچ ہے اے رشک
ہے جائے عجب لڑہوسی کا طلسمات
اب تو باتیں بھی ہو گئیں موقوف

موت کو حیران ہوں کیا ہو گیا
زہرِ مرے حق میں دوا ہو گیا
سنگ سے بت بہت سے خدا ہو گیا
کہ اٹھا دیتے پردہ محمل کا
سوال لگے جدا ہیں مرے جواب جدا
چھکنے کے لیے گردنِ مینا کو بنا پا
دو اگر شادیں دنیا میں تو ناشاد بہت
خدا کے واسطے دے محکوم لک بارِ ثواب
اسکو کہتے ہیں کیمیا سے نظر
الہی ترے کارخانے سے حاصل
ساعزِ منہ سے لگائیں کیا ہم
دو دن کے لیے آگے گنہگار ہو سائیں
لوگ بندوں کو خدا کہتے ہیں
اسکو ہم لوگ دفا کہتے ہیں
جو عداوت دوستوں میں ہے وہ دشمن ہیں نہیں
سایہِ رامنِ احساں سے ہمیں
باقی قصے کہانیاں ہیں
چھوٹا سا تو میخانہ ہے میخوابت میں
ارنی ہے نہ لن ترانی ہے

زندگی میں عذاب موت میں ربخ
عیش ممکن نہیں ٹھکوجین ہستی میں
کوئی بت کوئی خدا سمجھا تھے
آئیے جب مزاج میں آئے
ہم بادہ خوار جانتے ہیں ایک مسئلہ
ربخ ہستی سے ہموئی قدر اجل
دین منت برقی بلا ہوں
خاک میں سوچتے ہی بات زلوچھی انیس
عاشق کامل ہوں ناکامی سے ٹھکوکام ہے
ہر طرح آدمی کو مشکل ہے
جب بہا آتی ہے نشوونما تر رہتی ہے
عقل ہے حیران کہے کیا تجھے
خانہ دل حضور کا گھر ہے
زاہد جسے حرام کہے وہ حلال ہے
زندگی پر موت کا احسان ہے
کہ یہ سچ مزار یکساں ہے
ایک ہی روز میں یارانِ وطن بھول گئے
درو میں آسودگی ہے ربخ میں آرام ہے

تلاذہ شک لکھنوی شاگرد شیخ ناسخ لکھنوی : کاشف : سید جعفر حسین لکھنوی میقم بریلی

نور کلام وہ بے نیاز ہوا میں نیاز مند ہوا
جمال نور محبت نے وہ ترقی کی
عدم کی چھڑ جلی جائے گی وجود کیساتھ
وہ خود پسند ہوا میں ادا پسند ہوا
کہ درمیان میں سایہ بھی ناپسند ہوا
کہ اس چین میں تلون اسے پسند ہوا
(پیام عاشق فروری ۱۸۸۶ء)

تلاذہ کاشف لکھنوی : شمساد لکھنوی : مولوی عبداللہ انصاری زندگی

علی لکھنوی ۱۸۵۱ء - ۱۹۱۶ء خلف مولوی عبدالرحیم شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء آپ شاعری
میں ۱۱ خواجہ اسد قلن لکھنوی تلمیذ خواجہ وزیر لکھنوی تلمیذ شیخ ناسخ لکھنوی (۲) سید جعفر حسین

کاشف لکھنوی ثم بریلوی شاگرد رشک لکھنوی شاگرد شیخ ناسخ لکھنوی (۳) مولوی عبدالحلیم
اسی غازی پوری شاگرد شاہ غلام اعظم افضل آبادی شاگرد شیخ ناسخ لکھنوی کے شاگرد تھے۔
جناب شمشاد لکھنوی نے کنگ کا لکھنؤ اور مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں علم کی تکمیل کی اور
تاجر مدرسہ مذکور میں فارسی کے مدرسہ اول رہے تین دیوان مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ
یادگار ہیں۔

نزد کلام وہ تھا عزلت گزین خلوتِ دل جسے ہم ڈھونڈ آئے آسمانِ نیک
ازل کی وہ مستی اندک نہ اتری بلائی جو تم نے شرابِ اولِ اول
میں رازِ حسن و عشق سمجھتا رہا ہے تم نے اسی کو رنجشِ پنهان بنا دیا
زندگیِ طلعہ بھی انکی کٹے گی یوں ہی یاں جو روپیٹ کے دنیا میں بسر کرتے ہیں
(ختم خازن جاوید جلد پنجم - یادگارِ فیض)

تلامذہ شمشاد لکھنوی شاگرد قلق لکھنوی و کاشف لکھنوی و اسی غازی پوری

(۱) تسکین ہمنشی رشید احمد بدایونی مقیم کلکتہ - شاگرد شمشاد لکھنوی

دعوتِ مرٹھی آپ کا ذکر شوکتِ میرٹھی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۳۸۲
(تقریر یادگارِ فیض)

(۲) جمیل محمد جمیل الدین بدایونی

میر شکوہ آبادی شاگرد رشک لکھنوی۔

ہمنشی سید اسماعیل حسین شکوہ آبادی ۱۸۳۸ء - ۱۸۸۱ء خلف
۱۲۹۴ھ - ۱۳۴۲ھ

ہمنشی سید احمد حسین شاگرد مرزا رفیع سودا دہلوی - جناب میر محمد اقسام سخن پر قادر تھے تین

دیوان منتخب العالم تنویر اشعار نظم منیر اور دو مثنویاں مروج المصانین اور حجابِ ربانی
کچھ واقعات۔ تو ریفیں اور رسائل آپ سے یادگار ہیں۔ آپ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے
میں انڈیا میں بھیجے گئے وہاں کی تکالیف کا ذکر آپ کے کلام میں جابجا ملتا ہے جس کا تالیف
ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

رباعی غریب میں وطنِ خانہ بدوشوں کو ملا
ذہرِ عزت شکرِ فروشوں کو ملا
جب لختِ جگر کھائے لگی پیاسِ منیر
کالا پانی سفید پوشوں کو ملا
ایک غیرہ قصیدے میں ربائی کی دعا اس طرح کی ہے۔

ہنسیں آماجِ رحم اس پیکرِ مہر و محبت کو
ہماری آہ بھی کیا ہو گئی زاتِ توس ربانی
گذر سیکِ تصور کا وہاں تک نہیں سکتا
ہے بہرہِ حفظ حق کا اور طالع کی نگہبانی
سفارشِ چاہتا ہوں راکیہ دیش پریمبر سے
جانبِ خامس آلِ عبا جو بیہ ربانی
لیٹ کر اپنے نانا کے گلے سے ملے چونکا دیں
سفارشی میری فراموشی کہ ہوشِ گلِ آسانی
آخر دعا قبول ہوئی۔ نواب یوسف علی خاں والی رام پور نے منیر کا یہ شعر سنا۔
میرے مرنے کا کوئی نہیں قدر دان منیر
شرمندہ ہوں میں اپنے کمال کو کسانے
تو انہوں نے جواب میں یہ شوارشاد کیا۔

ناظم منیر آئے یہاں ہم ہیں قدر داں
شرمندہ کیوں ہے اپنے کمال کو کسانے
جب نواب صاحب کو معلوم ہوا کہ منیر انڈیا میں قید میں تو انہوں نے حکام
سے ان کی رہائی کی سفارش کی اور منیر انڈیا سے آزاد ہوئے راستے میں نواب صاحب کے
شعبہ اس طرح تفصیل کی۔

چل اے منیر قبلہ عالم میں قدر داں
میرے خدا حضورِ معظم میں قدر داں
وہ کہتے ہیں جو آج مسلم ہیں قدر داں
ناظم منیر آئے یہاں ہم ہیں قدر داں
شرمندہ کیوں ہے اپنے کمال کو کسانے

نواب یوسف علی خاں کا انتقال ۱۸۶۵ء میں ہو گیا اور مینر ۱۸۶۶ء میں انڈمان سے آزاد ہوئے لکھنؤ میں نواب صاحب کے انتقال کی خبر مینر کو ملی تو انہوں نے یہ ختم کیا کہ آیا مینر جھوٹ کے چبیدے سے یہاں تھا قصداً رام پور کو ہواؤں میں رواں لیکن حضور ہو گئے کراہی سوئے جناب اب کسکے پاس جادوں میں ہے کون قدر دل نادم رہا میں اپنے کمالوں کے سامنے

نواب کلب علی خاں نواب کے زمانے میں آپ کی بڑی قدر افزائی ہوئی۔ تاریخ وفات یہ ہے "انتقال مینر عانی قدر"

نیر کلام کیا ہاتھ مرے پہنچیں گے دامنِ تباہ تک اپنے ہی گریبان سے فہم ہیں ملتی
الذریعہ زورِ قلمِ جاغِ قدرت تصویر مے تصویر کی صورت نہیں ملتی
دل تو پترِ ردہ ہے داغِ غمِ گلشنِ پھول تو کیا آنکھیں روتی ہیں وہاں غمِ خذلان ہو گیا
مینر نے بزرگانِ دین اور روسائے وقت کی مدح میں کافی قصیدے لکھے ہیں ان کے
دھاند سودا و ذوق کے قصیدوں سے بہت اعلیٰ و ارفع ہیں کیونکہ زمانے میں کافی فرق ہے
سودا کے یہاں تخیل کی فراوانی ضرور ہے۔ مگر ناہمواری اور بندش کی سستی پائی جاتی ہے ذوق
کے قصائد میں مینر جیسا زورِ تخیل اور شکوہ بیان نہیں ہے ایک قصیدہ میں جو نواب کلب علی
خاں والی رام پور کی تعریف میں ہے دربارِ رام پور کے محفلِ اہل کمال کا بھی تذکرہ ہے۔
اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

رست ہے برسات کی بہت پیاری موزن جھیلیں ندیاں جاری
بدلیاں چھارہ ہی میں گردوں پر زرد۔ ادوی۔ سنہری۔ رنگاری
کیا ہری دوب جنگلوں میں ہے سبز نخل سے بھی سوا پیاری

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں پروائی
 نغمی نغمی برستی ہیں یونہی
 کہیت دھانوں کے لہلہے شاداب
 سونڈھی سونڈھی زین کی مٹی
 مہندیوں سے ہتھیلیاں گلزار
 پیسے ہیں رنگ رنگ کے جوڑے
 کھجے چاندی کے ریشمی جھولے
 طیلے سازنگیاں ہیں ہم آواز
 ان کی مثنوی عجب زناں اصلاحي مثنوی ہے جو لڑکیوں کی تربیت سے متعلق ہے اس میں کوئی ادبی حسن نہیں ہے۔ یہ خود کہتے ہیں۔

حال جو کچھ سناکبیا موزوں
 نہیں اس میں لطافت مضمون
 سیدھی میٹھی زبان ہے اس میں
 سادہ سادہ بیان ہے اس میں
 لیکن ان کی مثنوی مزاج المضاہیں ایک بے نظیر نظم ہے ان کو اس مثنوی پر
 بیانا زکھا فرماتے ہیں۔

بہت خونِ جگر کھایا ہے میں نے
 کمالِ رزم و بزم ایسا ہے موروں
 اس مثنوی میں تخیل کی ندت۔ تشبیہات و استعارات کی جدت۔ فارسی ترکیب
 کا لطف اور بیاں کا شکوہ بہت کچھ پایا جاتا ہے مناجات کے پند شریہ میں۔
 اداسی کی جگہ دیوار و در میں
 خزانہ مفلسی کا میرے گھر میں

نہیں بھاتی مجھے خلوت کسی کی
ٹھکانا بے دیاری کا ہے مجھ سے
پڑا ہے طالع نا کام سے کام
نہیں ہے آبرو کچھ میری اصلا
نہ عزت ہی نے مورنگ سبھا
مقامی رنگ۔ مشاہدہ فطرت۔ بیان کی صفائی اور روانی جو اس مثنوی میں

ملتی ہے اسکی مثالیں کیا ہیں دریا کے گھاٹ کا منظر ملاحظہ ہو۔

کنا آب ابنوہ حسناں
سہمی تھا لیاں چوکے سے روشن
مہمانی ناریل پھول اور چاول
چڑھاتی ہیں نہانے سے لب آب
فلک پر ڈوبتے دیکھے ستارے
کوئی گوری ہے کوئی سانولی ہے
بھرے مانگوں میں سینہ ورا دھندل
گندھی زلفیں بندھے جوڑے کھیلے بال
نشیلی نکھرے بال نیچی لگا ہیں
نگہ سے سرمہ سار دل پس ڈالیں
ادا ہے بوٹی بوٹی کا پھر کنا
ہستی میں آپ ہی ود لوٹ جانا

ہر اک جانب مجرم مہ جبیناں
بتا سے دہ نلسی دھوپ چندن
گھوری۔ کالے تل سینہ ورا گوگل
جہاں دیکھو وہاں پوجا کے اسباب
لب دریا چمکتے چاند تارے
کہیں جہا کہیں گنگا جلی ہے
گلابی مد بھری آنکھوں میں کاجل
کہیں سمٹا کہیں پھیلا ہوا جال
پھنسا لینے کی بہکانے کی راہیں
بسا رہیں ہنس کو چلنا یہ چالیں
بگڑنا خود بخود رکنا چھوکتا
پھر آب ہی شرم سے گون جھکانا

دم صبح اس غضب کا رنگ دروغن نہ دیکھا باسی پھولوں میں یہ جو بن
 طراوت تھی پسینے سے بدن کی چلی آتی تھی خوشبو بھینے پن کی
 اداسی جاگنے کی چتو نہیں مست کبھی سینہ کبھی چہرہ نہ دست
 کوئی انگڑائی لے کر ٹالتی تھی کوئی سستی کسی پر ڈالتی تھی
تاریخ وفات منیر شکوہ آبادی از بزم اکبر آبادی شاگرد منیر شکوہ آبادی
 مہینہ۔ وقت۔ دن رطلت کا انکی چہارم ماہ صوم اند جہد کی شب
 کبھی یہ عیسوی تاریخ اے بزم چراغ شاعری گل ہو گیا اب

۱۸۸۰

تلامذہ منیر شکوہ آبادی

- ۱۔ بزم اکبر آبادی
- ۲۔ طاہر فرخ آبادی دیکھئے صفحہ ۳۱۲۔
- ۳۔ ضیا بدایونی دیکھئے صفحہ ۳۱۵۔
- ۴۔ نافر سہسوانی دیکھئے صفحہ ۲۵۱۔
- ۵۔ جمیل سہسوانی دیکھئے صفحہ ۳۴۲۔
- ۶۔ محبوب دایونی - دیکھئے صفحہ ۴۴۳۔

بزم اکبر آبادی : مرزا عاشق حسین ۱۸۶۳ء - ۱۹۵۲ء خلف مرزا محمد

عباس علیچ اکبر آبادی خلف مرزا نجف علی بلیغ برادر مرزا فیض مرثیہ گو۔ جناب بزم نے ایک گلدستہ زیب سخن آدرہ سے جاری کیا تھا۔ منیر شکوہ آبادی رشتہ میں آپ کے دادا

تھے آپ دیبا پر رام پور سے وابستہ رہے، عمر کا بڑا حصہ رام پور، بھوپال اور حیدرآباد میں گزارا۔ شکوہ اور جواب شکوہ پر آپ کا مسنن شاہکار ہے۔

نثر کلام آہدیار سے اب جرت واریاں ہٹ جاؤ
میرے دروازے پہ کیوں بھیڑ لگا رکھی ہے
غیر تک پہنچنے کی کیونکر ترقی ملواری کی آنچ
ہم نے یہ آگ کیلجے میں دبا رکھی ہے
چند روزہ زلیلت کی کیا آرزو سے غلام ہے
مرنے والی موت بھی اک زندگی کا نام ہے
تجھی پر کچھ ایسے بت نہیں منحصر
جسے ہم نے چاہا خدا ہو گیا
میں ہوں وہاں نفس صیاد میرا میزبان
اچھا سو حشر میں جو ملے یہ سزا مجھے
اکے عاشق کو نہ محشر سے ڈرا اسے واعظ
بت کہہ سے ابتداء دس غزال کیجئے
صورت نہ لکھا ادا مجھے دیوانہ بنا دے
رہا دھار ضعیف۔ خم خانہ جاوید)

تلامذہ بزم اکبر آبادی، (۱) اظہار۔ سید عبد العلی نقوی مودودی سہسوانی

نثر کلام۔ ہاں خطابت پر سے ہیں گلتا کے لیے کہ چار تنکے اٹھائے تھے آشیانہ کے لیے
ظاہر فرخ آبادی شاگرد منیر شکوہ آبادی۔

ظاہر سید ظاہر علی فرخ آبادی ۱۸۴۰ء - ۱۹۱۲ء خلف سید

اظہار علی اظہار ابن سید منظر علی زار۔

ظاہر فرخ آبادی نے حضرت منیر شکوہ آبادی اور شیخ امداد علی بکر لکھنوی شاگرد ناسخ

لکھنوی اور شیخ اماد حسین صیغہ فرخ آبادی شاگرد بحر لکھنوی سے استفادہ کیا تھا۔

تاریخ وفات طاہر فرخ آبادی از سید جعفر علی جعفر شمس آبادی

صاف دل۔ پاک طبع۔ آل نبیؐ
روز یکشنبہ و سوم شعبان
شاعر خوش خیال پاک شہ
رفتہ طاہر علی بسوئے ارم

۱۳۲۹ (۱۹۱۳ء)

نہ کلام ہماری قبر پر بے وجہ کہ ہے پیرل گرس کا
عاشق ہوئے تو اپنی حقیقت کھلی ہمیں
وہ پیارِ محبت کی عیادت کو نہیں آئے
جن کو دعویٰ میری غم خواری کا تھا
روئیں پیش کیا دلِ مرحوم کو
ہے یہاں کس کو ترپنے کی خوشی
خدا نے دی ہیں آنکھیں ہم کسی کی رات کتے ہیں
پیدا ہوئے تھے غم و حسرت کے واسطے
تماشا دیکھنے آئے ہیں کیونکہ دم نکلتا ہے
آج وہ بھی کہہ گئے ہم کیا کریں
جان کے دشمن سما ماتم کیا کریں
چھوڑنا ہے نشرِ غم کیا کریں

(یا دو گار نیغم یعنی معراجِ پیام یار می شمسہ پیام عاشق اگست ۱۹۰۵ء)

تلامذہ طاہر فرخ آبادی شاگرد میرٹھ کوہ آبادی۔

عطا ہمنشی عطاء اللہ خاں شاہ جہا پوری۔ شاگرد طاہر فرخ آبادی

دکاشف لکھنوی۔ دیکھئے صفحہ ۲۰۳

تلامذہ عطا شاہ جہا پوری شاگرد طاہر فرخ آبادی

سنخا ہمنشی سخاوت حسین شاہ جہا پوری۔ شاگرد عطا شاہ جہا پوری و

طاہر فرخ آبادی و دارغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۲۵۶

تلامذہ سخا شاہ جہا پوری شاگرد عطا شاہ جہا پوری و طاہر فرخ آبادی و دارغ دہلوی

ابر: منتی احمد بخش گنوری بدایونی : شاگرد سخا شاہ جہا پوری

را حسن ماہروی دیکھئے صفحہ ۵۱۷

ضیاء الیونی شاگرد میز شکوہ آبادی

ضیا : مولوی راشد علی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۲۶۱ھ - ۱۳۰۸ھ

خلف مولوی اشرف علی نعفس بدایونی (شاگرد نواب الیونی) ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں شاہ جہا پوری و کالت کرتے تھے۔ علم عروض میر کاظم حسین تمیز لکھنوی شاگرد رشک لکھنوی سے پڑھا۔ غزل گوئی میں حضرت میز شکوہ آبادی اور مرثیہ گوئی میں میر خورشید علی نعفس لکھنوی حلف و شاگرد میر انیس لکھنوی کے شاگرد تھے۔ صاحب تصانیف کیترہ تھے۔

نمونہ کلام مجھ کو تم سے عشقِ خاص اور تم کو سب پر لطفِ عام

ہیں تمہارے واسطے ہوں تم زمانے کے لیے

معالجِ مرضِ دل ہے تلِ ہفتیلی کا

میرے میح کی مٹھی میں ہے دوا میری

پلک جھپکتے ہیں گزرا ہوں اپنی بستی سے

ہں اتنی دیر میں طے کر کے راہِ دور آیا

ریا دگار ضیغ - تجلیاتِ سخن

تلامذہ ضیاء الیونی شاگرد میر شکوہ آبادی

۱۵۴۳

دیکھئے

(۱) افسر: سید تہور حسین نجیب آبادی مقیم بمبئی شاگرد ضیاء الیونی

نہو کلام: دل ہے مری پہلوں کی سیما ہے یا برق
بیٹا ہوں کچھ حال بیان ہو نہیں سکتا
(گلدستہ برق بمبئی جزری ۱۸۸۶ء)

(۲) جلا: منشی احمد علی شاہ جہا پوری تلمیذ ضیاء الیونی بمبئی

نہو کلام

(۳) حسن: منشی محمد حسین شاہ جہا پوری مقیم رائے بریلی ۱۸۹۰ء اور ۱۹۳۲ء

تلمیذ ضیاء الیونی۔ دیکھئے ۲۴۶۳

نہو کلام: وہ سیر شام میرے گھر سے چلے
روتے ہیں دونوں وقت مل مل کے

ماہ تاباں ہو یا ہو داغِ جگر
ہم تو عاشق ہیں حسنِ کامل کے
آجاکہیں شتاب کہماند نقشِ پا
نکلتے ہیں تیری راہِ مراد پڑے ہوئے

آپ کے شاگرد منشی احمد حسین ارض شاہ جہا پوری اور سید ابن رضا
مہر اکبر آبادی تھے۔
(یادگارِ صیغہ۔ دامن گلچیں ۱۸۸۶ء)

(۴) سعید: چوہدری محمد سعید الدین ۱۸۲۷ء - ۱۸۹۷ء رئیس اعظم کھیرٹہ

ضلع بدایوں۔ غزل میں جناب ضیاء الیونی اور مذاق بدایونی کے اور مرثیہ میں میر غوث علی

نفس لکھوی خلف و شاگرد میرائیں لکھوی کے شاگرد تھے۔ دیکھئے صفحہ ۶۹۵

(۵) شیخ : مولوی محمود خان بدایونی تلمیذ ضیا بدایونی۔

نور کلام غضب کایل مری چشم اشکباریں ہے بلا کا شور نفس ہائے پرستاریں ہے

(۶) عکس : منشی محمد حیدر خاں شاہ جہاں پوری شاگرد ضیا بدایونی مرکھے ۱۲۰

نور کلام رگ گئی چل کے انکی تیغ لگا د گھٹ گئے بڑھ کے حوصلے دل کے
رد کے آنکھوں میں کیا وہ آئیں نظر سات پر رہے ہیں کلب محل کے
داغ دل بچہ رہے ہیں جل جل کر بھول مر جھارہے ہیں کھل کھل کے

(۷) فروغ : منشی منقاد رضا صدیقی حمیدی بدایونی خلف شائق علی خلف

حکم فخر الدین منصف بن محمد سلیمان بن محمد سبحان بن محمد مصیب ربوہ حکیم قدرت اللہ جد تاضی
نقل الرحمان عدل بدایونی شاگرد سچ مصحفی جناب فروغ کی سکونت نکیہ میں تھی۔
نور کلام اس برے جینے سے عاشق کے تو مرنے اچھا جان کسی کام کی پہلو میں جو دلدار نہ ہو
صنو بدایونی شاگرد میر شکوہ آبادی و ضیا بدایونی۔

ضو منشی افضل علی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۲۱ء خلف

مولوی ہادی علی شاگرد ضیا بدایونی خلف مولوی عظیم الدین ادیب (تلمیذ مذاق بدایونی) ابن
ظہیر الدین ابن قاضی ابواللیث جد امجد نو بدایونی جناب ضو بدایونی غزل میں میر شکوہ آبادی

اور فیہ الیٰویٰ کے اور مرتبہ میں مرزا اوج لکھنوی خلف و شاگرد مرزا دبیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ جناب ضو کو بچپن سے مضمون نگاری اور شاعری کا شوق تھا۔ فارسی اور انگریزی میں بھی مہارت تھی۔ آپ نے ماہنامہ سعید الاخبار کھیتھہ بزرگ ضلع بدایوں سے یکم جنوری ۱۸۷۵ء کو جاری کیا تھا۔ سید الاخبار بدایوں۔ بدایوں گزٹ اور گلدستہ بدایوں بھی جاری کئے تھے جو زیادہ دن نہیں چلے آپ بدایوں سے لکھنؤ چلے گئے۔ وہاں ہر روزہ اخبار نکالا اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آپ کی انتظامی قابلیت اچھی تھی اور آپ نے ہر سوسائٹی کو چمکایا کسی میجر اور کسی کے مہتمم مقرر ہوئے۔ مرزا اوج سے گہرے مراسم تھے اس بنا پر مولانا شبلی کی کتاب ہوازنہ انیس دہریہ کے جواب میں رد الموازنہ لکھی بہیمتہ روسا کی صحبت میں رہے اور اپنی قابلیت کا وہ سے سوز رہے کچھ ریاستوں سے وظیفہ بھی مقرر تھا۔

نور کلام ساتھ میری نشست کے دو آل قدم قابض کیا	عمر رفتہ کو منکر آپ سے آئینے کیا
بڑا احسان ہو گا اے اہل دم بھر بڑھانا	وہ اپنی آنکھ سے بھی دیکھ لیں علق کمر جانا
حینوں کا یہ آل انداز ہے اسکی شکایت کیا	ذرا سی بات ہے اثر ارکنا اور مکر جانا
خویش بہشت میں ہوں تو یہ اور تہ ہے	مستوق اس جہاں میں تو آپ سا نہیں
بہ خود دل کو حسن و قبح ذات کی بڑا نہیں	زبسنہ میں شہرہ ہو بل بعد فنا شیر ہو
یاں تمہارے دم سے رتن ہو گئی دیوانگی	سچ ہے لے ضو تم چراغِ غلابہ بر میر ہو

تاریخ دیوان ضو زراہ بشر کمار دتار مراد آبادی۔

ضو نے تدوین کر کے دیوان کو یہ نظم اردو میں تمغ روشن کی۔

نور کی اے دتار کھتہ تاریخ ہے یہ نکر بلند ضو چمکی

(۱۸۷۹) ۱۲۹۵

(تاریخ ضو جلد سوم، فیضان انیس یادگار صغیم)

تلامذہ جناب ضو بدایونی شاگرد نیر شکوہ آبادی و ضیاء الدیونی

۱۔ پیدہ منشی حسن افضل صدیقی حمیدی بدایونی خلف و شاگرد ضو بدایونی رحمہ اللہ لکھنؤی
و قمر بدایونی۔ آپ کا ذکر جناب قمر بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۲۷۹

۲۔ صبا۔ منشی شیعہ حسین خلف و شاگرد ضو۔ ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں

۳۔ ولایت: سید ولایت علی زیدی الواسطی آلولوی ۱۹۱۸ء
بجلی سی جس طرف کو گری کام کر گئی تم نے نظر کو برقی تجلی بنا دیا دیکھئے صفحہ ۱۳

۴۔ طرب و شہقت: سید شفقت علی بریلوی مقیم پبلی بھت۔ شاگرد ضو

بدایونی و حامد بریلوی و حسن بریلوی۔ آپ کا ذکر جناب نیریلوی کے تلامذہ میں ہو گا۔ دیکھئے صفحہ ۱۱۸

۵۔ زوار: منشی زوار حسین ساکن محلہ بدایوں

۶۔ رند: منشی تجمل حسین بدایونی مقیم کراچی۔

نور کلام: کیا اعتبار زندگی بے ثبات کا لے رند اپنے آپ سے تم کتنے دور ہو

کامل لکھنؤی شاگرد رشک لکھنؤی سید نجم الدین علی میاں کامل لکھنؤی ۱۸۳۶ء تا ۱۹۰۵ء
۱۳۲۲ء تا ۱۳۵۲ء

قرنہ گوئی میں طاق۔ قیصر گوئی میں منفرد اور غزل میں لاجواب تھے پر گوئی کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے
مشکل طرح میں سینکڑوں شو کہتے تھے۔ آپ کا دیوان مولانا حسرت موہانی نے طبع کر دیا تھا۔

نزدِ کلامِ نفس میں کیوں نہ کرد ذکر و ستاں صیاد
تفسیر میں ہوں مقید نہیں بزاں صیاد
سب لیکے سمجھ کے تبرکِ نحر کی خاک
اعمالِ نیکے مری مٹی خراب کی
تاریخ و فاتحہ کامل لکھنوی از سید محمد ہمدانی کمال لکھنوی خلف و شاگرد جلال لکھنوی

ہوئے زلے سے کیا گم علی میاں کامل
بہت تلاش میں انکی نظر سے سرگرداں
کمال سالِ وفاتِ علی میاں کہہ دو
خزاں کا دور سے کیا کمال من علیہما فان

تلامذہ کامل لکھنوی یعنی مولانا سیدی علی نقی زیدی لکھنوی ۱۸۶۲ء تا ۱۹۵۰ء

از ولادت حضرت سید نور الدین مبارک غزنویؒ تصانیف میں تو می نظمیں اور غزلیں اور شہادتِ جگر
نادر عادی ہیں۔ صاحبِ القوم کا خطاب دیا گیا۔ دیوان طبع ہو چکا ہے۔
نور کلام غزل اس کے چھوٹی جگہ سے ساز دینا
ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا
اسلام کی عظمت کو قدرت نے چمک دیا
آسانی پہ بھوے گا جتنا کہ دبا دیں گے
تلامذہ صفی لکھنوی (۱) ادیب۔ منشی عبدالشافع صدیقی متولی بدایونی

حال ساکن کراچی بی اے آنرز ولادت ۱۹۱۹ء
نزدِ کلامِ افراغِ شخصیت نے ہر نفس بدلا مجھے
چشمِ دل کے دیاں آیا نظر پر مجھے
مرے دل کے نعماتِ موزوں ادیب
مغنیِ سِفرت کی آواز ہیں

۲۔ عزیز۔ مرزا محمد باوی لکھنوی ۱۸۸۳ء تا ۱۹۳۵ء عربی و فارسی پر عبور
تھا دیگر تصانیف کے علاوہ قصائدِ عزیز اور دو دیوان گلگدہ اور انجم کردان سے یادگار ہیں۔
نزدِ کلامِ نیتیں میں رہیں آزاد کیونکر
چمن تو خود اسیر رنگ و بو ہے

• بخروج القدس دے کون دا واس نمہ سخی کی
نہ کوئی ہم سخن پیر نہ کوئی ہم زبان میر
دم تلاش رگِ چال سے آتی ہے آواز
کمالِ قرب ہمیشہ حجاب ہوتا ہے

تلامذہ حضرت عزیز لکھنوی ۱۰۱ اثر۔ لواب جعفر علی خاں لکھنوی ۱۸۸۵ء

میر کا کلام اداسی بڑھ گئی پھر بھی گور غزبان کی
ود گذرے مثل یگانہ جو گزرتے ہی اور ہو کر
مشابہتیں کچھ اور پریشاں نظری کا
آئینہ ہے شقائق تری جلوہ گری کا

۲۔ حسرت : منشی اجتہاد الدین صدیقی متولی بدایونی عظیم

برادر زادہ مولوی مجتہد الدین عیش بدایونی۔

تلامذہ حضرت اثر لکھنوی

اداجعفری۔ محمد عزیز جہاں سگم بنت قاضی بدر الحسن صدیقی حمیدی۔

حال ساکن کراچی ولادت ۱۹۲۵ء۔ اہلیہ جناب نواب الحسن جموی افسر علی حکومت پاکستان دہلی
اور تولا بدایونی کے بعد محمد اداجعفری کا نام بدایوں کے لیے سرمایہ افتخار ہے جناب اثر لکھ
کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا انہیں سے حاصل کیا۔

آپ کے کلام کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں (۱) میں ساز ڈھونڈتی رہی مطبوعہ
۱۹۵۰ء (۲) شہرِ رد مطبوعہ ۱۹۶۶ء (۳) غزالاں تم واقف ہو پہلے مجموعہ کلام کا مقدمہ
برصغیر کے ممتاز ادیب قاضی عبدالغفار مراد آبادی مرحوم نے لکھا ہے اس میں وہ فرماتے ہیں
کہ ”جدید ادب اور شعر کے معاروں کی صفحہ اول میں محمد ادب بدایونی کا نام اور کلام نمایاں

ہے۔ انہوں نے جدید ادب کی نمائندگی کی ہے فنی لفظ نظر سے ادا کی شاعری میں اقبال
جگر اور مانی کے اسلوب بیان اور طرز فکر کے علاوہ منظر نگاری اور ترنم کا ایک پہلو
نمایاں ہے۔ ترنم کا تو صرف ایک ہی نمونہ کافی ہے۔

چھلکے چھلکے ساغر چھلکے	ڈھلکے ڈھلکے آسودہ لکے
بوجھل بوجھل بلکے بلکے	دل کے تقاضے اُنکے اشارے
دیکھو سخیل دیکھو سخیل کے	انکی تمنّا انکی محبت
رستے اُنکے رنگ محل کے	کتنے تیرھے کتنے سیدھے

اقبال کے اشعار کے بلکے بلکے نقوش بعض مقامات پر بہت پر کیف ہیں
کم یاب ہیں لیکن وہ جہاں سوز لگا ہیں
تری نگاہ سے روشن ہیں دلوں کے تیز
مجھے نگاہِ خود آشنا سے شکوہ ہے
جگر کے تغزل کا رنگ بھی کہیں کہیں اس طرح بھلکتا ہے۔

رفعتِ حسنِ مردِ عاہ گئی	سامنے بے نقاب بیٹھے ہیں
عشق کی جراتِ نگاہ گئی	اس نے نظریں اٹھا کے دیکھ لیا

چند جوہر بارے فانی کے طرز بیان کی یاد دلاتے ہیں۔ مناظر نگاری کا رنگ
ان سب سے جدا ہے لیکن اس میں بھی کہیں کہیں ایسی بہت ممکن ہے۔

اک پھول چالِ کیفِ بہاراں کہیں جسے	نظمِ تبار کا ہے زیبِ شاخِ حُسنِ گلستاں کہیں جسے
انسا بہ بہار کا عزاں کہیں جسے	پھولِ ابرِ کرم کا قطرہ اولِ گہرِ بکف
وہ چشمِ انتظار کہ حیراں کہیں جسے	یا جستجوئے جلوۂ رنگینِ دوست میں

یا اولیں سرشکِ محبتِ سرِ منزہ
محرورِ نشاط کا پیمال کہیں جسے
جوہر کی کلیاں - جھیل - صبحِ بنارس - بہار کا راگ - اور ایسی متعدد نظموں
میں ادا نے اپنے ساز کے اس تار کو انگلی لگا کر ہے جس سے ایک غمگین نغمہ پیدا ہوتا ہے
یادِ ماضی کے عنوان سے فرماتی ہیں۔

ہاں ابر سیہ انجِ رختِ نہ پہ چھا جا
آنکھوں تلے پھرنے لگے ماضی کے نظارے
تاروں کی طرح میرے لہو میں ہیں روشن
وہ لمحے جو فردوسِ محبت میں گزاریے
کیا یاد انہیں اب نہیں جمنے کے کنارے
تہا کوئی گہ تک سبِ مہتاب گزارے
میرے مہرِ باباں سے ادا کوئی یہ یو چھے
ادا کے کلام میں طنز کی ہلکی سی چاشنی بھی ہے۔

تم تو دفا شناس و محبتِ نواز سو
ہاں میں خطا شعار سہمی بیوفا سہمی
میں محفلِ نشاط میں نغمہ طرازِ شوق
تم زبیر لبِ تبسمِ حسرت نما سہمی
تم کو خیالِ غم سببِ اضطرابِ دل
مجھ کو نہاں دردِ مسرتِ فزا سہمی
میں اشتیاقِ دید و مروت سے بے نیاز
اور تم نگارِ خانہ بہرِ وفا سہمی
منذرِ بے بالا اشعار پر ٹھکر مومن کی غزل تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو اکامزہ آتا ہے
ادا کے کلام کا سب سے اہم پہلو ان کے کلام کا جدید ادب سے ارتباط ہے۔ ان
کے بہاں جہاں یاس اور مایوسی کا کوئی پہلو نظر آتا ہے تو اسکے دوشِ بدوشِ امید اور
ایک بے عجا بہ جذبہ کا دفرِ فنا نظر آتا ہے۔
میں نے کلرین بہاروں کی تمنا کی تھی

مجھے افسردہ دیوالوں کے سوا کچھ نہ ملا
حزینہ سدا، مدِ میرا لاکر سدا (۱۰)

جگمگاتے ہوئے تاروں کی تمنا کی تھیں
میں نے موبوم امیدوں کی پناہیں ڈھونڈیں

شدتِ یاس میں بہم سا اشارہ نہ ملا
ڈنگمگاتے ہوئے قدموں کا سہارا نہ ملا
ہائے کس دشتِ بلا خیز میں راہیں ڈھونڈیں
ظلمتِ دشت میں بھٹکا ہوا راہی بھی نہیں

رات کے سینے میں ارمانِ سحر سو بھی چکا
بیوفا راہوں میں پیمانِ سفر سو بھی چکا
وقت کے ہاتھ میں یادوں کا دیا بھی نہ رہا
ریت کے ماتھے یہ نقشِ کفرِ پا بھی نہ رہا
پھر خود ہی اس ظلم کو یوں توڑتی ہیں ۔
حوصلے اور نئی شمعیں جلائیں گے ابھی

نئے راہی نئی منزلِ نیا سامانِ سفر
نئے ہمعان نئے عزمِ نئی شانِ سفر
ظلم پر دروہ تمناؤں کی شرپائے ہوئے
مراٹھائے ہوئے پھرے ہوئے تھرائے ہوئے
یعنی ہر گام پہ منزل کی قسم کھاتے ہوئے
قافلے اور بھی اس راہ سے آئینگے ابھی

عیدِ نظارہ :

منزدہ نگاہِ شوق کہ عیدِ نظارہ ہے
آمد ہے آج ایک سراپا بہار کی
خوشید کی جہیں سے کرنِ مستار لوں
شبنم سے انگ پائے گہرا بھین لوں
ظلمت میں ہوگا نورِ مہتاب ماہِ نیم ماہ
وہ اوریرے گھر میں ہوں ہماں خوشالغیب
اے اضطرابِ شوق سنبھلنے دے اس قدر
ادرا کے بعد عرض کر دوں حکم جو اگر
اے چشمِ مست تیرا اشارہ جو پاؤں میں

جوشی کی کلیاں

بہارِ خلدِ منظرِ جلوہ گر ہے
سکوتِ شبِ تجرِ آزمائے
پر مہرِ گاہِ ستارے کا پتے ہیں
کتابِ حسن کا عنوانِ رنگیں
یہ کلیاں میں کہ ماضی کی وہ یادیں
یہ جراتِ آزمائے پیہم اشارے

ہلکی کسی کی راگدہریں بچھاؤں میں
کس کس طرح نہ غمکہ اپنا سجاؤں میں
مہتاب سے ہینائے جوان مانگ لادوں میں
غنج کے لبل لب سے شبنم چراؤں میں
بہرِ شاد غرا بخم منکادوں میں
گلہائے اسک سرخ سے دیکھ جلاؤں میں
ہاتھوں پہ رکھ کھل کوپے ندر لادوں میں
رنگین ایک مطلعِ آدا کا سناؤں میں
جو غنچے سو رہے ہیں انہیں بھی دکھاؤں میں

مجموع سبزہ تا حدِ نظر ہے
جمالِ ماہِ کیفیتِ فزا ہے
کہ جو ہی کے سگونے کھلے ہیں
جواں فطرت کا ارمانِ بہار میں
جنہیں ہنگامہ پائے غم بھلا دیں
ہیں کس کے منظرِ رنگیں نظارے

بھیل :

وادی کی گود میں یاں اک بھیل سو رہی ہے
 ہبائے اڑوں کا ساغر چھلک گیا ہے
 کیفِ شراب میں ہے ڈوبا ہوا نظارہ
 تاروں کا عکس دکش ہے سطحِ دریاں پر
 خود چاندنی سمٹ کر آغوش ہو گئی ہے
 چشمِ نگار سے اک آنسو ٹھک گیا ہے
 کھولی ہوئی ہیں نظریں کھو ہوا نظارہ
 افشاں جہی ہوئی ہے پیشانی حیر پر

صبح بنارس :

گھونگھٹا لٹ رہی ہے رُخِ لالہ نام سے
 سرگرمِ عشقِ ناز ہے مشاطہ ہمار
 دامنِ کشاں ہے ساحلِ گنگا کی آبِ رباب
 مٹی بھری ہواؤں کے جھونکے نہ یو چھتے
 شفاف سطحِ آب نہیں دستِ ناز میں
 اسنان کرنے گھاٹیہ آئی ہیں دیویاں
 سایاں کوئے عشقِ تمہیا ہیں سرسبز
 عذرائے صبحِ حسنِ خود آرائے ہوئے
 کیف و نشاط و رنگ کی دنیا لے ہوئے
 طعنانِ بے خوری کا اشارا لے ہوئے
 فطرت ہے آج ساغرِ دینا لے ہوئے
 آئینہ ہے عروسِ نظار لے ہوئے
 آچل کی اوٹ میں رُخِ زیبا لے ہوئے
 ہر ہر قدم پہ دعوتِ سجدہ لے ہوئے

تعمیر نو :

رُخِ گردشِ دہراں کا پلٹ سکتا ہے تو خود
 جزو دم نہیں تیرہ درہمِ زمانہ
 زاداں مچلے گردشِ ایام کہاں تک
 اسے طائرِ آزاد تیر دام کہاں تک

افق کے پار :

یہ زندگی کہ شکستِ دعام کہتے جسے طلسمِ بزدگیِ صبح و شام کہتے جسے
یہ اختیار یہ رسم و رواج کہتے پہرے لگاؤِ شوقِ یہ عالم سماج کہتے پہرے
قدم قدم پہ سسکتی ہیں ان گنت لاشیں کہ یک رہی سر راہِ مدح کی قافیں
یہ رنگِ درمے ہاتے جوں کو اس نہیں یہ تیرگی مری تعمیر کی اساس نہیں

انتخابِ آزاد نظم میں ساز ڈھونڈتی رہی۔

میں ساز ڈھونڈتی رہی
بہار کی فضاؤں میں
جوں نواز بدلیوں کی کھینچی بھی فضاؤں میں
میں محو جستجو رہی
مگر یہ میری بھول تھی
حیات اپنی دس بھری کہانیاں سنا چکی
ہوائے مرغزارِ لوریاں سنا کے جا چکی
فہمائے نو بہار جامِ ارغوان لٹھا چکی
بہار کی لیشلی انکھڑیوں میں نیند آ چکی

انتخابِ غزلیات :

تمہیں ایسے بلیو پہلے مجھی کو پھونک دینا تھا جانا تھا اگر منظور شاخِ آشیانِ میری
مہمنا خاتماں تو خاتماں برباد کیوں ہوتی آدابہ رنگ لائی آندھے آشیانِ میری

سربنار دہائے نازانہ اٹھی عشق کی
آپ کی سرگزنیوں کی قسم
کیوں نگاہ کرم ہے آزدہ
جنہیں نقیب تری کم نگاہیاں بھی نہیں
ذریعہ حسن نظر دیکھ کر رہا نگیا
زندگی تھی کہ کاکل برہم
بارہا ہم نے پی لے آئو

مترجمہ ادا جھوی کا دوسرا مجموعہ کلام "شہر درد" ہے اس کے تعارف میں جانا
فیض احمد فیض نے بجا طور پر لکھا ہے کہ شہر درد نہایت موثر ماسلیقہ اور باوقار کلام
کا مجموعہ ہے۔

انخاب: حائل ہی ہے راہ میں دیوارِ برگِ گل
آپ کو کیا خبر آپ کو کیا پستہ
ہمیں تو برہمی نہکت گل بھی قیامت ہے
تھک ہار کے بیٹھے ہیں سر کوئے تمنا
یہی آدابِ مردت یہی آدابِ وفا
جتنا جتنا بے ثباتی کھالیں آگیا
اک راہ رگ گئی ٹوٹھک کھول لیں آدا
تا ایک تھیں زندگی کی راہیں
منزلیں کھو گئی میں راہوں میں
جو مجھے ہو گئے کیسے کیسے چراغ

پلٹے ہیں شہر درد سے دست تھی لے
دہ بھی تھے لوگ جو جیتے جی مر گئے
قیامت یہ کہ خود تغیر برہم لکے آئے ہیں
کام آئے تو پھر جذبہ ناکام بھی آئے
ہو خطا اُن سے تو اپنی اسے فقیر کہو
اتنی اتنی زندگی میں دیکھی بڑھی گئی
آباد بستان ہیں پیاروں کے پار بھی
یادوں کے دیتے جلاتے ہیں
ہم بھی کس کس مقام سے گزرے
تب نمودِ سحر ہوئی ہوگی

امتحان وفا

بھرا آج گھر آتی ہیں باطل کی اندھیاں
 پھر اپنے آشیانہ کٹر کٹی میں بجلیاں
 پھر آج آرائش ہمت ہے دوستو
 پھر امتحانِ ہجرِ غیرت ہے دوستو
 پھر امتحانِ برد و رضا و وفا ہے آج
 پھر خیر و شر میں معرکہ کر ملا ہے آج
 مرے شہید (میرضی الدین عباسی شہید سارہ جرات)
 مرے شہید زین العابدین سے ترے وطن کے اندھیروں نے روتی پائی
 نشانِ راہِ عمل ہیں ترے نقوشِ قدم کز تیری موت سے ایمان نے زندگیاں

تیسرا مجموعہ کلام "غزالان تم تو واقف ہو" مطبوعہ ۱۹۷۴ء

اتحاد ہوتا آج بھی زنجوں سے چراغاں
 دریاں دلوں کی کچھ کم نہ تھیں ادا
 ارزاں ہے جو شے اسکے خریدار بند میں
 میں کیسے اپنے خود خال آج پہچانوں
 کیا ڈھونڈنے لگے ہیں ساز و خلائ میں
 جوا تیسے ملے آلودہ غبار سے
 حاد و تمنا سے دارکِ بلند کی تک
 عارے دے باہنچے حاصل ہی کٹنا تھا
 جو دسترس سے ہو باہر اسے حد کہنا
 بے نام سی اک آرزو ہے تیری لاش کی
 اپنی کہانی زندگی کس سے کہے کیسے کہے

ہر اکبر آبادی شاگرد ناسخ لکھنوی

مرزا حاتم علی اکبر آبادی ۱۸۱۵ء - ۱۸۷۹ء - خلف فیض علی بیگ تزیلاش

اصطفائی تھیلدار علی گڑھ خلف مراد علی خاں وارو لکھنؤ ہمد شجاع الدولہ ۱۸۵۷ء میں وفاداری پر دو موضع جاگیر میں ملے اسکے بعد ان کے میں قیام کیا وہیں ہائی کورٹ میں وکالت کرنے لگے کچھ دن آنریڈ جج ٹریٹ رہے رعایت لفظی کے دلدادہ اور تشبیہ و استعارات کے مرد میدان تھے (انتخاب زرین) تصانیف میں داسوخت داغ دل بہار عروض - مثنوی داغ رنگار - مثنوی شاربہ ہر - پنجہ ہر و فہرہ کشیدہ قلمت - گندم رنگ شمشاد داری -

نور کلام	مکتوبہ جنوں کا مشغلہ اچھا نکل آیا	گریباں بھٹ گیا تو دامن صبر انکل آیا
ذرا تمہیں مرے رونے پر التفات نہیں	بہنو خدا سے ڈرو بہ ہنسی کی بات نہیں	
رو دھ کیا رکھیں وہ میخوار جیہ خانے میں	ہائی پی پی کے شب و روز بسر کرے میں	
دلسوز ہے کوئی نہ کوئی غمگسار ہے	مرنے کو ہم میں رونے کو شمع ہزار ہے	
اسکے قلم کا اعتبار ہی کیا	تہراک رند لا ابالی ہے	

تلامذہ ہر اکبر آبادی شاگرد ناسخ لکھنوی

۱۔ افضل سہسوانی ۲۔ تنہا میرٹھی ۳۔ شور متھراوی

۴۔ مضطر سہسوانی ۵۔ نسیم بدایونی ۶۔ سحر بدایونی

۱۔ افضل حکیم نظام علی خاں اکبر آبادی ثم سہسوانی

۲۔ تنہا میرٹھی سید کفایت علی ولد میر الہی بخش ساکن میرٹھ تلمیذ ہر اکبر آبادی

نور کلام متاہرول امدان کت امنوس اس لیے پہنچے ہیں دستِ غیر میں اس دلیل کے ساتھ (سخن شواص ۹۲)

تلاذہ تنہا میر تقی شاگرد مہر اکبر آبادی

شاکی و فرقیانی - سید احمد حسن میرٹھی سپرنٹنڈنٹ کسٹمری دہلی

خلف سید کفایت علی تنہا میرٹھی

نمونہ کلام

تلاذہ شاکی و فرقیانی میرٹھی شاگرد مہر اکبر آبادی

بیان ویزدانی - سید محمد مرتضی میرٹھی ۱۸۴۰ء - ۱۹۰۰ء آپ کی استعداد

عالی معقول اور دن شغریں دس گاہ کامل تھی۔ چند اصنافِ سخن پرتا دیتے۔ دہم کے دماغ عارضہ میں مبتلا تھے۔ جلوہ طور میرٹھ اور دوسرے رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے عرصہ تک طوطی ہند میرٹھ کے ادیب رہے آخر میں لسان الملک بھی جاری کیا تھا۔ دیوان غیر مطبوعہ ہے۔
 نمونہ کلام - نہ کھولی آنکھ وقت نزعِ یارِ محبت نے
 کسی کا پرہ رکھنا تھا کوئی آنکھ نہ کھولتا تھا
 جوابِ طالبِ خاکی ہے جب تک دیکھ لے
 مکانِ عاشق و معشوق میں دیوارِ حائل ہے
 مر کر بھی ہوں ستم کش آزار ہے سبب
 اس کو چے کی زمین بھی کم از آسمان نہیں
 تلاذہ بیان ویزدانی میرٹھی شاگرد مہر اکبر آبادی

برایان حکیم رگھویر سہائے ساکن قصبہ جہان آباد ضلع پٹی بھیت - برادر اکبر

جناب مرود جہان آبادی آپ آریہ سماج دہلی کے اہتمام آریہ پریس ۱۸۹۵ء کے پہلے ادیب تھے اس ذمہ داری سے آپ نے دسمبر ۱۹۰۵ء میں استعفیٰ دے دیا۔ اتار بیچ صفحہ جلد سوم ص ۶۸
 میرٹھ کلام دیر و جبہ کی طرف اس نے ارادہ نہ کیا
 جس نے گھر تیر اکھی اسے بتا دیا
 گلہ تیر ہمارے فرماں میری اپریل ۱۹۰۲ء

نماذہ بریں جہان آبادی شاگرد بیان دیرزانی میرٹھی

جویا ہمنشی رام بہادر ۱۸۷۵ء - ۱۹۳۸ء خلف ہمنشی رام غلام سیکینہ

ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریٹی -

ہو کلام ہو کھاؤں تو اندازہ لگاؤں گا کہ طرائف کیا بہار آئے تو میاں کش کڑن و بیابان کی
(شاعرہ ہاشم بریٹی ۱۹۲۳ء)

نماذہ جویا آنولوی شاگرد بریاں جہان آبادی

۱۱۔ جوش ہمنشی رادہارمن بدایونی ۱۹۰۸ء - ۱۹۶۶ء حلد ہمنشی گدگام

ملازم کلکتری بدایوں لکھنؤ شاگرد سی راجہ تاجہ بدایوں ہمنشی رادہارمن قاری
ترجمہ محبت کے لیے برہادی عمر محنت کیا لکھنؤ اگر ملتی حیات جاوید محبتو
(۱۹۱۱ء - ۱۹۶۶ء) (مگرین اسلام آباد کالج بدایوں) ۱۹۵۳ء
(ب) صہبائی بدایونی ہمنشی سیونی پرشاد - آب شفاء اور شائع تھے۔ تھانہ میں دیوں
غزلیات۔ دیوان لغت اور مجموعہ مضامین و غزلیات میں منظومات کا مجموعہ "سرد چراغان" ۱۹۶۳ء

چھپ چکا ہے۔ دونوں پر میرا ہن یوسفی اور خوناہ حسرت غیر مطبوعہ ہیں۔ جویا آنولوی کے نماذہ
سے انجن جویا سے سخن بدایوں قلم کی ہے۔

نو کلام اف زہب زحمت امتداد وقت چونکہ ہمیں سایہ دیوار سے

(۲) تو ہنھراوی شاگرد بہر ابر آبادی

شور ہمنشی سید استاد علی متھراوی ۱۸۷۵ء - ۱۹۳۸ء من عدالت متھرا میں متھرا تھے

ہو کلام۔ تنہائی میں اک نئی تو ہم ہم ہمارا اٹھ اٹھ کہاں جائے اے درجہ تاج
بھڑے ہو سکت کے گلے ملنے میں جیسے اس طرح ملی شور مری انکی نظر آج

تلاذہ شہر متھراوی شاگرد ہر اکبر آبادی۔

(۱) **فیض مولوی محمد الہ الدین الفاری بدایونی** حلف محمد خان متھرا میں مدرس تھے

(۲) **یکامل مولوی بشیر الدین** حلف اصغر خاں بدایونی۔ متھرا میں مدرس تھے

آپ جناب شہر متھراوی اور جناب سید اکبر آبادی کے شاگرد ہیں۔

نور کلام مدد سکا در گرد کھانا ہا تہ میر کی کس قدر پھر یہاں ہی خط تقدیر کی
 کہ شاگرد ہستی سزا دہ علی صالی بدایونی ہستی مقصد علی خاں بدایونی ہستی عبد اشکر خاں شاگرد بدایونی
 متھی جو طرز نظم مولوی بدایونی ہستی اکرم خاں عارف بدایونی ہستی اسطغرین ملک بدایونی اور متھی سید عبدالغفار شاگرد بدایونی
 (۳) **مصطفیٰ دار و تہ قیوم بخش** خلف حبیب اللہ سہبائی شاگرد ہر
 اکبر آبادی آپ کا درجناب سلیم سہبائی کے تلامذہ ہیں جو کا دیکھتے سفر ۳۵۲
 (۴) **سلیم ہمنشی رام سہائے ٹپٹی کلکٹر بدایول** ۱۸۵۰ء - ۱۹۳۰ء

شاگرد ہر اکبر آبادی۔ آپ کے دو دیوان غفور اور نغمہ آرزو طبع ہو چکے ہیں۔

نور کلام ترے سخن کو موہو نہ کس طرح تسلیم
 جبر جہنم تباں میکدہ رہیں ہم نے
 دربار پیر جو گدائی کرے
 صوفی پرست وہ ہیں جو معنی شائیں ہیں
 کلام ہے وہ رہمیری طرز و دامنے
 ہے دولت دنیا کی بھی انسان کو کیا حرص
 جو ستم ہے وہ سراپا ہے خدا کی قدرت
 اب تو مجزل کو بھی دہوی ہے اناجلی کا
 یہ بندہ وہ ہے جو پیٹے خدا تک
 دیر و حرم کو چھوڑ کے اے یار آئے ہیں
 جناب تہ سے اکثر تو فیضاب ربا
 دیکھا نہ کس مست کو ہشیار کی صورت
 اسے کب ہوئی بادشاہت پسند
 دونوں جہاں ہیں ایک دم دیر و حرم کاراز
 راضی سکے جو رہیں اور جفا سے خو
 جتنی یہ زیادہ ملے اتنی ہو سوا حرص
 بزم ہستی میں نظر آئے ہیں کیا کیا معشوق
 عشق کامل سے بنانا عشق شیدا معشوق
 نہ پیچھے تو بیت نا آشنا تک
 تیری کلی میں یہ طالب دیدار آئے ہیں

۱۲۲
 تسلیم ہم اس کو چھ سے نکلے تو عجب کیا
 کہتے ہیں رہا ہو کے گرفت کسی کے
 کیلئے کہ رہے راہ سے ہم ٹھکرا ہوتے
 کیوں نہ ہو تسلیم تیری شر کوئی کو فروغ
 باغی لازم ہے خدا کا ذکر ہر دم تسلیم
 میں نام ہزار بلکہ بے حد و شمار
 دم بھی تو جنت سے نکلوائے ہو میں
 تسلیم اسیری میں مزا اور ہی کچھ ہے
 یوں ہی گزری عمر اپنی ٹھوکرین کھائے ہوئے
 جب کہ مزا نہ رہا کامل تر استاد ہے
 رکھ یاد سے اسکی دل کو خرم تسلیم
 ہر نام ہے اس کا اسم اعظم تسلیم
 (عکس مراد - معہ آرزو)

منشی دیبی پر شاد سحر بدایونی شاگرد مہر اکبر آبادی

۶۔ سحر۔ منشی دیبی پر شاد ۱۸۴۰ء - ۱۹۰۳ء خلف منشی جنی لال اختر۔ باشدہ

بانگر مؤلف ہر دلی شاگرد مولوی طاہر الدین فرشتوری بدایونی سہوان میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے
 پیش لیتے کے بعد بدایوں محلہ جیسی گلی میں سکونت اختیار کر لی اور درس و تدریس کا مشغلہ
 جاری کیا۔ سینکڑوں قیمتی کتابیں جمع کی تھیں جو ان کے انتقال کے بعد ضائع ہو گئیں۔ تصانیف
 میں خلافت المنطق ۱۸۹۵ء نظم بردیں ۱۸۹۲ء - معیار البلاغت ۱۸۹۶ء - مرآۃ الصفا
 معیار الاملا محیط الساحت - مرآۃ العلوم کے علاوہ تین واسوخت اور دو دیوان موسومہ سحر
 سامری طامعات سحر مطبوعہ آپ سے یا دگار ہیں۔ نہایت زرد گوشتا عر تھے۔

نور کلام داغ دل نقد میں جاگیر میں صحرایا
 ماتھے سے یار کے ہے عیاں سرفی شراب
 درد سحر بنی کم گھس کے دکانا صندل
 ہم نے بھی عشق کی سرکار سے کیا کیا پایا
 ہے آفتاب جلوہ نما آفتاب ہیں
 درد کا نام اٹھائے دوار کھلے ہے

موتی بر سینگے دد جو قت کرینگے فقیر
پھول بکھرینگے وہ جدم کدیں مال مرگے
بہتر ہی ہے دردم رکھ نہ پوچھئے
کیا پوچھتے ہو حال ہے کیا کچھ نہ پوچھئے

انتخاب واسوخت سحر بدالیونی

لوگ سب دلبر طراز کسے کہتے ہیں عاشقِ خسرو جانا ز کسے کہتے ہیں
ناز کیا چیز ہے انداز کسے کہتے ہیں سوز کہتے ہیں کسے ماز کسے کہتے ہیں
چاہنے سے کسی محبوب کے کیا ہوتا ہے
کیوں بڑھتا ہے حد سے اگر کوئی خدا ہوتا ہے

مکتوب منظوم بنام راجہ کشن کمار وقار مراد آبادی

محبِ حلم و منبعِ اخلاق مصدِ لطف و مظہرِ اشفاق
باعثِ افتخار و افتخارِ وقار صاحبِ عزت و وقارِ وقار
رہو دائمِ سلامت و خوشحال ہو ترقی دولت و اعتبار
آپ نے حورمِ عنایت سے اپنا دیوان عطا کیا ہے مجھے
مجھ پہ بیشک بڑا کیا احسان اس کا احساں ہو کس طرح یہاں
ہمیں دیوان ہے یہ جان رہی نہی ٹھہر گئی جس سے غررِ شانِ سخن
جو غزل دیکھی لا جواب ہے وہ شوجھ ہے تو انتخاب ہے وہ
ہیں خیالاتِ عالیہ موزوں ہر زیں میں ہیں عرش کے مضمون
الغرض دیکھ کر یہ حسنِ کلام ہوتی محفوظ خاطرِ ناسا م
سحر کا ہے دعا پہ ختمِ کلام آگے اب والسلام والا کرام

قطرہ تاریخ کتاب محیط المساحت

لکھی میں نے بے شجب یہ کتاب
مرے دل نے اے سحر فوراً کہا
برایک اہل فن کو ہوئی دلپذیر
کہ تاریخ بے نسخہ بے نظیر

۱۸۸۸ء

قطرہ تاریخ نظم پرویں

ہوئی جب ختم یہ گفت در لکس
عطا دے کہی تاریخ اسکی
مہ پر دازد بہ ادا ز نو آئیں
مستی سن میں بستر نظم پر دیں

۱۸۹۵ء

قطرہ تاریخ کتاب معیار البلاغت

اس رسالے کے ختم کی تاریخ
عیسوی صوری معنوی ہجری
خامہ برداشتہ لکھی فی الحال
ایک ہزار آٹھ سو چھیٹھ سال

۱۸۹۶ء

۱۲۸۴ھ

قطرہ تاریخ خلاصہ منطق

جو یہ رسالہ لکھا میں نے علم منطق میں
معانیہ بالغہ غبی نے مجھے فرمایا
خیال طبع تاریخ خاتمہ کا ہوا
کہ مجھے یہ واہ رسالہ خلاصہ منطق کا

(۱۸۹۷) ۱۳۸۴ھ

قطرہ تاریخ رسالہ قیافہ

ہو جب ختم یہ نادر رسالہ
کہی ہاتھ نے یہ تاریخ دلخواہ
مجھے تاریخ کا تب دھیاں آیا
کہ لکھا ہے قیافہ نظم واہ

(۱۸۹۷) ۱۳۸۴ھ

قطرہ تاریخ منشی تجلی حسن

جب ہوا یہ قطرہ مطبوعہ دل مطبوعہ طبع
واسطے تاریخ کے اے سحر و شہنشاہ سے
جبکی ترغیوں کا عالم میں پڑا ہے زور شور
میں نے لکھا ہے یہ شیریں قطرہ بہرام گور
۱۲۸۵ھ (۱۸۶۷ء)

قطرہ تاریخ کتاب معیار الاملا

جب نظامی نام چھاپہ خانے میں
سحر نے لکھی دہیں تاریخ طبع
چھپ گئی املا کی یہ نادر کتاب
ہے رسالہ رسم خط کا لاجواب
۱۲۸۴ھ (۱۸۶۶ء)

قطرہ تاریخ وفات مرزا غالب دہلوی

جیفکہ غالب زجہاں رخت بست
مرد جو او اس ہمہ بے جاں ستم ند
بودیکے شاعرے با علم و فضل
شور و سخن - نثر و نثر - علم و فضل
۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء)

قطرہ تاریخ دیوان منشی رام سہائے تسلیم بدایونی از منشی دیبی

پریشاد سحر بدایونی -

ہذا کی قسم خوب لکھا یہ دیواں
کیا شائقوں پہ یہ احسان نہایت
بہ جن و لطافت چھپا جب یہ دیواں
پسند جہاں تھا تو تاریخ اسکی
مضامین تازہ ہیں جس میں فراہم
کہوں کیوں نہ تسلیم تسلیم پیہم
ہوئی دیکھ کر طبع اے سحر خرم
لکھی ہیں نے یوں نظم مقبول عالم

(۱۸۹۲ء) ۱۳۰۹ھ

تاریخ دیوان سحر سامری از منشی ابوالرحیم تسلیم بہسوانی

چون کلام سحر دیدم یافتم نیز نگ سحر
 بدیم دیوان اور امن پر مثال گفتہ ام
 من اگر اوصاف صافش را کنم زیب تر تم
 طبع چو تسلیم شد دیوان سحر سحر و ر
 از زبان سحر گویم در سال فرنگ
 ریخت بر دل جلوه معنی سحر سامری
 ناکند در بر مصرعہ اش بدست شوقی پری
 در غزل سنی گویم در قصاید انوری
 گشت سال ہجرتش تصویر سحر سامری
 معنی بیگانہ ما انعم سحر سامری
 ۱۸۶۵

تاریخ دیوان سحر سامری از منشی ابوالرحیم صبا بہسوانی - برادر شاگرد تسلیم بہسوانی

شد چو دیوان سحر طبع سال
 صورت سحر سامری فصلی
 گفت شعری صبا پری تصویر
 ہجرتش سحر سامری تصویر
 ۱۲۸۵ھ

تاریخ دیوان سحر سامری از منشی فاضل حسین فاضل - برادر شاگرد تسلیم بہسوانی

نکد معقول سحر کے فاضل
 جو کہ ہیں نکتہ ور بدایوں کے
 بنے اسلوب ہیں خدا کی قسم
 سخت محبوب ہیں خدا کی قسم
 بندشیں خوب ہیں خدا کی قسم
 ۱۸۶۵ء

(بزم سخن - شوائع ہندو - یادگار ضیغم)

تلاذہ منشی دیی پرشاد سحر بدایونی شاگرد تہذیب آبادی

۱۔ آزاد۔ منشی کالی چرن ساکن محلہ بیٹالی سرائے بدایوں
 ہوئے کلام کبھی پڑھتی نگاہ گل پر لیتے سجوائے سن بر
 تو اب تک آنکھوں میں خار ہو کر رہ گئی تھی
 (لغزہ بہار ۱۸۸۷ء)

۲۔ ادب منشی سید سعید احمد حلف سید فیاض علی شفیق ابن سید جعفر علی
 صالحی مودودی نقوی سہسوانی۔
 ہوئے کلام

۳۔ بیتاب۔ منشی گروہاری مال ۱۹۲۲ء ولد یوشی لال ساکن
 محلہ جالندھری سرائے بدایوں۔
 ہوئے کلام

۴۔ تمکین پنڈت رام جی مل ۱۹۰۸ء۔ والد پنڈت جینی لال
 ساکن کوئٹہ یا دہلی۔
 ہوئے کلام

۵۔ جوہر۔ منشی امبکا پرشاد : برادر و شاگرد سحر بدایونی۔ ساکن
 محلہ قلات گویاں بدایوں۔
 ہوئے کلام

۶۔ زامی دل رومی رنج۔ سید دوی بدوی
 (تخلیقات سخن)

۶۔ حاضر و منشی کا لکھا پرشاد و ولد اندجیت کا ساتھ ساکن کوچہ پانڈا بدایوں

نزد کلام تر پنا برق کا آسمان پر شکل بسمل ہے کس بائے کی بجلی یا کسی تیتا کا دل ہے
تیں خال میرے یہ لب دلیں جاناں پر ہوا فرماں روا زنگی کوئی ملکیت بغشاں پر

۷۔ حضرت - پیٹت دھرم نرائن ساکن محلہ پٹیالی مرے بدایوں ۱۹۰۹ء

نزد کلام مصنف (جان حور) ۱۹۰۹ء قربان اس حجاب کے ہر بات سے نئی
دل سے مرے قریب ہوا کھولے سے دور ہو (طالب دیدار) ۱۹۰۸ء

۸۔ خوش منشی کریم شنکر بدایوں - انہوں نے اپنے استاد کے دیوان دوم

طاعات سحر کی تاریخ یہ لکھی تھی

اپنا دیوان معظم زیبا میرے استاد نے چھپوایا ہے
سخن سحر مکرم زیبا میں نے خوش ہو کر لکھی خوش تاریخ

۹۔ شعلہ منشی نرائن داس ۱۹۰۹ء ساکن چوبے محلہ بدایوں

نزد کلام ربو کا جب تک زندہ ناگوں کا کبھی بوسہ رہن اسکا نہیں اس کے عاشق کی زبان کیوں ہو
ہماری آہ و گریہ سے یہ ہے قائم جہاں و نہ زمین پانی پہ کیوں ہوا درین پر کمال کیوں ہو

۱۰۔ صبر منشی باسند لو سہاے ۱۹۲۲ء ساکن محلہ چکھ نیب بدایوں

نزد کلام اشارہ جب کبھی پاتی ہے عزم حال کرتی ہے غضب ہے کچکے آیا پہ چلتی ہے زبان میری
(تجلیات سخن)

۱۱۔ عاجز۔ منشی گروہادی لال بدایونی : آپ کی مثنوی "انجرہ عشق" کی تاریخ

جناب سونے یہ کہی تھی

ان دنوں عاجز بدایوں کی کیا عجب مثنوی چھی ہے یہ
ہاتھ غیب سے کہا اے سحر واد کیا خوب مثنوی ہے یہ

۱۶۸۲ء ۱۸۵۵ء

۱۲۔ غم۔ منشی چھوٹے لال بدایونی۔ سحر بدایونی کے دیوان ردوم طاعات سحر

کی تاریخ انہوں نے یہ کہی تھی۔

مگر چھپا جبکہ دیوان سحر بہ فضل خدا سے خواص و عوام
مجھے نکر تاریخ اے غم ہوئی کہ ہے میرے استاد کا یہ کلام
حقیقت میں ثانی نہیں ان کا آج وہ ستاعزوں میں ہیں ذی احترام
مصائب الفت سے دیوان ہے پر نقش کی غزلیں ہیں اس میں تمام
کہا مجھے ہاتھ غیب سے ریاض عشق ہے تاریخ و نام

۱۸۸۱ء

بیمار بریلوی شاگرد تنخ مصحفی۔ بیمار شیخ علی بخش بریلوی ۱۸۹۰ء۔ ۱۸۵۵ء

آپ کا ذکر بریلی کے شرایں ہوگا دیکھئے ص ۱۲۵

تلامذہ بیمار بریلوی شاگرد مصحفی امر دہوی

تسلیم سہسواتی۔ منشی الوار حسین ۱۸۱۵ء۔ ۱۸۹۲ء خلف منشی احتشام الدین خلف

مولوی ریاض الدین ریاضی خلف شیخ وجہ الدین خلف شیخ عبد الواسع خلف قاضی چراغ الدین قاضی کوٹ سائبان وار سہسوار اولاد حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فارسی زبان و ادب اور دیگر علوم مقبولہ میں دستگاہِ کامل حاصل کرنے کے بعد مرآباد میں امین عدالت مقرر ہوئے اور مراد آباد میں مستقل سکونت اختیار کی ۱۸۹۳ء میں اردو اخبار لکھنؤ سے وابستہ ہو گئے یہی ملازمت علمی و ادبی دنیا میں آپ کے تعارف اور شہرت کا باعث بنی۔ ۱۸۸۱ء میں اپنے عزیز شاگرد راجہ کشن کمار وفارسی مراد آباد کے اہرار پر دوبارہ مراد آباد آ گئے۔

جناب تسلیم جامع الکمال تھے۔ فارسی و اردو نظم اثر پر انہیں یکساں قدرت حاصل تھی تیر و نظم فارسی کا مشغلہ خاندانی ورثہ تھا جو آپ کو آپ کے جد بزرگوار جناب منشی ریاض الدین ریاض سہسوانی شاگرد مرزا منظر جانجناں شہید دہلوی سے حاصل ہوا تھا۔ یہ کچھ گونی ہیں وہ اپنے ہم عصر اساتذہ سے کسی طرح پیچھے نہ تھے۔ یہ مقام انہوں نے تیغ علی بخش ہمار بریلوی کی تربیت سے حاصل کیا تھا۔ پینٹھ چھیا سٹھ سال شعر و ادب کی خدمت میں صرف کیے اور کافی تڑی و شوی سرمایہ جمع کیا لیکن اس شاعری کا بیشتر حصہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے نذر آتش کر دیا۔ نواب کلید علی خاں والی رام پور کے نام ایک عرضی میں آپ نے لکھا تھا کہ میں نے قیام لکھنؤ ۱۸۵۵ء میں چار سو باسٹھ جز نظم و نثر اردو و فارسی اپنی تصنیف تالیف کی جلدی بار دیگر قیام مراد آباد ۱۸۸۲ء میں مثنوی اردو مثل برہنہ بیت۔ دیوان فارسی بیس جز اور دیوان اردو پچاس جز اور رسالہ قواعد تاریخ گونی انیس جز حلا دئے۔ تیسری بار ۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۶ء تک کی تصنیفات جن میں دیوان فارسی، دیوان اردو، مثنوی اردو مصطفیٰ اردو، مثنوی سہ بن اردو، تاج المداخ فارسی و مدح والی رام پور اور مثنوی فارسی

در مدح والید بھوبال نذر السس کر س۔ نواب شمس بہادر افگر تیس اے گڑھ کے استفسار
پر آپ نے فرمایا کہ اتنا رو بہ کہاں سے لارں جو ان کو شائع کراؤں رہا نامہ مخزن دہلی مئی ۱۹۰۹ء
تسلیم بڑے روگو تھے۔ شاعری انکی زندگی تھی اور زندگی شاعری تاریخ گولی میں
ان کو خاص کمال حاصل تھا۔ انہوں نے اپنا زور فکر و قلم اسی فن پر صرف کیا ہے۔ اس موضوع
پر بعض تسلیم آپکی عدم مثال اور جامع و مبسوط تفسیر ہے۔ کتاب در حوصلہ پر منقسم ہے پہلے
حصے میں تاریخ کوئی اور اسکے اسرار و مبادیات سے بحث کی گئی ہے اور متنازع مسائل کو ماحول
اور علامہ طور پر طے کیا ہے دوسرا حصہ مصنف کے طبع زاد اختراعات و ایجادات پر مشتمل ہے
تسلیم کی عظیم شخصیت کا تعارف ان کے فارسی اور اردو کے کلام کی روشنی میں ممکن
نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کلام کا بیشتر حصہ نذر السس کر دیا تھا۔ ان کو فارسی زبان
اور اسکے شعروادب پر زبردست عبور حاصل تھا۔ اگرچہ وہوں نے سنہی اور دیگر اصناف میں
بھی طبع آزمائی کی ہے لیکن انکی طبیعت غزل کی طرف زبرد: مائل تھی ان کے فارسی کلام کا
معیار ادو کے مقابلے میں بلند رہے۔ ان کے کلام میں معرین آفرینی حدت خیال اور
ندرت بیان کے اچھے نمونے ملتے ہیں اسکے ساتھ نادر تشبیہات اور لطیف و بسیغ
استعارات کی کمی نہیں۔

نہ کلام ساز و برگ من بودار جاوید روزگار	برق سوداں و تتر شمع شبنان من است
آن منم یا دنیا یم بدل دشمن و دوست	تو نہ آنی کہ تنوی لحظہ مرا من کسے
اے مرگ مزد باؤ کہ آن خیمہ شد طرف	ز صفت نمی دید نگہ جان سکار را
ارنبا ناز و عقاب و موج دایما خوش است	بندگی و عجز و تسلیم دینار را ما خوش است
بوسہ از یار تمنا کردم	طلسم قطرہ ز دریا کردم

بے وفائی ہسم خواباں دارند
 شکوہ ات کردم و بیجا کردم
 هست بودم بہ خیال ساقی
 دست در گردن مینا کردم
 طرح تعمیرم از بس خراب افتاده است
 قطره ز آتش را خرد ز آب افتادہ است
 وصل را شوق آرد و منداست
 دل بہ و درد فراق غور سنداست
 گل نظرہ ام رخسار یا راست
 نگاہم غیرتِ باغ و بہار است
 اردو میں تسلیم نے دبستان دہلی کی قدیم روایات اور اساتذہ لکھتو کے اعتبار
 کے درمیان توازن و اعتدال کی روشنی اختیار کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ان کا دامن
 بڑی حد تک انتہا پسندی سے پاک نظر آتا ہے۔ ان کا کلام رنگا رنگ ہے اس میں غالب کی
 مضمون آفرینی اور بلند خیالی بھی ہے اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق تکلف و تفسیح کی
 جھلکیاں بھی موجود ہیں۔ غالب کے رنگ میں ایک غزل کے چند شعریہ ہیں۔

ہجر آتش سوز سے سینے میں دل بٹا ہے
 اشک کا ہر ایک قطرہ پارہ بہا ہے
 روئے آتشاک کاکس کے پڑ پانی میں عکس
 شعلہ جوالہ ہے جو حلقہ کرداب ہے
 نژدہ لے نو میدی جاوید پھر حرارت رہی
 ہاتھ میں اس ترکے دل پہ بجے آب ہے
 میرے ویرانے میں کسکے حسن نے باجھا طلسم
 ذرہ ناچیز شک پہر عالم تاب ہے
 چہر بھی انکے ہاں لکھنویت کو مغرب غالب کی حیثیت حاصل ہے اگرچہ انہوں نے تصوف
 کے سہارے کہیں کہیں اسکی تلافی کر دی ہے لکے منصفانہ اشعار ملاحظہ ہوں
 دمر درم میں بھیجئے دیتا ہنیں کوئی
 اٹھکر تمہارے در سے کہیں کا ہنیں رہا
 مایوسی جادیہ کے صدمے نہیں اٹھتے
 میں کاسن ترا مجھ اسرار نہ ہوتا
 ادرقی گلوں کے ہیں پریشان چین میں
 غنچوں سے چھپا یا گیا رازِ تبسم

ان کی دیگر عزلیات کا انتخاب یہ ہے۔

زاد جو ترانکہ تو حید سمجھتا
پھر بہار آئی جن میں پھر کھلے زخم جگر
وہ نہ آتے جو شب ہجر جیا ہوتا میں
ظہار وفا کا فائدہ کیسا
تو سجتا ہے کبھی اور کبھی بھرتا ہے
ساختِ اخیرِ تری میکدہ آباد رہے
دوستی دشمنوں کی کھل جاتی
حال یہ ان کی انجن میں ہے
کی صبا نے مگر زلیخا کی
رنگ اپنا جانا ہے جو تسلیم گل کو
یابنہ اسراشک سے داس بھڑکیں کیوں
تسلیم ہو رہے گا جو ہونا ہے حشر میں
رنگ جمنے کا نہیں تسلیم اس گلزار میں
کرتے ہیں یاد وہ کہ اجل نے کیا ہے یاد
برجِ اسکی اٹھائیں تو کہا دل بے مرے
میں ہوں وہ زندہ ہے میکدہ میں باخونِ وقت
میرے وضو کو لاؤ شرابِ دوا لستہ
ہر مرے میں کھلتے ہیں جو ہر کمال کے

سجدے سے بتوں کے اسے انکار نہ ہوتا
پھر حبس چمکا ہوا سر سبز صحرادیکھ کر
رکھ لیا موت نے تاثیرِ فضا کا پردہ
میں آپ کو خوب جانتا ہوں
دل پر درد ہے سینے میں کچھالا کوئی
اور بھی دے نئے گلگوں کا پیالا کوئی
آپ اگر میرا امتحان کرتے
ہر سخن معوضِ سخن میں ہے
چاک ہر گل کے پیرہن میں ہے
زخموں سے مرے سیکھ لیں اندازِ بسم
اے لوند آبرو ہے اے ہم ڈوئیں کیوں
ہم آج آنکھیں خوف سے روکے کھیں کیوں
ہم صیادوں سے مل کر پردیاں ملتا ہیں
آتی ہیں آج ہچکیوں پر ہچکیاں مجھے
ہم بھی کچھ دیر ہیں اے بندہ لواز آتے ہیں
کمان پکڑے ہوئے ارکانِ غارتے ہیں
کرنا ہے آج محبتِ پیرمیاں مجھے
مانندِ تیغِ تیز ملی ہے زناں مجھے

ذیل میں مختلف مذکوروں کے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔
خم خانہ جاوید (حصہ دوم)

آبِ فزائن میں شاہیر سے تبھی تاریخ لکھی تھی ایسا ملکہ رکھتے تھے کہ ان کی مثال کم نظر آتی ہے چنانچہ انواع و اقسام کی خالص و بدائع سے آب کی تازہ نین جلو ہوتی ہیں ان کے سٹا گردوں میں راہہ کشن کار و قار رئیس سپہر بلاری بڑے خوش کلام ہیں حضرت تسلیم کی زندگی کا بڑا چھوٹا انہیں کی سرکار ہیں گذرا۔ ان کی تصانیف سے زبیل تاریخِ مثنوی سونی اور ملخص تسلیم چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور راقم کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ مگر ابھی دیوان شائع نہیں ہوا ہے۔ شراچھا کہتے تھے۔ عاتقانہ اور تشبیہ دونوں طرز میں ملی ہوئی ہیں سادگی اور صفائی لکھی ہے۔ ان کے پختہ مشق اور مشاق سخن ہر دورے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے فارسی بھی کہتے تھے تاج المداخ مدحِ نواب کلب علی خاں والی رام پور میں اور مثنوی تاج الکلام مدحِ نواب شاہ جہاں سیکم والیہ بھوپال میں لکھی ہیں۔

روزِ خوش شیریں زبان شیوا بیان است۔ در نظم پردازی طبعش رسا و فکرش عرشد سما در نظر طرازی دست خامہ اش را بدِ طوطی۔ خیلے آزاد منش و وارث مزاج۔ نسخہ تاج المداخ در مدحِ نواب کلب علی خاں والی رام پور فراہم آوروہ دیدنی است کہ چہ قدم فہم و استعداد دواں بہ کار بردہ چند شعرا ز ہماں کتاب بہ انتخاب رسیدہ۔

ایستہ سر ہے چہ سرو سے مرہستان ہم
 سیاہات نور ہے چہ نور سے نور خورشید کرم
 ہست تسلیم تو مست جامِ شاعری
 بیتِ اوبیتے چہ بیتے یزرت بیتِ الہم
 بزمن ان نام آورانِ سہسوان است۔ از مدتے امانت لکھنور رسیدہ۔ در فن تاریخ گوئی
 عظیم الشان است۔ اصلاحِ سخن از بیماری گرفت اکوئی مصلح گفتار دیگران است جوئے
 ماس بیشتر می دارد۔ شنیدم کہ کلام ریختہ خود را بر تلذذہ قسمت کرد۔

ادبی دنیا ستمبر ۱۹۶۱ء - منشی سعید بن علم نجوم و ہیت و منطق کی اصطلاحوں میں مسلسل شریک رہے ہیں جن سے مصنف کے علم و عقل کا پتہ چلتا ہے۔
تاریخِ لطیفِ تسلیم از جلال لکھنوی۔

سخن آرائے یکتا سہروانی	یگانہ منشی و بے مثل شاعر
فاطمہ در سخن گویاں بہ تسلیم	شناختش ہمہ غالب کہ حاضر
بہارت داشت در تاریخ گوئی	بسا بود از حق تاریخ ماہر
کتابے طرفہ نوشت اندرین فن	عجب اسرارِ این فن کرد ظاہر
چہ گزنا گون انادات و فوائد	دراں مملوز اولی تا بہ آخر
عجائب نسخہٴ عجوبہ تالیف	کہ قبل طبع شد مطبوع خاطر
جلال از سال طبع دسے خبردار	کتاب بے بدلے مثل دنا دار

(۱۸۹۷ء) ۱۳۱۲

تاریخ از حافظ نور الحسن ذہبی کرت پوری۔
شاگرد غالب دہلوی

زندہ گردید فنِ تاریخی	شد بیا انجمنِ تاریخی
باد رحمت بہ روانِ تسلیم	آبِ حیات چمنِ تاریخی
متردہ بادِ این کہ فنِ مردہ را	زندہ کرد از سخنِ تاریخی
سال طبعش چو بہ جہنم زہیں	گفت ہاتھ چمنِ تاریخی

۱۳۱۲ھ

تقریب از ذہن کرت پوری

مہرے بہ ملازمتش نشیام و لطف مصاحبتش گرفتہ ام در ہشتاد سالگی طبعش
راں بود با این ہمہ پیری رنگِ شونوی از تانانت می یافت ہر کس کہ صحبتش می کردید گلمہائے عجیب از باغِ
بختش می یافت نہ پندام کسے را کہ دریں کبر سخی ذہن دلد چنان و مذاق طبعش باشد نوجواں۔

قصیدہ در مدح ثواب کلب علی خاں والی رام پور

نوشتم مطلعِ رنگیں بہ شرفِ چو گلِ رُخا	بہ فضائلِ چکھے آنکہ معنی آفرینی کرد
کہ دستش ابرِ نسیانِ دل او موجِ زوریا	بہ مدحِ دل فروزِ حضرتِ محمدؐ جاں پرورد
ز ہر رکنے کہ خواہی ابتدا کنی سخنِ پیما	و در ترکیبِ این مطلع بہ بہت ارکانِ موزنی
بہین در ذرہ پیدا بہین در قطرہ دان	نگویم بجز نہ فیضِ کلماتِ سخن گویم
نہ لقمہ پیرِ مدوحے بنام ایر و یکتا	کزین بیش این چنین تاریخِ نادہیچ مداح
بہ گویند جزاک اللہ مورخ ہم سخن پیدا	کم من آفرینِ تسلیم و جریں امین آیین

تلامذہ تسلیم سہسوانی

۱۔ آزاد : مرزا علی جان مراد آبادی ۔ برادرِ خود مرزا احمد شاہ بیگ
ہر مراد آبادی شاگردِ تسلیم سہسوانی جناب آزاد دہلوی مصلحِ بلند ہنرمیں مقیم تھے آپ واقف
دہ طریقہ حقیقت آشنا بزرگ تھے دیکھئے ۱۸۷۵ء
یہ کلام تو ہے جب پردہ آفاق میں اک سرِ نہاں
شش جہت کیوں ترے جلوں پر ابرار نہ
(لطف سخن ۱۹۳ء)

۲۔ احفاد: سیداحفاد علی نقوی مورودی سہسوانی خلف سید یاد

علی خاموش شاگرد تسلیم سہسوانی بولف بنم سخن لکھتے ہیں

"از خوش فکراں سہسوان از والد ماجد خود علم اندوخته و فن سخنگوی از

تسلیم سہسوانی آموختہ طبع مشکفہ دارد" نمونہ کلام مع
 ہے کیا جو تم اچھے ہو اہل دنیا سے
 مجھ پر ہے کیا اوانے جو مجھ کے ناز سے (بنم سخن)
 نم۔ اظہار۔ محمد اظہار حسین حلف شیخ صدر الدین عم تسلیم سہسوانی۔ آپ

سید یاد علی خاموش کے برادر رنستی تھے۔

نمونہ کلام

۳۔ امتیاز: منشی امتیاز علی سہسوانی بدایونی۔ شاگرد تسلیم سہسوانی

درہنواں مراد آبادی۔ آپ جناب جمیل سہسوانی کے والد ماجد تھے۔

نمونہ کلام

۵۔ امجد۔ مرزا امجد بیگ سہسوانی۔

نمونہ کلام:

۶۔ باقی و وفا: مولوی سید عبدالباقی خلف مولوی سید سراج احمد نقوی

مورودی سہسوانی بھوپال میں ملازم رہے علوم عربیہ میں مہارت تھی۔ آپ کی تالیف حیات
 العلماء ہے۔

نہ کلام بڑھاجب دستِ وحشت آیت سے کہیں سے حبیب لی دامن کہیں سے

۷۔ بیدار سید شاہ آل محمد نقوی مودودی صالحی سہسوانی

خلف سید نذیر احمد خلف سید آل احمد خلف مفتی سید نظر محمد شاہ۔ آپ جناب تسلیم سہسوانی کے نواسے تھے آپ کے چاروں فرزند سید اقتدار احمد سید نظر احمد انیس مولف فرنیہ الانساب۔ سید رمی احمد نائب اور سید ابو محمد قندونامی تلامذہ حضرت معجز سہسوانی تھے۔ جناب بیدار نے جمیل سہسوانی کے دیوان کی تاریخ یہ کہی تھی کہ

رواں شد حوایں چمنِ دلنواز ز دریاے افکار نیک جمیل
بگفتہ زمیندار ہائے بخت بگوہست گفتار نیک جمیل

۸۔ بسمل سید ابن علی مراد آبادی رجبیہ ۱۲۵۱ھ

نہ کلام

۹۔ ثاقب منشی شہاب الدین مراد آبادی ۱۲۵۲ھ - ۱۲۵۹ھ

مولف تاریخ افغانہ۔ استاد کے انتقال کے بعد شروکی ترک کر دی تھی۔ کلام حج نہ ہو سکا۔

نہ کلام فیض تسلیم رہا سو اگر اے ثاقب ہم بھی مشہور کبھی صاحبِ دیوان ہونگے
یہ جو ہیں دیرو حرم آجکے دلا گھر ہیں رازِ وحدت کا ہوا کوئی نہ محرم پیدا

۱۰۔ جوہر۔ مرزا احمد شاہ بیگ مراد آبادی آپ کا ذکر مراد آباد

کے شعرا میں ہوگا۔ رجبیہ ۱۲۵۳ھ

۱۸۳۵-۱۹۰۲ء
۱۱۔ خاموش۔ سید یاد علی نقوی، موروثی سہسوانی۔ خلف میر مراد علی

لغت کا دیوان آپ سے یادگار ہے، بولف، مذکورہ بزم سخن لکھتے ہیں، ہر عمر فزیش در جاگی سرکار
 انگریزی آپ در بدہ تعریف مٹا بیٹے ہم رسانید اوز در مراد آمادی لڈاڑ
 نو تکام فیروز میں ہیں گو لکین کسی در پیش جاتے تو کل کا ہے سیکہ آشنایں اپنے بستر کے پہنچ

۱۲۔ صبا۔ منشی صاحب حسین صدیقی سہسوانی، برادر خاں سلیم سہسوانی

آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۳۵۳

۱۳۔ فاخر۔ منشی فاخر حسین صدیقی سہسوانی، م ۱۹۱۶ء برادر دشاگرد

تسلیم سہسوانی، جناب میز شکوہ آبادی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا، اردو کے در دیوان مرتب
 کئے تھے۔ ایک دیوان میں ایک ہزار غزلیات ایک ہی مانیہ در ولف میں تھیں، شاعری
 کے سوا کسی اور کام سے سروکار نہ تھا۔

نمونہ کلام

دہن میں کام کی دکھی نہ کلفت نے زبان میری	غضب ہے خواب گونجے کا مچن راستا میری
سوتلتا ہوں اس امید پر دن رات زلف میں	بڑھتے طوق جب اکٹھے لٹکی میراں میری
گرمیاں ہے گرمیاں گیر دانگیر ہے دامن	ہر اکہتا ہے مجھے کیوں اڑاؤں دھجیاں میری
کوئی پوچھے نہ پوچھے خود بخود کہتا ہوں حال اپنا	زلف قابو میں ہے میرے نہ کہنے میں زبان میری
ترپٹنے لگاں کہاں ہے میں طاقت اتنی فاخر	ازل سے طائر قبلہ ما پے آب و دانہ ہے
	(بزم سخن۔ تجلیات سخن)

۱۴۔ کوثر۔ مرزا انتظار بیگ مراد آبادی۔ آپ کا ذکر مراد آباد کے شہر میں لکھا

۱۵۔ مصطر۔ داروغہ قیوم بخش حلب داروغہ نجیب اللہ سہسوانی۔ حضرت

تسلیم سہسوانی اور مرزا حاتم علی بہر کبر آبادی کے رزاکر تھے۔ ان کے اجداد سرکار انگریزی میں معزز عہدوں پر فائز تھے وہ خود بھی امتیاز و اعزاز کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے تحت اللفظ مرشد خوب پڑھتے تھے۔

نیز کلام تمنائیں برائیں جی کی بھلیں حریت دل کی گلیے اگر لگی دم بھر اگر شمشیر قاتل کی

۱۶۔ مصطر۔ مستی اشفاق علی مراد آبادی۔ لکھے مراد آبادی ۲۸۵

نیز کلام

۱۷۔ نادر۔ چوہدری نادر حسین سہسوانی۔

نیز کلام

۱۸۔ نیر۔ مولوی احمد علی مراد آبادی م ۱۹۰۱ خلب مولوی تاسم علی ذکا

مراد آبادی ۱۸۷۵ء تلخیص ذکی مراد آبادی جناب نیر مراد آبادی مثنیٰ اسکول مراد آبادی میں فارسی کے مدرس تھے۔ آپ نثر و نظم میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ نیک دل اور بامروت انسان تھے۔ آپ نے اخبار نیر اعظم ۱۸۷۷ء میں جاری کیا تھا آپ اخبار کے مالک اور آپ کے والد لجد

اس کے اڈیٹر تھے آپ نے اپنے استاد کی کتاب لمخص تسلیم کی تاریخ یہ کہی تھی دیکھئے صفحہ ۱۵۲
 چودہ ٹھوس بار اول طبع گشت
 نقش اول شد پئے اہل کمال
 این عجب نقشتے است نقش دل پسند
 نقش ثانی و تفسیرش شد محال
 کلک نیز ہر تاریخش نوشت
 بالف مدودہ مرآت الخیال
 (تاریخ صحافت) ۱۳۱۴ (۱۸۹۶)

۱۹۔ وقار۔ راجہ کشن کمار خلیفہ رائے پر دمن کشن رئیس مراد آباد قوم

کالیہ تعلقہ دار اضلاع مراد آباد و بدایوں وغیرہ۔ انکے مورث اعلیٰ کو شاہ دہلی محمد شاہ نے مراد آباد میں عہدہ وکالت پر مقرر کیا اس وقت سے مراد آباد میں قیام ہوا۔ ان کے جد امجد رائے آتم رام عہد نواب آصف الدولہ میں چکلا دار و مجنور ہوئے اور ویسٹ انڈیا کمپنی نے منشی عدالت دیوان مقرر کیا۔ انہوں نے ترک ملازمت کر کے اضلاع مراد آباد و مجنور و بدایوں میں تعلقہ خریدی۔ ان کے فرزند رائے پر دمن کشن نے ۱۸۵۶ء میں خیر خواہی کی جس کے صلے میں تین ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر ملی۔ ان کے بیٹے راجہ کشن کمار کو راجہ کا خطاب ملا ۱۸۶۶ء میں اپنا دیوان مولف تذکرہ شعرائے ہنود کو بھیجا تھا۔ دیکھئے صفحہ ۲۸۵

نور کلام۔ وقار آپ شاعر تسلیم کے ہیں
 جد کیوں نہ ہو رنگ سب سے سخن کا
 ہے تھوڑے بتوں کا دل میں وقار
 گھر خدا کا خراب ہے کیسا
 تمہارے ربخ میں ہے لطف و راحت
 مرا اس درد میں پایا دوا کا
 چشم وحدت سے تنگدے میں بھی
 مجھ کو ہر بیت خدا نظر آیا
 کرم مجھ پر ہے میرے اللہ کا
 کربندہ ہوں اس بت کی نگاہ کا

توں کا عشق ہے مذہب ہمارا مدافعی نثر ہے مثر ہمارا
یاد سے دل ہے شاد جاں محفوظ ذکر سے تیرے ہے زباں محفوظ
نقصہ حسن لن ترانی ہے رب ارنی ہے اک فسانہ عشق
نیستی جلوہ گر ہے ہستی میں کچھ عدم کا مرے وجود نہیں
بتکہ ہو گیا خدا کا گھر کیا ہی وضع زمانہ بہم ہے
چھٹ گیا میں غناب سے تو نے قتل کر کے ثواب لٹا ہے
ہے حقیقی مرا مجازی عشق بت پرستی میں حق پرستی ہے

۲۔ ہادی سید ہادی علی نقوی مودودی سہسوانی ۔

نمونہ کلام۔ سجاد اس امید بہ پہنچا رہا اور۔ رہتے رہیں اسے کا شاعرہ دہلوی کی ہوا اور

صبا سہسوانی برادر و شاگرد تسلیم سہسوانی

منشی صابر حسین صدیقی سہسوانی ۱۸۳۴ء - ۱۸۹۷ء خلف منشی احتشام الدین
صدیقی سہسوانی۔ آپ فارسی اور اردو کے شاعر اور بڑے مشاق خوشنویس اور
تاریخ گو تھے۔ اپنے برادر بزرگ منشی ابوالحسن تسلیم سہسوانی اور مولوی نجف علی خاں نجف
رام پوری اور محمد ایوب خاں کٹھی و محقق مراد آبادی (شاگرد شیخ احمد علی احمد رام پوری) کے
تلمیذ رشتہ تھے۔ ابتدا میں ریاست رام پور میں ملازم تھے۔ آخر میں ریاست بھوپال میں شرفی
ضلع کے نائب ناظم رہے۔ آپ کے بارے میں مختلف تذکرہ نگاروں کی آرا و رنج ذیل ہیں۔
انجمن اب یادگار تاریخ گوئی میں طاق۔ فارسی اردو دونوں زبانوں میں مشاق

نالیج و بدائع میں صاحب ایجاد تھے ذہن رسا تھا۔ خط شفیقا اچھا لکھتے تھے۔

ختم خانہ جاوید (جلد چہارم) عربی و فارسی سے بخوبی واقف تھے۔ علم عروض اور فن بدائع میں اچھا دخل تھا۔ تاریخ گوئی میں ملکہ تھا۔ نواب رام پور کی تعریف میں ایک مثنوی شوکت خروئی لکھی تھی جو سکندر نامے کی پوریں ہے اسکی بڑی قدر ہوئی۔

روز روشن از خوش بیان ہندوستان و نکتہ سخاں سہوان۔ مثنوی شوکت خروئی بہ طرز سکندر نامہ لکھتے۔

بنہم سخن۔ از قدروانی رئیسہ عالم اندر میں ریاست (بھوپال) تعلق طائفت

وارد۔ درہم و وزبان فارسی و ریختہ دستگاہ دارد۔ مثنوی شوکت خروئی بہ روش سکندر نامہ بہ مدح رئیس رام پور بہ نتیجہ نکرادست می گویند کہ بار بار گفتار خویش گرد آورد بہ دیگران قسمت نہاد امروز بیش از دوسہ غزل باقی نمود

آثار الشعرا، خلق و ذہانت و لیاقت میں وحید ہیں۔

رسالہ آجکل دہلی دسمبر ۱۹۵۷ء میں آپ کا خاندان منشیوں کا خاندان کہلاتا ہے اور علمی اعتبار سے ممتاز ہے آپ کے والد منشی احتشام الدین فارسی کے جید عالم تھے اور دادا منشی ریاض الدین ریاض فارسی کے ایک خوشگو اور قادر الکلام شاعر اور مرزا مظہر کے شاگرد تھے۔ جناب صبا کو نواب کلب علی خاں دہلی رام پور کی قدروانی نے رام پور

بلوایا آپ وہاں ایک ممتاز عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ کا فارسی اور اردو کلام غیر مطبوعہ ہے ایک فارسی مثنوی شوکتِ خروی طبع ہو چکی ہے اس مثنوی کے صلے میں نواب صاحب نے آپ کو نظامی ہند کا خطاب دیا تھا۔ آپ نے خیرپال میں انتقال کیا وہاں داغ و سلیم سے آپ کی خط و کتابت تھی۔ جناب داغ نے اپنے خط مورخہ ۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۵ھ میں اپنے تیسرے دیوان ہفتاب داغ کی تاریخ "کلام لاجوابست اس کلام لاجوابست اس" کا شکریہ ادا کیا ہے اور بہت تعریف کی ہے دوسرے خط مورخہ ۸ دفروری سنہ ۱۲۹۲ھ میں اپنی غزل پر حضرت صبا کے قصے کی توفیق کی ہے اور لکھا ہے کہ "میرے مرقعات کو آپ نے توجہ فرما کر حذف سے گور بنا دیا ہے"

غزلیات فارسی۔

رشتہ عمر آہنی شدہ است	سخت زنجیرِ حال کنی شدہ است
الفِ دوست دشمنی شدہ است	از تیغِ دل است کارِ بجا
کجا بہ غارِ دود حسنِ خوب و محتاج	چرا بہ خونِ دلم سنجھاے او محتاج
نیم بہ ساعرِ دیوانہ و سبو محتاج	مہِ دل است کہ سرگرمیِ دگر دارد
زہِ حاجتش بہ تیمم نہ با و صنو محتاج	نماز باد کشاں و اعظاوش آزادی است
بہ یک جمال تو مدِ شرقِ آرزو محتاج	بہ جلوہ تو بسے چہ تم و دل تماشاں
کہ چاکرِ دامن گل نیست مارِ فو محتاج	علاجِ لحتِ دل و چارہ چکرِ سنم
زبانِ شمع نباشد بہ گفتگو محتاج	جموشی تو مرا حلوةِ لکلمِ ریخت
کہ شورِ مالکِ حرس از مزارِ می خیرد	پس از فناست بہ دل کاروانِ خسرو باس

مثنوی شوکت خسروی

جہاں داورا بادشاہی تراست
ہم پست و لیکن خدائی تراست
دجو دجہاں جوشش جودست
ہم بود ما سیر بود است
نہور دو میم محمد نہ و میر
مہ دہر گشتہ روشن جبین
زہم تا بہ ما ہی ہم نہ اوست
مہ دہر را روشنائی اوست

درج نواب کلب علی خاں

لش برفیضات درشت او
بود موج بخشش ہر انشت او
گفتش بحر جود و خط طش چو موج
رگ ابرزنگشت او یافت او ج

در صفت لغز و رقص

ترنم سرایانِ حاد و زکار
بلائے جہان آفت روزگار
بہ آرائش لغز توبہ سوز
بہ شہنار گشتند مجلس فوز

تاریخ عطائے تمغہ مجید بہ نواب صدیق حسن خاں -

فرستاد قیصر نشان مجیدی
نہ نواب ذی جاہ ہمتائے را
صبا یافت تاریخ ہرگز بہ شکرش
بہ فرمود نوب منت خدرا

۱۲۹۶ (۱۸۷۹)

قصیدہ مدحیہ لواء کلب علی خاں

نشرِ عہد تو کے مارو خمارِ احتیاج
جامِ حاجت گم شد از بیمِ استغناء تو
مادرِ گیتی نہ زادہ از سلفِ چو تو خلف
جو بہت شد آبرو گویہ بر آبائے تو

قصیدہ تہنیت عید الفطر بہ خدمت لواء صدیق حسن خاں

اے جنوں مغفہ چاک گریہاں تا چند
ہوسِ پیرِ بہینِ خارِ بیابان تا چند
منکد دیوانہ دارِ فزا دے خویستم
باشم سلسلہ الفتِ زنداں تا چند
کلامِ افتاد بدستِ ملکِ دفعتِ دہر
دل بہ بندم بہ خیالِ سروسامان تا چند
چشمِ پوشی و نحوستی زشتا تا بہ کجا
غفلت از محبتِ صدیقِ حسنِ خاں تا چند
گو بہ فیضِ تکند ابر بہاری شاداب
دعویٰ حسنِ کند گل بہ گلستان تا چند
مرحِ بزل و عطا چرخِ خطابستِ کردہ
الحے زان نشود بندہ احسان تا چند
کفرِ باشد بہ نظرشِ صفتِ حاتمِ طے
حرفِ راغ من ازل دشمنِ ایمان تا چند
اے صبارتہ نگہدارِ ادب را مگذار
دعویٰ نظمِ حضورِ ہم دانال تا چند

قطرہ تاریخِ تہنیت عید الفطر نذر کردہ لواء شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال

ماہِ عیدِ طرب افروزِ مبارک باشد
کوکبِ طلحِ فیروزِ مبارک باشد
تا جہاں است ہماندہ جہاں شایِ جہاں
دائما سالِ و مہ و روزِ مبارک باشد
شانِ دشوکتِ سحرِ دسامِ ہمایوںِ بادا
جاہ و اقبالِ شب و روزِ مبارک باشد
طرہِ تاریخِ بہ پردازِ غزلِ گفتِ صبا
شادیِ عیدِ دل افروزِ مبارک باشد

تاریخ تذکرہ بزم سخن ۔

چوں گوهر انتخاب اشار
این گلشن گفتن معنی
تاریخ صبا به سال طبعش

خوش ملک سلیم نکتہ دال سفت
بارنگ نیاز تازه بشگفت
بزم سخن است دیدنی گفت

(۱۸۸۱) ۱۲۹۸

ابضاً۔

ست فکر سخن ز فکر سلیم
گفت تاریخ الطباع صبا

طرفه روشن رگربان مصحح
رست آویند شاعران فصیح

(۱۸۸۱) ۱۲۹۸

تاریخ تذکرہ روز روشن

منتخب دلچسپ نادر تذکرہ
جلوه اش آمد تماشا لنگاہ
اے صبا خوش گفتم تاریخ طبع

کرد تالیف صبا را جلوه گر
حسن اوشد نور چشم دیده در
روز روشن جلوه روئے سحر

(۱۸۸۱) ۱۲۹۸

تاریخ دیوان تاج فرخی مصنف نواب کلب علی خاں والی رام پور

چوں کلام شہ حذر آگاہ
گشت شمع حیرم نور نظر

۱۳۸۹ هـ ف

سال طبعش صبا بخیر گفت

سخن جہاں نواز دجال پرور

۱۸۷۹ هـ

۱۹۳۶ م لکرنی

۱۲۹۶ هـ

غزلیات اردو

کسی کی یاد نے جُلی وہ لی قیامت کی
 بھولا نہیں ہوں یاد میں محبت کی گریباں
 یہ چھوڑے نکل عاشقِ محسن نے معشوق بھی خالی
 کہیں ہنگامہ محشر کو نہ کر دیں برہم
 یہ تو سب بات ہے تم وعدہ خلائیاں ہیں
 آپ کیوں تیغِ کلف جاتے ہیں قفل کی طرف
 بل کی لیتے ہیں سرکش بھی تمہارے آگے
 شکلِ دردِ اٹھتے ہیں گڑبڑتے ہیں انوکھا طرح
 دل جو قالو سے چلانا نہ دل کہ اٹھا
 کیا رہا ہے یہ کسی کی یاد میں
 ہم ندیدے کیا کہیں لطفِ چمن
 کسکے آنے سے یہ شادی مرگ ہے
 ڈھونڈنے تھے طور پر جو کچھ کلیم
 دل بھی اب پہنوتی کرے لگا
 بن گئے وہ رنگ گردوں کا اثر
 داد خواہی کون محشر میں کرے
 ازل کے دن مری قسمت غم آشنا پھری

کہ حشر تک میں تڑپتا تہ مزارِ بہا
 اب تک مزے زبان میں تمہاری زبان کہیں
 گلوں کے چال دامن اور غنچوں کے گریباں ہیں
 وہ کبھی ہوئے گیسو کے دراز آتے ہیں
 پھر یہ کیوں کہتے ہو ہم چھوٹے ماز آتے ہیں
 سرِ مٹھلی پہ رکھے اہل نیاز آتے ہیں
 جھک کے یاپوس کو گیسو کے دراز آتے ہیں
 تیرے کو چے ہیں جو اباب نہ آتے ہیں
 ہمرے ہم بھی تو اے بندہ نواز آتے ہیں
 شوخیاں آتیں دلِ ناشاد میں
 آنکھ کھولی خاہر صیاد میں
 مل گیا تینوں مبارکباد میں
 ہے وہ اک شوحِ ستم ایجا دیں
 ہو گیا تم سا تمہاری یاد میں
 جو تلون تھے ستم ایجا دیں
 ہے مزہ سب کو تری پیدا دیں
 وہ جرم کون سا تھا جسکی یہ ہزار پھری

بتوں کی بزم بھی کیا خانہ خزاہری
 غضب ہوا کہ طبیعت جدا جدا ہری
 نہ ہرے تم سر راہیں تو پھر قضا ہری
 عیش کا نثارا کھسکا دل پر غم میں رہے
 گھر مرے دل میں مریڈہ پر غم میں رہے
 فیر بست کو لمباے جلو بھر لے رہے
 سریدا دل میں پتلی آنکھ میں ہے دلا لے رہے
 چلتا ہوا نسخہ ہو تو عاشق کی دوا ہو
 ہو خیر تری شرم کی جنوں کا بھلا ہو
 یں نشان مجھ میں کوئی تربت کے
 یہ بھی سن یسکے دقت فرست کے
 سر چکے ہیں صبا تو مدت کے
 قضا ہے روح خاںوں میں اہل سوگراہیں
 کون سا وقت ہے تنہائی کا
 بھول بیٹھا سب کسی کی یاد میں
 تیغ بیٹھی قبضہ جلا دیں
 ہے قیامت خانہ رصیا دیں
 بھر گیا ہے غم دل نا شا دیں
 رہے عالم میں مگر ادھی عالم میں رہے
 وہی مرضی ہے اپنی بھی جوقا تل کی رھاڑے

جو آنے والے ہیں پشائیاں گررتے ہیں
 جیقا ملی ہے لڑا سے تمہیں وفا مجھ کو
 تمہارے اٹھتے ہی سینے میں سانس بچھ گئی
 نہ رہے عاشق غم دوست الہی دلشاد
 درد ہو جائے جنت تری آنسو ہو جائے
 بھلا ہو خیر کی ہمت ہے منجانے والے
 ہراک جا پر نیا ہے نام اسکے خال شکیں کا
 چٹکی کوئی خاکہ قدیم یاد کی دید و
 مل جائے فیروز سے بھی آنکھ لے رہی غلی
 مردہ دل ہوں شکستہ خاطر ہوں
 چھوڑ کر بزم و غم ایک کدو چلو
 کون ہے کسکو کو سنتے ہو آج
 ہوئے ہیں کشتہ حر کے دشمن دوستوں میں
 تم کو آئینے سے فرست ہی نہیں
 اے صبا میں اور جو سامہ غیر کی
 اے گنہگار ان الفت شاد ہو
 حشر اٹھاتے ہیں اسیران چمن
 آئے کیا راحت ٹھکانا ہی نہیں
 جیتے جی موت کی بھی یاد رہے بھولے انساں
 کرے وہ قتل یا چھوڑے صبا پر اختیار کو

تلامذہ صبا سہسوانی

۱۔ امداد۔ شیخ امداد حسین بن الطاف حسین بن عیلم الدین محمد اعظم مدنی
سہسوانی۔ جناب صبا سہسوانی کے یکجہی اور شاگرد تھے۔ جناب امجاز سہسوانی سے
بھی مستورہ سخن کیا تھا۔ (خزینۃ النساء)

۲۔ ترقی۔ سید فرزند علی شاہ جہا پوری دیکھئے ۲۲۳
کیا مزہ سیرجین کا جو وہ گلزار میں ساتھ لطف جیب ہوتا جو وہ شکریہ گلستاں ہوتا
۱۲۹۵

۳۔ جمیل۔ سید جمیل احمد بن سید اولاد احمد نقوی مودودی سہسوانی ریاست
کھوپال سے وابستہ تھے۔

نور کلام صبح گلشن چہ خوش مرتب شد
تاریخ تکرر سال تاریخ طبع ہاتھ غیب
چوں رخ دلربا فریبندہ
گفت باغ و بہار رخشنہ
۱۲۹۵

۴۔ جمیل۔ مولوی سید جمیل احمد نقوی مودودی سہسوانی۔ جناب

صبا سہسوانی کے علاوہ مینر شکوہ آبادی اور حافظ خان محمد خاں شہیرام پوری قلعیند
مرزا غالب سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دیکھئے صفحہ ۳۷۲

۵۔ سوز۔ منشی محمد امین سہسوانی

۶۔ شاگردِ نکہت۔ منشی شاکر حسین ^{۱۸۷۱ء} ^{۱۹۳۲ء} ^{۱۳۵۱ھ} ^{۱۳۸۸ھ} دیکھئے صفحہ ۳۶۲

۷۔ شمیم سید قدرت علی نقوی مودودی صالحی سہسوانی۔

خلف سید انتظام علی خلف سید امام علی بھوپال میں مقیم تھے۔
بزمِ کلام ماہِ کامل کبھی سمجھا کبھی بہرِ روشن اللہ اللہ ترے رضا رکھو کیا سمجھا (بزمِ سخن)

۸۔ عسکری۔ مفتی عسکری احمد خلف منشی نور احمد خلف مفتی سیدہ نظر محمد شاہ

نقوی مودودی صالحی سہسوانی۔ میر سید سرور علی مودودی سہسوانی کے برادرِ خالہ زاد اور
میر عالم علی خان مال سہسوانی کے چھوٹے زاد بھائی تھے۔
بزمِ کلام سانس سینے میں جو رکھنے لگی آتے جاتے میں رکاوٹ کا تری اسکو اشارا سمجھا (بزمِ سخن)

۹۔ منعم۔ منشی برخوردار بنی سہسوانی ان کا ایک قطعہ تاریخِ راجہ کشن

کی وقار مراد آبادی کے دیوان میں نظر سے گزرا اور کوئی کلام دستیاب نہ ہوا۔

۱۰۔ معجز۔ مولوی سید اعجاز احمد سہسوانی دیکھئے صفحہ ۳۶۶

۱۱۔ ناظم۔ سید عبدالقادر خلف سید عبدالعزیز بخاری ساکن عالم پور پنجاب

ملازم بھوپال۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شریکتے تھے چند کتابیں ان سے یادگار ہیں
۱۳۰۴ء تک حیات تھے۔ ۱۸۸۷ء

قطو تاریخ دیوان جمیل سہوانی

سوارِ مردِ مکہ دیدہ پند آمد
فروعِ کوسرِ انکارِ تابناکِ جمیل
کسے نہ کرد بر این حسنِ از سخن سخاں
بہجتِ بندش الفاظِ اشتراکِ جمیل
ذشتِ مصرعہ تاریخِ بے بدلِ نکہت
دیلِ فکرِ جمیل است فکرِ پاکِ جمیل

۱۳۳۲ھ (۱۹۱۶)

قطو تاریخ طبعِ مخلص تسلیم

شہ طبعِ جو این کتابِ مطبوع
منزلِ گہ صد خوشی بشرطِ طبع
اربابِ کمال را اشارت
سرمایہ آگہی بشم طبع
ہر حرفِ مسخرِ تلوی است
با جلوتِ دلکشی بشرطِ طبع
نکہتِ بنو شست سالِ طبعش
آئینِ مورخی بشرطِ طبع

۱۳۳۲ھ (۱۹۱۶)

قطو تاریخ تذکرہ خم خانہ جاوید

آں سرِ برامِ سخن گستر کہ پست
واقفِ اسرارِ و آئینِ سخن
داد از ذکرِ جمیل شاعران
خاتمِ اودادِ تزیینِ سخن
کلکِ نکہتِ بہر تاریخِ نوشت
یادگارِ بزمِ رنگینِ سخن
تلاشِ شاکر و نکہتِ سہوانی
۱۳۳۲ھ (۱۹۰۸)

(۱) معجز مولوی سید اعجاز احمد نقوی موردی سہوانی دیکھئے صفحہ ۳۶۶

(۲) اعظم بمبئی محمد اعظم خاں شاہ جہانپوری دیکھئے صفحہ ۳۶۷

مومنہ کلام نقاب زلفِ مکررِ رخِ منور سے دکھائے تاؤ کچھ اندازِ دلربائی کا

۱۸۹۵ھ (۱۹۰۵)

(۳) شوق۔ منشی اقبال احمد ولد مقبول احمد قریشی سہسوانی ۱۹۶۳ء

نمونہ کلام: طرب ہے میں شاید مہلوت ہوئی نگہیں کی کہ خود ساحل کف ہر مزہ نگار شوقوں کی
تلازمہ اقبال احمد شوق (مشاعرہ بدایوں ۱۹۶۳ء)

(۱۱) ظہیر۔ منشی ظہیر الحسن انصاری سہسوانی مقیم کراچی

نمونہ کلام: حاتمے ہوئے شرماتی ہے یہ باب اثر تک ہوں اتنا خطا کار کہ نام ہے دعا بھی

(۲) رشید۔ مسٹر رشید احمد قریشی سہسوانی ملازم نیشنل بینک کراچی

نمونہ کلام: مستقل برہمی بے سبب تو نہیں شاید ان کو کسی نے خدا کہہ دیا

(۳) جمیل۔ مسٹر جمیل احمد قریشی سہسوانی برادر چورس سہسوانی۔ ملازم نیشنل بینک کراچی

نمونہ کلام: تمہارے نقش خدا جانے کیوں اھر آئے بنارہا تھا میں اپنے خیال کی تصویر

(۴) شہید۔ منشی ابن علی سہسوانی

نمونہ کلام

محکم دلائل سے مزین سہسوانی تہ گروہ حوزہ تہ کتب سہسوانی

مولوی سید اعجاز احمد لہقوی مودودی فاضلی سہسوانی ۱۹۶۳ء

خلف مولوی سید الباری ۱۸۵۱ء - ۱۸۸۶ء خلف مولوی سید سراج احمد خلف مولانا سید ال احمد

سہسواں ۱۷۶۸ء - ۱۸۳۲ء آپ نے پنجاب سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کاندیس حاصل کیے۔
سہسواں میں مدرس تھے آپ مولانا سید تاج الدین حسن سہسواں کے نواسے اور حضرت
جلیل سہسواں کے برادر خال زاد تھے۔

آپ نو سال کی عمر میں یتیم ہو گئے اس لیے آپ کی پرورش آپ کے والد کے عم
بزرگور مولوی حکیم سید نذیر احمد ۱۸۲۸ء - ۱۸۹۲ء نے کی۔ آپ کے اساتذہ کی تفصیل

یہ ہے (۱) مولوی سید عبدالحیب مودودی قاسمی سہسواں ۱۸۲۰ء - ۱۸۹۵ء شاکر

مولانا احمد حسن مراد آبادی و مولانا سید عالم علی محدث مراد آبادی و مولانا سید تاج الدین حسن
مودودی ناظمی سہسواں۔ مولانا عبدالحیب سے آپ نے بعض کتب فارسی اور صرف و نحو
عربی کی تعلیم حاصل کی۔

(۲) مولوی حکیم سید محمود عالم صاحب مودودی صالحی سہسواں ۱۸۶۳ء - ۱۹۱۲ء

شاگرد مولانا ارشد حسین صاحب نقشبندی مجددی رام پوری و شمس العا مولانا عبدالحق جیر آبادی
و مولانا سید حسن شاہ محدث رام پوری و مولانا سید محمد شاہ محدث رام پوری و مفتی عبدالقادر
خال رام پوری و حکیم محمد ابراہیم خال لکھنؤی۔ و حکیم عبدالعلی خال خلف حکیم محمد ابراہیم خال
لکھنؤی، مولوی سید محمود عالم صاحب سے آپ نے منطق و فلسفہ و حکمت و فقہ و کلام وغیرہ
کی تعلیم یکجا حاصل کی۔

(۳) مولوی محمد بشیر صاحب فاروقی سہسواں ۱۸۳۴ء - ۱۹۰۸ء شاکر

مولوی سید امیر حسن۔ مودودی فاضل سہسوانی و مولوی سید نذیر حسین محدث دہلوی و شیخ حسین عرب یمنی و شیخ احمد مشرقی دہاجر مکی مولوی محمد بشیر صاحب سے آپ نے قیام بھوپال میں تحصیل علم کی۔

مولوی اعجاز احمد نے وطن میں مطب کیا۔ آپ کو علوم ادبیہ عربی و فارسی اور منطق و حکمت و کلام میں دستگاہ کامل تھی۔ علمائے ہند میں ایسا ادیب و ناظم و دانشور بدیہہ گو فصیح و بلیغ کم پیدا ہوا آپ غرائب لغات و محاورات عرب۔ حل اشعار مشکہ میں عیدم المنظر تھے۔ حماسہ۔ مستطی و حیرری کا درس دیتے تھے۔ بے شمار عربی قصائد لکھے۔ اردو فارسی میں بھی مسائل علمیہ و قصاید و غزل و غیرہ بہت کچھ تحریر کئے۔ مادہ ہائے تاریخ کے احوال میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ کے فارسی قصائد انوری و ظہیر ناریابی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ غزل میں کہیں حافظ اور کہیں نظری کا رنگ ہے۔ تصانیف میں رشحات الکریم شرح فصوص الحکم۔ تذکرہ ادبائے ہندوستان عربی میں براعتہ الحقیقہ عربی میں مسئلہ اجتہاد و تقلید پر۔ تسلیۃ الغواذ فارسی نظم میں قصیدہ بانٹ سعاد کا ترجمہ رسالہ حات اردو و فرقہ آریہ کی تردید میں مناظرہ طبع میں مناظرہ اور دبائے طاعون پر رسالہ۔ پردہ راز اخلاقی ناول مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۸ء جاریہ عرب ناول مطبوعہ بریلی ۱۹۰۹ء معجز غازیوان غزلیات اردو مطبوعہ بدایوں ۱۹۱۰ء بیاض متفرقہ مشتمل بر کلام فارسی۔ تعلیقات علی الحیات عربی میں طب پر۔ کتاب المحدثات فارسی میں علم طب پر نقیۃ النقاد مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۲۱ء شعرا العرب عزم مطبوعہ تذکرہ شعرائے سہسوان عزم مطبوعہ سحر و اعجاز مجموعہ غزلیات اردو غیر مطبوعہ۔ نعمہ صرم قصاید اردو غیر مطبوعہ۔ قند پارسی غزلیات و قصائد فارسی غیر مطبوعہ دیوان عربی غیر مطبوعہ افکار معجز متفرق کلام اردو غیر مطبوعہ۔

آپ نے ابنا میں ایک سال لکھنؤ میں لوگوں کو مستفید کیا پھر اگر وہ میں دو سال سینٹ
 جانس کالج میں مدرس عربی رہے ۱۹۰۵ء میں قصہ بسبوی آئے اور وہاں درس و مطب میں مصروف
 رہے طب میں بہت لوگ شغایاب ہوئے ۱۹۲۰ء کے بعد فیض آباد میں قیام برآمدیاں دیتے ہوئے ایک
 کالج میں دانش پرورش کے عہدہ پر کام کیا ۱۹۴۵ء میں وطن چلے آئے وہیں انتقال ہوا۔
 نور کلام رخ روشن سے تو سر کا بھی تھا اگلے لقا

ذوقِ حلق نے زادِ لکھنے کی بسد کی
 ان سے ٹھہ کر شوخ ہے ان کا خیال
 تہر کی بھی ہونے غیروں پر نظر
 ہجوم تھا ایک حوتوں کا بھر تھا رانِ دل میں صبا
 کم نہ تھی کچھ ان کے کوچے کی زمین
 کا ہے کوئٹے تھے کمی یہ نالہ پر درد
 دل یہ کہتا ہے نہ ہونا میں کسی کا پردہ
 مر یہ بلا جیسا کسی نے دیا نہ ساتھ
 غش سے موسیٰ کو نہ حاضر افاد ہوتا
 دل مضطرب ہے خود کو تما بیناب
 آیا ہے یوں اب انکی ملاقات کا خیال
 ستم تھا وہ نگاہِ شوق کا مجھ پر مہجانا
 ہر کام پہ جھلکتی ہے سیمہ کے جوں یار
 یہ ادائے ناز کی شوخیانِ شباب میں لگایا

اگلیں دل کو اٹھارہ لگا ہیں کیونکر
 جو تیر دل میں آئے وہ ارمان ہو گئے
 دل میں جب آئے گا تر پا جائے گا
 بائے کیا رشکِ دل ناشادے
 حویر ہلو سے اس نے کھینچا تو شورٹھا نہیں نہیں کا
 آسمان کیوں برس برس سیرا دے
 آج انکے بھی آنسو لکھ آئے مرے آگے
 درد پہلو میں حوائج تو کراہی کیونکر
 ہم چشم پھر گئے نگہ یار کی طرح
 جلوہ طور سزا جلوہ رخسار نہ تھا
 شوقِ تکمیل کے معیار تک پہنچا ہے
 صطرح کوئی خواب نظر آئے حواس میں
 وہ حیرت کا نقاب عارض پر نور ہو جانا
 جو نقشِ کتب پا ہے کعبہ نظر آتا ہے
 مرے ضبطِ شوق کی بھیجاں اڑا ہے دہرائے

کہتے ہیں آئیں گے چراغ جلے
 دل کہاں دل کا داغ ہے معجز
 تجلیات کی زیر نگینوں میں گم ہو کر
 حجاب اٹھائے نظر دل سے لالہ و گل کے
 اندر یہ وحد کا عالم ہے رہاں کثرت
 احساں ہے مفت ہستی ناپائدار کا
 خوگر تغیرات جہاں کا ہوا اس قدر
 یزنگی جہاں سے جو قدرت تھی آشنا
 یہ رنگ انقلاب یہ لیل و نہار دہر
 منج و گرداب میں برپا ہے تلاطم کیا
 خدام میکہ کو دعوائے برتری ہے
 کچھ دل کو بنا قبیلہ اربابِ نظر
 دیکھتے کب چراغ جلتا ہے
 خالی گھر میں چراغ جلتا ہے
 تعینات کی حد سے گزر گیا ہوں میں
 وہ صورت اپنی کسی پر سے نہیں ٹھہرا سکتے
 وہ آئینہ خانے میں تنہا نظر آتا ہے
 اک نہمت حیات ہے انسان کیلئے
 راحت ہے کچھ سکون سے سوا اصطلاح میں
 میں انقلاب سے کبھی زماں نہیں رہا
 کیا پہلے اس زمیں پہ تھا آسمان کہیں
 کیا سفینہ کوئی مہم جو ارنک پہنچا ہے
 آقا نے ہوئے ہیں تیرے غلام ساقی
 صورتِ ناقوس میں جھلکا نگ اذان پیداکر

طیال البحر قصیدہ نعتیہ

ہاں ساقی نازک بدن لاجلہ صبا تے کہن دے رانہ تو بہ شکن ہوں دور دل سے سب سخن
 بدلا ہے پھر رنگِ چین ہے موسم گل جو شِ زن ہر غنچہ ہے شیریں دہن ہر گل ہے رنگیں پیریں
 آئی بہارِ جاں فزا بدلتاں کی ہوا جو خار تھا غنچہ ہوا جو غنچہ تھا گل ہو گیا
 ہر گل ہوا رنگیں قبا ہر برگ ہے معجز نما رنگس بہ چشمِ فتنہ زاسے محو دیدارِ چین
 آئیں گھٹائیں جھوم کر قبیلے سے اٹھا ابر تر میراب میں نخل و نثر شاداب میں دیوار و در
 ہے طرفہ مستی کا اثر نغزش میں ہے پائے نظر ہوئے لگا خطف البھر سرقی تپاں ہے خند زل

اگر بہارِ ان چمن ہے آج قربان چمن زکس نگہبان چمن سنبلِ ملکس رانِ چمن
یہ جہنمِ نشانِ چمن وہ زلفِ سیحان چمن پیرِ نخل ہے جانِ چمن نورِ نظر ہے نیشن
آباد پھر مٹانہ ہے گردن میں پھوٹا مانہ ہے جو رند ہے مٹانہ ہے سینوش بے باکانہ ہے
بیخود ہے جو فزانہ ہے واعظ کا زہدِ امانہ ہے خود محنتِ دیوانہ ہے پکڑے توبہ شکن

آیائے عالی نسب اور عجم ہر عربِ مجائے علم ای لقبِ گنجینہ اسرارِ رب
مہم فخرِ جد و اب خلقِ دو عالم کا سببِ بزمِ رسل میں منتخب آیاتِ حق کا نمونہ
ایما جو ابرو کا ہوا خود طاقِ کسریٰ گر گیا تابِ نگاہِ گرم کیا آنشکدہ خود سرد تھا
چکا جو روئے حق نما سجدے میں ہر بیتِ گرِ پُرِ جنس ہوئی لبِ کو ذرا گویا ہوا ہر دین

انتخابِ قصیدہ در مدحِ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

تجھ کو خوں ریزی مست ہوا راندہ ہوئی	ورنہ کیا تاب تھی کرتا کوئی تجھ کو مولا
بے زری میں بھی کیا تو نے گلوں کو غنی	میں زمانے سے جدا تیری سخاوت کے احو
تیری ایک ایک دامِ زندہ رہاںِ جنت	تیری ایک ایک ننگِ آیدِ حمت کا نرول
کھیل بچپن میں ترا بڑھائے حق تھا	حکمِ راور سے ہوا سجدہ مجھ کو طول

انتخابِ قصیدہ در مدحِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

ترا نفسِ منزہ محرمِ اسرارِ قدرت ہے	ثباتِ عزم میں تیرے نہاںِ لڑ شیت ہے
ہے خیرِ داریِ صبرِ رضا نقشِ قدمِ تیرا	جوشی میں سبقِ دینا تری شانِ ہدایت ہے
تجلیِ ذارِ عرفانِ اک جھلک ہے پر تورج کی	بہارِ گلشنِ اہمالِ ترے گیسویِ نکبت ہے
نقائے دہریں کو بھی ہدائے القلا آخر	ترے ہر نوحہِ تکبیر میں شورِ قیامت ہے

تلامذہ جناب معجز سہسوانی

والساحر مولوی سید اقدار احمد خلیف سید آل محمد شاہ خلیف سید نذیر
 احمد خلیف سید شاہ آل احمد نقوی مودودی عالمی سہسوانی مدرسہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں مدرس
 تھے۔ ہجرت کر کے پاکستان آئے یہاں گورنمنٹ گرلز کالج میں پروفیسر ہوئے۔ یہیں انتقال
 کیا۔ آپ کے صاحبزادے سید عبدالملک لغتہ لکڑی میں مقیم ہیں۔

نہو کلام چارہ سار ان محبت صبح کے دیانے
 کوئی اہل عقل کا دیکھے انداز جوں
 خندہ ہائے گل کا باعث تھی بخوانِ فیض
 چشم بد میں سے کوئی یہ پوچھے دلائیں
 رات بھر بیمار غم اٹھائے بیٹھا گئے
 سر پہ دیوانے کے پتھر رات بھر ساکے
 چاکر مانی بگل بھی ہم مسیا دیکھا گئے
 پھول تو کاٹے تھے آنکھوں سے تو کھانکھ
 (گفتار شکیل علیگڑھ ۱۹۵۷ء)

رکھ زادرہ ہے نہ کھانا نہ سننا
 چلے جاتے ہیں بے خبر جانے والے
 دگلدستہ چشمہ فیض علیگڑھ ۱۳۵۹ء

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی -

کلام جمیل بسختور کا شہرہ
 فنِ شو میں آج استاد ہیں وہ
 مسلم وہ ٹہرا جو نکلا زباں سے
 ہوا طبع ان کا کلام مبارک
 عجب کیا جو پہنچا عرب تک عجم سے
 بے باغ سخن میں بہار ان کے دم سے
 ہوا مستند لکھ دیا جو قلم سے
 بر آئی آمتا خدا کے کرم سے
 قفسہ ہے ہیں دلچسپ دلدار جسے
 پئے سال تاریخ سا کرنے لکھا

این فیض‌نامه که افسوس نوشت
سأحر این مترده شیشه گفتم

حسب ذوالشراح اجاب نوشت
تلمش شجره انساب نوشت

۱۳۴۵ هـ (۱۹۵۸ء)

(۲) انمول۔ سید نظر احمد مولف خزانہ النساء۔ امپ جناب اقتدار

کھائی گئے اور اس اظہارِ دلچسپی کا ثبوت

احمد ساحر کے برادر حقیقی تھے۔

تاریخ دیوان جمیل ہسوانی

جیسٹل احمد سخن سنج یکانہ
کلاشن طبع گشت و گشت عالم
دل انمول ہے تاریخ طبعش

کہ سدا خلق خود و خلق محبوب
دل و جان طالبِ استارِ مطلوب
شد معجز نما ابداعِ مرغوب

۱۳۳۶ (۱۹۰۸ء)

۳۔ سید قمر احمد قمر سہسوانی بی اے ایل این بی خلیفہ سید نظر احمد افسول

وکیل محی بدایوں انہوں نے خزانہ اللہساب کی تاریخ یہ کہی تھی کہ

نسب نامہ جیسے کا دیکھا تھا خواب
تو اب اس کی تعبیر سچی ہوئی

مگر کہدو تاریخ تالیف تم
کہ تو بیچ انساب اچھی ہوئی

(1952) 136A

(۴) صدر و نانی سید ابوالاحمد برادر جناب افتخار احمد صاحب سہسوائی آپکو
نیز کلام - عوفی افاری اور انگریزی پر عبور تھا۔ آپکے صاحبزادے سید تہذیب احمد تہذیب بھی شاعر ہیں
قیامت المہذرا ہے چرخہ شرفِ خال ہوگا ملائکہ کی زبان پر الحفظ والا ماس ہوگا
(۵) عرش سید محمود علی ساکن بسوئی ضلع بدایوں

نیز کلام - بی ہے قدیر خم کی جیسے شراب الفت اب تک منہ اسی کے کام و زبان پر ہیں (تقریر شاہ)

(۶) فوق پروفیسر سید محمد حنیف سہسوائی خلف علی سہسوائی یونیورسٹی سندھ و یونیورسٹی بنارس
نیز کلام - غم جاناں غمِ دہال کی گڑگڑاہوں سے گزرے ایسے کہ خود اپنی ہی جبروت سے
زندگی جامِ بکف آئی بھی محض میں مگر شب کے متوالوں کو تو مینِ نظر ہو سکی
(ادب لطیف ۱۹۵۶ء)

(۷) انجم - پروفیسر شفیق احمد سہسوائی لکچرار مسلم یونیورسٹی علیگڑھ
نیز کلام - اٹھو کہ رد نمانیِ نفس بہا رہے دھڑو کہ عہدِ دگس ستارہ آگیا
(آجکل فزوی ۱۹۵۶ء)

جیل سہسوائی شاگرد صبا سہسوائی و غیر شکوہ آبادی و شہیر رام پوری

مولوی سید جمیل احمد نقوی مودودی صالحی سہسوائی ۱۸۶۰ء - ۱۹۳۵ء

خلف سید امتیاز علی خلف سید مراد علی آغا ز شیر خوار ہیں آپ کہ والدہ کا انتقال

ہو گیا اور نانا نے آپ کی پرورش کی۔ آپ کے نانا مولوی حافظ سید اولاد احمد لغوی مودودی صالحی سہوانی ^{۱۸۱۳ھ} - ^{۱۸۶۲ھ} مفتی شرف الدین رام پوری، مولوی تراب علی لکھنوی اور مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی کے شاگرد تھے ان کی تصانیف میں مناجات اللغات، ابتداء العرب، تیسرے الفی و سراج التحقیق اور شرحے مثنی حسن و عشق، مسند نعمت خاں عالی ہیں۔ نانا کے انتقال کے بعد آپ کے ماموں مولوی سید سبط احمد اور سید ابن احمد نے مثل اولاد صلیبی آپ کی پرورش کی۔ اور جائیداد نانا کی سے حصہ بھی دیا۔ مولوی سید سبط احمد کے ساتھ آپ ^{۱۸۸۵ھ} میں بھوپال گئے وہاں تعلیم کی تکمیل کی اور ملازمت کی وجہ سے مستقل قیام کر لیا۔ ^{۱۸۸۵ھ} میں اپنے رشتہ کے ماموں مولوی سید عبد الباقی کے ساتھ حج کیا جناب جمیل سہوانی کے بارے میں مختلف تذکرہ نگاروں کی آراء و رجحان ذیل میں

حیات العلماء ۱۲۲ - ۱۲۳ھ

آپ کو شروع سخن سے خدا داد مناسبت تھی۔ صفائی زبان اور فصاحت کی طرف متوجہ تھے نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال اور نواب صدیق حسن خاں کی مدح میں تصانیف اردو اور فارسی میں لکھے فن شعر میں بھوپال کی جماعت کثیر آپ سے تلمذ رکھتی تھی۔ دیوانِ خدمات و قصائد مسیحی بہ شمرہ فصاحت طبع ہو چکا ہے۔ دیوان غزلیات اردو غیر مطبوعہ مرتب ہے اسکے سوا مثنی حلیۃ الابراہیم، ایامیئے نواب صدیق حسن خاں لکھی گئی تھی طبع ہو چکی ہے۔ بعض رسائل تحقیق مسائل متنازعہ میں بھی آپ کی تالیف سے مشہور ہو چکے ہیں۔ اکیساون سال عمر ہے اور ریاست سے منقطع باتے ہیں۔

تذکرہ آثار الشعرا - ذہن و بالیاقت ملازم ریاست ہیں۔ ریختہ گوئی میں مستثنیٰ

ماہر حسین صبا سے اور فارسی میں حافظ خان محمد خاں شہیر سے تلمذ ہے۔

تذکرہ ہزم سخن - فکرش رہا طبعش موزوں، بشق سخن از منشی مابریں

صبا رسانید - امروز بہ ملازمت ریاست بھوپال سرفناکار برنگلک می ساید۔

تذکرہ روز روشن بیانِ دامغان از بیانِ توصیفِ جودت طبع وحدتِ ذہنش

در علوم عربیہ و فارسیہ بہارتے دارد و در نظم فارسی وارد و منشی الوارحین تسلیم سہسوانی را استاد خودی شمارد۔

تذکرہ طور کلیم تلخیصِ مولوی سید سبط احمد کہ از بزرگان اوست نموده

اصلاح سخن پارسی از منشی الوارحین تسلیم و ترجمہ از منشی مابریں مہامی گرد۔ متصل ریاست بھوپال است۔

نویہ کلام	بجملہ جو پیش از گرسن خود را فنا کردم
فارسی	ماہ کوئے او ز دیدارش خوشیم
نویہ کلام	مخشر میں کیوں یہ شور و نظم ہے بر طر
اردو	بہت اس گل کے بلبل میں اچھے کو نہیں ان سے
	کیا پوچھتے ہو داغِ جگر میں کہاں کہے میں
	قاصد کی گفتگو میں دلآویزیں کہاں
	کیوں ناگوار ہم کو جفا میں ہوں یار کی
	اچھی کہی کہ اب ہمیں چاہانہ کیجئے
زیند گور ہارستم ز سودائے لعل رستم	
تسمت	زاہد بہشت و حور باد
	دیکھو کہیں یہاں بھی وہ بیدار گر نہ ہو
	مجھی پر خاد کھائے مجھے میں کانے مایاں کے
	کچھ آپ کے دئے ہوئے کچھ آسمان کے ہیں
	اسکی زبان پہ لفظ کچھ انکی زبان کے ہیں
	ہمدم ہی تو یار کی باتیں میں پیار کی
	گویا کہ ہے یہ بات مرے اختیار کی

آخر چلے نہ آئے جلی شوخیوں کی کیا دیکھی کشش ہمارے دل بیکار کی
کہتا ہے آنکھیں پھیر کے وہ شوخ دلہا گردش ہمیں دکھاتے ہیں یل دہار کی

انتخابِ نصیب بر غزل مرزا غالب ۔

ان کی ابرو دیکھی، شیریں بھائی گئے کیوں کھائی ہیں چوٹیں نظر کی تیرے بھائی گئے کیوں
عاشقِ بدنام میں تیرے بھائی گئے کیوں غامِ زادِ زلف میں زنجیر سے بھائی گئے کیوں
ہیں گوتہا رہا زنداں میں گھر اپنے کیا

انتخابِ نصیب بر غزل خواجہ آتش ۔

اگر جگہ آراستہ تھی ایک مجلسِ وعظ کی اتفاقاً میں بھی جا پہنچا رہی تسمی
یہ ہوئی حالتِ کرتکھ دوتے پنکی بندھ گئی حور کی تعریف گویا رنگی تولیف تھی
ذکرِ کو جنت کے میں سمجھایاں کو کدوست

انتخابِ نصیب بر غزل بہادر شاہ ظفر

اگرچہ تو ہے فردا رے دل غمگیں تبھی سے کہتا ہوں ناچارے دل غمگیں
نہ دوست ہے نہ کوئی یارے دل غمگیں رہا ہے تو ہی تو غمخوارے دل غمگیں
ترے سوا غمِ فرقت کہوں تو کس سے کہوں

کلامِ نازی نظمِ بے ملک گمِ بردخشاں برابر است نازم بہ طبعِ خود کہ بہ عواں برابر است
گلگشتِ لالہ زاد چلا آرزو ستمم داغِ دلم بہ روضہٴ رنواں برابر است
منت کشِ علاجِ مسیحا نمی شوم در کیشِ عشقِ درو بہ دریاں برابر است

قصیدہ در صنعت لف و نشر

ہتے دارم یہ جور و غمرہ و آزار و شور و شر
 بہ قدر طوبیٰ بہ لبِ مرجان بہ سنبُلِ ریحاں
 دو چٹا نش دو ابرویش و دہلیش و رخسارِش
 فنوں ساز و خود آرا و زیب انگڑ و عاشق کُش
 بہ یک غمرہ بہ یک عشوہ بہ یک جلوہ بہ یک یما
 من دیوانہ حیل سرشتہ و پر سودا
 صلے دارم کہ در دورانِ عدل و نصفتِ سلطانی
 زہے شاہِ جہاں بیگم کہ توفیق و ثنائے او
 فروغِ دو دودِ دولت چراغِ خاہِ مصلحت

ترکیب بند بہ تقریب معاودت از سفر ثانی مکلفہ

ہر سمت گھٹا چھاتی ہے گھٹا گھوڑ چمن میں
 نغموں سے غنادل کے ہے اک شور چمن میں
 کچھ گل ہی نہیں آج شرابور چمن میں
 جو نخل ہے وہ رنگ میں ڈوبا ہے سراپا

آتی ہے چمن میں چمن آرا کی سواری

آرا کش دیں رولتی دنیا کی سواری

سہولت فقیری میں بدولت ترے ایسا
 نہا کی حقیقت نہیں گویا مرے آگے
 رہتا ہے سدا عالم بالا مرے آگے
 نہ کہتا ہوں ترے جاہ کی توفیق ہمیشہ

دن رات کرم کا ترے رہتا ہے نقور ہے
 ہے اٹھ پھر جو شیش دریا مرے آگے
 مداح ہوں تیرا مجھے بھائی ہے تری مدح
 ہوں تیرا ملک خواہ خوش آئی ہے تری مدح

انتخاب قصیدہ در تہنیت عید الفطر

دیکھا جو تو نے عید کا ہے تیرا چاند
 کاش اسکا چہرہ آئینہ داروں میں ہو ترے
 تقدیر اسکی چمکی۔ لگے اسکو چار چاند
 مدت سے اس جگہ کا ہے امیدوار چاند
 فرقِ نیا ذکر کے خم آیا ہے دور سے
 تاریخِ ادب کے ساتھ ہے نذرانہ جمیل
 تجھ کو دکھائے عید کے حق نے شمار چاند
 (۱۳۱۵ھ)

قصیدہ تہنیت حسن صدر لشی نواب سلطان جہاں بیگم

ناظورۂ گل بار بہ محکزار برآمد
 عالم ہمہ سر جویش بہار است بہ سادی
 بلبیل بہ گل افشانی گفتار برآمد
 گلشنِ گرب از در دیوار برآمد
 آں مائل نظارہ دایمں نحو تماشا
 سلطان جہاں خورشید دران شد گہیاں
 باشوکت شایانہ بہ دربار برآمد
 در اہل کرم مافکہ سالار برآمد
 حاتم کر مشر دید و بمن گفت کہ خواہ

قطعہ شکر گزاری اضافہ تنخواہ

نہ کیوں حدود پول گفت کہ ہلال کی مانند
 یہ مجھ گد اکی زبان پر ہے شام و لگاہ
 جو مایہ ناز مدحِ خیر خواہ بڑھے
 کہ عمر و دولت و قبائل بادشاہ بڑھے

جیل چل کے یہ ٹکڑے میں سنا تاریخ
تمہاری عورت زادہ ہو ملک بجاہ بڑھے
تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از حلال لکھنوی
(۱۳۲۲ھ) (۱۹۰۴ء)

جس وقت جیل احمد خوش نگر کا دیوان
مطبوع ہوا اور نشاط و طرب انگیز
تاریخ حلال سخن آرائے یہ لکھدی
ایک ایک غزل کیا سوئی دلچسپ اور ناز
(۱۳۲۲ھ) (۱۹۰۴ء)

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از فاخر سہسوانی

چو گفت رجمیل مابند طبع
بہ تو صیفش دل و جاں گت ساعی
کلاش دیدہ ام عین فصاحت
نمی گویم ز اخبار سماعی
پئے تاریخ این الفاظ فاخر
سرافشادہ بہ شان اجتماعی
قصہ نشوی۔ خمسہ۔ مثلث
مسدس۔ شعرو دیوان و رباعی
۱۰۰ + ۶۰۰ + ۲۰۰ + ۲۰۰ = ۱۳۲۰
۲۰۰ + ۳۰۰ + ۲۰۰ + ۲۰۰ = ۹۰۰

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از نکیت سہسوانی

سوارِ مردمک دیدہ ہنر آمد
فروغ گوہر افکار تا بذاک جمیل
کسے نہ کرد بہ اس هنر از سخن سنجان
بہ چیت بندش الفاظ اشغال جمیل
نوشتہ ہر عہ تاریخ بہ بدن نکیت
ولیں فکر جمیل است فکر پاک جمیل
(۱۳۲۲ھ) (۱۹۰۴ء)

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از معجز سہسوانی

الحق کہ مصنفش جبر است در قوتِ نظم بے نظیر است
دارد بہ مخمات شانے مرغوب و خجستہ تر بیانے
از مدح اگر اساس دارد صد فکر تہ بولواس دارد
درباکہ برسکب مدح سفتہ حاقانی را جواب گفتہ
چوں پایہ زین مدحت افسرد گوئے رہبر فارابی برد
چوں طبع بہ جت سال طبعش معجز ہوست نظم دلکش

۱۳۲۲

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از ساحر سہسوانی

کلام جمیل سنخور کا شہرہ عجب کیا جو ہنر پیر تک عجم سے
فنی شریں آج استاد ہیں وہ ہے باغ سخن پیران کے دم سے
مسلم وہ ٹھہرا حو نکلا زباں سے ہوا مستند لکھد یا جو قلم سے
ہوا طبع ان کا کلام مبارک بر آئی تمنا خدا کے کرم سے
پتے سال تاریخ سا حرنے لکھا قسیدے ہیں لپس دلدار خم سے

۱۳۲۲

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از سید عبدالحکیم میاں سیف شاہ جہا پوری

لمیز جلال لکھنوی

جمیل سنخور کا دیوان چھپا کہ ہے واقعی دلکش و بے نظیر
یہ سطر ہیں یا گیسوتے ہوشاں نہ کیوں اہل بنیش کے دل ہوا اسیر

دوا ترک اللہ سے آب و تاب
نہ کیوں رقی طور معانی ہوں نظم
کوئی نہ رہے کوئی ماہِ فیبر
سمنور ہو جب ایسا روتن خمیر
نہ کیوں خوش ہو درجِ جنابِ منیر
یہ دیواں ہے پاکیزہ دے لظیفہ

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از جناب احسان شاہ جہاں پوری شاگرد جلال لکھوی

چھپ گیا وہ جانِ فصاحت کلام
اسکے معانی میں سمجھی دلپذیر
جس سے ہوئے حاسد میں ذلیل
اسکے مضامین میں سمجھی بے عدیل
لکھنا ہر شعر نہایت جمیل
نثر کی احسان نے جو تاریخ کی

۱۳۲۴ھ

تلامذہ جمیل سہسوانی

۱۔ اشہر خواجہ مجید الدین خلع حافظ وجیہ الدین ایمری ملازم ریاست بھول
ہیں ہے حوں مراے کچھ ایک لڑپر
شریکِ قتل تری چشمِ فتنہ گر بھی ہے

۲۔ اظہر خان بہادر سید اظہر علی سہسوانی مقیم مراد آباد خلع سید

بنیاد علی سہسوانی۔ آپ جناب جمیل سہسوانی اور امیر مینائی کے شاگرد تھے دیکھئے صفحہ ۳۹۹
تاریخ دیوان اظہر یہ مادہ کیا ہے کشف الخواہے
جمیل سہسوانی جس نے اسے طرہا ہے ساختہ کہا ہے
یہ حسن یہ اداسے کب جو رہی پری میں
اندا از ساحری کا ہے رنگِ شاعری میں

۱۳۳۹ھ

۳۔ افسر۔ منشی سید عبدالاحد میثم بھوپال

نمونہ کلام

۴۔ افسر۔ سید افسر علی سہسوانی برادر خات بہادر سید اظہر علی
تاریخ دہلیں چشم بد دور دلاؤیز بے گفتار فصل
شہرت آج اسکی لطافت کی ہے ماشاء اللہ
جیل سہسوانی طبع کی اسکی یہ تاریخ نکھو اے افسر
جان لاریب فصاحت کی ہے ماشاء اللہ

۱۳۶۹ھ

۵۔ بزم۔ سید مظہر احمد سہسوانی

نمونہ کلام ہو کجا جب برادر اسے جن عالم آشکار
چشم نظارہ سے کیوں بیٹھیں دہ پر داکے
(گفتار شکیل علی محمد ۱۹۳۷ء)

۶۔ تمنایہ شیخ محمود سورتی میثم بھوپال۔ جناب جمیل سہسوانی اور حضرت داغ

وہلوی کے شاکر دیکھ۔

نمونہ کلام

۷۔ جوہر۔ منشی الیشری پر شاد خلف در کا پر شاد شاہ جہا پوری۔ دیکھئے ۲۲۳

نمونہ کلام

۸۔ حافظ۔ منشی عبد المجید راجپوت ملادم ریاست بھوپال

تاریخ دہلیں کہتے ہیں کرامت اسکواہل معنی
جیل سہسوانی تاریخ نکھو اسکے طبع کی اے حافظ
استاد کی میرے یہ نہیں بے گفتار
زمینہ کلام دل نشیں ہے گفتار

۱۳۲۵ھ

۹۔ خلیل۔ منشی خلیل الرحمن خلف حافظ عبدالرحمن کاندھلوی

۱۰۔ خنجر۔ منشی مقبول حسین سہسوائی

مورہ کلام خنجر ملا لطف کسی اور سخن میں
گلدستہ قنوج ہے کھایا مرے دل کو
(پیام عاشق قنوج ۱۸۹۰ء)

۱۱۔ رمز۔ منشی فضل احمد منڈاوری ۱۸۹۶ء میں بھوپال میں زیر تعلیم تھے۔

نمونہ کلام مرے ہاٹھ میں کون دل
اہلی بیٹھے بیٹھے ہو گیا کیا
زبان اے رمز اپنی بند رکھو
مقدر کی شکایت کیا گلہ کیا
خاک بھی رند کی نکلے گی نہ میخانے سے
دروے بنے پست جائے گی پیمانے سے
(پیام یار جنوری ۱۸۹۶ء)

۱۲۔ ربط۔ سید علی اعظم خلف سید عبدالعلی بھوپالی۔ کوثر بھوپالی کے

بھائی تھے دونوں بھائی جناب جمیل سہسوائی کے شاگرد تھے۔
تاریخ دیوان کلام جناب جمیل خلیل
چھپا ان دونوں شکر پروردگار
یہ ہے تازہ گلشن عجب پر بہار
جمیل سہسوائی کہو ربط تاریخ از سر انبساط
(۱۳۳۵ء)

۱۳۔ شاد۔ سید اسحاق احمد خلف منشی سید مقبول احمد نقوی مودودی

سہسوائی اور آپ کے والد ماجد دونوں جناب جمیل سہسوائی کے شاگرد تھے۔
نمونہ کلام

۱۴۔ شاکی سید علی ہادی امروہوی از خاندان قاضی زادگان۔

حکمرانیوں کے آگرو میں ملازم تھے۔ دیکھئے ص ۲۸۶

نور کلام قیس کی داستان نہیں سنئے سنئے قلعے مرے ضائع کے

(پیام یار سنی سن ۱۸۹۵ء)

۱۵۔ شوق منشی محمد فضل اللہ جاگیردار ریاست بھوپال

تاریخ دیوان شوق چھاپیدہ۔ ان استاد نامہ کلام
جیل ہسولانی محب لطیف ہے طبع کتاب کی تاریخ
کر بے شمار تلامیذ جنکے ہم سے ہیں
یہ کیا نفیس قصیدے عزیز ضعیف

۱۶۔ شور۔ منشی محمد علی خاں بھوپالی سن ۱۹۳۳ء۔ حضرت جیل ہسولانی کے علاوہ

مولوی محمد حسین محوی لکھنؤی اور جناب شوق قدوائی سے بھی استفادہ کیا تھا۔
تاریخ دیوان کلام استاد کا میرے مصنف فضل الہی ہے
جیل ہسولانی یہ لکھی شور تاریخ دلکش اسکے چھپنے کی
وہ کتنا خوش گلامی میں کلام انکائی لائے
عجب کچھ دلرانی سے گورنری کل اتھانی

۱۷۔ ظہور۔ منشی ظہور الاسلام خلیفہ سید نور عالم شاہ جہانپوری۔ دیکھئے ص ۲۸۷

نور کلام

۱۸۔ عاجز سید شوق احمد ہسولانی۔

نور کلام ہند میں ساتی نے بھی ڈا ہوا مانو دیا
کسکے آگے رویتے پھولی ہوتی تقدیر کو (شکوہ پلٹھ)
۱۸۰۹ء

۱۹۔ عاقل سید خلیل احمد نقوی مودودی سہسوانی خلف سید ابن احمد

خلف سید اولاد احمد۔

تاریخ کتاب محمد اللہ نسب نامہ چھپا ہے
بخوبی حادی ازبک سادات
مبارک شجرہ انساب سادات
(۱۳۵۱) (۱۹۳۲ء)

۲۰۔ عقیل سید عقیل احمد نقوی مودودی سہسوانی برادر سید خلیل احمد عاقل

تاریخ دکن
سے مگر روح صوفیہ کتاب
دل سے قرباں ہو کر یوں جان سخن
یوں کہو ہے چستان سخن
دل کش طبع کی تاریخ عقیل

۲۱۔ کوثر سید محمود علی بھوپالی برادر رکلاں سید علی اعظم دلی بھوپالی

ایضاً
زہے کلام جمیل جلیل سند مطبوع
جہاں سوتے غدی کنڈو چو نقطیس
چو ہنر گوہر تاریخ نقوہ ز کوثر
رخبر طبع برآمد طلسم نظم نفیس
(۱۳۲۹)

۲۲۔ لطیف حافظ عبد اللطیف خاں شاہ جہاں پوری جاگیر دار ریاست بھوپال

نہ کلام
چھپتے سے کبھی رازِ خجست چھپتے
کر و کتای ضبط آخر کو افشا ہو گیا
طبیعت شگفتہ ہے دل شاد ہے
یہ سنجیدہ گفتار استاد ہے
نہ کیوں اسکی تاریخ نکھول لطیف
(نثر و فصاحت)

مقبول سید مقبول احمد خلف سید ظہور احمد نقوی مورودی سہسوانی۔ ریاست

کوٹہ میں ملازم تھے۔ آپ کے صاحبزادے سید اسحق احمد شاد بھی حضرت عیسیٰ سہسوانی کے شاگرد تھے
نور کلام یارب آج کون سے ارماں کا خوں ہوا سینے سے آج رونے کی آبی صد سکون

(پیام عاشق تنویر اپریل ۱۸۹۱ء)

جناب مقبول کے شاگرد منشی علی حسین صاحبزادے خلف شیخ مراد علی بھوپال تھے۔

۲۲۔ مجید حافظ عبد المجید راجہ لکھی ملازم بھوپال

تاریخ تذکرہ موج فیض الہی زبداں تذکرہ
مخبر خاں جاوید ہر ساں طبع آں ملک مجید
ہاں یا اے تشنہ کام ریختہ
ز درقم جوئے کلام ریختہ
۱۳۲۵

۲۵۔ مصطفیٰ سید احمد رضا لکھنوی متیم بھوپال خلف سید حسن رضا لکھنوی

نبیر میر مظفر حسین خیر مرثیہ گو
نور کلام

۲۶۔ مظفر مولوی حکیم سید مظفر علی برادر خان بہادر سید انظر علی

انظر نقوی مورودی سہسوانی۔

تاریخ دیوان ناؤں خاطرین سخن کیا میں کشتی غرقا
جیل سہسوانی طبع کی دیکھے ہے کیا صاف مظفر تاریخ
بھالی صاحب کی مرہیں نیش، بے گفتار
سلک گوہر ہے یہ انمول نہیں بے گفتار

(نور فصاحت)

۲۷۔ نظیر۔ مولوی محمد نظیر حسن خلیفہ۔ مولوی محمد شبیر سہسوانی

نمود کلام

۲۸ نفیس۔ منشی محمد سلیمان خاں جاگیردار بھوپال

تاریخ دیوانہ نفیس آپ کے استاد کا کلام چھپا جیل بھوپال علی ہے عجوبہ تاریخ فکر و گفتار میں سے
 جہاں ہے اس کا طلب گار دل ہے مطلوب کہ جسے اور قصیدے ہیں چلنے محبوب

(مترجمہ نفاست) ۱۳۲۹

۲۹۔ نسیم۔ منشی بہن مالال قنوجی میقم بھوپال

نمود کلام

(۳۰) مہر۔ منشی جنگل کشور خلیفہ گردھاری لال بھوپالی

نمود کلام

(۳۱) نفیس۔ کنور اظہر علی خاں خلیفہ معصوم علی خاں علیگر علی ۱۹۳۲ء ۱۹۴۵ء

کراچی میں اشتعال ہوا۔ آپ کے کلام کا مجموعہ ۱۹۴۶ء میں کراچی میں چھپا تھا۔
 نمود کلام شاید نثر بانی مل سکے اب یادوں کا اسیر ہو گیا ہوں

۳۲۔ واحد۔ منشی سید واحد علی خلیفہ سید جعفر علی بھوپالی۔

نمود کلام

وکیل۔ حافظ سید وکیل احمد خلیفہ و ساگر جناب جیل سپرنٹنڈنٹ۔
تاریخ مذکورہ صحیح کمال سربراہ نے
علم ظاہر ہوا جب مجھے نیکر تاریخ طبع
زمانہ یر مری آگیا تذکرہ

۱۳۲۵

سید محمد زکریا نظام رام پوری شاگرد مجاہد بریلوی

آپ کا تذکرہ شرائع رام پور میں ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۲۰۲۳

مولوی سید ابوالحسن ساکت امر دہوی شاگرد نظام رام پوری

آپ کا ذکر شرائع مراد آباد میں ہوگا دیکھئے صفحہ ۲۰۲۴

شمس امر دہوی۔ مولوی سید جواد حسین شاگرد ساکت امر دہوی

آپ کا ذکر شرائع ضلع مراد آباد میں ہوگا دیکھئے صفحہ ۲۰۲۵

تلاذہ شمیم امر دہوی

مجاہد۔ منشی محمد دوم حسین بدایونی

نور کلام۔

سلسلہ میر ضمیر لکھنوی شاگرد تیغ مصطفیٰ۔

ضمیر میر مظفر حسین لکھنوی ۱۷۹۱ء - ۱۸۵۵ء خلف قادر حسین ان کے بارے

میں شیخ مصطفیٰ اپنے تذکرہ ریاض الفضا میں لکھتے ہیں "سر آمد صلحائے عالی مقدار۔ جوان
مضیٰ عرش سی سالہ خواہد بود ہمراہ شیخ محمد بخش فاجد بہ حلقہ شاگردی فقیر آمدہ بود ذرفنون
است در مشیہ گوی طاق۔"

سب سے کہیں کہ تم بھی گلتاں سے لائے گئے

میرزا کلام حشر کا درغے کے چلے ہم بجائے گل

دریاض الفضا یعنی شرا

تلامذہ میر ضمیر لکھنوی۔

دبیر۔ مرزا سلامت علی ۱۸۰۴ء - ۱۸۷۵ء خلف مرزا غلام حسین دہلوی ثم

لکھنوی خلف مرزا غلام محمد خلف مرزا محمد رفیع بلنغ خلف ملا محمد ہاشم نثار شیرازی ثم
دہلوی برادر ملا اہلی شیرازی

غزوہ کلام	رفق کرنا مجھ کو کوئے میں	قبر بلیبل کی بنے گلزار میں
رباعی	گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے	بیل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
—	ہرزند میں جہو ہے تری قدرت کا	جس پھول کو سو گھٹا ہوا پتہ ہے
(خام خانہ جاریہ جلد سوم ص ۱۵۸)		

تلامذہ مرزا دبیر لکھنوی شاگرد میر ضمیر لکھنوی۔

اوج۔ مرزا محمد رفیع ۱۸۲۵ء - ۱۹۱۴ء خلف وجائیشین مرزا دبیر۔ فن عروض

کے ہاں تھے مرتبہ گوئی اور مرتبہ خوانی کا مشغلہ تھا۔ حیدر آباد اور رام پور سے وظائف مقرر تھے	نمود کلام	اوج کی کبھی ارباب سخن سے کیا بحث	دامن گل کبھی کا نقول میں الجھا دیکھا
چل سوتے گور غریباں اے حریص مال ور	مرتبہ	نظر نہیں کسی منعم کے مال دولت پر	دیکھ کتنی آرزو میں نذر مدفن ہو گئیں
درج نیاز کو ہے ناز اپنی حثمت پر	—	دیکھی پڑے ہوئے ہیں آستانِ حق پر	ہے تیکہ بندے کو اللہ کی غایت پر
دہ جلنے دیتا ہے اپنی گلی سے کب ہم کو		قبر جگے ہیں دیتا ہے بے طلب ہم کو	

رسالہ اندو (ستمبر ۱۹۷۵ء)

جناب اوج کے شاگرد منو بدایونی کا ذکر جناب ضیا بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔

عاشور لکھنوی شاگرد شیخ مصطفیٰ مروہری

عاشور۔ نواب عاشور علی خاں ۱۸۶۱ء خلف نواب محمد علی شاہ دہلی اودہ

کعبہ صدف و صفا مشرق انوار دل عالم علم خفی غمزن اررار دل
خضر طروق و قیام عیسیٰ معجز نما بسوق بجلی طور طالب دیدار دل
تلامذہ عاشور لکھنوی شاگرد شیخ مصطفیٰ مروہری۔ (سر ابا سنن بسنن شوا)

امید۔ مولوی سید محمد جعفر ۱۸۳۵ء خلف سید محمد باقر خلف مولوی

مخلف مولوی دلدار علی محمد آپ کی طبیعت حمد و نعت کی طرف راغب تھی۔ آپ سے
نور لکھنوی کے علاوہ آغا جوبندی شاگرد شیخ مصطفیٰ سے بھی استفادہ کیا تھا۔
تراکم بھی تو ہے بے حساب بے غفار مرے گناہ نہیں گرشمار کے قابل
نشوق یہ سیر عدم کا کم نہیں وہ چلے جاتے ہیں جن میں دم نہیں
تلامذہ امید لکھنوی شاگرد عاشور لکھنوی (محمد حامد جاوید)

نور شید۔ مولوی سید محمد اصفیٰ ۱۸۵۶ء۔ ۱۹۰۱ء خلف سید محمد تقی خلف

بد دلدار علی محمد خواہر زادہ و شاگرد مولوی سید محمد جعفر امید لکھنوی کی سال
انتخاب شائع کرتے رہے ایک دیوان اور ایک رسالہ افادات آپ سے یادگار
وفات پائی۔ مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی میں کمال تھا آپ نے صاحب کشمیری سے اسرارہ کلام
نس میں گئی ہیں باقی میں تیلیان سپہم تریپ تریپ کے جوتوا مولائیاں کیلئے
نظر احاطہ میں اب شاق بیت ہے ایدوست جسکو کہدے اسے دیدول میں لمانت تری
(کاملاں لالہ پور خرمزہ حامد جلد دوم)

تلامذہ جناب بشیر نگیونی۔

۱۔ بشیر خواجہ مبشر حسین نگیونی خلف خواجہ امیر حسین شاگرد جناب خورشید

وجاuid لکھنوی ایک شہسوی ریاض فیض آپ سے یادگار ہے۔ دیکھئے ص ۱۵۶۴
نمونہ کلام در ہی اک جس مرگ تھی وہ اڑالی آپ نے اب ہمارے پاس کیا باقی ہے ہزل کیلئے

۲۔ جاوید۔ مولوی سید محمد کاظم لکھنوی۔ ۱۸۶۴ء۔ ۱۹۲۵ء (خلف جاوید) خلف مولوی

سید محمد جعفر امید لکھنوی۔

نمونہ کلام
بنی تھی رنگدین تبر کیوں پامال ہوئے کو
کسی عرض تھی کہ روتا ہمارے ماتم میں
کوئی کس منہ سے اس سکھ کرے اتنی آنتہاں کا
حال دنیا پوچھتے ہیں اہل محشر تو سسٹیں
کوئی لحد پہ بجز شمع اشکبار نہ تھا
مرنے جینے کا مزہ سب کو چڑھتا آئی تھا

تلامذہ جناب بشیر نگیونی شاگرد خورشید لکھنوی

انجم۔ منشی رعایت احمد بدایونی۔ شاگرد جناب بشیر نگیونی و جناب قمر

آپ کا ذکر جناب قمر بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۱۷۰

سحر۔ منشی مشرف حسین بدایونی۔

نمونہ کلام

سلسلہ حسین شاہ جہا پوری شاگرد شیخ مصطفیٰ امروہوی

حسین۔ نواب غلام حسین خاں شاہ جہا پوری شاگرد شیخ مصطفیٰ دیکھئے صفحہ ۳۸۵،
 نائب۔ منشی ثناء احمد خاں شاہ جہا پوری شاگرد حسین شاہ جہا پوری دیکھئے صفحہ ۳۸۵،
 قاسم۔ حافظ عبدالرحمن شاہ جہا پوری بقیم سہوان شاگرد نائب جہا پوری دیکھئے صفحہ ۴۵۵،
 تلامذہ حافظ عبدالرحمن قاسم شاہ جہا پوری شاگرد نائب شاہ جہا پوری۔

اخگر۔ چودھری پرویز احسن سہسوانی

نواب غلام

اسیر لکھنوی شاگرد شیخ مصطفیٰ

تدبیر الدولہ مدیر الملک منشی مظفر علی لکھنوی ۱۸۶۱ء - ۱۸۸۲ء
 ابن منشی مسد علی مائل کر شاگرد شاہ مولیٰ لکھنوی مطابق ریاض القضاۃ ابن محمد علی
 ابن معین الدین ابن محمد صالح کڑوی از اولاد حضرت عباس علمدار فی اللہ و۔ فارسی اپنے
 والد ماجد اور عربی اپنے عم بزرگوار مولوی سید علی اور علمائے رنگی محلی سے پڑھی۔ فقیر الدین
 حیدر۔ امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ دالیان اودھ کے عہد میں حکومت اودھ کے
 عہدیدار رہے جس زمانے میں نواب محمد سعید خاں مسد نشینی سے قبل لکھنوی میں مقیم تھے آپ
 کو اپنے مہاجر ادوی کی تعلیم پر مقرر کیا نواب یوسف علی خاں کے زمانے میں گھر بیٹھے وظیفہ پاتے
 رہے۔ نواب علی خاں کے زمانے میں رام پور چلے گئے۔ ایک دیوان فارسی۔ چھ دیوان اردو

تعمدہ تنبیات کے علاوہ نہ رکامل عیار شرح معیار الاشعار رسائل علم عروض و قوافی
فارسی و اردو رسالہ بیان اصناف رسالہ تشریح الحروف (فارسی) فوائد منظوم در علم نحو
ربی (آپ سے یادگار ہیں۔

نزد کلام زینت کہتے ہیں جسے ہے اضطراب
ایک کیا ایسے جو سوا عالم خدا سے کرے
ہوم مختصر میں ہوئی جب ترقی ارزش کی
باقی ابھی ہے ترک تمنا کی آرزو
داع جتنے تھے زمانے میں وہ تم نے چن لئے
بیکار کوئی رہنے نہ دی میکے کی چیز
مانع کوئی حرم میں ہے اپنا نہ دیر میں
سرستان یار سے جس نے اٹھالیا
محبت واعظ میں جی لگتا نہیں اپنا امیر
لمت ایسا کر دیا مجھ کو شراب شوق نے
کھینچے ہیں تیرے تھوڑے بھی کیا لگتے
کرتا ہے ایک جام سے سلطان فقیر کو
زائد و زہد ریائی سے ملے گی کیا بہشت
ہمت عالم میں پایا اس کو حاتم سے سوا
ہے غاروں میں بھی اس بت کا تصور مجھ کو
خبر غافلہ اہل تمنا کیا معلوم

موت کہتے ہیں جسے آرام ہے
غیر ممکن ہے کہ تجھ سا دوسرا سے کرے
بے گند مل گئے چھپ کے گند کاروں میں
کیونکر کہوں کہ کوئی تمنا نہیں مجھے
چرخ تاروں سے چمن پھولوں غلابو گیا
ٹوٹا سب تو جام بنایا شراب کا
ہیں سالکانِ کعبہ و میخانہ آشنا
رسوا ہوا خراب ہوا در بدر ہوا
ذکر حنت سے ہے بہتر دھان کو کھد دست
مختب سے پوچھتا ہوں میں وہ میخانہ آج
ایک لغاش ہے بہ عانی و ہنر آدھے بعد
کیسا ہے دست بہمت پر ہنر ابل بلند
ہو عبث نازاں تم اپنی سعی ناشکو پر
کر لیا سو بار تم نے امتیاز مے فروش
منہ ہے کعبے کی طرف دل ہے کیسا کی طرف
نہ پھر ملک عدم سے کوئی دنیا کی طرف

سوچ ہے ہم کو یہی گلشن ہستی میں لیسر
 زنجیرِ تعلق سے مرا پاؤں تو لکھے
 حنِ طلب سے ہوا دل ساقی ہو ہر باں
 طائرِ ننگِ حنا مولِ گلشنِ ایجاد میں
 اس قدر اب تو جانِ جاں کیے نہ قتلِ مانعاً
 صحنِ گلشنِ جلوہ گاہِ شادِ طنازی سے
 طبعِ رنگیں کثرتِ مینوںِ نازک سے اسیر
 سب چلے جاتے ہیں کچھ ملکِ عدم دور ہیں
 عشقِ بازی کی یہ خوبے کہ لگی دل پر چوڑ
 طالعِ ملے ہیں پست ہمیں حوصلے بلند
 جلوہِ محبوب آئے بے حجابانہ نظر
 چشمِ خوں بار نہ تھی آہِ تر بار نہ تھی
 کیا فیضِ ملا ہے میں میخانے میں ساقی
 دیوانہ ہوں ایسا جو گیا جانبِ زنداں
 شہزادے نے جو کی جام سے سرگوشی رات
 وہ نا قبول ہوں نہ ملا راستہ کہیں
 یا تو دریا یہ رہے تھے یا نہیں آنکھوں میں نم
 کیا خوب ہو موت آئے جو پہلے مجھے بے سے
 کہنے سننے کی اب نہیں طاقت

دیکھئے گل کی طرف یا چمنِ آرا کی طرف
 ہے فاصلہ دو کام کا ہستی سے عدم تک
 مانگیں زبانِ خفت دکھا کر شرابِ ہم
 زندگی میں نے بسر کی ہے کفِ حیا میں
 تیغِ پیکار سے الامان موت کیے نہیں نہیں
 خندہ گل بھی کسی کے پاؤں کی کواڑ ہے
 جلوہِ نسلی ہے بزمِ شادِ دینِ ناز ہے
 دیکھنا ہم مجھ پہنچ جائینگے دیکھا دیکھی
 چلتے پھرتے جو کوئی صورتِ زیبا دیکھی
 دوزخ میں بھی گزرتی ہیں جنت پسند ہے
 دور ہو جائے کہیں یارِ حجابِ زندگی
 جب تک عشق نہ تھا گرمی بار بار نہ تھی
 تقدیرِ جوانِ عقلِ جوانِ طبعِ جوان ہے
 رنجِ غل کر کے کہا آپ کا گھر ہے
 کر دیا رازِ دو عالم سے خبردار مجھے
 جنت کے در کھلے نہ جہنم کے در کھلے
 اسے ملکِ وہ ابتداءِ انتہا رسات کی
 نازک ہے یہ دل داغِ غمِ نزل نہ اٹھے گا
 عفو کیجئے کہنا سننا میرا

اب تو معجزیں بھی وہ مست شراب آئے لگا
ایک مصف نہیں اس میں ستم ایجادیں سب
دیکھ اے شور قیامت مجھے بیدار نہ کر
دامن کو بھایا تو گریباں میں لگی آگ
دوا کے واسطے ملتی نہیں شراب کہیں
ہولی میں عابدوں کی نمازیں تھا کہیں
ہم دو تھے خدا کے رو برو کے جانینگے
اتنی جگہ نہیں ہے جو بتر لگاتے
ٹھوکر لگاتے مجھے ٹھوکر لگاتے
کیا بات ہے اے اہل فریاد تہماری
سب جو ٹوٹ گیا ساغز شراب ہوا
بار شاہوں سے ملاقات نہیں کرتے ہیں
لکھنؤ ہے جانِ عالم تو ہے جانِ لکھنؤ
بھریا گلشنِ جنت کو گنہگاروں سے
دیکھی لے پیرِ مغال ہم نے کرامت تیری
تھک گئے پاؤں تو لکھنؤ سے شربِ جھے
پھر کے لئے کے نہیں اب کے بہت دور چلے
(انتخاب یادگار - جم خانہ جاوید - یادگارِ ضیغ)

کیا تعجب ہے جو بن جائے سبِ طرفِ دھن
خوب رو جتنے ہیں آمادہ بیداریں سب
عرصہ حشر مرے نام سے برسم سو کا
ایسی تب غم سے تنِ سوزاں میں لگی آگ
خواب میں ستمِ محنت سے میخانے
ہر دم ہے پائے یاریہ اپنا برسمِ جود
جان بے پروا دل بے آرزو ہے جانینگے
ہیں تنگی جہاں سے بہت تنگ ہم فقیرو
چلا رہی ہے لاش مری کوئے یاریں
عشرت سے لبر ہوئی ہے اوقاتِ تمہاری
ہوا نکست ہے ہم میکشوں کا کیا نقصاں
کیا بیاں ہو ترے دچے کے فوٹوں کا شکوہ
منتخب ہے منتخب ہے ذاتِ تیری اے سیر
یے گنہ جاتیں کہاں اب کتری دھت نے
ایک ساعین کئے سینکڑوں پیاسے سیراز
آئے قاتل میں ہر طور تمہارا جاننا
روحیت لے اہلِ جناں ستمِ جام ہے ہیں

تلامذہ حضرت اسیر لکھنوی شاگرد شیخ مصطفیٰ امروہوی

(۱) امیر - منشی امیر احمد مینائی صدیقی لکھنوی دیکھئے صفحہ ۱۷۱

(۲) اعجاز - منشی عبدالعزیز صدیقی سہسوانی شاگرد حضرت اسیر لکھنوی و جناب امیر مینائی - دیکھئے صفحہ ۱۷۱

(۳) افضل - منشی افضل علی خلف اصغر و شاگرد حضرت اسیر لکھنوی دیکھئے صفحہ ۱۷۲

(۴) حکیم - منشی غضنفر علی خلف اکبر و شاگرد حضرت اسیر لکھنوی دیکھئے صفحہ ۱۷۲

(۵) شوق - منشی احمد علی قدوائی لکھنوی دیکھئے صفحہ ۱۹۶

(۶) عابد - منشی سید عابد حسین نقوی مودودی سہسوانی شاگرد حضرت اسیر لکھنوی و امیر مینائی - دیکھئے صفحہ ۱۷۱

حضرت امیر مینائی لکھنوی شاگرد رشید حضرت اسیر لکھنوی

امیر - منشی امیر احمد مینائی ۱۸۳۱ھ - ۱۹۰۱ھ حلف کرم احمد ابن محمد معظم بن

شیخ احمد بن شیخ صالح بن شیخ خواجہ بن شیخ مبارک بن شیخ حسین بن شیخ گدائی بن شیخ نظام
بن الداد بن شیخ ابراہیم بن شیخ قطب الدین (برادر زادہ و جانشین حضرت مخدوم شاہ مینا
صاحب لکھنوی قدس سرہ) بنی شیخ نفیر الدین بن شیخ قطیب بن شیخ عرب صدیقی وارد ہند و مسلم
شواتے بہار) علامتہ فرنگی محلی سے اکتساب علوم عربی و فارسی کیا بخوم اوجہ بن بھی

بھی دستگاہ تھی شاعری میں ان کے استاد حضرت اسیر لکھنوی بھی ان کے معترف تھے۔
 ۱۸۵۲ء میں دیوار نواب واحد علی شاہ سے وابستہ ہوئے۔ نواب موصوف کے حکم پر دو کتابیں
 ارشاد السلطان اور بہایت السلطان تصنیف کیں۔ ۱۸۶۱ء میں نواب یوسف علی خاں وائی رام
 پور نے طلب کر لیا اور عدالت دیوانی کا معنی مقرر کیا۔ نواب کلب علی خاں شاعری میں آپ کے
 شاگرد ہوئے۔ سلسلہ چشتیہ صابریں حضرت میاں امیر شاہ رام پور کی قلم مرہ سے خلافت پائی
 سوائے عبادت اور شاعری کے کوئی مشغلہ نہ تھا۔ فرشتہ صورت۔ ملائک معصوت دوست نواز
 اور عزیز پور پور تھے رام پور کے قیام کے دوران امیر اللغات کی ترتیب کا کام شروع کیا صرف
 دو جلدیں شائع ہوئی تھیں کہ ۱۹۱۱ء میں آپ حیدرآباد چلے گئے وہاں جاتے ہی بیمار ہوئے اور
 وہیں انتقال فرمایا۔ تصانیف میں دیوان عاشقانہ، غم خانہ، عشق، مرآۃ العیب، گوہر انتخاب، حیر
 انتخاب، مضامین دل آشوب، تذکرہ انتخاب، یادگار دیوان، سرمد بیہوش، نغمۃ دیوان، محاذِ خاتم
 النبی، مثنوی البرکرم، مثنوی نوری، لیلیۃ القدر، صبح ازل، شام ابد، ذکر شاہ انبیا، سب مطوعہ،
 دیوان فارسی، معیار الاعلا، مثنوی بر جواب مثنوی میر حسن، دیوان قہائد و ترجیحات غیر مطبوعہ

نہ کلام دل ویران مرا آباد رہے
 ایسے ویرانے کہاں ہوتے ہیں
 بہا داتی ہے اے دستِ جزب یا بکری ہے
 گریباں سے گلے ملے چلا ہے جاگ دلس کا
 کلیم شکر کو حشر تک نہ ہوش آتا
 ہوئی یہ خبر کہ وہ مٹو نے بے نقاب تھا
 ظاہر ہیں ہم ذلیفۃ حسن بتاں کے ہیں
 پر کیا کہیں نگاہ میں جلوے کہاں کے ہیں
 قریب ہے بار و درخز چھپے گا شکر کا لکڑا لکڑ
 جو چپ ہے گی زبانِ فخر لبو پکارا لکڑا لکڑ کا
 سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے
 خنجر چلے کسی پہ ترپتے ہیں ہم امیر
 محکو غصے پہ پیار آتا ہے
 ان کو آتا ہے پیار یر غفۃ
 (کاملاں رام پور۔ غم خانہ جاوید یادگار ضمیمہ)

تلامذہ حضرت امیر مینائی مکھنوی

۱) امیر منشی جمیل احمد کن شیخوپورہ ضلع بدایوں

کلام میں دل کو روڑوں یا پیٹوں جگر کو مصیبت اک مصیبت پہ پڑی ہے
قدم بابر در گھر سے نکالو قیامت منتظر کب کی کھڑی ہے

(۲) اظہر۔ مولوی سید اظہر علیؒ ۱۸۷۳ء - ۱۹۲۸ء خلف سید ہنظر علی ڈپٹی کلکٹر لغوی

دودوی سہسوانی عرصے تک ریاست بڑودہ میں قیام رہا۔

کلام عشاق میں خم بردے خمد کے آگے رہتی ہیں جھکی گردنیں تلوار کے آگے
پاکر تو نہیں آئے ہو کچھ خیر سے واعظ ہجو سے ناب اظہر میخوار کے آگے

(۳) اعجاز۔ منشی عبدالعزیز صدیقی سہسوانی شاعر حضرت امیر مینائی حضرت امیر کھنوی

(۴) بسمل۔ منشی افضل احمدؒ ۱۹۱۷ء حلف مولوی شفیع احمد محو صدیقی بدایونی

ام یور میں وکالت کرتے تھے۔ وہاں حضرت امیر مینائی کا قرب حاصل ہوا۔

نوع کلام خود فراموشی کا باء۔ شناسی بہ تری کھو گیا وہ آپ جو تیرا ثنا سا ہو گیا
بے یہ بسمل بارہ میناے مینائی کا فیض شاعروں میں آج تیرا بول بالا ہو گیا
بدایوں کے ایک شاعر ہیں آپ کا یہ شعر بہت پسند کیا گیا۔ تسلیم مکھنوی
شاعری میں موجود تھے انہوں نے بہت داد دی۔

میں نے اپنا جامہ ہستی حوالے کر دیا شرم آئی دیکھ کر خجری عریانی مجھے

(بدایوں کے چند ادا و شاعر)

(۵) ملاذ پیارے خاں رام پوری دیکھے ص ۱۹۵۹

(۶) روشن منشی عنایت اللہ بدایونی دیکھے ص ۲۰۸

(۷) زار منشی بانکے لال بدایونی دیکھے ص ۲۰۹

(۸) سلیم حکیم فیض الحسن سہسوانی دیکھے ص ۲۱۱

(۹) عابد سید عابد حسین نقوی مورودی سہسوانی دیکھے ص ۲۱۳

(۱۰) عشرت منشی عبد الرشید حلف عبد الواسع بن منار حسین بن بخش اللہ بن ولی الدین بن عبد الرسول انصاری بچہ الیٰوی تم سہسوانی از اولاد حضرت ابوالیوب انصاری
(۱۱) عیش مولوی مجتہد الدین عبد لقی متولی بدایونی م ۱۹۵۷ دیکھے ص ۲۱۶

(۱۲) نحو مولوی شفیع احمد ساگرد امیر مینائی مذاق بدایونی دیکھے ص ۲۱۳

(۱۳) اصولت سید اکبر حسین بدایونی تم بریلوی ساگرد جناب مذاق بدایونی
وجاب امیر مینائی آپ کا ذکر جناب مذاق بدایونی کے تلامذہ میں ہوگا دیکھے ص ۲۸۲

(۱۴) پردہ سی مولوی قطب الدین انصاری سہسوانی ۱۸۲۸-۱۹۳۳ء خلف شیخ سخاوت حسین
آریہ سماجیوں سے ہمیشہ مناظروں میں غالب آتے تھے۔

نمونہ کلام میں راز حقیقت ہوں یہ میری حقیقت ہے فطرت کی تجلی کا پوشیدہ خزانہ ہوں

۱۵۔ بدر منشی بدر الحسن برادر عمزاد سلیم سہسوانی

ہنس بے ساختہ ہیں کبھی لوت کا باعث ہے ہوائے تند کچھ اچھی نہیں ہوتی ہے ساحل کی

(۱۶) مفسر سید افتخار حسین خیر آبادی دیکھئے صفحہ ۲۲۳

اعجاز سہسوانی شاگرد حضرت اسیر لکھنوی و جناب امیر مینائی

منشی عبد العزیز اعجاز رقم صدیقی ۱۸۳۶ء - ۱۹۰۰ء بن اصحاب الدین محمد یوسف بن

محمد اعظم بن عبدالواسع بن قاضی چراغ الدین قاضی کوٹ ساہیابن وارد سہسوان از اولاد حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی تعلیم و تربیت لکھنویں ہوئی۔ خوشنویسی منشی کا کمال پرست و موجد لکھنوی سے سیکھی۔ ریاست گوالیار اور بھوپال میں ملازم رہے۔ فارسی میں مرزا محمد عباس رفعت بھوپالی شاگرد مرزا غالب اور اردو میں حضرت اسیر لکھنوی و حضرت امیر مینائی سے استفادہ کیا۔

آپ کی دھیلیاں جب کلکتے گئیں تو نواب واجد علی شاہ نے اعجاز رقم کا خطاب دیا آپ فنونِ سپہ گری میں بھی باکمال تھے۔ آپ بیسٹھ سالہ زندگی میں ہمیشہ پریشان رہے آغاز شباب تک لکھنویں سکونت رہی اور وطن جیسی محبت ہو گئی۔ نواب واجد علی شاہ کی معزوری (۱۸۵۶ء) کے بعد رام پور گئے وہاں سے ۱۸۵۶ء کے آخر میں بھوپال چلے گئے۔ وہاں محکمہ فوجداری میں معقول ملازمت مل گئی۔ فقہ اور ماحول بھی سادگوار تھا۔ وہیں شاعری کا آغاز ہوا اور آپ دربار کے متوسل ہو گئے۔ اتفاق سے آپ کے بعض شاگردوں سے والی بھوپال کے تعلقات قرب ہو گئے کیونکہ آپ نے ان تلامذہ سے ترک تعلق نہ کیا اس لیے ملازمت سے برطرفی اور امراج کا حکم صادر ہوا اور آپ ۱۸۶۰ء میں گوالیار چلے گئے وہاں بھی کافی قدر و منزلت ہوئی اور لوگوں نے مختلف علوم و فنون میں آپ سے استفادہ کیا خصوصاً فنِ سپہ گری میں بہت شاگرد ہوئے

احباب کی جدوجہد سے بھوپال میں سکونت کی اجازت ملنے پر آپ ۱۸۷۲ء میں دوبارہ بھوپال چلے گئے سات آٹھ ماہ بعد نواب صدیق حسن خاں کی برہمی کی وجہ سے دوبارہ بھوپال سے قطعاً تعلق کرنا پڑا اس مرتبہ دس سال کے قریب وطن اور گوالیار میں مقیم رہے نواب صدیق حسن کے بعد پھر بھوپال گئے اور وہاں انتقال ہوا۔ اس مرتبہ بھوپال میں نواب حسین محمد خاں اور فاضل محمد خاں شوکت کی سرکاروں سے وابستہ رہے۔

جناب اعجاز کو ناستی و اندو کی تمام اصنافِ سخن پر قدرت کا مل حاصل تھی شاگردوں کی تربیت پر خاص توجہ دیتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد دوسرے تمام شعرا کے تلامذہ سے زیادہ تھی، ان میں خواتین بھی تھیں۔ آپ جذبہٴ ہمت پیتے تھے اور اکثر اشعار کے مسودوں سے آگے چلا تھے اس لیے آپ کا کلام ہماری دسترس سے دور ہے۔ جو کلام مختلف تذکروں اور بیاضوں ملا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کھنوی طرزِ شاعری کے پیرو تھے تخلیقِ شعر کو محض مرہ سازی سمجھتے تھے جس کی وجہ سے واردات و کیفیات کی ترجمانی نہ ہو سکی۔

نویہ کلام	رہتا ہے دستِ یار میں ساغرِ شراب کا
آنکھوں کے سامنے رہے رخسار و زلفِ یار	کیونکہ نہ ہوں ملک پہ دماغِ آفتاب کا
باتوں سے اس پری کو کردِ لگائیں شربتِ بند	عاشق کو اسے خدا بھی دن رات چاہئے
کیا ہے بخود ہی نے نیک و بد سے بے خبر ایسا	اعجاز کو سکھو سودا کر امت چاہیے
اعجاز کو نہ بزم سے اپنی اٹھاتے آپ	کہ شکوہ دوست کا کرتا ہوں میں جگائے دشمن سے
نا توانی سے ہوں تصویرِ خیالی اعجاز	شاعر تھا خوش مذاق تھا نیکو شمار تھا
شرمِ عیال کی جو دانگیر تھا	ملک الموت تو پہچان لے موت میری
بہو بیکار نہیں پڑتا ہنس لہنی محبت کا	ہم کفن میں منہ چھپا۔ تے جلد سے
	کہ حریفِ رنگِ بلبَل آجکے گل کے دلاں پر

نکتہ نگار روئے کتابی پرخال کا قرآن میں علامت آیات چاہیے
 تیر کو عاشق کی کیا زنجیر وندناں چاہیے زلف سیواں چاہیے چاہے چاہے زرخداں چاہیے
 کیف از بادہ توحید مرا کھیندند تل موالد مرا قلقل میناے بہت ص ۳۱
 ناری یادگار فیض ص ۶۲ رحم خان جاوید ص ۷۰

قصیدہ نگاری - آپ نے نواب شاہ جہاں مگم - نواب صدیق حسن خاں اور

ماہ ہوا و سس نہیا کی قدردانیوں سے فیض اٹھایا۔ اور نواب یار محمد خاں شوکت جاگیر دار جھوپال
 کی عنایتوں سے متبع ہوئے اس لیے دعا گوئی اور مدحت سرائی آپ کی زندگی میں داخل ہوئی آپ
 کے قصیدے اب نہیں ملتے نمونہ یہ ہے عہ

معنی گلزار میں گھنگھور گھٹا چھائی ہے چار سو ست کرم مجھوم رانے بادل
 گرہی یاد بہاری کی کرم بخش ہے فوج سردیں بجا ایکے برس آئینے پھیں
 اعتدال ایکے ہوا میں یہ ہے اللہ اللہ بید مجنوں سے ہے مفقود لڑنے کا غل
 زلف سبیل ہے کہیں طرہ تاج گل تر عشق پیچھا کہیں شمشاد سے دست و غل
 اس تیشب میں تخیل کی سحر آفرینی اور فن کی اعجاز نمانی شباب پر نظر آتی ہے۔

دوسرے قصیدے کی تیشب یہ ہے عہ
 زمین تیریں کیا کیا گل بے غنا کھلائے ہیں مراد میں رسا گلچیں ہے معنی کے گستاں کا
 مرے اشعار پر منشی گردوں صا و کرتا ہے عطار دلیک کاتب ہے میری عزوں کے دیلاں کا
 کیا دم بدظوظی کا مری تیریں زیبائی نے اڑا اٹھوں سے میرے رنگ شور پھونکے لبیاں کا
 ان اشعار میں متانت و جزالت - شکوہ الفاظ اور شوکتِ بیار بدرجہ اتم موجود ہے

مدح کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

جہاں میں انکے فیضِ علم نے سودا کیا لڑھل
گہر کا لعل کا احساس کا ینلم کلہر جاں کا
ترنم افزوں ہوا اہل و عیال کی ہمت سے
عطا کا جود کا اکرام کا بخشش کا احسان کا
طاہرے خلق انکرازیئے آتشِ عالم
خضر کا لوح کالوہن کا عیسیٰ کا یلمان کا
ہوا ہے سلسلہ مضبوط ان سے اہلِ عالم میں
یقین کا ترغ کا تو قیر کا ایمان کا غول کا
نوبیا رحمہاں شوکت کی مدح میں آپ کے قصیدے گلدستہِ جہن میں شائع ہو چکے
ہیں آپ کو مرثیہ نگاری میں بھی معمولی بہارت تھی اور آپ نے کامیاب مرثیے اور سلام کہے ہیں
اگر آپ کا کلام طبع ہو جاتا تو آپ مرثیہ کے بڑے استاد سمجھے جاتے
باقی ہے اب بھی یادِ ہمدانِ با وفا
مدیر اخبار دبدبہ سکندری رام پور نے اپنے سفرنامہ بھوپال میں آپ کی تاریخِ گولڈ
کی توثیق کی ہے۔

تلامذہ اعجاز سہسواںی

(۱) حافظ۔ حافظ خورشید محمد خاں بھوپالی۔ برادر

مسماں اور جہند محمد خاں سلیم۔

نثر کلام نگاہِ نازان کی کہہ رہی ہے
مرا خالی نہیں جاتا نشانہ
گم گشتہ زخوِ دل ہے مرا بوزال سے
اسے بے خوی تھک ہوئی ہائے خراچ
(نعم فاذ جاوید حصہ دوم ص ۳۵۳)

دی خادم - منشی خادم حسین گوالیاری
 صہبہ - لالہ بشن پرشاد خلف ماہ گھاسی رام - ٹوکی ملازم بیاض بھوٹال

نور کلام رنگ نہ نقشہ جیسا شوخی تو میر کا خود مصور ہے تماشائی تری تصویر کا
 اردو بار پر سے دی سیکر و منی نہ قائل نے مجھے حوصلہ نکلا نہ صہبہ عاشق دلیگر کا
 نور کلام رفت محروم نہ از لطف تو صہبہ تنہا ہر کہ برخواست از سر پریشان برخواست

(۴) سلیم - نواب ارجمند محمد خاں خلف نواب محمد حسین خاں بھوٹال
 راز رام پوری - جناب امتیاز احمد خاں عرف پیارے خاں رام پوری
 شاگرد حضرت امیر مینائی - دیکھئے صفحہ ۱۶۵۹

تلامذہ راز رام پوری
 خیال - مولوی سید شمس الحق ساکن مکلا و مٹی ضلع بلنڈ شہر وکیل رام پور

شاگرد جناب راز رام پوری
 نور کلام اس بت کو خیال دے دیا دل کچھ قدر نہ کی خدا کے گھر کی
 خزاں دیدہ تھا زندگی کا چمن محبت نے کچھ کچھ ہرا کر دیا
 تلامذہ خیال مکلا و مٹی

آسی الدینی - مولوی عبدالباقی ساکن الہین ضلع میرٹھ شاگرد جناب خیال

مکلا و مٹی نور کلام - خیروں سے وہی کلام کرتا ہوں افسانہ غم تمام کر آتا ہوں
 ربانی - جس در پہ ہوا تھا انکا دیدار نصیب روزانہ اسے سلام کر آتا ہوں

۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء تلامذہ آسی الدینی

(۱) فکر و فلسفی سید حسین ساکن مرتے میرال بدایوں ملازم پولیس مصنف مجموعہ کلام

۱۹۶۰ء مقبوضہ استقلال سکہ مخطمہ

نور کلام

ہوا نہیں ہے گلستان کی سار کا رعبہ
برکلی چاہتی ہے چاک گریباں کرنا
جسے سمجھے تھے منزل وہ زیب راہ منزل تھا
بختی ہے تو نے ایک نئی زندگی مجھے
کوئی سنے نہ سنے ہم سناتے جاتے ہیں
کیوں مجھ پہ وہ ہماریاں ہوتے ہیں
جیب کو دامن تو دامن کو گریباں کر دیا
تڑپ کے دام میں خود آشیان سے اتے ہیں
تورگ جاں سے قریں ہے مجھے معلوم تھا
حرف غلط ہے حرف تمنا کہیں جسے
اک جام محبت مجھے اک جام محبت
اور ہوکھی تو مسرت مری قسمت میں نہیں
کہاں پہنچا دیا محفل کو کہاں سے
عشک کر لیتے ہیں آنسو دامن شمع سے ہم
بھکی جبین ترا انشتر قدم جہاں دیکھا

اب اے امید بانی قفس میں رہنے دے
چن رہی ہے کتنی جنوں خیر ہوا
طہم راز تھی اک ہستی مہم کی دنیا
اے درویش موت سے بدتر تھی زندگی
جنوں نہیں تو یہ کیا ہے کہ اپنا قصر غم
کیا بے نظر نیا ستم ہے
مرجا اے حبش و حشر و جدت جنوں
جو آشنائیں تری لذت ایری کسے
خاک کیوں چھانٹا میں دیو و فرم کی ہانگ
ناکامیاں رہی ہیں ہمیشہ مراد دل
ہاں ایک نظر اے ساقی گلہام محبت
لطف کہتے ہیں جسے اب وہ مسترین نہیں
نہ دوں تیری محبت کو دعا کیوں
صبر آجاتا ہے روتے دو مردوں کو دیکھ کر
یہی سمجھے ہیں ہم غایت رکوع و سجود

یہی اک حاصلِ نظارہ ہے ساقی کی آنکھوں کا
چارہ ساز و درو دل ہے کبھی پانا علما
آبدیانی میں پایا یہ نوردی کا مرزا
ہے فوق وہ نوردی بے نیاز و متناہد
الدر اندیکل اور اسکی اتنی وسعتیں
رسوم دار و رسم خود گواہ ہیں اسکی
ناشناس درد تو ہے تجھ کو اسکی کیا خبر
لطف اسکو بار شاہی میں نہ تے گاسم بھی

کہ شیشوں میں شراب آئین معلوم ہوتی ہے
لطف آجائے گا جب حد سے سوا ہوگا
کاش بر سر گام پریموں دور منزل سے ہم
گزر جاتا ہے منزل سے جو پیکر کا رولیدار
بارگاہ عاشقی بھی جلوہ گاہ ناز بھی
کہ راز دار کوئی تیرا راز داں نہ ہوا
ساز ہی میں سوز بھی ہے سوز میں ہے ساز بھی
نکھر جو کوئی غلام مصطفیٰ ہو جائے گا

لغت

(۲) سید شہید حسین شہید بدلولی ^{۱۹۱۱ء تا ۱۹۸۷ء} متوفی کراچی شاعر و آسما لدنی آپ کلمہ یلونی کے بانی ہیں

آپ کا مجموعہ کلام موسومہ "شام و سحر" ۱۹۸۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔
اگر وہ امن بڑھا دے تو آسمان کو کھائے گا
تم بھی ہمارے ہم بھی تمہارے
یہ مکر و جدائی کا مداوا تو نہیں
ذکر آپ کا لکھا میرا تذکرہ آیا
گلوں کو تختہ دیا رنگ پریمین انکا
مدتوں کے بعد اپنی شکل پہچانی گئی
اب پریش غم ہوگیا جب غم نہ رہا کوئی
انتہا یہ ہے کہ طوفانوں میں جینا آگیا

بہت مشکل ہے میرے غم کا ممنون کرم ہونا
اس پر بھی تو ہے غم دوری
پھروں یا نہیں گلے میں وہی شکوہ کیا
نہیں محبت کی چھٹ کے بھی نہیں نہیں
نجلیوں کو عطا کی گئی دنیا ان کی
آئینہ دیکھا تو افسوس آئینے میں تھا
سنا ہوا وہ آئینے کی لکیر کرم کرنے
ابتدا وہ تھی کہ تھا ساحل یہ طوفانوں کا

غزلیہ کلام

زندگی کی بہار دل سے ہے
جس کا مطلب کوئی دانستہ نہ سمجھا بتک
اہلِ عزم تو قہور وار ہیں خود
اک ناشناس بد وفا سے وفا کی بات
شہیدِ بادیوں کا عالم کرم کی حد گذر چکا ہے
واقفِ منزل تو ہوں لیکن وفورِ شوق میں
دل نہیں ہے تو زندگی بھی نہیں
میرے خاموش لبوں پر وہ فناں آج بھی ہے
نام بدنام ہے زمانے کا
ہونا پڑا ہے جو دے پشیمال کبھی کبھی
وہ لطف فرما بھی ہو گئے تو مے مقدور کو لیا کرے
یہ بھی ہوتا ہے کہ منزل سے گذر جاؤں میں

روشن بدایونی

مولوی غایت اللہ بدایونی شاگرد حضرت امیر مینائی صاحب دیوان بطور بدایونی ۱۹۳۰ء

دماغ تازہ دے نیرنگ نلکے اسکو
وقت طالب و مطلوب غضب ہے روشن
کچھ تو ہے لطف محبت میں جو ہوتے ہیں فنا
راحت ہے قناعت میں ہوں باعثِ زحمت
صورتِ زخمِ مگر ہنستے ہی روتا ہے سہو
ہو افتخار غنی دولتِ قناعت سے
آتی ہے زخمِ دل سے مدائے جگر خراش
کوئی آنیس نہیں بزمِ دہریں اپنا
اس میں شبِ بھر سے زیادہ نہیں رہتا کوئی
اٹھ جائیں سب حجاب جو بینا جو چشمِ دل
دیکھے نیر غور سے جو عیب کو اپنے
باغِ عالم میں جسے پھرتے پھلتے دیکھا
جان کو جسم سے رک رک کے نکلتے دیکھا
شیخ و پروانہ کو ہر بزم میں جلتے دیکھا
درویش غنی ہوتا جو سائل نہیں ہوتا
یاں بیسویں دم بھر کو بھی شاد ہونا
ہوں کو ترک کیا جس نے بادشاہ ہوا
کرتی ہے خونِ دل کو نوا جگر خراش
خود اپنے حال پہ ہوں آشکبار و صورتِ شیخ
منزلِ راہ عدم ہے یہ سرائے عالم
مخفی ہے حسی ذات نقابِ صفات میں
انساں وہی بینا ہے وہی اہل نظر ہے
(دیوان روشن)

مشتی
در شبِ مدح
۱۹۳۲

تلامذہ روشن بدایونی نگار حضرت امیر سیال

۱) بہادر - پندت لال بہادر بریلوی دیکھے ۱۹۰۲ء

نہ۔ کلام حور بند کی جو کرتے لگا درد ہمیری نارواں وہ زیر بار اپنی خطا سے آپ
(گلدستہ نشرو نامہ بریلی ستمبر ۱۹۰۳ء)

۲) خلیل - منشی خلیل الرحمن خلف روشن بدایونی اندرس جمعہ کنول بدایوں معصی دیوان و

نہ۔ کلام فنایج حکایتا ہے وہ شمع کسے ہوں تیاں جو شوق فانیں ہے وہ شہر ہولیں
مقبولہ ہر جمعہ منشی و حور بند بدایوں

۳) عبید - ماسٹر عبید الرحمن خلف روشن بدایونی

نہ۔ کلام خدا کی یاد جو کرتی ہے کرجوانی میں دُر نہ وقتِ فیضیت عام تو ہے

۴) لطف - منشی لطف حسین بدایونی

نہ۔ کلام

زار بدایونی شاگرد حضرت امیر مینائی

منشی بانکے لال زار خلف منشی الٹا پر شاد کمر بدایونی ضلع ہیمپور میں پولیس

انسپکٹر تھے۔ دیوان مطبوعہ یارگار ہے ۱۸۸۳ء میں چھاپا ضلع متھرا میں قیام تھا وہاں سے
گلدستہ خیال یار کتبہ ۱۸۸۵ء سے جاری کیا اس سے قبل ماہنامہ رسالہ گلدستہ معنائیں یکم اپریل ۱۸۸۵ء

ہے مقرر ہے جاری کیا تھا۔

بمذہب کلام مری آزد و دنگی مجھ سے نہ پوچھو
مدم کو زار لاکھوں نے کیا کوچ
نہ آما پھر کے کوئی اس سوز سے
دیکھتے ہم نے رنگ تری جلوہ گاہ کے
فلک بھی ایک پرنہ ہے مگر جاگہ گریاں کا
طور پے طور میں مریے دل کے
نظر میں رہے بوستان کیسے کیسے
(۱۸۵۵ء)

تاریخ صحابہ جلد سوم، غم خانہ جاوید جلد سوم ص ۶۱۱ دامن گلچیں ص ۱۸۶ تصویر نسخہ

تلامذہ زار بدایونی

(۱) اختر - منشی عبدالواحد متھراوی برادر طالب متھراوی

بمذہب کلام

(۲) داغ - منشی احمد علی خاں گورکھپوری

بمذہب کلام

(۳) شاد - بالو پھڑی پرشاد ریش متھرا

بمذہب کلام سرپٹی ہیں آرزوئے اسکی ہر طرف
حیرت بریں ہی ہے یہ کسا کا مزار ہے
(پیام یار ستمبر ۱۸۸۶ء)

نور محمد

۵۔ برقی منشی حسین خاں بدایونی

نہ کہم فرقت میں میرے دل کا عجیب حال ہار ہے
 دلی کو چھین اور نہ شب کو مقرر ہے
 (پیغام یار سے ۸۸۶ء)

سکیم سہسوانی بدایونی شاگرد حضرت تاج محمدیؒ

سليم - حکيم مولوی فیض الحسن سمصواني - یتیم بچی خلت نور الحسن ابن نیاز
احمد ابن صدر الدین ابن کبر الدین فاروقی تظافیر قائم سمصواني -

نمودہ کلام اک بوند نہیں خوں یہاں جسم میں باقی
 اے آسمان ظلم کی کچھ انتہا بھی ہے
 خدا ساز انکی باتیں بے نیازی انکا شہرہ ہے
 ناوک ترے غوغا میں اراکین کرینگے
 دو گز مرے مزار کو پہنچانے میں نہیں
 کسے وہ شاد کرتے ہیں کسے شاکر کرتے ہیں

نقو تہنیت حسن اصغیر ۱۸۹۸ء

انہی میری جھونپڑی میں غم غم کوں کھڑا ہو گیا
جہاں شہنشاہ کے قطرے دیکھے کوئی تیرے تھے
جس شاہ آصف جاہ کوں کیا شان برتر ہے
یہ کسے نور کی برکت سے آئی ہے درخشاں
وہاں رحمت کے چستے بھر گیا ہے ابریشماں
ستارہ غبت اس شہ کا لایا ہے درخشاں

بہارِ برزہ سے ممبرِ گلشنِ روزِ ازول ہو ترے سر پر ہے تھام بیٹھِ ظلِ ربّانی
(مجلدِ چہارم ص ۱۸۹۸ - خیرۃ الانساب - تصویرِ یارِ لمبی ۱۹۱۴ء)

ملاذہ سلیم سہسوائی

دلاسہ ۱۸۹۸ء - محمد سراج الدین بدایونی

انتخابِ قطعِ تہنیتِ جنتِ آصفیہ ۱۸۹۸ء

ترے فیضِ قدم سے تیرے طالع کی زکات ہے ہنر نے علم نے ہر بات نے پائی درخشاں
دمِ عدل دسما و پرورشِ عدل و خردشاہا تری پالوشِ برداری کے قابلِ کبِ غوثانی
(مجلدِ چہارم ص ۱۸۹۸ - مرتبہ عبداللہ خان ضیف)

(۲) انور حکیم ضحان الرحمن بن حکیم عبدالرشید بن احمد حسین بن کریم الدین بن

کبیر الدین تاروقی تھا میری تم سہسوائی جناب انور نے حضرت سلیم سہسوائی اور حضرت قمر
بدایونی سے استفادہ کیا تھا آپ گلدستہ تصویرِ یارِ لمبی کے مدیر تھے۔

میر کا کلام - مزاج ہے اسکے صنف میں مزاج ہے اسکے ترکیب جو رہتا ہے دینے میں سکندر و دست کا
(مجموعہ) عزیز و نقشِ انور کو ویرا پچھالے و فزائو خدا بخشے اسے کشتہ ہے وہ طیر کی صورت کا
(گلدستہ تصویرِ یارِ لمبی ۱۹۱۴ء)

(۳) لطیف منشی رضوان الحسن خلف حکیم سبط الحسن برادر جناب سلیم سہسوائی

(میر کا کلام)

(۴) شمیم منشی دارث حسن سہسوائی

میر کاظم میرا بشون شمیم گارو رہے لیر مصبتیں
سیران قیض وزاد پر فریاد کرتے ہیں
(منظر لکھنؤ ستمبر ۱۹۱۹ء)

عابد سہسوائی نساگر حضرت امیر لکھنوی

عابد منشی سید عابد حسین نقوی مودودی سہسوائی ۱۹۰۱ء خلف سید صفدر
حسین بن سید حسن بن سید محمود حسن ابن سید احمد علی ابن سید آرام اللہ ابن سید نفرت اللہ ابن
سید فخر اللہ ابن سید محمد حنیف ابن قاضی امجد (تقریباً قاضی مطابق زمانہ جلسہ جلوس عالم گیر)
بن قاضی سید نصر اللہ (تقریباً قاضی مطابق زمانہ جلسہ جلوس عالم گیر) ابن قاضی محمد صالح
قاضی سہسوان ابن قاضی عبدالشکور نقوی مودودی سہسوائی۔

جناب عابد نے اپنے چچا مولوی سید احمد حسین سے تعلیم پائی۔ لکھنوی انگریزی
اپریل مولوی سید غلام حسنین قدر بلگرامی اور خواجہ برہنہ علی حسین بقا لکھنوی سے علم عروض پڑھا
فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شوقیت تھے۔ کچھ عرصہ ریاست رام پور میں ملازم رہے صاحب
دیوان تھے۔ آپ کی تاریخ وفات منشی دیی پرشاد سحر بایوینی نے یہ کہی تھی۔

دارفا کو چھوڑ کر ملک بقا چلے گئے
سید عابد حسین اہل کمال دوی فرد
سالی وفات کی مجھے مگر تھی بزم ناگہاں
بالتف غیب نے کہا داخل خانہ آمد

(۱۳۳۲ھ)

میر کاظم اللہ سے نیاز سے نفرت یہ ناز کو
دل مانگتے ہیں جس میں کوئی آندو نہ ہو
حیا۔ شرم۔ بیٹونی۔ لگاؤ۔ اشارے
انہیں میں سے دل ہو رہا ہے کسی کا

ہجو کا غم سہا نہیں جاتا
 کبھی کبھی یا کھتا غم عشق کا غم
 آج اس گل کی جھلکی میں دم اپنا لٹکا
 گھر سے جاتے کا ارادہ وہ اکر کرتے ہیں
 آپ رخصت ہوئی جلتا ہوا چھوڑا ہم کو
 جس طرح غلوڑ کے مادک ترانہ لٹکا
 کیوں مفت میں بدنام کیا خوب سمجھ لو
 وہ آئیں میرے گھر یہ کہاں ہیں میرے نصیب
 نشے کا زور توڑ دھنے دو ذرا اے عابد
 جاں ہی جائے گی دم بھری کہ نزعِ عابد
 اپنی جانب نہ ہو اس بزم میں کوئی نہ سہی
 جو کچھ شوقی بھی شامل ہو گیا میں
 طلبِ کارِ ستم کیونکر نہ ہو دل
 ترے کوچے سے زندہ کون اے تاملِ نکٹا ہے
 مزہ دردِ محبت کا بیان کیا کیجئے عابد
 خمار توڑتا ہے ہاتھ پاؤں لے ساقی
 اک مزے کا مشق تو دل کے ہلانے کو ہے
 اپنے سینے میں بھری تھیں ہائے کیا کیا حسرتیں
 حشرِ دامد و ارماں سب کب رخصت ہوئے

ملک الموت آہنیں جراتا
 آج تک وہ مزا نہیں جاتا
 لو خلسہ مٹ گئی اچھا ہوا کاٹنا لٹکا
 ہم دردِ بامِ پرست سے نظر کرتے ہیں
 بہ گلہ بچھ سے ہم نے شمع سحر کرتے ہیں
 اس طرح نہ لٹھتے سوئے ارمان میں دیکھا
 پھر کے جو کبھی عہدِ جوانی ادھر آئے
 پردے میں انکے اے ملک الموت تو نہ ہو
 دورِ بیدانِ خودی سے کھی نکل جاؤنگا
 مہاتھ ہی لیکے اسے آپ سہا رہے ہوتے
 حضرتِ دل ہی طرفدارِ ہمارے ہوتے
 ہزاروں دل وہ لیں ایک لیک اداس
 مزا بے حد ملتا عندِ جفا میں
 نکلتا ہے تو ساری عری کو ہاتھ ملتا ہے
 کلیجہ کوئی دونوں ہاتھ سے رہے ملتا ہے
 مزا بے بادہ پرستی ہم نے پالی کیا
 ہم نے مانا حاصلِ آہ و بکا کچھ بھی نہیں
 اب ہجومِ ناامیدی کے سوا کچھ بھی نہیں
 عابد لبِ دل میں بجز داغِ جفا کچھ بھی نہیں

نیم جاں چھوڑ کے قاتل ہوا رخصت ہائیں
 تہرے تہرے خدایا یہ لعل کیسا
 غم دلا رکھو الہ سلامت رکھے
 پیچھے رہے مجھ خیف کو بزم شراب میں
 اللہ سے بخودی تری محفل سے اٹھتے وقت
 جاتا ہوں ترے وعدے کا نتیجہ لیکن
 جو درد بھرا ہے دلِ غمگین کی صدا میں
 کیا پوچھتے ہو سینے میں حالِ جگر دل
 روکئی دل میں تڑپتی ہوئی حسرت کیسی
 موت ہے موت الہی یہ محبت کیسی
 فکر کو نین سے دیدی مجھے رخصت کیسی
 زاہد درازنہ کیسے ہو کارِ ثواب میں
 ہم دل کو کھول آئے میں افسوس میں
 دل کی تسکین کو چار دھال چھتا ہے
 اے قافلے والو وہ کہاں بانگِ درا میں
 دو پھول ہیں درجہ بے ہرے باغِ دعا میں
 (خرینۃ الاسباب - یادگار ضیغم پیام یار ۱۸۸۵ء - ۱۸۸۹ء)

تلامذہ عابد سہسوانی

(۱) حسرت - منشی سید شبیر حسن خلف سید صفیر حسن برادر عابد سہسوانی۔

(۲) ساجد - منشی ساجد حسین خلف عابد سہسوانی

نمونہ کلام آجائے بغیر خال ہے بہار بھی
 اے بوہار آبرو رکھ لے بہار کی
 (۳) شوکت - قاضی شوکت علی خاں مدرس مدرسہ سرکاری سہسوان
 (۱۸۹۶ء)

گویا ہر مر کے بھی اے یار جستجو تیری
 تلاش میں تری حسرت تہ مزار رہے
 (۱۸۹۶ء)

(۴) شائق - منشی جگدیا پرشاد فرخ آبادی

(۵) فروغ - منشی عبدالدخال حیدر آبادی

(۶) نامی منشی محمد عبداللہ۔ کلرک سنٹرل انس مڈاس

یہ کلام وہ دل آرام دلربا بھی ہے درد بھی درد کی دوا بھی ہے

(۷) صابر منشی صابر حسین ساکن گنور ضلع مدیوں

یہ کلام حواس و ہوش پہ پہلے ہی گرگی بجلی ہم ان سے کس طرح اظہار و عا کرتے

(منزل عالم اکبر مستور)

عیش بدایونی شاگرد حضرت امیر مینائی

عیش مولوی شیخ مجتہد الدین صدیقی متولی بدایونی ۱۸۶۱ء - ۱۹۵۲ء خلف

شیخ الشیخ الدین وحید خلف شیخ مبارز الدین ایما دخلت شیخ و باب الدین موجد بدایونی آپ مولانا مجتہد الدین ذاکر بدایونی شاگرد حضرت شیخ دہلوی کے برادر زادہ اور مولوی الفارحین ذلالی بدایونی شاگرد مولانا حالی کے داماد تھے۔ چھ دیوان۔ پانچ مثنویاں۔ پانچ مسموس دو مجموعہ مرثیہ سراپائے سیدنا امام حسینؑ کے علاوہ قصائد و متعدد رباعیات ان سے یادگار ہیں۔ جناب عیش بدایونی نے سرکاری ملازمت میں قافلوں کو کے عہدے سے پیش لی

پھر اپنی زمین داری پر قناعت کی۔ آپ کو شاعری کا شوق شروع سے تھا۔ غزل۔ قصیدہ اور مثنوی میں کمال حاصل تھا۔ آپ کا ایک قصیدہ ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا تو جناب راغب بدایونی نے اس پر تفسیر کی جو موعظتیں کے نام سے شائع ہوئی اس کا پیش لفظ پروفیسر ضیا احمد ضیا بدایونی نے لکھا تھا اس میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیش کے ایک ایک شعر سے ان کی کہنے مشقی پختگی۔ زور بیاں اور بلند خیالی ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہنا بلا لوز نہ ہو گا کہ وہ طرز قدیم کے

ایک کامیاب استاد اور امیر مینائی کے ایک ممتاز شاگرد ہیں۔ ان کا عتیقہ اور لغتہ کلام بارہا
 ابواب ذوق سے مزاجِ حسین وصول کر چکا ہے اور ملک کے مختلف حصوں میں شہرت پا چکا ہے
 حال میں انہوں نے ایک حرکت والا رالعت قصیدہ کا سہ جس میں تہمید کی شوکتِ تخلیص کی
 آمد مدح کا جوش اور خاتمہ کا حسن دیکھ کر ہر افسانہ نویس پر عبور ہوگا کہ شاعر نہ صرف
 مقصیاتی سخن و لوازم قصیدہ سے ماخوذ ہے بلکہ حسنِ سلیقہ و لطف سخن کے ساتھ ندرتِ کلام
 پر بھی یوچہ احسن قادر ہے۔ گزشتہ روز نکار اور عالم شوب کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

ہو چکی ہے بے بسج مجھے کوہِ شمعِ الجمن	ہو چکی ہے تجھے تو تر اعضائے تن
عہدِ پیری ساتھ اپنے لیے آیا ہے کفن	خوار سے دیکھا تیرا مطلب موئے سینہ
منتشر ہو سیکو ہے ترکیبِ اجزائے بدن	استقامتِ روح میں ڈال ہے کل ضعفِ بدن
جھلک گیا رب بند ہو کر دیکھا گویا دہن	گھٹ گیا زورِ سماعت بڑھ گیا ضعفِ لگا
ہو نہیں سکتا میں تھوڑی دھڑکی لگا	لیے رسوائیِ ذات دنِ عادت میں داخل ہو گیا
میں سمجھتا ہوں کہ اٹھ جائیگا دنیا سے فن	ہو گئی شر و سخن کی اس قدر حالتِ خراب
سہنجی ہے بیگمادے کے تیرن طرد کہن	اس قدر ہونے لگی ہیں اختراعاتِ فتنوں
ہم پر بخش لک ہے ایک کوہِ سحرِ ظن	ڈھونڈنے لگلو تو دودلِ صاف مل سکتے نہیں
باپ نے ارضِ سیا بھائی نے لاشِ زہن	دیکھے اکی طرف تو رشتہ داروں کا یہ حال
ایک ہے اتر کی جانب دوسرے کھن	عالموں میں اس قدر ہے اختلافِ پاتھی
بیچ لے کر کوئی تو تیرے قابلِ بارِ دین	کھتر ہے گرم بازارِ دروغ و کدِ دین
کاہلی دے جیانی بن گئے فعلِ حسن	کر کے نخت کچھ کھانا اوجہ ننگِ دسار ہے
ہوش میں آئیں آنکھیں کھول دیرِ دین	تو کہا اور مجھ پر ممد ورج حبیبِ جن کہاں

جناب میث کی تمام نظروں میں سب سے اہم مثنوی شہنشاہ نامہ ہے جو شاہنامہ
حفیظ جالندھری کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ یہ ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے جناب میث کی شاعری
اس میں نقطہ عروج پر ہے۔

پایا آمد نے تین دن تک دھڑک کر
جیو تابد اسکے دل کے کانے کا دل ہے آئیں
رہے وہ مال نکدہ ماہی جالی جاگرا کر
نابے اس تدبیروں کو دیکھتے جھٹکتی
کھا ہے یہ بھی کہ دھڑکے کی جڑیں ٹھیں
شہ کوئی بھی برکت باہر انکاساتے تھے
غرض چھ سال میں سرکار کو لے آئیں گے میں
جیت رہی مال میں دو چادر ہیں کہ قلیفہ تھا
ادھر زیوریں بازو بند کاٹھن ایک جڑا تھا
پدر جکاڑ کوئی تھا محبوب سماں تھا
لباس اسکا یہ تھا جو مرد عالم کی ڈھتی
تسارے رموی تھی بچ اسکی کیا حقیقت تھی
کمر تیرا ہے مجھ بے بنایت تری جنت ہے
رواں حاجتیں ماری بنائے کام ب تو نے
کلام مدح مرد ہے ابھی مقبول ہوتا ہے
نکھیں دیکھ رہیوں کہاں سر چھوڑوں
جمع احباب کئے ہیں کہ خدا دل پڑے

ٹوپیہ کوٹا پھوٹن دے آئیں قوت کو
وہ برہم دھڑکے کو اپنے مانتے آئیں
لکھنہ لکھنہ لکھنہ لکھنہ لکھنہ لکھنہ
ہینہ برہم دھڑکے کو اپنے مانتے آئیں
کہہ اپنے لکھنہ لکھنہ لکھنہ لکھنہ
چراغے بکریوں کو بھائیوں کے ساتھ جاتے تھے
سنا میں آمد کو سب بال گدڑی چھوڑا تیں
تھی دو بری ال نہاں لے لے لے لے لے
اور ایک ٹھٹھک لکھنہ لکھنہ لکھنہ لکھنہ
یہ اس مخدوم کی شادی کا سماں تھا
خدا کے کھرے جسکو چادر تھپڑائی تھی
دعا میں لیکے نکلیں باپ کی جو اصل دیت تھی
تری نشست لے لے لے لے لے لے لے
طلب کیوں ہو کہ سب کچھ یاب ہے طلب تو نے
ہیں اجاڑوں کو لے لے لے لے لے لے
گھڑتے نا حق ہی میں اے شریف ماہان نکلا
تم بھی آ جاؤ تو محفل میں محفل ہرے

انکی شرفی کا لقب برق بلا سکھا ہے
 آسمان پر انہیں یاروں نے پھینکا رکھا ہے
 جن انکا ہمارا انکی ہے جلوہ انکا
 پھر اس منہ نہ تو آئینے میں کیا رکھا ہے
 بان لیتا ہوں وضو کیلئے پیمانے میں
 میں ہوں مسجد میں توفیق مری نچا ہے میں
 (بدایوں کے چند شعرا و ادباء سیکڑین اسلام کا کالج بدایوں ۱۹۵۲ء)

تلاذہ عیش بدایونی

(۱) منور: منشی تعلیم احمد صدیقی متولی بدایونی۔ ساکن کراچی ۱۹۰۸ء - ۱۹۸۲ء
 خلف منشی حسین احمد منور بدایونی ۱۹۶۲ء۔ ابن حکیم نیاز احمد ابن عبدالعزیز ابن
 عبداللہ بن یوسف منشی وہاب الدین موصوف بدایونی۔ جناب عیسیٰ بدایونی آپ کے پھر بچا تھے۔ آپ
 دھام پور ضلع بنوریس رجسٹرار قانون گو رہے۔ آپ کی غزلیات کا مجموعہ "منور غزلیں" اور
 نعتوں کا مجموعہ "منور نعتیں" شائع ہو چکے ہیں۔ آپ پاکستان کے چوٹی کے نعت گو تھے
 ان کا کلام ہمیں اللہ جل جلالہ نے بھک کر نظر بخشی
 جب وہ دل کے قریب ہوتے ہیں
 جو حبیبِ خدا کے ہو جائیں
 اس بٹائی پہ منور ہے مجھے ناز بڑا
 کہڑا ہوں دھڑا دھڑ کی جالیاں بکڑے
 نعتِ محبوبِ طاہرہ مستند ہو گئی
 غمِ عمر میں نے دنیا میں نعتیں لکھیں
 پڑھی جاتی ہیں میرے میں منور نعتیں
 وہ بھی عالمِ حبیب ہوتے ہیں
 وہ خدا کے حبیب ہوتے ہیں
 میں بڑے درگا گدا ہوں مری شہید شری
 نواب رحمان کی خدمت نواب والوں کی
 میری بخشش میں مستند ہو گئی
 فردِ عصیاں مری مسترد ہو گئی
 مجھ سے پہلے مرے اشعار دینے پہنچے

بخش ہے ملائک کو گئی ترے در کی
 تری کرکار میں ٹوٹا ہوا دل لکے آیا ہوں
 چھالے مرے ملوؤں کو مزادینے لگے ہیں
 تم گورخیاں سے گزراؤ سبھل کر
 ذرے مری مٹی کے صدا دینے لگے ہیں
 مجھے جو دیا اے مرے دینے والے
 طلب سے زیادہ ہے بخشش سے کم ہے
 مگر ہاں اُسی کو جسے راس آئے
 جو خاک میں مل جائے یہ وہ خاک نہیں ہے
 جتنا اُٹھ جائے آسا خالی ہے
 جس موج سے کشتی ٹکرا لے وہ موج ساحل پر جا
 بدلا ہوس بیٹھے رہے باقہول میں بجائے لیے
 مری ہر بات پر کہتے ہیں کیا کچھ اور کہنا ہے
 درو دل کچھ اور کم کچھ اور کم بڑے لگا
 آشیائ پر گری آشیائ بن گئی
 اللہ نے یہ شان بڑھائی ترے در کی
 دتا ہوں دعا خاں رسیا بان جنوں کو
 تم گورخیاں سے گزراؤ سبھل کر
 مجھے جو دیا اے مرے دینے والے
 محبت سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہے
 مٹی مری مٹ کر بھی منور ہی رہے گی
 ساغر زندگی کا بھرنا کیسا
 اس بحرِ حواش میں اے دل سسل کی تمنا کیا مونی
 اس نے نفرد سے پلائی طرفِ دل کو کھنڈ
 مجھے خاموشی کرنے کی نئی صورت نکالی ہے
 دل بہانے عشق میں مالوس غم بچے لگا
 برقی جیت تک ملک پر رہی برقی تھی

انتخاب
مزیات

(۲) محترمہ بدایونی۔ منشی فاروق احمد صدیقی مٹولی بدایونی میقم کراچی

برادرِ حورہ منیور بدایونی

ولادت ۱۹۲۶ء ابتدائی تعلیم بدایوں اور اعلیٰ تعلیم بریلی کالج بریلی میں پائی۔ ۱۹۴۳ء سے
 ۱۹۴۹ء تک دہلی میں اور ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۱ء تک کراچی میں محکمہ سپلائی سے وابستہ رہے
 ۱۹۵۱ء سے ریڈیو پاکستان کے ادارہ آہنگ سے منسلک ہیں۔ دو دیوان شائع ہو چکے ہیں
 ان کے علاوہ بچوں کے ادب پر "میں نا بچے" اور شاعرانہ چھپ چکے ہیں۔ آپ کے مجموعہ کلام

شہرِ ناطقہ ۱۹۶۴ء کے پیش لفظ میں جناب ممتاز حسین نے لکھا ہے کہ محضرِ صاحب کے کلام
 میں نیا آہنگ نیا کس بل اور نیا لہجہ ملتا ہے۔ انکے کلام میں دست اور گہرائی دونوں ہیں۔
 احتجاجِ کلام تو مجھے بلوانہ اپنی خلوصِ خاموشی میں لاکھ نکالے ہیں میرے ساتھ میں تنہا ہیں
 بات نقشِ تمنا کی ہم سے چلی لوگ آتے گئے رنگ بھرتے گئے
 باہر آتا ہے ہنسی پر رونا گھر میں رونے کی تو آزادی ہے
 یہ ہماری سادگی ہے یا خلوص اس دیں کا وہی دل میں ہم سے لوگ آتے سانس ہر گئے
 خوش ہوتے ہیں شوق سے سمجھتے ہیں کہا لوگ شاعر نے کسی درد کا اظہار کیا ہے
 ترے حسن کے رنگ کیا کیا بھرے ہیں تمنا کے سادہ لگتے ہیں ہم نے
 باوجودِ گامی کے نرم نرم جھونکوں میں بادیا لگاں گزرا جیسے توڑ لگاں ہے
 عزت کی دنیا جست نہیں ہے لیکن ہیں سے جنت سے کم بھی
 دریا بہ بھی جا کے لوٹ آئے ڈوبے ہوئے کیفِ تشنگی میں
 خموشی سے آخرا ہوا گیا ہے وہ مطلب جو کھلتا نہ تھا گفتگو سے
 پیکر ہے وہ ایک سادگی کا سوز رنگ ہیں اسکی سادگی میں
 ہوجکے دوستی کے افسانے دوستو اور کوئی بات کرو
 اسکے قدموں پہ چھکتے ہیں شاہوں کے سر جبکہ لبستِ ترے آسنانے سے ہے
 کبھی اس گلی میں پیر کبھی اُن گلی میں پیر نہ یہاں مرا البیرا نہ یہاں مرا البیرا
 میں گدائے بے غرض ہوں میں زورِ طلب ہوں نہ کوئی صدا ہے یہ نہ کوئی سوال میرا
 کبھی صحرا میں جو دریا دیکھیں ہم بھی آئینے میں چہرہ دیکھیں
 ہم محبت کیلئے خاکِ راہ میں لوگ گلیوں میں تماشا دیکھیں

منظر خیر آبادی شاعر امیر سینا

سید افتخار حسین خیر آبادی ۱۸۶۵ء - ۱۹۲۶ء خلف سید امیر حسین

اوسو اینرو مولانا فضل حق خیر آبادی۔ آپ نواب ٹوٹک کے اشارتھے انہوں نے اقتدار الملک کا خطاب دیا تھا۔ جناب منظر ریاست گوالیار میں ملازم تھے وہیں انتقال ہوا۔ آپ کے حمید کلام کا دیوان موسومہ نذر خدا شائع ہو چکا ہے آپ نے ۱۸۸۴ء میں خیر آباد سے بابائے محکمہ "اکسپرمبر" جاری کیا تھا۔

نور کلام	ہمتیں جا بول تمہارا جانے والوں کو بھی جا بول	مراد دل حمید دو مجھ سے یہ بھلا ہوتی سکتا
ستم کی خونہ	ہی شیوہ جفا نہ رہا	مجھے مٹا کے انہیں کوئی وصلہ نہ رہا
یا الہی یہ تمنا ہے	کہ روزِ عشر	لب پہ ہونا م تر ابا تھیں دامن انسا
حق رسم بت کا کچھ	ویر ادا کرنا	ردہ کے ستم کرنا تم قسم کے جفا کرنا
مرتبہ دم یا برتاں	جاتے ہیں جاں کیساتھ	میرے اللہ اٹھانا مجھے ایسا ان کے ساتھ
الفن کی آنکھ	چھپ نہیں سکتی ہزار میں	پہچان اسکی دل سے نہیں ہے نظر سے ہے
اللہ سے چھپانہ سکا	عاشقی کا حال	محشر میں اس کا نام ہی لینا پڑا مجھ
حسن نے قہر کیا	عشق نے آفت ڈھالی	آرزو مفت میں بدنام ہوئی جاتی ہے
کوہ پیار میں	رہنے نہیں دیتا کوئی	پھرتی ہے اپنا سامہ گڑھ ایام لختے
تلاشہ منظر خیر آبادی۔		(انتخابِ صبرت)

(۱) الفسردہ ہوی بمشی منظور احمد امروہوی ۱۸۹۸ء - ۱۹۸۴ء آپ کا

بڑا بھائی امرا آباد میں ہوگا۔

تلامذہ افسر امروہوی۔

مسعود گنوری۔ منشی مسعود احمد گنوری مقیم کراچی

مذکر کلام

(۲) زیب بدایونی۔ مولوی عبدالمعنی بدایونی ملازم گولیا رمان عاشقہ شریک تھے

مذکر کلام دل لیا زینا کا تم نے جس طرح جان بھی لے لو اسی انداز سے
تم اگر درویشوں میں رہا کرتے جیسا کہ طالب دیدار کا شکل ہوتا (مذکر کلام)

(۳) شیداء بدایونی۔ منشی عبدالحی بدایونی شاگرد مضطر خیر آبادی

و درویش بدایونی۔ آپ کا ذکر درویش بدایونی تلامذہ میں ہو سکتا۔

حکیم لکھنوی خلیفہ و شاگرد اسیر لکھنوی۔

مرحمت الدولہ غضنفر علی صولت جنگ ۱۸۴۵ء - ۱۹۰۳ء خلیفہ

حضرت اسیر لکھنوی۔ لکھنویں آزری جسر پیٹ تھے۔ یواں طبع نہیں ہوا۔ اپنے والد کی زندگی میں صاحب تلامذہ تھے۔

مذکر کلام نیایش تھا میں سزا مجھے ملنی تھی محتسب صبر پر محمود ہم تم جبر پر
شیشہ تھا بے گناہ تدرج ہے تصور تھا حق تو ہے تم کیا کرو ہم کیا کریں
(فہم خانہ جاوید - یا دگار ضیغم)

تلامذہ حکیم لکھنوی خلیفہ و شاگرد اسیر لکھنوی

کریم منشی عبدالکریم خاں رئیس سہسوان

نمود کلام ہے یہ سرد گرم جہاں کا تقاضا کہ تاپے کوئی اور جگے گھر کسی کا
(نغمہ ہمارا لکھنوی ۱۸۸۶ء)

افضل لکھنوی خلیفہ و شاگرد اسیر لکھنوی۔

منشی افضل علی ۱۸۶۸ء - ۱۹۲۸ء خلیفہ امیر حضرت اسیر لکھنوی۔ لکھنؤ

میں آنریری محطیٹ تھے۔ عربی و فارسی اردو تینوں زبانوں میں دستگاہ رکھتے تھے۔ ایک
گلدستہ نثر آمی لکھا تھا جو کچھ عرصے بعد بند ہو گیا۔ با مذاق۔ پر گو ماہر سخن تھے کلام میں بلند یرداری۔

نمود کلام یہ شوق دید میں دل چاہتا ہے کہ میں پہنچوں وہاں پہلے نظر سے

ترقی ہے ابھی محدود اپنے دست و پست کی ابھی پہنچا نہیں ہے چاکر ادا من و زبان کا

دل پر داغ یار زندہ بوائے عشق رکھتا ہے یہ گلدستہ تمہاری محفل رنگین کے قابل ہے

خون تو یہ میں سمجھتا ہوں اسے اے افضل نظر آتی ہے سے ناب جو بیماں میں

تلامذہ افضل لکھنوی۔

شائق یولوی سدید الدین عباسی ۱۸۲۰ء - ۱۹۰۵ء خلیفہ

یولوی صبح الدین عباسی وکیل محلہ چاہ میریدالوں میں سکونت تھے۔ جناب شائق بدایونی
کے عم بزرگوار تھے جناب شائق بڑے قابل وکیل تھے کسی دہہ سے وکالت کی سند ضبط ہو گئی

تو قانون کی کتابیں لکھنے لگے ۱۸۹۲ء میں اخبار انتخاب عالم جاری کیا تھا۔
 نثر کلام شاعر احمد مختار سر لکھیں جگر پہلو
 مدامونے کو میں تیار سر لکھیں جگر پہلو
 (نعت) نیکول ہرجول کی بوسنگھ کر صل علی کہنے
 یہ کر بڑے بنے ہیں صم احمد کے سینے سے
 مذ سے جو نکلا فصیح میں کیسے جیتے جائیے
 رگے راکے جہ سے ہم کو تیار یا کر کون
 سلام - عاتق شاہ ہمدان میں غرادر ہے لکھ
 تار اسلوب کا جو توڑے تو گنہگار ہے لکھ
 غزلیات - غضب کباب ہے ایسا بھی ہے لکے ان پر
 اجل حشر ہمارا ہے نصیب شمال کیوں ہو
 دست سفاک جو دم بھر ٹہرے
 دیدہ بازی رہ خنجر ٹہرے

(اخلاق کریمی - تجلیات سخن، عمدہ التحقيق) ۱۸۸۱-۱۹۸۳ء

جواب شائق بدایونی کے شاگرد اور علف الرشید مولوی خلیل الدین عباسی نوشہرہ بدایونی
 بڑے باکمال تاریخ گو تھے آپ مطبع نسیم سحر دایوں کی بزم ادب میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کے
 شاگرد اور صاحبزادہ منشی مظاہر الدین صاحب بدایونی تھے۔ (العلم کراچی مارچ ۱۹۵۶ء)
تلامذہ شوق قدوائی شاگرد السیر لکھنوی

راغب - مولوی یعقوب بخش بدایونی شاگرد شوق قدوائی و جلال لکھنوی

آپ کا ذکر جلال لکھنوی کے تلامذہ میں موجود ہے۔ دیکھئے صفحہ ۳۰۳

مال دلہوی شاگرد قائم چاند پوری

شاہ محمدی دہلوی ان کی بابت تذکرہ نگاروں نے اس طرح اظہار کیا ہے

محبوب نغز
 دسے بزرگے بود از شاہ جهان آباد - زبور جسم و حیا آراستہ دہ حلیہ ہر روضا پیر آراستہ
 میرفتہ اندام
 بسیار درویش نہ دارا نہ ایام بسر می بردنمہ - میاں قائم دوست و استاد صبرت حال

شہنشاہ محمد نصیر الدین نصیر است
 میان محمدی نام۔ اعلیٰ از شاہ جہاں آراست۔ باوصاف حمیدہ و اخلاق
 پسندیدہ القاف دارد۔ اور در سخن گوئی طرز مخصوص است۔
 سیال محمدی در شاہ جہاں آباد متصل مسجد تعمیر کی ماند سلیم سخن
 الی جگر سخی بسیار بادستی دارد

حال کہنے کی نہ دی گزینہ فرصت رات کو
 بتوں سے مل کے گزتا ہے دین دل مال
 نالے کو ہم نے ضبط کیا نا صحت کیا
 کیا کیا کہوں میں تجھ سے دل زاری ہوس
 جیا جو ہمیں وہ وصل یاد کیے گا
 اے چشم مرے مریں کا بار نہ ٹوٹے
 تلامذہ مائل دہلوی

آج پھر کہنا ہے مائل وہ کیا افسانہ تھا
 یہ کافر آہ خدا کا بھی ڈر نہیں کرتا
 منہ سے تو رنگ بزدل چھپا نہ جائے گا
 مشہور ہے جہاں میں بیمار کی ہوس
 جو اس خزان سے بچے گا بہار دیکھے گا
 یہ اشک مسلسل ہی بہتے مارے ٹوٹے

شاہ نصیر دہلوی۔ شاہ نصیر الدین عرف میاں کلہوڑا ۱۷۶۱ء تا ۱۸۳۹ء

خلف شاہ عزیز پرورش کردہ حضرت میر جہاں قدس سرہ۔ شاہ نصیر نے اپنے خسر شاہ
 محمدی مائل سے شریعت میں استفادہ کیا تھا۔

۱۔ مجموعہ لغز میر قدرت اللہ قاسم اگرچہ احوال فن و قواعد سخن چندان

آگہی نہ دارد لہذا نسبت کمال بہ سخن پر دانی می دارد بہ نسبت کثرت فکر کلامش پر معنی معلوم

ی شود اکثر سے ارتازہ ششمال نسبت تمیز بوسے دارند۔ خیال شاعری چنان در نہادش جاگرتہ کہ مرزا سودا میر تقی میر در نظرش ہی گنجد خود را ملک الشعراء داند۔

(۲) ریاض الفصحا۔ شیخ مصطفیٰ "جوانیت ذی وروت و صاحب ہوش دلال ایام

کہ فقیر در دلی طرح شاعرہ انداختہ بود مبتدیانہ مولف فی کرد در شاعرہ می آمد حالہ شوق اور اہم شدہ بہ مرتبہ کمال رسانیدہ۔ در شاہ جہاں آبا د علم استادی می افزود و شریفان بہرہ علیہ شاکر پیش در آمدند اور استاد مسلم البتہ تی دانند و ملک الشعراء گویند۔ البتہ در ردائی جہش شکست نیست اما چون در لکھنؤ گذرا گندہ با فصاحتے این دیار طامات کرد و در شاعرہ با غزل طری گفتمہ فوائد مرتبہ معنی بلند و معلوم شدہ۔ درین نزدیکی دوم بار مشاؤا دلہم بہ این دیار آمد و غزل ہائے طری ترکیب مجلس یاران شد۔ عمرش از سفتہ تھا و فریاد بود۔

(۳) مولف عمدہ منتخبہ فرماتے ہیں۔ شاعر شہین کلام بسیار نازک خیال معنی بند است بلعشر بہ خیال بندی را غیب اہلبارش گردی شاہ محمدی مائل می کند و شاگردان بسیار ہم رسانند اکثر طریبات سنگ لایح بہ طور خود خوب گفتہ۔

(۴) گلستان سخن مرزا صاحب استعدا علی سے بہرہ ور نہ تھا بلکہ سواد بھی

چندال روشن نہ تھی۔ لیکن روشنی طبع خدا داد خلوت دل میں ہزار طبع معنی بزم افزود تھی۔ ایک بار سفر لکھنؤ اختیار کیا۔ اکثر سامعین عالی طبع مثل ذوق و تلیکن ادق حال میں اسکی شاگردی سے مشرف ہوئے چند بار حیدر آباد جا کر راہہ چند دلال کی تدریس نامی سے صلہ پایا۔

سلسلہ اس کی شاگردی کا سودا تک پہنچتا ہے اس طرح کہ یہ شاگرد ہے مائل کا اور
 وہ قائم سے مستفیض اور قائم سودا کا بلا واسطہ شاگرد تھا۔

(۵) تذکرہ خیرانی لال بے جگر بہ حضور سلطانی اور خطاب ملک الشرائی

زمرہ اندر سیل مکرش بہ سمت شعر و سخن در صحبت میر محمدی مائل رویے توجہ آورد
 قبول خاطر اجاب ہے سخن اپنا بہ فیض صحبت مائل نفیر اٹھایا ہے
 بے جگر نے میان روشن شاہ روشن کے ذکر میں لکھا ہے نفیر در شعر و سخن
 بیع نار سادار د

بادۂ کلکوں کا ساعۂ تھا جھلک کر رہ گیا	میر کلام لیا ہوا اگر حیم تر سے خوں ٹسک کر رہ گیا
ہزار ٹسک کر یہ موتیوں کے قول بکا	دل اسکے ختمۂ دندل مار کے مول بسکا
روح کسی ہے یہ مینائے مئے ناب میں بند	خوبخو طاق سے شیشہ جو کرا لے ساقی
کچھ تم نے غر حیرت دیدار نہ پایا	امنوس کہ زگر کی طرح ماغ جہاں میں
صدا کے رو بردہ کو گام اتر انصاف	جہاں سے گوشت منور اٹھ گیا انصاف
یہ فیض صحبت مائل نفیر اٹھایا ہے	قبول خاطر اجاب ہے سخن اپنا
لامدہ شاہ نفیر دہلوی شاگرد مائل دہلوی شاگرد قائم چاندپوری	

(۱) حکیم ممتاز الدین ممتاز بدایونی دیکھئے صفحہ ۲۹

(۲) نواب الہی بخش خاں معروف دہلوی دیکھئے صفحہ ۳۰

(۳) شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی دیکھئے صفحہ ۳۳

(۴) حکیم مومن خان مومن دہلوی دیکھئے صفحہ ۴۱۷

(۵) نواب زین العابدین خاں عارف دہلوی دیکھئے صفحہ ۴۲۰

تمناز بدایونی شاگرد شاہ نصیر دہلوی

حکیم تمناز الدین صدیقی فرشتوری بدایونی ۱۸۹۰ء خلف حکیم افتخار

الدین ملازم ہے پور خلف قمر الدین خلف محمد اکرم محمد اجڑ سیف کامل بدایونی جناب تمناز
طلب میں اپنے والد ماجد اور حکیم صادق علی خاں والد حکیم محمد خاں دہلوی کے شاگرد تھے طریقت
میں مولوی محمد حیات صاحب دہلوی خلیفہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی قدس
سہ سے بیعت تھے۔

جیٹرشِ علامتِ تلمیسِ قدم ہے	نہایتِ نصیرہ اللہ کے کیا مرتبہ کیا شان و جہم ہے
کس مطلعِ انوار کی تو عیضِ رقم ہے	کیوں میرے قلم پر یہ عطار و بود راقشال
اعلیٰ ہے وہ اولیٰ آئہ ماوائے کرم ہے	افس ہے مقدس ہے دہ ظاہر ہے مظاہر
مالک ہے وہ سلطانِ عرب شاہِ عجم ہے	الذہب ہے منور ہے وہ مردارِ دوعالم
محمود و محمد ہے ستر لوحِ دقلم ہے	مطبوع ہے مقبول ہے محرابِ جہاں ہے
ادھاد میں لولہ بھلا کسکے رقم ہے	تو وہ ہے کہ ہے ذاتِ تری مبدعِ عالم
ہر سجدہ گرامِ تر نقشِ قدم ہے	تو خاصہ درگاہِ الہی ہے مقرر
حضرت کی جدائی میں سنوں یہ غم ہے	تھا گریہ یعقوبؑ تھا غنا بشری سے

نورینِ نظرِ محنتِ دلِ جاں بن بہم ہے
 اور دوسرا مکتبِ یتیمِ تیغِ زہم ہے
 پھر اس دلِ ناساد کو کس جہر کا غم ہے
 ہوں دور وہ غمِ مکتبِ سببِ دلِ کولم ہے
 پھر دلِ متقی شرفِ طہرِ حرم ہے
 متنازکی اے شاہِ یہ امیدِ تم ہے
 واللہ سوارِ سرِ گیسوئے محمدؐ
 والدہ ہے کیا قامتِ دلجوئے محمدؐ
 اللہ کا آئینہ ہے روتے محمدؐ
 ردِ جانبِ کعبہ ہو بہ دل سوئے محمدؐ
 تحریر ہو مخلوق سے کیا غوئے محمدؐ
 ہو کھل بھر خاکِ رہ کوئے محمدؐ
 (مذکورہ الواصیلین)

آغاز وہ دیکھا یہ ہے انجامِ ہمارا
 دل نہ ہاتھ آیا خدا جانے کدیر طائر ہا

تھا ایک شہادتِ کارِ ہمارے سودہ
 الہام سے پہلے کیا جامِ شہادت
 جب دینِ ہمنشاہ طامورِ صلوات
 حاجاتِ روا ہوں مری کے بدلہ حاجات
 دیدارِ بر الوار سے پھر کچھ مشرف
 دلِ حشر کے نعلین اٹھانے پہ ہو مامور
 ولہمش ہے شمعِ رخِ نیکوئے محمدؐ
 ہیں جن و شرمور و ملکِ مال و شیدا
 ہیں جملہ صفاتِ امدی جسم سے پیدا
 اسلام ہی ہے عزائیاں ہی ہے
 مراحِ ہوس و سعتِ اخلاق کا خالق
 تمناز شب و درو یہ خالق سے دعا ہے

غزلت

مشہور تھے مجھوں پر انا نیلی ہے لب پر
 رات جو اسکی لگی میں خاک چھائی تا سحر

غزل
عاشقانہ

معروف۔ نواب الہی بخش خاں م ۱۸۲۶ء خلف مرزا عارف خاں برادر

نرف الدولہ ناسر خاں بہادر سہراب جنگِ تاسم خاں۔ بخش خاں کے زمانے میں امرائے
 اہلدار میں تھے۔ جناب معروض خوش خلق و نیک خو دتیریں کلام آپ کا دل دینا ہے رد ہو گیا

اور مشائخِ چشتیہ سے خدمت ہو گئی اکثر اوقات یہ رضا میں صرف کرتے تھے آپ کے والد ماجد
والدہ ماجدہ اور محمد عربیہ حضرت مولانا شاہ غزالدین چشتی دہلوی قدس سرہ کے دست
حق پرست پر ہیست تھے جناب معروف بھی حضرت مولانا عبدالدین خلیفہ حضرت مولانا
غزالدین قدس سرہ سے بہت کچھ جہوں نے جے پور میں علم اسلام بلند کیا تھا ایک دیوان
مشتمل سببِ شہادتِ اصنافِ کتب جمع کیا تھا۔

بابِ منتہی اس ماہِ تام کے تصدیق جاؤں محبوب کے نام کے تصدیق جاؤں
معروف اگر باؤں تو سوجان سے میں سلطان نظام کے تصدیق جاؤں (محمد نون)
نواب مسطیٰ خاں شیفہ گلشن بخاری لکھتے ہیں کہ آپ دو دیوانوں کے مصنف
تھے اور آپ کے اکثر خیالات رئیس اور مفہمین دل نشیں ہیں۔

نہ کلام و نہ کو مانگ کے پانی بھل کر معروف یہ مفلسی ہے تیم کو گھر میں خاک نہیں
درد سر کے واسطے منسل لگانا ہے مفید اس کا گھستا اور لگانا دردِ ریجی تو ہے
کہاں تک سازِ عشق افشا نہ کرتا مثل یہ ہے کہ مزا کیا نہ کرتا (گلشنِ بہار)
تلامذہ معروف دہلوی شاگرد شاہ نصیر دہلوی

ناطق بدایونی: مولوی نظام الدین عباسی م ۱۸۶۸ء بن مولوی صدیق الدین

بن مولوی محمد واصل بدایونی بن سفاعت اللہ بن عنایت اللہ بن عزیز اللہ بن درخلیل اللہ
محمد مولانا قاضی عبد السلام صاحب عباسی بدایونی جناب ناطق کو علم جو درمل و عملیات
میں دستگاہ تھی حضرت سید آل احمد عرف اچھے صاحب ماریوی م ۱۸۶۲ء کے مرید و
خلیفہ تھے۔ آپ کی غیر مطبوع تصانیف میں دیوان اور مثنوی مشتمل برقصہ کلام و ناکام اور
قصیدہ نمبر موسوم بہ خواب و خیال ۱۸۶۲ء تلمی یادگار ہیں۔

انتخابِ دیوانِ قلمی مخزنہ نیشل میوزیم کراچی

رواں میں جا بجا روئے زمین پر لشک کے دریا
حقیقت میں ہوا ہے ایک عالم معتقہ اپنا
مہر کامل سے کیا تبشیرہ دل کے تباہ کو
چین سے کنجِ لحدیں بھی نہ سونے پائے
لقبِ یریاں اپنے تصور میں ہے مدام
دیدارِ یریاں بام پہ موعج ہے ہمیں
تر و امن اس قدر ہر کہل بھی نہ سکوں
مہر و مہ سے صاف موعج مجھے ہے عیاں
آدی آتے ہیں دنیا میں سافر کی طرح
آگیا کعبہ لحدیں جو ترے رنج کا خیال
لبِ لعلیں نے ترے لعلِ یمن لوٹ لیا
یا دانی جو لحد میں ترے عارض کی بہار
ہے حقیقت میں وہی ہر رنگ میں جلوہ نما
حسِ موجد ہو گئے پردہِ دلی کا اٹھ گیا
چاہے کراہ اپنی خاکساری کو عیاں
اپنی تردامنی یہ نازاں ہوں
ناطق اس آہِ آلتشیں میں مری

جہاں میں منفی جاری ہے جاری چشمِ گریبان کا
گمراہے شیخ تو قائل نہیں یری کرمت کا
ہنیں رہتا کمال اک شب سے زلیدہ کامل کا
دغدغہ دل میں رہا حشر کی بیداری کا
کر کے خیال دیکھ لی جسوقت دل ہوا
ہم کو فروغ وادیِ ایمن سے کام کیا
دوزخ کی آگ کو مرے دامن سے کلم کیا
لعلِ توس کا نشان یہ رہ گیا وہ نہ گیا
ہے سرائے کا رواں یہ رہ گیا وہ نہ گیا
شامِ غربت میں ہوا صبحِ وطن کا دھوکا
خالی مشکیں ترے مشکِ حنق لوٹ لیا
خانہ گور ہوا رشکِ گلستاں اپنا
آپ ہی شمع ہوا اور آپ پر واز ہوا
ایک ہے پھر خواہ مسجد خواہ نخواستہ ہوا
رہتے ہیں اکثر جہاں میں حجابِ اکیس چپ
ٹھکڑو کیونکر جلائے گا دوزخ
ہے وہ سوزش کہ جل اٹھا دوزخ

تصویریں کروں آنکھیں اگر بند
ابھی نظروں میں ہوئیں وہ نظر بند
جب سے دیکھا ہے لبِ بام کسی کا حوہ
رہ گئی چہنم مری محو تجلدا ہو کر
تلامذہ ناطق بدایونی

بسم مولوی رضی الدین صدیقی فرستوری بدایونی خلف شاگرد

سعید کامل بدایونی شاگرد ناطق بدایونی و مذاق بدایونی۔ آپ کا ذکر حضرت مذاق بدایونی
کے تلامذہ میں ہو گا۔ دیکھئے ص ۷۴

ذوق دہلوی شاگرد شاہ نصیر دہلوی

شیخ محمد ابراہیم دہلوی ۱۷۹۰ء - ۱۸۵۵ء خلف شیخ محمد رمضان بڑے

شاعر اور صبح قیام کی شاعری پر قادر تھے۔ اکبر شاہ ثانی نے خاقانی ہند کا خطاب دیا۔
اور بہادر شاہ ظفر آپ کے شاگرد ہوئے۔ علوم و فنون میں کامل تھے۔ فن شعر سے ازلی
مناسبت تھی۔ اکثر اساتذہ نے ان کو قادر الکلام استا تسلیم کیا ہے۔ حد درجہ قناعت
پسند اور منکر المزاج تھے۔ رات دن سوائے فکر شعر اور تلامذہ کے کلام کی اصلاح کے
سوا کوئی کام نہ تھا۔ جہت خواہ باقی بالند دہلوی تھیں سرور کی خانقاہ میں دفن ہوئے تاریخ
وفات "بلغ العلیٰ بکمالہ" سے نکلتی ہے۔

محمد لغزنی نوٹ ہے است از شاگردان محمد نصیر الدین نصیر گاہ گاہ در مجلس شہر احقر می
یروند کہ نام شود و غزل طرحی انجام می دید

عمدہ منتخبہ در غزل گوئی ممتاز است مضامین رنگیں از طبیعتش در ریختہ گوئی برمی آید
سخن شوا جملہ اصناف سخن پر قادر تھے مضامین پرآزاد و عالی و عاشقانہ خوب باندھتے تھے

راقم الحروف کے زغم میں ریختہ گولیوں میں اس قدرت کا شا عر نہیں پیدا ہوا۔
 اختصار میں کلام میں عاشقانہ معاملہ بندی اور رندانہ شوقی ہے زبان کی صفائی، محاورہ بندی اور
 بندہ کی خوبی میں خاص کمال ہے۔

تاریخ وفات شاہ نصیر دہلوی از ذوق دہلوی

از سرم رقت سایہ استاد
 گفت سال وفات ہاتف غیب
 ہست اسے ذوق جائے حشر و غم
 شد نصیر از دکن بہ سیر ارم

نثر کلام دعا بلا تھی شب غم سکون جس کے لیے
 بیان درد و محبت جو ہو تو کیونکر ہو
 کب حق پرست رہد بخت پرست ہے
 الفت کا لہجہ جیسا کوئی مٹانے تو جانے
 اے شیخ تیری عریضی ہے ایک لات
 ہمیں سے آشکارا کئی ہم کو سادیا چوری
 یہ اقامت ہیں پیغام سفر دیتی ہے
 اب تو گھر کے یہ کتے ہیں کہ مچھانگے
 لائی حیات آئے قضاے چلی چلے
 باقی ہے شیخ کو حسرت گناہ کی
 پھول تو کچھ دن بہا چاہو دکھلا گئے
 سخن بہانہ ہوا مرگ ناگہاں کے لیے
 زبان نہ دس کیلئے ہے نہ دل تڑاں کیلئے
 حوروں یہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے
 یہ درد سراپا ہے کہ سرجائے تو جانے
 رو کر گداز یا اسے ہنکر گزار دے
 خدا کی جب نہیں چوری تو پھر جبر کی کیا چوری
 زندگی موت کے آنے کی جبر دیتی ہے
 مر کے بھی چین نہ پایا تو کھڑ جا سینگے
 اپنی خوشی نہ آئے اپنی خوشی چلے
 منہ بھی کرے گا کالا جو دایہ کی
 حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مچھانگے

تو بھلا ہے تو برا نہیں سکتا، اے ذوق
 اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
 سر بوتہ ذبح اپنا اسکے ذریعے ہے
 ہم ہیں غلام انکے جو میں دفا کے بندے
 ہفتا دو ذوقِ حسد کے عدد سے ہیں
 وہ اپنے سینے میں ہے آہ آتشِ اے ذوق
 تو جانہ ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
 شکریہ دے ہی میں اس بت کو ادا نہ دکھا
 ہے یا روزِ عیدِ شبِ غم سے کم نہیں
 اے ذوق ککو چیتھ قنارت سے دیکھئے
 ہم ہیں اور سیرتِ تیرے کو چھپے کی دیواروں کا
 کہتے ہیں آج ذوقِ جہاں سے گذر گیا
 بیل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
 گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
 احسانِ نا خدا کے اٹھائے مری بلا
 گل اس نیک کے زخمِ سیدوں میں مل گیا
 موت نے کر دیا لاچار و گریزِ انسان
 ان دلوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدر سخن
 متی و نا آشنائی و ہشت و دیوانگی

ہے براہ ہی کہ جو تھکو برا جانتا ہے
 کیوں برا کہنے سے تو اسکے برا ماننا ہے
 یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جاتے ہے
 اسکو یقین حالو گر ہو خدا کے بندے
 اپنا یہ ہے طریق کہ باہر حسد سے ہیں
 کہ جس سے ترقی بھی فی اللہ والہو سبحانہ
 ایمان کی کشتی ایمان ہے تو سب کچھ
 ورنہ ایمان کیا تھا ہی خدا نے دکھا
 جامِ شراب دیدہ پر نرم سے کم نہیں
 سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں
 کامِ جنت میں ہے کیا ہم سے گنگاروں کا
 حقِ مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا
 پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر
 اگر لاکھوں برس سجدے میں سمر مار دوں گا مارا
 کسنتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں
 یہ بھی ہو لنگر کے شہسواروں میں مل گیا
 ہے وہ خود ہیں کہ خدا کا بھی طاقت ہوتا
 کون جائے ذوقِ پردہ کی گلیاں چھوڑ کر
 یا تری آنکھوں میں دیکھی باترے دیوانے میں

وقتِ میری شباب کی باتیں ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں
دند خراب حال کو زاہد نہ چھوڑ تو تھکو پرانی کیا پڑی اپنی بیٹری تو
بجا کیے جسے عالم اسے بجا سمجھو زبانِ خلق کو نقارہ خدا سمجھو
کیا غرض لاکھ خدائی اس نوا دولت دے ان کا بند ہوں جو بندے میں محبت والے
ہر سے دوست کے عاشق بیان کبھو کرتے مسیح دھڑکھی مرے کی آرزو کرتے
اے دوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا بہتر سے ملاقات میحا و حفر سے

تلامذہ استاد ذوق دہلوی

۱) آرزو بدایونی

۲) فقیر مظفر ٹکری دیکھتے ص ۲۵۱ ت گردِ ریحی د شہیدی ریحی

۳) مذاق بدایونی دیکھتے صفحہ ۴۵۵

۴) مرزا داغ دہلوی دیکھتے صفحہ ۵۱۳

۵) آرزو بدایونی - منشی محمد علی خان بدایونی - پولیس انسپکٹر ہیر پور - استاد

دوق کے بعد داغ دہلوی سے استفادہ کیا تھا۔

موزن کلام

تلامذہ آرزو بدایونی شاگرد استاد ذوق دہلوی و مرزا داغ دہلوی

شفیق بدایونی منشی عبد الماجد بدایونی مقیم شہاد جہانپور ولادت ۱۹۱۳ء ملازم ریلوے

منزلہ کچھ نہ لکھا کچھ نہ سمجھا لوق تو ساری عمر میں میں کتاب زندگی کے بس وقت لکھا کیا (۱)

(۲) فقیر مظفر نگری - مولوی محمد حسین مظفر نگری ثم دہلوی م ۱۹۰۵ء شاگرد استاد

ذوق دہلوی دہشیدی ریلوی آب کا در شہیدی ریلو کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۲۵۱

(۳) ظہیر دہلوی سید ظہیر الدین دہلوی ۱۸۴۲ء - ۱۹۱۰ء حلف سید جلال الدین ص

مؤلف کتاب داستان عذریلوں گلستان سخن۔

منزلہ درد میرد کی دوا کیا ہو وہ جھوٹا عشق ہے جس میں نفاق ہے
دلتوں خون دل یہاں لیکس ناتواں سی ناتواں ہے
ہم بھی جناب داغ کے پیر ہیں ظہیر ہے یہ دلی کی بول چال ظہیر
رہ گئی داد کی حسرت مرے دل ہی میں ظہیر
میر و خاقانی بندوستان ہواے ظہیر

تاریخ دیوان استاد ذوق

بہار گلشن گل ہائے معنی
کہ اے درد کش صہمائے معنی
بیان ذوق ہے دریائے معنی

(۱۲۷۳) ۱۲۷۹

ہوا مطبوع جب دیوان استاد
ظہیر آئی ندائے غیب مجھ کو
تامل کیا ہے لکھدے بے تامل

نادر صمیم - جم خارجہ سید گلستان سخن

تلامذہ جناب ظہیر دہلوی

(۱) جادو سہسوائی بدایونی

(۲) مناقب بدایونی در ہفتہ ۱۲۹۰

(۱) جادو سہسوائی - نواب سید احتشام علی بہادر نقوی مورودی صالحی سہسوائی

امیر دربار برودہ حلف نواب سید اسلم علی خاں و قاضی برودہ کریم مرزا غالب خلت سید اکبر علی خلت
میر سید سرفراز علی امیر دربار برودہ خلت سید ممتاز علی ابن سید ذوالفقار علی بن سید فیض علی
بن سید روش علی بن سید علی اکبر بن سید ابوالکلیث بن سید محمد سعید بن قاضی محمد صالح

بن قاضی سید عبد الشکور قاضی سہسوائی

جناب جادوے حضرت ظہیر دہلوی اور انکے تلمیذ رشید جناب مناقب بدایونی سے استفادہ

کیا تھا آپ صاحب دیوان تھے۔ کلام بہایت پاکیزہ۔ خیال بلند۔ تلاش اعلیٰ، اندیش چست
زبان صاف اور دلکش ہے۔ طبیعت میں سٹوخی تھی۔ اپنے استاد کے کامیاب مقلد تھے۔

میرزا کلام	کہ کوئی پوچھے والا نہ کوئی سننے والا ہے	ہماری سبکی ہے آئینہ گور عریاں کا
میرزا کلام	نوی کز ناگہاں مشکل مری آساں کر	چین سے سو جاؤں میں تربت میں جاتاں کر
میرزا کلام	مرنے مرتے مرے سر پر بار احساں لکھیا	آئے بالین پر مجھے دم بھر کا ہمان جان کر
حضرت دیدار پوری	سخت جانی سے ہوئی	دیر تک تڑپا کیا سوئے ستم گرد بیکھر
دامن ہستی مہموم کو صدمہ چاک کر دل		اے جوں آج یہ قصہ ہی ترا پاک کر دل
آکھور میں بسی ہے ان کی صورت		آئینے میں ان کو دیکھتا ہوں

نعت - وہ عاشق بہ محبوب پیکر کمال عجب ہے
 خدا سے جزا ناک ہے خوں محمدؐ
 جد آل و اصحاب کب ہی بنی سے
 یہ دنگ محمدؐ وہ ہوئے محمدؐ (فرغ خدا جاوید)

ثاقب بدایونی شاگرد ظہیر دہلوی

مولوی نجم الدین عباسی بدایونی ۱۸۶۸ء - ۱۹۴۰ء حلف مولوی جمیل الدین
 وکیل برادر شائق بدایونی تحف مولوی صبیح الدین ابن محمد یوسف برادر ناطق بدایونی - عربی و فارسی
 فقہ و تفسیر معقول و مقولین صاحب استدلال تھے ابتداء سے شکر گئی کا شوق ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں
 گوالیار گئے وہاں آپ کے ماموں غلام غوث و جد بدایونی (تلمیذ حضرت مذاق بدایونی) سرپرستہ
 تعلیم میں ملازم تھے۔ ان کے فیضِ محبت سے آپ بھی شعر کہنے لگے ان کے مشورے سے دو ایک غزلیں
 حضرت داع کی خدمت میں بھیجیں اور ان کے تائید ہو گئے۔ گوالیار سے ایڑہ لگے جہاں آپ
 کے والدہ کالائے کرتے تھے وہاں سے تلاشِ معاش میں رام پور دہلی اور راجپوتانہ کی ریاستوں
 کا چکر لگایا۔ آخر کار بڑودہ پہنچے اور میر احتشام علی خاں رئیس بڑودہ کے مصاحب ہو گئے ان
 کے کام سے ٹونک گئے وہاں حضرت ظہیر دہلوی کے فیضِ تلمذ سے بہرہ ور ہو کر زیادہ نام
 پایا اور استاد مانے گئے۔ پستہ قد۔ زندہ دل۔ حد درجہ خلیق۔ پابندِ وضع اور ملسار شخص تھے۔
 کبھی کبھی ایک ایک دن میں دو دو سو شعر کہہ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ٹونک میں آپ کئی ماہ سے
 طلیل اور مصائبِ زارش تھے کسی نے جنابِ محسن کا کوروی کے نعتیہ قصیدے کے چند شعر پڑھے
 اسی حالت میں آپ نے دو دن میں تین سو شعر کا قصیدہ اسی زمین میں کہہ ڈالا حضرت ظہیر
 نے بھی سنا و نیمہ معجب ہوئے اور سخت مبالغت کی کیونکہ اس زمانے میں آپ کی حالت بہت
 خراب تھی ۱۹۰۹ء میں پندرہ برس سے زیادہ سہی اور بڑودہ میں رہتے تھے۔ احمد آباد اور بڑودہ میں
 اکثر موزوں طبع آپ کے شاگرد تھے۔

آپ کی مابست تذکرہ نگاروں نے مندرجہ ذیل آرا کا اظہار کیا ہے۔
 فخر جاوید اکبر امتدادِ سخن میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اچھے مضامین کی تلاش۔ الفاظ کا
 مناسب اور بر محل استعمال آپ کے کلام کا خاص بوجہ ہے۔ زبان پر آپ کو حیرت انگیز قدرت
 حاصل تھی۔ طبیعت میں روانی اور خیالات کی تازگی قابلِ تعریف ہے نہایت نود و گور خوش
 کلام شاعر تھے۔ تذکرہ فخر خانہ حاوید پر آپ کی منظوم تقریظ آپ کی حیرت انگیز قدرتِ کلام اور
 مشافی کا قابلِ تہنیر ہے کوئی خاص وقت نیکر سخن کا معین نہ تھا۔ ہر وقت طبیعت حاضر رہتی تھی
 حضرت خلیفہ آپ کو بہت چاہتے تھے اور آپ پر فخر کرتے تھے پہلوانِ سخن کا خطاب بھی انہیں
 کا دیا ہوا ہے۔

سرخ زبانِ حشم دیوانِ ریختہ و بارسی۔ غزلِ تاش رنگیں و قصایدِ شمعانی خیز بہ نظر آمد ہر چہ می گوید
 دیدہ۔ بیارغوب میگوید۔ بعضے مردم حیدر آباد بہ استادش قبول کر دند ہفت سال است کہ
 دارو حیدر آباد شدہ دور سر کا زمین السلطنت بہ زمرہ شیوہ پورستہ گردید سنین عمر شش پنجاہ رسیدہ
 باشد بعضے اہل سخن آں جناب را از کجی یا از حد یا از تمسخر شاعر شکستہ کمری گویند چرا کہ وقت
 رفتن در ہر قدم قدمے کمر آں راست بنش خم می خورد و چون فقیر آں جناب سبب این
 شکستگی نرسیدم گفت کہ در طفلی از بام افتادہ بودم ہنوز آں ضرب شدید باقی است۔

مدلول کے
 حیدر آباد عین کا کوروی کے مشہور لغتہ قصیدہ کے جواب میں حرقہ انداز میں کہے گئے ان
 میں شاقب کا "یراغ دعا" متنازعہ وہ بدایوں کے سورتھے لیکن انھوں نے کعبانہ دوام کے دوبارہ
 میں ان کو جگہ مل سکی۔ ان کا کلام نقای اور ادبی نشستوں تک محدود رہا۔ غزل قطع۔ قصیدہ

رباعی برصفت میں طبع آزمائی کی ہے ۔

حزینہ شہزادی چودہ سال کی عمر میں مدرسہ قادریہ سے درس نظامی سے فارغ ہو کر امتحان مڈل میں کامیابی حاصل کی ۔ الگ اور متانت اور سادگی ضرورت سے زیادہ ۔ ہر دلعزیزی آپ کا حصہ خود بینی و خود غمانی سے یہاں تک تنفر آپ کے کلام میں کبھی تقبی بہت کم پائی جاتی ہے ۔ مزاج میں توکل بڑھا ہوا ہے جس کی مثال آپ سے اس مقطع میں ہے عہ

گدے مست ہوں تاقب من ہوا پنی گلی میں توکل تکیہ اپنا سدا پنی فاقہ مستی ہے

تعل اس قدر کہ اکثر اوقات تھادے جیجا اعتراضات بذریعہ اخبارات شائع کئے ۔ اور آپ کے پاس بھیجے مگر کسی کو آپ نے جواب یا سختی کہنے احباب اور تلامذہ کو بھی جواب ہی سے عبور کر کے باز رکھا البتہ اپنے استادوں کی جانب سے ہمیشہ سینہ سپر رہے اور ہر وقتہ پر خم ٹھونک کر میدان میں آئے ۔

شاعری کا شوق آپ کے خاندان میں اسد بعد نسل چلا آ رہا ہے ۔ آپ کو آٹھ سال کی عمر سے اس کی طرف رجحان ہے ۔ پچیس برس کی عمر تک کسی سے اصلاح نہیں لی ۔ اردو ۔ فارسی ۔ عربی ۔ ہندی چار زبانوں میں مشق سخن حاصل ہے مگر اردو کی طرف ہمیشہ سے زیادہ رجحان رہا ۔ آخر کار ۔ احباب کے اصرار پر پیہم سے ابتداً جناب داغ دہلوی کی خدمت میں گاہ بگاہ رجوع کیا بعد ازاں یہ زمانہ قیام پایست ٹونک نواب راقم الدولہ ظہیر دہلوی سے وقتاً فوقتاً مشورہ کرتے رہے ۔ استاد نے اسی زمانے اپنے تمام تلامذہ کی اصلاح آپ کے سپرد کردی اور بسا اوقات تقریراً تحریراً آپ کو اپنا جانشین ظاہر کیا ایسے شاگرد شروع ہی سے ماہر ناز اور فخر استاد

دئے ہیں اسی زمانے میں یکم دسمبر ۱۹۱۸ء کو پہلوان سخن امام الکلام کا معزز خطاب حاصل اور زمانہ قیام ریاست بڑودہ میں طوطی گہرات کا خطاب حاصل کیا۔ اپنے ہم سن اور ہم شعروں کو آپ کی شہرت سب سے زیادہ ہے اور زمانہ مسلم الشہادت استقامتاً ہے منجہ دیگر اصناف سخن کے۔ ہمیں آپ کو اکثر اس وقت نے بھی یادگار خاقانی ہذا استاد ذوق مرحوم تسلیم کیا ہے۔ آپ کے کلام میں مثنوی کے ساتھ ہی مثنائت بھی اس قدر موجود ہے کہ شوح سے شوخ ہمنوں کو بھی اس رنگ سے بیاں کر جاتے ہیں کہ مثنائت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ کلام میں ہمنوں تو زینتی اور نازک خیالی کے ساتھ ہی لطف زبان اور مذاق تصوف بھی شیر و شکر کی طرح آمیختہ ہے افسوس کہ آپ کی تمام عمر کا سرمایہ یعنی دو دیوان اردو مکمل نہایت ضعیف اور ایک زبردست مجموعہ متفرقات کا مثل قصائد و رباعیات و مرثیٰ اور قومی و ملکی نظموں وغیرہ۔ نیز کلام فارسی و عربی و ہندی دست برد زمانہ سے تلف ہو گئے تاہم ایک دیوان غزلیات بر مطبوعہ اب بھی موجود ہے اس کے علاوہ جگن بڑودہ کی مکمل تاریخ نثر میں۔ چراغ دعا۔ ریاض الیاداب۔ سیر و کن۔ معراج تصور کائنات عبرت اخلاق کریمی۔ بہارستان سخن یہ سب مطبوعہ ہیں بنیاد کے تلامذہ میں سر سے زیادہ ہیں بعض اجنب صاحب دیوان بھی ہیں۔

یہ تہ ہے کہ بتوں کا گناہ گار رہا	یہ کلام خدا کریم ہے اس سے تو بخشو ایسا
کہ اب کوئی نہ کوئی انقلاب آئے گا	یہ کہ رہی ہے تری حیرت شوق کی گردش
گویا سفر میں ہم تھے مقدر وطن میں تھا	قیمت پھری نہ گردش پائے حنوں کے ساتھ
سورہ میں کشتہ ناز پتاں زیر زمین	دیکھو آہستہ قدم اے فتنہ پر شورِ حشر
کوئی بچے تو ہم اے دلِ مقدس مولیٰ تے ہیں	کوئی گاہک ملے تو پیچھے ہی جو ہر ذاتی
کہ ہم تو جہان دیتے ہیں وہ پتھر مولیٰ تے ہیں	عزیزوں سے زیادہ سنگدل ہے کون دنیا میں

سے مکالمات سکایت ہائے بختِ نارسا تم ہو
 ثاقب بھی حسنِ شاعری ہے
 قید سے غلام بھی کب آزاد ہے
 خود میسرا بر سرِ بیداد ہے
 تیری آنکھوں میں ہے وہ موتی کہ ملتے ہی نظر
 برائی پر تو زمانے کو کر لیا اپنا
 امید رحمت و شرم گناہ و خوفِ خدا
 مسٹ چکے سب قفسے تیری راد میں
 اٹھا کے بزم سے اپنی بخت نہ لوارِ الزام
 یہ دل لگی ہے منزے کی جودل سے ملتے تھے
 قطرے قطرے کا لیا جائے گا غمِ حیران
 نظر آتا ہے تل کی اوٹ عالمِ بزمِ امکان کا
 خاک کا پتلا ہے انسانِ خاک میں مل جائے گا
 بادِ عشرتِ دنیا کی زلزلی ہے کشید
 جھڑی دنیا بھری ہے دولت اسے کیا ملے لکاس
 چار گوشوں پر سرائے دم کر کے ہیں چار گھر
 نیز نگہ بے ثباتیِ عالم نہ پوچھتے

دلِ نادیدہ شکلِ بدما کے مدعا تم ہو
 مصوں نہ پاں میں ادا ہو
 دامِ نکرِ حیدر میں صیاد ہے
 اسے اجلِ فریاد ہے فریاد ہے
 بن گئی ساغرِ حے چشمِ تمنائی بھی
 بھیلے کو آپ کسی کا بھلا نہیں کرتے
 جو زند کرتے ہیں وہ پارسا ہیں کرتے
 اک تھکی مادی قیامت اور ہے
 کہ ہم تو با تھو رانے سے ہیں اٹھائے ہوئے
 وہ ہمارے ہیں مجھے خاک میں ملائے ہوئے
 سادیا دیکھ مھلک جائے نہ پیمانے سے
 ہماری آنکھ کا پردہ ہے پردہِ روحِ جاناں کا
 خاک اس کی ابتدا ہے خاک اس کی انتہا
 نہ سرور اسکا ہے اچھا نہ خوار اچھا ہے
 بردہ شیرِ خدا ہیں ہم سب دنیا نہیں
 غلہِ عشرت کدہ رحمت کدہ ماتم کدہ
 جھوٹا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا

عیش دنیا کا ملنا دیکھ دنیا ہو کر
 پاؤں سے باندھ دیا بدلتے پیمانے کو
 ہے نسبت و فرار کی تصویر
 شاید سراغِ مافذِ زمکاں ملے
 پہنچ یہ ہے اللہ بس باقی ہوس
 جہاں تک باتھ خالی تھا خدا خود میرا تھا
 وہ جان بنکے تیسرے رگِ گلوار آئے
 خکیا تھی بھرا ہے رہ سڑکے نواں میں
 ہیکہ جھولی ہے کاسٹ بھیکہ کیا نہ ہے
 در نہ کیا شمعِ جلائی نہیں پردائے کو
 آفتابِ روزِ مختار برتر ہو جائے گا
 لا تقنطوسنا کر پھر حوصلہ بڑھایا
 حساب بوجھ نہ مجھ سے مرے گناہوں کا
 جلوہ گر تقدیر ہے آیتِ تدبیر میں
 خدا نے اسلئے بے دست و پا کیا مجھ کو
 احسانِ ربِ مریدِ غریب الوطنی کا
 کافروں گرنہ ہو مگر دل میں وطن کی یاد
 برج تو کہتے ہیں مڑے بول کا سرِ بچا ہے
 تو رہے گا نہ میں زمانے میں

شامِ غربت میں مزا صبحِ وطن کا یا یا
 ٹھوکر میں خوب کھلاتی مجھے درائے چرخ
 دیکھ نادانِ سایہ دیوار
 پیری میں ہر جھکائے ہوئے ڈھنڈے میں ہم
 کیا رہا ہے اور کیا رہ جائے گا
 ملی دولت بڑھی غفلت ہے محتاجِ غول کے
 ہمارے دل میں جو رہتے تھے درد کی صورت
 بچی جاں اور لاکھوں پائے ترے نامِ ستونے
 میں گمراہی منت ہوں مشربِ مراند نہ ہے
 طولِ موسیٰ نے دیا طور کا اسانے کو
 چار چھینٹے گرمیِ تردانی کے بڑگئے
 عیساں کے ولولے کچھ گھٹنے لگے تھے لیکن
 کریم اپنے کرم کا حساب کرے آپ
 آہی جاتی ہے نظر صورتِ امیرِ دیاس کی
 نہ جاؤں در پر کسی کے نہ ہاتھ پھیلاؤں
 خوش ہوں نہ ملاؤں روکھی رشتہ میں لیکن
 اہل وطن نے مجھ کو بھلایا تو کیا ہوا
 کراںِ شیشہ بھکی اور کہا جب قتل
 تو تو میں سے فائدہ کیا ہے

یہ بھی تنگ آبروئے ہمت مردانہ ہے
 کہ جس نے صدِ کل پر اپنے مذہب کا بار کھی
 جو کچھ پایا وہ پایا خاموشی میں
 گھر میں اللہ کے چراغ جلا
 آئندہ عالم میں روشن ہے سکندِ خاک میں
 کسی کا پاؤں پھسلا میں نہیں پرکے بل آیا
 سزا بھی دی تو یہ دی جرمِ ناپیرائے عوض
 کیوں نہ دھو دھو کر پول میں گھر گھر گئے رہا
 رازِ دہ راز ہے جو دل میں ہے
 سیاہی نامہ عیساں کی وصل جاتی ہے اشکوں سے
 پاؤں تو پاؤں کبھی سر بھی اٹھا کر نہ چلے
 یہ طفلِ اشک پھر سنا ہے کسی جب چلتا ہے
 ممنون ہوں خدا ز کرے نا خدا کے ہم
 ز ابدوں کو بھی مرزا نے لگا فقیر میں
 بت ہدیاں ہوئے تو خدا ہدیاں نہیں
 ہم گردِ نا تو ان تھے پس کاروں رہے
 پیدا زمینِ شر میں بھی آسمان ہے
 رکھیا سر جو تیرے تو مطلب نکلا
 کہ گھر اپنا بنایا مومنوں کے خانہ دل میں

دولتِ دنیا کی خاطر کیا اٹھیں دستِ دعا
 بہتر میں وہی تو ایک فرقہ جنتی ہو گا
 جو کچھ کھویا وہ کھویا مات کہکر
 نورِ عرفاں سے دل کو کر روشن
 تیرہ دل فانی ہیں باقی ہیں مگر اہلِ صفاء
 تھی تھوکر کسی دشمن کو میرے دل پہ چوٹ آئی
 علی نے آپ ہی ثمرت یلایا قاتل کو
 اپنے عیبر پر برائی اسکی بدولت دوسرے
 ہے زرد گل کی قدر غنچے میں
 مصفا دل کو کر تھی ہے محبت پالاروں کی
 یوں رہا پاس ادب راہ طلب میں مانع
 خدا سے بھی خطائیں بخواتیلا مرزا آخر
 احسانِ غیر ہے کہیں طوفان سے سوا
 عاصیوں پر سایہ دامنِ رحمت دیکھ کر
 تنگ آگئے کشاکشِ درودِ رحم سے ہم
 واما نہ ہو کے راہ طلب میں رواں رہے
 ناقبِ عروجِ فکر نے کس یہ ترقیاں
 جادہ مقصود ہے شہرگِ ثابت
 خدا کو خود بھی علت ہی پسندائی خدا والو

لوگ سمجھ میں نہ کہیں عامل ہوں دستِ غیب کا
 ٹھیکہ جس دن سے توکل کا فائدہ مل گیا
 موفک سار ہے کب یا کمال ہونا ہے
 کمال ہی کو جہاں میں زوال ہوتا ہے
 (۱) تلامذہ ثاقب بدایونی - مولانا حسرت موہانی کے مطابق جناب تلامذہ

کے تین سو کے قریب تلامذہ تھے۔ ۵۷ تلامذہ کے نام اور نمونہ کلام درج ذیل ہیں۔

(۱) آبرو - منشی گوہر علی خاں ساکن ڈھاکہ عہد مطلع لکھا جو لغتِ رسولِ کریم کا
 آیا در قبول سے مندرجہ نغم کا

(۲) آتم چودھری محمد ابراہیم لکھنوی ساکن بمبئی عہد منزل مقصود کا جادو ہے تسلیم و رضا
 ڈمکائے پاؤں جب اپنے پوچھ نزل کہاں

(۳) آرام امیر حکیم امیر الدین سورتی عہد جب اپنے گیتاں میں ذرا سر کو جھٹکایا
 آرامِ خدائی کا تماشا نظر آیا

(۴) احمد - منشی احمد جان الہ آبادی عہد حساب آج تمہاری جفا کا بھی ہوگا
 حساب کیلئے سب شرم میں آئے ہوئے

(۵) اختر - منشی بی احمد بریلوی عہد ان کے آنے سے مسرت تو یقینی تھی مگر
 دہ آئے حیرتوں انتظار آہی گیا

(۶) اخلاص - میر احمد علی حدادناہی عہد کوئی ہے لوطِ موت پر ادا پر کوئی دیوانہ
 رنجِ انور ہے تریا تماشا گاہِ عالم ہے

(۷) ادیب - جواہر احسن اللہ فرزند شہاب عہد مبارک ہم صغیرِ قلم کو سیوسہ سوئم کل کی
 اٹھا کر لے چھے ہم آشیانہ اپنا گلشن سے

(۸) ارمان واکل سید قادر محمدی الدین بادشاہ میاں قادری عہد ^{حیدرآبادی} کچھ بے طرح ادا کئے تسم ہے جاں ستاں

تصویر میں بھی آپ کی شوخی نہاں نہیں

(۹) پشتیاق سید اشتیاق حسین بنیرہ ظہیر دہلوی عہد شوخی کے یہ اشارے ہیں بچی نگاہ سے

ہم دل میں راہ کرتے ہیں آنکھوں کی راہ سے

ب (۱۰) اصغر سید اصغر علی شاہ جالیش سلسلہ مداریہ گوالیارہ شان الہدیٰ کس طرح نہ ہوشیار رسول

ی فرمان ضابطہ جو ہے زمان رسول

دیکھئے صفحہ ۵۳

(۱۱) افسر سید محمود حسین سہسوالی

(۱۲) افضل منشی غلام محمد عہد ^{حیدرآبادی}

نہ جاتے گی وراثت غوث اعظم

ازل سے ہوں فدائے غوث اعظم

بنی مگر غم میں دے کر خاں میٹھی نندہ متوکل

مرا کینج کچھ ہی تختہ گلزار جنت ہے

(۱۳) اقبال سید اقبال حسین دہلوی عہد

(۱۴) امید الوالحیات نواب میر شاہ علی خاں نواب کرولیہ یاد خدا کبھی یاد بتاں رہے

دل میں یہ مہماں کبھی وہ مہماں رہے

نظر آتی ہیں اس میں پیاری پیاری میر لاکھوں

ہمارا سا غزل دور اک سا غزوم ہے

حیدرآبادی

(۱۵) امید نواب میر شاہ علی خاں عہد

(۱۶) انجم منشی شہاب الدین کلکتوی

(۱۷) بزمی منشی بھرننگ پرستاد عہد ^{حیدرآبادی}

چہ یاد رائے ثنائے غوث اعظم

دل و جانم فدائے غوث اعظم

(۱۸) بسمیل منشی غلام سجاد بھیلوئی ۱۸۸۶-۱۹۵۹ عہد محمد لغزنی بی سے برسم ادا ہو کر

آئینہ کبھی دیکھیں آپ بھی خفا ہو کر

حال دہلی ۱۹۱۴

(۱۹) بیتاب سید غضنفر علی عہد ربابوی

رتبہ سالک کا زیادہ کر لیا ہو مجھ کو ہے
یہ تراشیدادہ دیوانہ تری تھو میر کا

(۲۰) پیچود۔ نواب میر احمد حسین خان نقوی مرودوی سہسوانی رئیس بڑودہ خلف مقرب الدولہ
منتظم الملک میر محمد حسین خاں فوجدار حکومت اودہ

(۲۱) بیداع۔ خواجہ نور الدین احمد مراد آبادی
المی سرکے بل چل کر مدینے میں چاہیوں
فدا ہوں چوم لوں ہر دھرم کے لکڑی ہر جہت سے

(۲۲) ناشر۔ منشی کریمت علی ساکن نواب گنج ع
ہائے ماکامی قسمت کا باہو ما تر
سر پٹکنے کو دربار کا پتھر نہ ملا

(۲۳) ثنابت سید محبوب حسین دہلوی

میرہ مجھ سے کوئی پوچھے تھا درد و رنج کا
دکھانا ہے ماسا رات بھر صبح قیامت کا

(۲۴) حادو۔ نواب میر احتشام علی خاں نقوی مرودوی سہسوانی سردار اول بڑودہ شاگرد

ظہیر دہلوی و ثاقب بدایونی۔ دیکھتے صفحہ ۴۳۸

(۲۵) جاہ۔ منشی سکندر جاہ لکھنوی عہ

حق تو یہ ہے کہ پیارے کا پیارا الٹی ہو

محبوب ہے خدا کا طلب گار مصطفیٰ

ترے جانا اس در سے نہ اٹھیں نہ اٹھیں گے

اٹھانے کے لیے آیا کرے فتنہ قیامت کا

پس نہ تبا بھی اکیلے رہے نہ اے جہر

ہمارے ساتھ ہوتے دفن یاں حشر بھی

دریا بیان محبت کہ نہ ارد پایاں

رہ فراموش نکتہ اس دل دیوانہ کا

(۲۶) جمیل میر تراب علی عہد ربابوی

(۲۷) حریر محمد یوسف الدین حیدر آبادی

(۲۸) حافظ محمد امام الدین حیدر آبادی

(میرزا محمد حسین)

(۲۹) حافظ جاذب لغیر الدین لکھنوی ساکھ بھال۔ آدمیت بھی کوئی شے بھلا سہی تو

ہم دعا دیتے ہیں اترم کو ہنٹام سے کام

زن و فرزند و جان و مال خود را

دل سازم نہ اتنے عوث اعظم

رو کے دنیا میں مٹاؤ گئے دنیا کی

آج کا کام عبث کل پہ اٹھا کھاتے

(تھکان کر کے)

(۳۰) حفیظ - محمد حفیظ الدین عہ

(۳۱) حمید - مولوی حمید الدین برادر تائب عہ

(۳۲) حمید - میرزادہ سید محمود میاں قادری خلف سید بد الدین عرف بابا صاحب بھر پٹی

الہی خیر ہو پھر چھیر ہے صبر انور کی

تقاضا مجھے پھر مرنے لگا ہے توش وحشت کا

طور سے آج صدائے اہل آتی ہے

کون عالم میں ہوا نور مجسم پیدا

نہ چار آنکھیں کر دم دیکھ لو نیچی نگاہوں سے

بہت حرمت زدہ یہ طالب دیدار رہتے ہیں

تو زمانے سے زلا ہے ترانی نہیں

صانع قدرت بھی شیدا ہے تری تصویر کا

آئیے اب آئیے اسکی عبادت کے لیے

حال ہے ابتر سے ابتر عاشق دلگیر کا

پوچھو تو جل کے ناظمِ خدا کیسے دے دل

کس دل پہ رانجِ بیل ہند دھال

(۳۳) حیرت - محمد عبد الرحیم صدیقی عہ

(۳۴) خیال - ابوالمعالی شیخ عبدالقادر لاہوری عہ

(۳۵) خاطر منشی سورج نرائی گوالیاری عہ

(۳۶) خندان - منشی کنڈل لال عہ

(۳۷) دامن - خواجہ اسد اللہ فرزند شہاب عہ

(۳۸) دلیل - محمد ربان داوخال حیدر آبادی عہ

(۳۹) رحمت منشی رحمت علی لکھنوی عہ

شوق مجھ کو منزل مقصود کا
اور طاقت دے جی رحمت جواب

قصد مرا بھی قصہ مجنوں سے کم نہیں
کیونکہ نہ یا دگار مری داستان ہے
رہنی شباب جو کھریا گیا ہے میری میں
ہم اسکو ڈھونڈتے پھرتے ہیں بھٹکائے ہوسے
عیب سے مجھکو بچایا اسے رمز

(۴۰) راری مولوی غفر الدین الفارسی کہ ہٹ

(۴۱) رضی مولوی رضی الدین مراد آبادی عہ

(۴۲) رمز منشی سید محمد دہلوی عہ

عیب گریوں کو دعا دیتا ہوں

(۴۳) زبدہ منشی رین الدین اورنگ آبادی عہ

کہاں میں اور کہاں ہنگامہ روز و رات لیکن
محبت ان بتوں کی کہنے کو سوتے خدا لائی

(۴۴) سحر میر قطب الدین احمد محمودی عہ

سحر میر حیدر آبادی عہ

(۴۵) سرور محمد محبوب عرف انامیاں عہ

سرور محمد محبوب عہ

گلے شکووں سے میرے بندہ پر دیر کو لگاتے ہو
شکایت دست سے ہوتی ہے دنیا میں دشمن سے

(۴۶) سیر میر احمد حسین عہ

سیر میر احمد حسین عہ

دنیا میں مکر و ررق تو عقلی میں خوفِ حشر
آرام سے بشر جو رہے تو کہاں رہے

(۴۷) شارق سید محمد باقر عہ

شارق سید محمد باقر عہ

آپ کا نور ہوا لب سے مقدم پیدا
آپ کے نور سے ہیں عالم و آدم پیدا

(۴۸) شوق چودھری مصطفیٰ احیاء پناہی

شوق چودھری عہ

اے شوق باغِ دہر کی لونی نہ کچھ بہار
ہم آتے ہی شبابِ حینوں پہ مر گئے

(۴۹) شہاب خواجہ اکرم اللہ عہ
سکنی سرگ

(۵۰) شیدائختی میرزین الدین رئیس سورت عہ

(۵۱) صابر منش صابر علی ساکن شملہ عہ

(۵۲) صبا۔ حکیم احمد علی مقیم بمبئی۔

(۵۳) عالم۔ محمد یوسف الدین عہ
سکنی چند آبادی رکنی

(۵۴) عزیز منشی عبدالعزیز دہلوی عہ

(۵۵) فقیر ابوالفیض فقیر احمد صاحب عہ
سکنی حیدر آباد رکنی

(۵۶) قابل منشی بھیروں پرشاد حیدر آبادی

(۵۷) کامل شید شاہ الوالقاسم بخاری عہ
سکنی حیدر آباد رکنی

(۵۸) قادر ڈاکٹر عبدالقادر خاں بریلوی عہ

جنتی مترگاں نے اس کا و نگر کی شہاب
چھٹی چھٹی کر دیا ہے سینہ مجھ دلگیر کا
ہے سکندر کہیں نہ داما ہے
نیک ناموں کا نام زندہ ہے
دل میں کرتے ہیں حوائے صابر گناہ
رات کو رو رو کے دھو لیتے ہیں ہم

کیوں بحث طور پہ جاتے ہیں جناب ہوی
جلوہ یا دتاں کیا دل ویراں میں ہیں
لگا ہوں میں سمائے غوث اعظم
مرے دل میں ہے جائے غوث اعظم
ہم خاک ہو کے بھی نہ ہوتے پائے بوس یار
یوں یا کمال گردش ہفت آسمان رہے
ہے ہر دواں عشق کا سب سے الگ طریق
محتاج خضر کا ہویہ دہ کارواں نہیں
نکب دیں پہ ہوا نیرا عظم پیدا
شہر حیدراں میں ہوئے قطب دو عالم پیدا
آنا نہ تھا تو کب سے کو اقرار کر گئے
کیوں نگہ استظار مرے دل پہ دھر گئے
(گلچیں ۱۹۱۶ء)

(۵۹) قدیر۔ منشی غلام قادر خان الوری عہ

(۶۰) قمر حکیم میر امام الدین منجھدار حیدر آباد

(۶۱) قبر حکیم عبدالعلی احمد آبادی عہ

(۶۲) محسن۔ جرحمن خان خٹ ناوب ڈیر جنگیہ دارالد

(۶۳) مظہیر۔ ملا اسماعیل ساکن مئی

(۶۴) نسیم۔ ماسٹر سید حسین مدلولی

نور کلام ہم بھی کچھ نظریں کسی کی سمت تھے

(نظر نور ہماں) ہر انسان نور محل نام پاتے تھے

(ایک بند)

بہن زادہ سلیم کے آرام جاں تھے ہم

بہن دوستاں کے واسطے اوج رول تھے ہم

(رسالہ چمن بدایوں ۱۹۲۶ء)

یارب ترا اظہور کہاں ہے کہاں نہیں

ہر جاعیاں ہے اور کسی جاعیاں نہیں

ہے میر مملکت حقیقت کی آنکھ سے

کثرت کو دیکھا کہاں ہیں دھند کی آنکھ سے

مری ناکا میاں اس حد کو پہنچیں

دما میں کبھی نہیں تاثیر باقی

دل برباب تھا ازل سے عرش بھی گویا

بنی کے خاک پر سے ہی تب اسرار آیا

کفر اور اسلام کا جھگڑا ابھی ہوا ہے پاک

تو جو بے پردہ کہیں اے فتنہ محشر طے

مذا سنے کفر میں چھپائے موتے ہوں میں

محبوب بعد مرگ ہوا ہوں گناہ سے

بلخِ فیض میں صورت آئینہ خیال

نورِ سحر یا صرخِ کھلتاں رہے

سلاو زبیر کھٹک

کمال علی

(۶۶) ناصر ناوب میر ناصر علی نقوی مودودی بہاولی

سردار اول ٹرودہ بہادر صاحب داد سہوانی

(۶۷) نیر حکیم حور شمس لکھنوی عہ

(۶۸) نور۔ شیخ نور محمد ٹوکی (۶۹) وجد۔ حکیم مسرور احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مطہرہ بمبئی
 نعتائے سخی پر اگر جبر پرور۔ ترسے معانی ہی ہو کھنڈ اور جہالتی کے کھیلے ہر دور کے دفتر مدارف کے جھلنے ہر ساعر پر ساغر
 (۷۰) ہوش مدیحی الدین خاں رحمۃ اللہ علیہ جہاں سے منہ نہ کھاتا اپنے نہکتا۔ گناہ کی رو سے غلاموں میں
 پھرا۔ یا ذل گرو شش تقدیر سے کبھی
 دم بھر کبھی عین سے نہ آیا سماں نہ ہے
 میں خوش ہوں جو بد لونی مر کا کرتے ہیں شمن

(۷۱) ہاشم۔ سید محمد ہاشم دیوبندری رحمۃ اللہ علیہ
 (۷۲) یحکم۔ مولانا فیض الدین احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

(۷۳) یوسف۔ نواب میر یوسف علی خاں مورودی
 سہسوانی میثم برودہ برادر جابر جادو
 حسن یوسف سے سوا ہے حسن حلق
 ایک جہاں اسکے خیرادوں میں ہے
 (۷۴) افسر سہسوانی

افسر سہسوانی بدایونی شاگرد ثاقب بدایونی

حافظ حکیم سید محمود حسین نقوی مورودی صالحی سہسوانی۔ خلف حکیم احمد حسن
 فدا و جمالی شاگرد مرزا غالب ابن سید محمد حسن ابن سید فضل امام ابن سید حسن اللہ مندر مطابقی زمان
 نواب احمد الدولہ والی اووہ مورخہ ۱۲۹۰ھ ابن قاضی سید فیض الدین ابن سید سلطان الدین ابن سید عبدالواہ
 ابن سید شہزادہ ابن قاضی محمد صالح ابن قاضی سید عبدالشکور قاضی سہسوان جناب افسر سہسوانی زیارت
 برودہ میں بد سلسلہ طبابت ملازم تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ہیام یار می مرقد عاشق بیکس پہ وہ درو جاتے ہیں
 کہتا ہے حسن میں نہ رونوگا نقاب میں

جاد گئے کہاں عمر و عشرت سے نکل کر
 پیچ تو یہ ہے کہ یہ اندازِ سوال چاہے
 آپ سچے ہی ہوں مکرار رہنے مر بجے
 ہر لحظہ فزوںِ حیرت دیدار بنی ہے
 دل میں تو مرے حیرت دیدار بنی ہے
 سرکارِ خدا کی مجھے سرکار بنی ہے
 یہی ہے التجا میری ہی میری تمنا ہے
 با ادب اسکی حضور ہی میں تھا آتی ہے
 واعظ ارادے مری توفیق کے خواص
 اگر وہ بالی بیدار ہی فریاد رس لکھے
 ہماری جان کے دشمن ہمارے ہم نفس لکھے
 گئے وہ ہوش کہ کچھ داغِ خواہ کر سکے
 ساقیا مجھ جو چھلکنے لگی بیانی سے

پیامِ یاد یاں چھپتے ہو جو جائے گی بی بھر کو بان دید
 (۱۸۹۱ء) دیکھ کر دل کو وہ کہتے ہیں کہ مال اچھا ہے
 پیامِ یاد (۱۸۹۱ء) میں بھی جھوٹا اور مرے شکوے بھی سب جھوٹے حضور
 دل میں مرے عشقِ رنجِ انوار بنی ہے
 مندرجہ بالا تسکین مجھے نظارہ فزوں سے ہو کیا
 (۱۸۹۱ء) برآتی ہے ہر شخص کی حاجت یہیں افسر
 مندرجہ بالا در محبوب ہو میرا سر شوریدہ ہو یارب
 (۱۸۹۱ء) نزع کے وقت خیال آپ کا ہوتا ہے
 (۱۸۹۱ء) جھٹی شراب اگلے دیتا نہیں اسے
 قیامت میں بھی کیونکر داغِ خواہی کی ہوں لکھے
 کلا گھونٹا الہی زائے دلِ نعت میں
 کہاں ستم کا گلہ اور ذکرِ جود کہا
 تشریب کوں گیا ہے ترے یغما سے

ملازمہ افسرِ سہولانی بدایونی شاگردِ ثاقب بدایونی

(۱) اثرِ سید مظفر شاہ میری

میری خبر سے ہے نہ اسکی خبر مجھے
 ملی نہیں چین میں نفس کی خبر مجھے
 (شاہِ آگرہ جنوری ۱۹۳۳ء)

مولا کلام
 بیخود ہوں میں اگر تو تعاملِ شعار وہ
 اے ہم صغیر و گیا کیا موسم بہار

(۳۱) اکبر - تافضی علی اکبر ساکن بڑودہ

(۳۲) امیر و آرام - حکیم امیر الدین خلف حکیم نور میاں سوہتی - آپ جناب ثاقب بدایونی اور انور سہانی کے شاگرد تھے - نمونہ کلام جناب ثاقب بدایونی کے تلامذہ کے ذیل میں درج کیا جا چکا ہے - دیکھئے صفحہ نمبر ۴۷

(۳۳) عاشق - محمد عثمان خاں ساکن بڑودہ

حضرت مذاق بدایونی شاگرد استاد ذوق دہلوی

حضرت مولانا شاہ دلدار علی صدیقی جمیدی قادری بدایونی ۱۸۲۰-۱۸۹۴ء

حلف حافظ سنا علی چشتی نظامی ۱۸۲۲ء - ۱۸۳۴ء خلف مولوی قطب الدین چشتی نظامی ۱۸۳۲ء
حلف تافضی ابواللیث برادر مولانا شاہ دلیل اللہ قادری والد ماجد جناب نواز بدایونی جناب مذاق
کو سات سال کی عمر میں والد ماجد سے خلافت ملی چودہ سال کی عمر میں آپ نے اپنے نانا صاحب
حضرت مولانا عبدالعلی نقوی قبائی قادری رزائی بدایونی قدس سرہ سے عربی و فارسی کی تعلیم مکمل کی
پھر رام پور جا کر ملا محمد غفران صاحب ۱۴۵۶ھ - ۱۸۶۵ء فقیہ محدث رام پوری سے شرح دعایہ
پیدا کر دی تھی اٹھارہ سال کی عمر میں لکھنؤ اور دہلی میں مولانا فضل حق خیر آبادی ۱۸۶۰ء اور
دیگر علمائے وقت سے علوم عربی و فارسی میں کامل استفادہ کیا - لکھنؤ میں ناسخ و آتش کے
گہنوں میں شریک ہوئے اور شکر کہنا شروع کیا - عیار تخلص اختیار کیا پھر بدایلو واپس آئے اور
پھر غریب کے بعد دہلی گئے - استاد ذوق کے خدمت میں حاضر ہو کر یہ قطوہ سنایا -

کیا کروں عرض اشتیاق اپنا شکر کہنا عرض تھا شاق اپنا
ذوق تھا یہ ترسے تلمذ کسا کہ تخلص کیا مذاق اپنا

یہ سنکر استاد ذوق نے اپنے تلامذہ میں شامل کر لیا۔ جب تک آپ دہلی میں رہے استاد کسی وقت آپ کو علیحدہ نہ کرتے تھے اور کمال شفقت فرماتے تھے آپ مومن غالب اور دیگر شوالکے حلقوں میں شریک ہوتے تھے حضرت غالب نے اپنے مکتوب مورخہ ۳۱ مئی ۱۸۵۹ء میں لکھا تھا کہ مشفق مولوی دلداری صاحب ہندہ کے دانش میں معنی آفرینی میں سلطان الشعرا شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلی کے برابر ہیں اور خود اپنے اعتقاد میں ان کے شاگرد ہیں (شمیم سخن)

مشیر دہلوی نے اپنے خطوط میں حضرت مذاق بدایونی کو مندرجہ ذیل القاب سے یاد کیا ہے
مکتوب مورخہ ۱۶ رجب الدانی ۱۲۵۹ھ (۱۸۶۲ء)
قبلہ دس و دنیا فیض بخش و میسر رساں حضرت
سیدی مولوی محمد دلداری صاحب مذاق بغفل
منجانب شاہ جی عبدالرحیم صاحب شاہجہا پوری
۱۸۹۰ء مرشد حضرت مذاق
ایزدی سلامت باشند۔ از جانب فدوی

عبدالرحیم شاہ فیغیر اشتیاق سلام دنیا
تمنائے قدم بوسی ہویدا باشند
جناب یکمائے زمانہ سخنریگانہ در دیارے
آشنائی خدوی و ملجائی میاں دلداری صاحب
وام مجدکم۔

مولوی صاحب مصدر عنایت و کرم محمد
دلداری صاحب زید عنایتکم امر و در حسب
الافاق از کرامت آن جناب حاصل عرضہ طاق
شدند

مکتوب مورخہ یکم محرم ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۲ء) از
مولانا احمد حسن صاحب مراد آبادی شاگرد
مولانا فضل حسن خیر آبادی

مکتوب مورخہ یکم رجب ۱۲۵۹ھ
۱۸۴۲ء منجانب مولوی فیض المحسن
سہا پوری

غائبانہ مشاق زیارت و قدم بوسی ہستم آداب
و کورنش بعد شروع و خضوع قبول باد
جناب مولوی صاحب جامع کمالات
صوری و معنوی مجمع فضائل و معنی حقائق و
معارف افعال بعبیہ اسرار حکمت و عرفان دام
مجددکم - غایت نامہ مولوی ثناء الدین صاحب
آوردہ فقر العباد را سپاس گزاید آوری
ہا گر وایند -

بخدمت سرایا انادت مخدومی و معظی مطاعی
مولوی محمد دلدار علی صاحب المتخلص بر مذاق
زید عنا یکم سلام سالی یہ میاں ذوق غمہ شدہ
اوشال ہم سلام گفتہ

جناب سید صاحب جامع کمالات صوری و
معنوی و ام سلمتہ بعد واجب مکتوب خاطر خاطر باد
بعض رسائل مرسلہ آپ کے خاکسار کے پاس
پہنچے انہیں دیکھ کر نہایت محظوظ او مسرت
اندوز ہوا آپ کی ذات بھی اس وقت معسم ہے۔
نہایت طبارع اور ذہین ہیں۔ فن شریعہ و نگاہ
لائق رکھتے ہیں ناسخ و آتش و غیرہ اکثر شوائے
کھنڈ کو دیکھا اور نہ خود بھی شوجوب کہتے ہیں

مکتوب منجانب مولوی سید اولاد
حسن موہانی

مکتوب مورخہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۵۹
(۱۸۴۲) منجانب مفتی صدر الدین آروندہ
دہلوی

مکتوب مورخہ یکم جنوری ۱۸۵۲ منجانب
مولوی محمد باقر دہلوی از مطبع دہلی اردو اخبار

مکتوب مورخہ ۷ جمادی الثانی ۱۲۹۸ (۱۸۸۱)
منجانب شمس العلماء مولانا عبد الحق از رام پور

دہلی اخبار مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۸۴۲

اور زباں بہت فصیح جیسی کہ چاہیے۔ طرز میر و مرزا و درد نہایت مرعوب ہے جب ارادہ اور شوق تلمذ ذوق کا ہوا تب سے تخلص مذاق کیا نام ان کا مولوی دلدار علی ہے اور وطن بٹہریہ یوں ہے کہ مولانا حضرت سلطان جی صاحب قدس سرہ کا ہے۔ حقیقت میں خاک وہاں کی آدم خیز ہے اکثر اہل دل وہاں کے سے گئے ہیں، ایسے مردم بے طمع چشم فلک نے کم دیکھے ہوں گے۔ صاحب درد اور اہل دل معلوم ہوتے ہیں دو حصے ان کے جو شہید کی غزلوں میں بہت پرتا شیر اور مقبول ہیں عرض ایسا نیز طبع صاحب دہن سلیم کم دیکھنے میں آیا۔

مکتوب حضرت امیر مینائی مورخہ یکم اکتوبر ۱۸۶۹ء

آپ نے جو حد شرار دو اور قطعہ پارسی اس بچہ میرزا کا سنکر سینہ فطرت در حقیقت اعراس اس بچہ کا بیٹھایا۔ آپ کے محاورہ جلیلہ و شریف مشتاقی حال با کمال رہتا تھا اب کے آپ نے منت نیز میر یاد فرمائی کیا مشتاق تر ہوا۔

مکتوب مولانا محمد حسین آزاد مورخہ یکم دسمبر ۱۸۶۹ء

آپ کا تعلق قدسما نہ ان (استاد ذوق) کے ساتھ اور شفقت و محبت جو بندہ آزلو کے ساتھ ہے۔ اس کا لحاظ کر کے امید قوی ہے کہ آپ دونوں قید سے اور جو اسٹار آپ کے خیال میں ہوں جلد مرخص فرمائیں۔

آئینہ دلدارا مقدمہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

مذاق میاں کا شمار مصلحین میں ہوتا ہے ان کی شاعری نہ محض لفظی صنایع اور الفاظ کی گہ سازی ہے نہ اس میں معادہ بنی اور چونا چاٹی ہے اس کے اصلی جوہر وہ خیالات ہیں جنہیں عام طور پر صوفیانہ۔ اخلاقی اور حکیمانہ کیا جاتا ہے اس میں تصوف کے عام مسائل اور مضامین ہیں لیکن حسن خلوص ندرت اور لطافت سے ادا ہونے میں اس کی مثالیں ان شرا کے یہاں نہیں مل سکتیں جہکے نزدیک "تصوف"

برائے شکر گفت خوب است ایک حقیقت ہے۔ یہاں تقوف زندگی کا ایک مسلک ہی نہیں پوری زندگی سے عبارت ہے ان کے اشعار میں محض روایت نہیں ذاتی تجربات کیفیات اور وجدان کا اظہار ہے۔
مذکورہ مولانا دلدار علی بدایونی شکر مولانا فضل حق خیر آبادی و شیخ ابراہیم ذوق دہلوی و مرید
دوست شاہ فضل غوث اویسی بریلوی قدس سرہ۔ اکثر اشعار اردو و کثر فارسی مولودی نایداد دست
 دل ذوق شراب نہاب دارد جامع ہوسس کباب دارد

تذکرہ بہار پیشتر عیار تخلص می کرد۔ در اکثر اشعار و غزلیات او کہ شہرت دارد میں تخلص است
 بے خزان عہد چند سال است کہ عیار را بدل کردہ تخلص مذاق مشہور است بار اتم رشتہ اتحاد محکم است
 انتخاب زین وفات سے چند سال قبل اشعار غزل کہنا موقوف کر دیا اور لغت گوئی کوئی طرف رجوع کیا

حضرت مذاق کی تصانیف میں (۱) کلام دلدار علی مذاق مطبوعہ ۱۸۸۵ء بلند شہر (۲) حلیمہ
 مبارک سرور عالم علی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ ۱۸۷۹ء مراد آباد (۳) مولود کی دیوم وہام مطبوعہ ۱۸۷۹ء
 مراد آباد (۴) مجاہد خمسہ مطبوعہ بدایوں (۵) فضائل غوثیہ مطبوعہ بدایوں (۶) پاک ترجیع
 بند مطبوعہ ۱۸۸۸ء گوالیار (۷) میداد مصطفوی و مثنوی مطبوعہ ۱۸۸۰ء مراد آباد (۸) رسالہ مجموعہ دعا
 مطبوعہ ۱۸۸۸ء مراد آباد (۹) مثنوی مدح الرسول مطبوعہ بار دوم ۱۹۲۹ء لاہور (۱۰) فقیہہ حضرت سلطان
 بی و شاہ ولایت صاحب بدایونی مطبوعہ بدایوں ۱۸۹۱ء (۱۱) نثر الشہادتیں منظوم تلمی مصنفہ
 ۱۸۶۳ء (۱۲) مولود رسول نثر غیر مطبوعہ (۱۳) مناقبہ چشتیہ (۱۴) کلام دلدار علی مذاق مطبوعہ
 ۱۸۹۷ء بدایوں۔

حضرت مذاق میاں کا وصال ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۴ء مکان مسکن
 قاضی ٹولہ بدایوں میں ہوا تاریخ وفات مذاق عاشق سے برآمد ہوتی ہے آپ کی دعوات پیر شیخ
 اعجاز احمد نوٹہ شیخ پوری بدایونی نے ۲۱ ہجری کا ترجیع بند لکھا تھا اس کا انتخاب یہ ہے۔

وہ غیر عاشق و معشوقِ حق
اس کی صورت باعثِ حُسنِ دنیا
شیخِ وقت و عویشِ عالم وہ دلی
نورِ صورت نورِ معنی نورِ حق
یعنی دلدارِ علی شاہ مذاق
اس کی محبت دافعِ کُفر و نفاق
سیدِ الما خرار دلدارِ علی
نورِ فوقِ النور نورِ منجلی
انجمنِ علماء حضرت مذاقِ بدایونی

حابِ موح سے لٹا جو آتشِ نابوکر
وہ آبِ بحرِ تعا ہو گیا فنا سوکر
عشقِ خاںِ تہاں سے ہو گئی نجات
کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ
اس شعر پر حضرت نلسن نے فرمایا کہ شاعرانہ
کلام ہے (۱۸۴۴ء)
اس شعر پر میرِ ممسنی نے فرمایا کہ ان کے کلام
سے بولے اشادی آتی ہے کسی وقت میں
نامور شاعر ہو گئے

لختِ دلِ سرخ میں وہ نعلِ جا لُغرا
ان کو شہرہ سے نعلِ بدخشاں لکھائے

ادِ غربت میں غدا تو ہم عزیز ہوں کی پوچھ
رہے ہیں، منزلِ بہ منزل ٹھوکریں کھاتے ہوتے
لبِ ہلاے ہیں ایسی بھی خود رانی کیا
مات کرنے میں بگڑ جائے گی مرزا کی کیا

(اس شعر پر مولانا آزاد ۱۸۶۹ء نے فرمایا
کیا آپ دہلی کی مٹی سے پیدا ہیں۔

(مرزا غالب ۱۸۶۹ء نے اس شو کی تالیف کی۔

مرتے ہیں ہر دم لبِ جاں بخش پر
مکو تو مرنے کی بھی فرصت نہیں

(حضرت امیر مینائی نے اس شعر کو سکڑ فرمایا کہ
یہ استاد سخن کا کلام ہے۔)

(میر نفس مکھڑی ۱۹۰۱ء نے اس شعر پر
فرمایا کہ اس سے بڑھ کر لغت مُنقبت کوئی نہیں کہ سکڑا
(میر مہدی مجروح ۱۹۰۲ء نے اس شعر پر فرمایا
کہ یہ زبانِ داں مستزاد کا کلام ہے۔)

(مرزا داغ دہلی نے اس شعر کو سکڑ فرمایا کہ اردو
شاعری آپکا حصہ ہے میں آپ کو اپنے استاد کی جگہ
سمجھتا ہوں۔)

(مولانا حالی نے اس شعر پر فرمایا کہ اردو
زبان کے استاد کا کلام ہے اس سے بہتر نہیں ہو سکتا
نہ جب ملک گئی طے کی آرزو نہ ملا
شرابِ ناب میں اے چشمِ ربابو ملا
خضر بھی نامہ اس راہِ گداز کا لکھا
گھر میں شام کو جاتا ہوں سحر کا لکھا
وہ تو ملک کسی بیکانِ نظر کا لکھا
گداز گیا دلِ روتن سے وہ نظرِ نکر
اس توج کی ہے کچھ عجبِ عبار کی آواز
شرابِ عام میں ہے اور جامِ رشتے میں

تم آکے پہلو میں بیٹھے کہ دردِ دل اٹھا
چارے جی کا مرص ہو کے تروا ہو کر
کیا لغتِ مصطفیٰ کی ہو کیا مدحِ مرتضیٰ
صلی علیہ وسلم علی علی
دن کے دن میں لو خدا جانے کی بھر آئیں
لالت کا دستہ میں جہانِ سفر جاتے ہیں
مذاقِ ساقی کو تر بجھو سنبھالیں گے
لشے میں بگڑی طبیعت مری اگر بنکر

توبہ سیخے میں ہے یا پیسے میں
عکس تیرا ہے ہر آئینے میں
وہ آرزو سے ملا جب کچھ آرزو نہ ہی
پیالہ سامنے آئے تو اس کے خول نہ بہا
کوئی رہبر ترے منزلِ در کا نکلا
ہاتے سودائے دغ و زلف کی آوازیں
جبکو ہم جانتے تھے حورِ جاں میں مذاق
نکل گیا مری آنکھوں سے مثلِ خوابِ خیال
مر جاتے ہے سنکر کوئی جی جاتے ہے سکر
خیالِ دل میں ہے ساقی کی چشمِ لیکوں کا

اس دل میں ایسے تیرے کتنے ہی نساں
نہیں ہیں جو دی کے کرتا ہے باتیں خدائی کی
اس شعلہ رو کو لالہ ہے ہر دل سے کیا مجھے
اک آگ ہے کلیجے کے اندر لگی ہوئی

حمد و لغت و منقبت سے حضرت مذاق میاں کو خاص مناسبت تھی۔ آپ کی
عری کو ان معانی نے معراج پر پہنچا دیا ہے اس موضوع پر آپ کا سارا کلام منتخب ہے اور اس
تجاربہ سخیٹ مشکل کام ہے۔ آپ کے کلام میں قرآن، حدیث اور تقوٰف کے حوالے جا بجا
ہیں ان حوالوں سے آپ کی علمیت اور قدسیت کلام کا اندازہ ہوتا ہے چند نمونے پیش خدمت ہیں

نیاز کیا کرے مولانا نیاز مند ترا
کہ مال دزر نہیں رکھتا نیاز مند ترا
پڑھوں نماز میسر نہیں نیاز کو کچھ
تھکوں میں ہو کے مرا نیاز مند ترا
علاوت دل و جاں سے بنا کے لایا ہے
نیاز کے لیے حلو انیاز مند ترا
نظر آتا ہے جس میں جلوہ خدا کا
وہ آیت حق نما ہے محمدؐ
وجودی شہودی میں مدحت میں حیراں
عبال بندگی سے ہے اسکی خدائی
محمدؐ خدا یا خدا ہے محمدؐ
خداوند مندہ نما ہے محمدؐ

ہستہ جسکو ثانی کہے اللہ رسول اللہ کا
تحریرت جلوہ اول محمدؐ جلوہ ثانی علیؑ
علیؑ محمدؐ کہہ فتاویٰ اللہ ہے گائے لعل بالہ ہے
یا علیؑ کہتے ہیں اہل وجہ حال و حد میں
منقبت خزان علیؑ مشکل کشا ہر مذاق میں

اس فقید منقبت کو حضرت سیدنا فضل بنوٹ صاحب ساقی بریلوی قدس سرہ نے پسند فرمایا تھا۔

مولانا علیؒ امام علیؒ پیشوا علیؒ
 ہے یہ مذاق بھی ترے بچانے کا فیر
 سہر حضرت علیؒ کو شہنا سہرا بندھا مسکرتی کا
 مولانا علیؒ کو لداوا الحمد۔ ذوالفقار اللہ نے سختی
 المودعہ غلاماں جمیری بن گئے سدا و عام اسے
 گنہگار الی اللہ کی سعادت میں تری
 جہاں ہے سادو آداسہ مذاق اولاد الکی
 کعبہ علیؒ ہے قبلہ علیؒ مقلد علیؒ
 اسکو بھی اپنے گھر کا پیالہ پلا علیؒ
 ملا غلٹ بنی سے خلق کی حاجت روئی کا
 سلامی میں وہ لشکر کش بنا و ج خزان کا
 سا مولانا علیؒ دولہا جو اس احمد کی حانی کا
 ہوا پھر وعدہ دیدار بدلہ رونما کی کا
 رہے گا دور دور ایسا آل مشغفانی کا

تلاذہ حضرت مذاق بدایونی شاگرد استاد ذوق دہلوی

(آہ چوہدری فصاحت اللہ خلف چوہدری علی ساکن عارف پور نودہ بدایوں
 نونہلام ہمیں سے تو کرتے ہیں اظہار العنت ہمارے ہی سر کی تسم کھا رہے ہیں (تجلیات سخن)

۲۔ اثر قاضی حب حسن خلف مولوی غلام شیر وکیل ابن نزہت اللہ ابن حکمت

اللہ ابن محمد احسن ابن محمد روشی ابن محمد رضی ابن غلام محمد ابن
 قاضی بدایوں جناب اثر اولیٰ شباب میں شریعت تھے بعد میں شر کوئی ترک کر دی
 نونہلام عھیدہ ہو اور یہ کچھ بے اثری میں اسکی یہ نہ سمجھ کر مری آہ میں تاثر نہیں
 گیا کیسے فریب پرہیز میں تو اثر ہو گیا دست جنوں کیر نکسکار استیں
 (تجلیات سخن ختم خازن جاوید)

۳۔ احسان مولوی احسان اللہ صدیقی فوشوری بدایونی خلف شاہ شکر اللہ

شکر بدایونی خلف حضرت شاہ ذکر اللہ صاحب بن محمد اشرف بن محمد اعظم بن محمد افضل بن عصمت اللہ

بن محمد اولیا بن محمد درویش بن کمال محمد بن شیخ منصور بن شیخ منگن ۔

۴۔ ادیب مولوی عظیم الدین وکیل م ۱۸۹۸ء بن ظہیر الدین بن قاضی ابوالیسٰ

صاحب حضرت مذاق آپ جناب ضیاء الدین کے جد بربر گوار تھے۔
نوٹ کلام۔ کتب وصف اضافی ہے مھلا جوہر ذاتی بڑھتی ہے کہاں قد بصد آب گہرے (جلال بختی)

۵۔ اسیر مولوی علی احمد خاں بریلوی ثم بدایونی م ۱۹۲۴ء شاگرد حضرت

مذاق بدایونی و حضرت ذلی دہلوی دیکھئے صفحہ ۶۸

۶۔ اشک۔ مولوی محمود رضا صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۰۸ء ابن احمد رضا

بن امداد علی بن نظام الدین بن محمد اکرم بن محمد حرم بن خلیل اللہ بن جاں محمد بن غلام محمد بن
فاضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں آپ بدایوں اور شاہ جہانپور میں وکیل تھے۔
نوٹ کلام۔ ہم نے اللہ کے کہنے سے تو چھوٹی شرا بہ محسب ہوش میں آمیزی حقیقت کیا ہے (جلال بختی)
آئینے میں وہ ادا دیکھ رہے ہیں اپنی آئینہ کہتا ہے خود خود تانناپوں میں

۷۔ اظہر بنشی اظہر علی بدایونی ع

چونگیں کیا خاک خفقان عدم
لاگ تجھ سے ہے اور اس سے لگاؤ
اپنے مرنے کا غم نہیں ہے مگر
تھکے ماندے پڑے ہیں منزل کے
کیا قیامت میں شغلے دل کے
کون اٹھائے گا ناز فاقہ کے
(داس گلچیں لکھنؤ ۱۸۸۶ء)

(۸) امجد مولوی امجد حسین صدیقی حمیدی بدایونی دیکھئے صفحہ ۲۹۷

(۹) برق مولوی ارشد حسین صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۲۵ء خلیفہ حسن بخش بن جمیل اللہ برادر حضرت نواز بدایونی جناب برق نے حضرت مذاق بدایونی اور ان کے شاگرد رشید امجد بدایونی سے استفادہ کیا تھا جیسا تخلص تھا ویسا ہی کلام سراپا سوز تھا۔ آپ جناب جام نوائی بدایونی کے والد ماجد تھے۔

نموت کلام اس ملک کے جانے کا کس طرح درغ نامہ بر
ازلی سے ساتھ تھا جس کا یہ بے نفعی اسکی
مارا غم سے تو ٹھوکر سے جلایا سو بار
بھلا راحت کہاں تصویر میں ہم غم فیصل کی
شہادت کے بہت ظراں ہیں خون تیغ نازاں کی
جیت محمد حیف ترا دل نہ پسیم جانا لم
وہ مری آنکھوں میں اور دل میں ہے ہر دم
پر جلا کرتے ہیں جس جا طائرہ تبیر کے
اکیلا چھوڑ کے جاتی ہے جان زار مجھے
جو صلے پست کئے خوب قصا کے تم نے
اگر سوں شادیاں دم بھر دیں اندھیں برون
عطاب دیکھئے سکویہ دولت ہوئے دلی ہے
موم ہو جاتے ہیں پتھر مرے انسانے سے
طور پر موسیٰ ہوئے عشق جسکا جلودیر کھکر

(تجلیات سخن . یادگار ضمیمہ . پیام یار ۸۹۵ء طالب دیدار ۱۹۱۸ء)

(۱۰) بسمل خاں بہادر مولوی رضی الدین صدیقی فرشتوری بدایونی م ۱۹۲۵ء

(۱۱) حامد مولوی حامد حسین وکیل صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۷۶ء - ۱۳۹۹ء

خلیفہ امجد حسین بن امیر اللہ بن جمیل اللہ برادر حضرت نواز بدایونی ساکن ٹولہ بدایوں
نموت کلام سچے سچے ہی بخشی ہے حیات جاوداں مجھ کو
کیا شرم نہ آس نے اور اس نے مرحر پایا
بھلا تھا خرمات بھی شاید کب دیوان میں
بھلا سو تیغ قاتل کا مرہوس نہ جانی کا

(تجلیات سخن)

۱۲۔ حضرت قاضی غلام شبیر صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۲۴ء خلف شیخ غلام

حیدر بن امام بخش بن غلام حسین بن محمد احسن بن محمد روشن بن محمد رضی بن غلام محمد بن ناصر محمد
بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں جناب حضرت کی مطبوعہ تالیف مدائح حضور بڑی اہم کتاب ہے
نمونہ کلام بے حجب کیونکر مواہب بلا بھی لیجیے بدتوں سے حسرت خار خراہ آئے کوہے
نعت اسی لسانی نظارے کا تقاضا کیسا ٹھکڑوں دیکھیں ہی عس آتے ہیں جلو کیا
منقبت بنام ہندہ نواز اے اچھ نور توئی درد مند چارہ ساز اے اچھ نور توئی
۱۳۔ حیدر۔ منشی غلام حیدر ساکن تینچ پور بدایوں
مدائح حضور نور

نمونہ کلام

۱۴۔ حیرت۔ مولوی سید عنایت احمد نقوی تبا فی بدایونی ۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۹ء

۱۸۸۳ء
نصف سید مطیع احمد ابن سید فرزند علی ابن حضرت سید عبدالعلی قادری رزائی بدایونی جد مادی
حضرت مذاق بدایونی کن سید عمار علی بن سید ریاض الدین بن سید علاء الدین بن سید احمد اللہ بن
سید عبداللہ دانشمند بن سید احمد محدث بن سید فضل اللہ دانشمند بن سید یوسف دانشمند بن سید صدر
الدین محمد بن مولانا سید علاء الدین اصل استاد حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیا قدس سرہ
جناب حضرت نے ابتدائیں بدایوں اور شاہ جہاں پور میں وکالت کی پھر تیس سال ریاست گوالیار
میں منصف۔ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس رہے وہاں سے واپس آکر بدایوں اور سہوان میں
وکالت کی اور بدایوں میں اشغال کیا شاعری میں حضرت مذاق بدایونی اور مرزا داغ دہلوی کے

شاگرد تھے۔ آپ کا کلیات شائع ہو چکا ہے۔

نور کلام لگا دی آگ نئی دل کو ہاتھ میں لیکر

کچھ تغافل کچھ حیا کچھ باکین کچھ شوخیاں

گہر عشق تو دونوں سے ہوا ہے لیکن

انذارِ جو ریا راڑائے ہیں چرخِ نہ

حضرت داغ کا ہے معنی تلمذِ حیدرت

نہ ٹھکراؤ مر مرستِ خفہ جاگ اٹھے گا

کیا حسن جو بہناں ہے اربابِ نظر سے

چٹکیاں لیجئے مرے دل میں

ہے قیامت کی دھوپِ محشر میں

ساقیِ سرمست میخانے کی خیر

نام ہے کیا کام جاں آرام جاں

لیک شعلے کی بجلی کی چمک جو جا بٹے کہئے

علاجِ خوب کیا دل کی بے قراری کا

ہر ادا میں ہے زلالِ صہبِ تم اتحاد کا

دل کو آنکھوں کا گلہ دل کی ہیں شاہِ نکلیں

تھی اس جفا شعار کو مشقِ تم کہاں

آپ کے شہرِ اسدِ جہ مزاد ہے میں

جگانا من ہے اسکا جو بھی سینہ سوا ہے

کیا عشق جو رسوا سربازِ ارہیں ہے

روپڑوں جس سے گد گدی ہے وہی

خشک دامنِ تر نہ ہو جائے

دیر سے سائل میں ہم بھی جام کے

جانِ دل صد تھے تمہارے نام کے

یہ اک بگڑی ہوئی تصویر ہے تیرا بی دل کی

(۱۵) ذائق۔ مولوی ایثار علی صدیقی جمیدی بدایونی ۱۴۸۳ھ - ۱۴۱۱ھ خلیفہ حضرت

مذاق بدایونی دیکھئے صفحہ ۴۸۵

(۱۶) رسا۔ شیخ فضل احمد صدیقی جمیدی بدایونی ۱۴۰۵ھ خلیفہ شیخ احسان حسین

راکن علامہ سعید یادگار بدایوں صاحب دیوان غیر مطبوعہ کلام حاصل مذہب سکا۔
 نمونہ کلام چھٹی ماہ پنجم کی تاریخ تھی عدو کا ہوا سوزہ جال دین
 نایک تولد رسا ہائے عیب مے دی ندا کہ پیدا ہوا آج اختر حسن
 وزند

(۱۷) رشکی حاجی حافظ قاضی عنایت حسین صلیقی حمیدی جلیسی بدایوں م ۱۹۱۸ء

خلف قاضی رحمت الدین قاضی تبارک الدین قاضی شیخ محمد بن قاضی وزیر محمد بن قاضی محمد جلیسی
 جلیسی بدایوں۔ آپ حضرت مذاق بدایوںی اور مرزا غالب دہلوی کے شاگرد تھے۔ دیکھئے صفحہ ۶۴

(۱۸) رضا قاضی عنایت رضا صلیقی حمیدی بدایوںی م ۱۹۱۳ء بن غلام

موسیٰ رضا بن قاضی محمد حنیف بن قاضی محمد بنیف س قاضی محمد شریف بن شیخ محمد اکمل بن محمد کامل برادر
 محمد منیر محمد برادر حضرت نواز بدایوںی صاحب رسالے حضرت مذاق بدایوںی کے علاوہ جناب داغ
 دہلوی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا۔

نمونہ کلام ہوں جو پر بھی خوش کہ اسے یاد تو رہا اس سونے سے جھکو امید ستم کہاں

(۱۹) سعید چوہدری سعید الدین م ۱۸۴۶ء - ۱۸۹۶ء رتیں اعظم کھڑہ ضلع

بدایوں خلف چوہدری نفیس حنین صلیقی۔ آپ آبروری مجرٹ تھے غزل گوئی میں حضرت مذاق
 بدایوںی اور جناب ضیا بدایوںی کے اور مرثیہ گوئی میں میر نفیس کھنوی کے شاگرد تھے۔ دوسرے
 جسم کے گندم گوں۔ خوش وضع اور خلق شخص تھے دیوان نصیر یادگار ہے آج سعید چوہدری (سعید الدین) بدایوںی کے
 نمونہ کلام اک تعامل ہے ترا لاکھ جفا سے بہتر نہ کرایجا و ستم اے ستم ایجا و جفت

گر نیاں جنازے پہ پیچ نہ سار نہ تھا لوچ رہی تھی اور مسافر واند تھا
دیکھوں تجھے درو کر دیکھوں تو ہر شفا صحت کئے دو طرحے میں پر مریزا علاج
اک خلق مستقر ہے تری جلوہ گاہ میں تار نگاہ صرف ہوتے درخشاں راہ میں
ملے گا لکے نکر نہ ملے گا لکے ذکر کچھ مشغلہ راہ میں اسکے سوا نہیں

(بدایہ صغیر - فضائل انیس)

(۲۰) سیف . شیخ خدا بخش بدایونی

نمود کلام تعجب ہے یہ کیا ربط ہے بند کو توڑاں سے تمہارے مصحفِ طریقیہ کیوں لفظ پریشان ہے

(آئینہ عجیب)

(۲۱) شاطر . مولوی رفعا احمد وکیل ۱۹۱۰ء خلف حکیم نیاز احمد صدیقی متولی بدایوں

آبِ جناب منور بدایونی کے عم بزرگوار اور جناب مذاق بدایونی اور جناب وحشت بدایونی کے شاعر تھے
آریہ تھوڑے کچھ دیکھ کر صحت رہاں حساب کمر دیکھ کے انکار کو جیسے سزا کے
(۲۲) صولت . مولوی سید اکبر حسن دیکھتے صفحہ ۷۸۲

(۲۳) صفا . مولوی عبدالحی صدیقی متولی بدایونی ۱۹۱۲ء خلف شیخ فقیہ

الدین ابن غازی الدین بن سین الدین بن ریاض الدین بن عطاء اللہ بن درویش محمد بن شیخ
احمد حسامی مراد شیخ بدھن جد امجد حضرت کشتی بدایونی جناب صفا کی تعانیف میں عمدۃ التواریخ
مطبوعہ ۱۸۷۹ء مراد آباد تذکرۃ الصالحین مطبوعہ ۱۹۱۲ء بدایوں اور خیر الکلام مطبوعہ ۱۹۱۰ء دہلی تذکرہ
شراوسوہ شمیم سخن بیلان مشنوی گلزار صفا مشنوی ذوق عشاق اور کئی مختصر رسالے ہیں ۔
نمود کلام عشق کیسے پھر ہوا پھر دردِ سرمہ نے لگا پھر وہی سودا ہوا پھر شور و مہرِ خوں لگا
سوزِ جگر نے مژدہ دلِ خاک کر دیا جل جائے جب شجر تو بھلا کیا مٹے

دقت تیری دیکھی ہے گلشن میں محمد چلتی ہے اس ادا سے نسیم سر کہاں
 صورت وہ ساری ساری ادائیں وہ دلبریا اس شکل اس ادا کے ہیں سمنش قمر کہاں
 اسلئے آنکھ سے دیکھا نہ دل بزار کا حال کہ دکھاتے نہیں میار کو نیامر کا حال
 سوزشِ مجھ نے آنکھوں کو سکھایا ورنہ دیدہ ترکے سبب خلق میں رسوا ہوتے
 (گلدستہ شوالیہ ۱۸۶ - تجلیات سخن - نتیجہ سخن گلگتہ)

(۲۲) ضابطہ چودہری اصغر علی ولد فضل حسین ۱۸۹۲-۱۸۹۳ء موروثی

جیا گزدار تھے نظر کف اطلع نیاز قدسِ رنگ تھے - حج و زیارت سے مشرف تھے صاحبِ دیوان تھے
 نمونہ کلام مرا سب سے مرکزِ محبت و اندازِ دجل کا سوید افرے دل کا لقطہ ہے پر کارِ دلوں کا
 جزو میں بھی چھوڑی ہوئی ہولہ ہولہ دلوانہ کرد میں پھاڑ کر پیوند کرنا ہوں گزبان کا
 تاریخِ دیوان مرجبا اے فکرِ ضابطہ مرجبا حذا اے شاعرِ عالی تبار
 ضابطہ از عرشِ سما طائرِ ذہنِ رسا ناہمہ رنگیں رگ ابر بہار
 مولوی علی حسن مطلق دیوانِ حسن مصرعہ موزوں قدِ عنائے یار
 اصغر مصرعہ تاریخِ دیوان اے اسیر حوبر تیج زبانِ آمدا ر
 (۱۹۵۶ء) یادگارِ صیغہ العلم کراچی مارچ ۱۹۵۶ء

(۲۵) عاصی مولوی حافظ معزز علی بن اعظم علی بن جواد علی بن علی صدیق اللہ

بن قاضی علی اشد -

نمونہ کلام ساغر میں ہے تو میں ہے کس بنِ نعمین ہمتاب میں ہے لطفِ عجیبِ آفتاب کا
 خدا کی ہے قدرت بتو واہ واہ یہ صورت تمہاری تمہاری نگاہ (نہایت)

(۲۶) عرفان حاجی عرفان علی قادری بدایونی

وہ کلام

(۲۷) عطر منشی معطر حسین صدیقی بدایونی ^{۱۹۲۹} بر حکیم فخر الدین منصف بن محمد سلیمان

ن محمد بن محمد معین بن محمد حاکم بن محمد زاہد بن افضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں
وہ کلام کہتا ہے انکے رُخ کا پسینہ غور سے اے عطر اسطون سے کھینچو تم ادھر سے ہم (میلہ شمع)

(۲۸) عیان مولوی عطاء اللہ عرف قناعت شاہ صدیقی حمیدی بدایونی

ن مولوی نجیب اللہ دکیل بن نجیب اللہ بن حافظ حیات اللہ حیات بدایونی شاگرد شوق بریلوی

(۲۹) فخر شیخ افتخار الدین خلیفہ شیخ فیض الدین ساکن شہباز پور بدایوں

وہ کلام دل میں عشق تباہ سما یا ہے جانی وایساں کا اب حد حافظ (تجلیات شمع)

(۳۰) فریدی احمد قاسم اللہ بن شیخ عزیز اللہ فریدی فاروقی ساکن محلہ چاہ میر بدایوں

وہ کلام صورت اور صورت آئینہ حیراں می کند دلہن او جمعیت خاطر پریشاں می کند (رد زوشت)
میر جو رہو دیدار جاناں دیر و کج رہیں مرید شیخ کیوں ہو پیرو پیغمبر کیوں ہو

(۳۱) فگار مولوی محمد حسن صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۲۱ء خلف مولوی سارک

اللہ مبارک مصنف ساکن قاضی ٹولہ بدایوں
 نور کلام آفتاب روزِ محشر جھکو کہتے ہیں فگار
 اس نئے سے جو ہر آگاہ تو جانے ڈا ہے
 درِ معنوں صفِ دل سے نکلتے ہیں فگار

ایک پھلکا ہے خار سے زخم کے ناسور کا (تھپکتا سخن)
 دردِ دل میں ہیں گہر کی گہلاٹ کیا ہے
 جو معنوں معانی ہے طبیعت کیا ہے

(۳۱) قمر قاضی قمر الاسلام عباسی بدایونی م ۱۹۰۶ء خلف مولانا قاضی

عبد السلام صاحب سلام محدث بدایونی۔
 نور کلام ہے خزاں میں بھی فصلِ گل کی بہار
 زرد پتے بہار کرتے ہیں (تھپکتا سخن)
 ۱۹۲۵ء - ۱۹۳۱ء

(۳۲) کشش حکیم التفات حسین صدیقی فرشتوری بدایونی فکیل تہرہ فصل

شاہ جہانپور حلف شیخ مصطفیٰ الدین بن حامد الدین بن امین الدین برادر نصیح اللہ خاں جد سعید
 و کامل بدایونی جناب کشش کا دیوان نعتیہ گلزارِ رسول چھپ چکا ہے۔ - دردِ پراں سرور میں مقبول
 امداد سے مراد تقویٰ محمد مطہر ہے

نور کلام شرقِ بالوسن تمنائے کرم مستزید
 تیرے طے کے سرگلیں میں ارا کا کیا کیا
 لکھی تاریخ وہ نہ دید و شنید
 واہ وا ذکرِ اولیاء و شہید
 ۱۹۱۰ء (مذکرہ الاولیاء)
 ۱۹۱۰ء (مذکرہ الاولیاء)

(۳۴) کیف سید حسن دہلوی

(۳۵) کیف مولوی عطا احمد صدیقی فرشتوری بدایونی دیکھئے صفحہ ۴۸۶

(۳۶) مطفی منشی امتیاز الدین حلف شیخ کبیر الدین بدایونی از اولاد شیخ احمد

غزنی مدرس سرہ بہ اصابتِ طبع و استقامتِ ذہن شہرت دارد اشعارش خالی از لطف
نسبت (روز روشن)

نویز کلام وہ درمہرِ غیر سے ہے گرمِ اختلاط
کیونکہ ششقل مومرے جاں و تن میں آ (تجلی سخن)
سبل از کا کل بچاں تپچاں تراست
آینہ از رخِ حیرانِ توجیران شدہ است
چشم ز گرس بہت فخر و قامت شمشاد
اے سراپائے تورنگ چمنستان شہست (روز روشن)

(۳۷) محمود مولوی شفیق احمد صدیقی بدایونی خلف مولوی کمال احمد بن محمد اصل

بن مولانا محمد افضل صدیقی بدایونی تالیف المخلوق جناب محو نے تین دیوان مرتب کئے تھے آخری
دیوان چوری ہو گیا حضرت مذاق بدایونی اور غیر شکوہ آبادی کے شاگرد تھے۔

نویز کلام کہنے دعوی زلدن میں ہو نگو کالیں ہو
آسرا تیرے نرم کلمے گنگار میں ہوں
اے بنِ کافرہ اعز سے الٹ تو دے تعاف
حضرت حافظ کہتے ہیں کہ دینداروں میں ہوں

(۳۸) محمود حافظ عبد الحلیم ببا سی بدایونی حلف قاضی شمس الاسلام خلف

حضرت مولانا قاضی عبد السلام سلام بدایونی۔ آپ عارضی آراء منع میرٹھ میں رکس
نویز کلام داتے ناکامی کہ مرعِ نامہ ہر
دان تلک پنچا تو غصا ہو گیا (تجلی سخن)

(۳۹) مذنب مولوی علی احمد محمود اللہ شاہ صدیقی حمیدی بدایونی بن مولوی علی

اسد اللہ بن علی دلی اللہ بن علی صفی اللہ حقیر بن علی ارشد مجد مجذاب قمر بدایونی دیکھئے صفحہ ۲۸۹

(۲۰) مظفر شیخ غلام باری بدایونی

(تاریخ
مظفر شیخ
غلام باری
بدایونی)

اس کو بسمل اسے شہید کیا
مٹھے ہیں یہ تیغِ قاتل کے

(۲۱) مظہر مولوی مظہر حسین صدر اعظمی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۲۶ء بن شیخ

عبادت اللہ بن نعمت اللہ بن عزت اللہ بن عنایت اللہ بن محمد مکرم بن محمد معظم بن خلیل اللہ بن
جان محمد بن غلام محمد بن فاضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں ۔

نہ کلام کہیں خورشید کہیں رشکِ سمیہ کہک
یار کو چرخِ جہاں پہ چڑھا رکھا ہے (تجلیہ سخن)

میکش بخان بہادر احمد علی خاں بدایونی خلف محمد علی خاں آزاد

نہ کلام تری کافزنگامی اور کیا ہے
دلوں کی ہے سیاہی اور کیا ہے

کسی کی رلف کی آوارہ نکبت
نسیمِ صمگامی اور کیا ہے

سمجھتا ہے ہر اک حلوے کو پردا
بستر کی کہم لگا ہی اور کیا ہے

واں پہنچ کر جانِ دولِ تملہ پر کرینگے نثار
ذوقِ پالوسی جو نذرِ بایاں ہو جائے گا

دلِ ارل میں بن چکا جو کردہ جو رجھا
کیا دگاڑے گا جو دشمنِ آسمان ہو جائے گا

مستی میکش ٹرھ گئی حد سے ذوقِ شریں
جب مذاقِ نامور پیرِ مغال ہو جائے گا

(۲۲) نوشتہ شیخ اعجاز احمد فریدی فاروقی شیخ پوری بدایونی ۔

(تاریخ بدایوں
۱۹۱۴ء)

نمونہ کلام منتشر ہے طبع اب جاؤں کہاں
 ترجیحِ بندرتیہ اگر کہاں ہاتھ جاسکتا نہیں
 حضرت ملای چشمِ ساقی کا جہاں چلتا تھا دور
 تھا کسادہ اک درِ ارشاد و فیض
 وہ فقیرِ عاشق و معشوقِ حق
 اس کی صورت باعثِ حبِ خدا
 شیخِ وقت و غوثِ عالم وہ ولی
 نورِ صورت نورِ معنی نورِ حق
 مضطرب ہے دل الہی کیا کروں
 دامنِ دل ہے نہ اب دستِ جنوں
 ہے دیاں آنکھوں سے جاری حوِ باب
 آستانِ مرشدِ عالی جناب
 یعنی دلدارِ علی شاہ مذاقی
 اس کی صحبتِ دافعِ کفر و نفاق
 سید الافراد دلدارِ علی شاہ
 نور فوق النور نورِ منجلی

(۴۴) نیر جاذب سید محمد فاروق ۱۸۶۲ء - ۱۹۴۰ء خلف مولوی نظام

العام خیر آبادیء

نمونہ کلام گالیاں دشمنوں کی طعنہ غیر
 ہم کہے جانگئے قیامت تک
 تیرا عاشق جو ہو تو کیا نہ سنے
 وہ سنے دردِ دل کو یا نہ سنے

(۴۵) نیر مولوی علی حیدر بدایونی صدیقی حمیدی ۱۸۷۶ء خلف مولوی امیر

نمونہ کلام دیا قائل کو اپنے جامِ شربتِ ہربانی سے
 معصوم میں ہم دیکھتے ہیں تورتہ صانع
 علی کو اسلئے ساقی بنایا حوضِ کوثر کا
 کس بت سے عیاں شانِ خدا نہیں ہوتی
 (گلدستہ ہوش افزا) (تجلیاتِ سخن)

(۴۶) وجد مولوی غلام غوث عباسی بدایونی دیکھئے صفحہ ۴۸

نزدیک کلام ہاشمی۔ مولوی قطب الدین عباسی بدایونی بن مولوی نظام الدین ناطق بدایونی
 (لارو) مری جلی پیری کی داستان سے بوجھ ضعیف کیوں نہ ہو منسوب ہو کر میں میں
 نمونہ کلام تو رجال باجوہ پرسی در خاک ہم نشان یست خبر فراہی باز صبا شنیدہ ہاشمی
 (ماری) آپ کے صاحبزادے مولوی علی الدین عجز ۱۸۶۰ء ریاست جاوہر میں
 مجسٹریٹ تھے اور چھوٹے صاحبزادے منشی محمد احمد افسر بدایونی حضرت فانی بدایونی کے شاگرد تھے

بسم بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی

خال بہادر مولوی رضی الدین صدیقی فرشتوری بدایونی م ۱۹۲۵ء خلف حکیم
 سعید الدین سیدہ کامل بدایونی (شاگرد عارف دہلوی) جناب سمل نواب محمد علی خان مہرول نواب
 ٹونک کی سرکار میں ملازم تھے اس وجہ سے آپ کا بنارس میں قیام رہا۔ اس کے بعد شاد جہانپور میں
 وکالت کرتے رہے۔

دکھ ہے آنکھ دم سے میں باہر آہیں سنا	نہ جیسے میں مرنے میں مرا ہوا ہوا کا
مل بے ہوشی کہ مرا سر اس کو اب کی	اور کہا کہ نہ کہا اچھا ہوا اچھا ہوا
خون خاک میں نظام نہ ملا اس نواں سے	اے سر ملک سچے دلرس حوالہ ہے
ار فصل دے اب العین	بہ جسم دیکھو اصلا
نہ بد بے روئے رہیں	حصر طبع سالک
نارک ابے ملک ار دس	گھسے بختل کاملاں
حسن و جمال عبادیں	آنکھ روئے دلاں

میں ہوا، قوم کی مری ہوئی، نہ بدیں کچھ دار دیکھ
 (نار دیکھ) کام کو بابے و اون کے اگرچہ لوبے سر
 دیکھ سرحد کام کو بابے و اون کے اگرچہ لوبے سر
 تبصر ازل بند والا ہے ہم سے ہی کہیں
 میں درج کوئی متحد بھوکو تلا بابے کوئی دہرا
 سرحد کیا صاف ہے ہمیں کوہ ترا کہنے کو ہیں

(احمد علی آل انڈیا انکو کٹھن کالولس سا جہا پور ۱۸۹۵ء)

تلاذہ بسمل بدایونی

دل احمد۔ مولوی صبح الدین میر سٹریٹ لا خلت وٹاڈ بسمل بدایونی۔
نہ کلام اس دل مضطر کو اپنے ساتھ لیتے جاتے یہ بھی آمادہ بطور رنغاں جانے کو ہے

(۲) امیر مولوی امیر احمد بدایونی (ٹونک والے) ۱۸۷۶ء - ۱۹۲۵ء

جناب نادیم سیٹاپوری کہتے ہیں کہ فخر شاہی میں آپ کو کمال حاصل ہے اردو زبان کے حامیوں میں ہیں۔ آپ نے آل انڈیا کانفرنس لی بیاد ڈالی ہے جس کے آپ جزل سکریٹری ہیں اس صدی کے آغاز میں اردو کانفرنس کی پر زور تحریک نے امیر بدایونی کو کافی مقبول بنا دیا تھا مگر بد نصیب اردو کی دوسری تحریکوں کی طرح اردو کانفرنس بھی ناکام ہو گئی پھر حکومت نے سمنش العلما کا خطاب دے کر انکی مجلسی صلاحیتوں کو اور بھی مفلوج کر دیا۔ جناب امیر بدایونی صاحب یقین و تالیف تھے تیز دل پر غالب کا گہرا رنگ چھایا ہوا تھا۔

نہ کلام بیش از کام نہ تھی گردش یک عمر دلوں ذرہ ذرہ رہ الفت کا بیاباں نکلا
شور تھا دسعت دالمانی قیامت کا امیر بڑھکے دیکھا تو مرا چاک گریبان نکلا
مخاروہ بھوپال ۱۹۱۰ء تذکرہ نما از نادیم سیٹاپوری اردو ماہ ستمبر ۱۹۶۳ء
فجر سے بگڑے تھے تو خط بھی مجھے بگاڑ لکھا حسن اخلاق نہ تھا حسنِ زعم بھی نہ رہا
(بدایوں کے چند شعرا و ادبا)

(۳) نواب منشی فدا حسین بدایونی

نہ کلام میرے حصے میں نہ آئے گی کبھی شام وصال کیا خبر تھی دشمن جان آسمان ہونے لگا

(م) فیض مولوی فیض الدین خلف بسمل

(۵) فوق سبزواری بدایونی

فوق سبزواری بدایونی

مفتی سید احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۰۵ء - ۱۹۵۳ء خلف حکیم محمد حسین
شوق بن مفتی شرف علی س مفتی بیر علی بن مفتی محمد اسماعیل جد امجد لطف بدایونی جناب فوق
بدایونی علم و ادب کے بڑے محقق تھے۔ جناب بسمل آپ کے ناموں تھے۔

نور کلام مری تربت پر چادر ڈال کر شام مریاں کی دھل والے تلمانی چاہتے ہیں جو پہنہا کی
جہاں رونق افروز دہ مہ حسین ہے کئی روز سے چاندنی بھی وہیں ہے
دل خدا معلوم کیوں تہمت کش دیدار تھا حسن کو تو فطرتاً اک آئینہ در کار تھا
اندھیری رات ساحل دور مست دل مضطر بہت مجبور ہو کر میں نے کتنی نذر طواں کی
یہ کہہ کر فوق ہم نے آشیانہ خود جلا ڈالا نہ ہو نہ نیت تو پھر خواہش بھی کو تو کر گلیاں کی
دیکھیں اسلامیکہ کانج بدایوں ۱۹۵۳ء مشاعرہ بدایوں ۱۹۴۳ء

تلامذہ فوق سبزواری

(۱) اوج سبزواری - منشی آل احمد صدیقی حمیدی بدایونی ساکن کراچی ولادت

۱۹۱ء برادر حضرت فوق سبزواری -

نور کلام وہی کیفیت بار منظر دی صورت گل تر جو کہیں بہار آئی مجھے آپ یاد آئے
تو مجھے ہر وقت یاد آتا ہے اچھے بیٹھے بھولنے والے کبھی تھکوں بھی یاد آتا ہوں میں

موت کہتی ہے مرہقِ غم سے ابھی آرام ہوا جاتا ہے
 مرنے والے سے بہتر یہ کہ مرانے کے بعد پاؤں پھیلا کر لحد میں میں سے سویا کئے
 دنیا کی آرزویں دنیا سے جا رہا ہوں پھر بھی تو جھکو دنیا بیکانہ کہہ رہی ہے
 اے اوجِ ضبطِ غم کی پتھر ہو جائے تاروں سے شامِ فرقت انسان کہہ رہی ہے
 (میکزین اسلامید کا نچ بدلے ۱۹۵۳ء گیسٹا کیل ۱۹۳۸ء)
 جناب اوجِ سبزواری کے صاحبزادے طارق سبزواری کا نمونہ کلام یہ ہے۔
 وہاں تک مری چشمِ تر میں رہتا ہے عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے

(۲) انجمِ فوقی حکیم ظہور محمد بدایونی مقیم کراچی ولادت ۱۹۱۱ء مصنف مجموعہ کلام

اصول معرکہ ۱۹۳۰ء ہرماد مطبوعہ ۱۹۳۱ء "تس غم" سلاک پر دین اور کمزوری کے محوے محاطات کا شعلہ و ملاظاف
 نمونہ کلام ایل دل شدتِ غم سے کبھی گھبراتے ہیں اوس پڑتی ہے تو پھول اور نکھڑھاتے ہیں
 ہمیں تم میں فسانہ در فسانہ کہاں تک خاک ڈالے گا زمانہ
 جناب انجمِ فوقی کے شاگرد مسیحی محمد جان مبارک بدایونی۔ مسیحی محمد الحسن زعم بدایونی۔ مسیحی انور و مس حلا
 سرکار الہی بدایونی۔ مسیحی مستر حسین سہیل بدایونی اور مسیحی دھیمی الدین زعم بدایونی ہیں۔

(۳) ہر فوقی۔ منشی نثار محمد بدایونی مقیم کراچی انتقال ۱۹۸۲ء آپ جناب انجم

فوقی کے برادر اصغر تھے۔

نمونہ کلام ذرا سی فکر و نظر چاہئے اسیروں میں نفس کا لطف ہی کیا ہے جو اپنا گھر لگے

(۴) قدر۔ منشی اقتدار الدین بدایونی صاحب ساکن کراچی ولادت ۱۹۳۳ء

نمونہ کلام ۱۔ ۱۔ قدرِ تاریت میں آئی نہ زندگی۔ موتی حلوں کے ہی بیروں مارے بہت

(۵) الطہر و شاہد۔ محمد الطہر حسین شاہد بدایونی خلف جناب فقہ
بدایونی و ہشاگرد جناب فخر بدایونی و حضرت فرق سبزواری بدایونی آپ کو یہیں بیڑ مری
نور کلام مری بادہ کشی رہنے والو مری ساغر میں میرا ہی لہو ہے

(۶) شادال۔ حافظ عبد المجید بدایونی ^{۱۹۲۸}م مولوی مفتی اور ادیب کچھ ماسیاں کر چکے ہیں۔

نور کلام عیال کا مدد آپ سرکار سے پوچھیے میں جانتا ہوں رحمت پروردگار کو
(۷) شمس بدایونی۔ مفتی شمس الدین ماری خلف حضرت نائب بدایونی دارالافتاء
شاگرد جناب فرق سبزواری بدایونی۔

نور کلام چپ ہر کے بھی چپ نہیں ہیں ہم لڑکچہ دل یہ کسائیاں رتھم ہیں
وجد بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی

مولوی غلام غوث عباسی بدایونی ملازم گوالیار خلف مولوی عزیز الدین محمد
یوسف برادر ناطق بدایونی آپ جناب نائب بدایونی کے ماموں تھے شاعری میں حضرت مذاق
بدایونی اور مرزا داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔

نور کلام تم جب تھے رانے کا نہ تھا نام و نشان تم زمانے سے بھی ہو اگلے زمانے والے
غزلیات غیر ہم بزم تھے ہم بھر گئے شکو کیا ہے ہم سے بیٹا نہ گیا تم سے اٹھایا نہ گیا (تجلیات سخن)

تلامذہ وجد بدایونی

ضیائی۔ ڈاکٹر ضیائے عباسی ہاشمی بدایونی مقیم گوالیار ^{۱۸۸۶}سے ^{۱۹۹۴}سے
خلف مولوی نور الدین خلف مولوی نظام الدین ناطق بدایونی۔ آپ کا مجموعہ کلام ضیائے سخن کے
نام سے کراچی میں ۱۹۷۱ء میں چھپا تھا اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

یہ آنکھیں الٹک بار بار اندر فامین خوں پھال پنا
 سر پہ جھابیاں ہیں کسی کے جھاب میں
 عقل کی لہر میں کب تیری حقیقت آئی
 چلی ہوئی ہو ایک سحر رات گان تو کریں
 سامنے منزل ہے لیکن دھبہ میں منزل ہم
 پھر بھی پٹی نفوس نہیں ہوتی
 منہ پھینکے جب نکلے اک پرستار ہمارے
 وہ بھی اک نا آشنائے راز ہے
 وہ رکھتے ہیں زبان ہمرا لٹاؤ نہ مانگیں
 مجھے دیتا ہے پیغامِ محبت
 ترے ستم کا مگر احتساب ہر دم کا
 کہ یہ آویز تھی یا ہم نواز کہ وہ تھی ہے
 یہ ناکامی یہ عروسی یہ ایسی جہنم کے ہے
 جیسے ہیں ہم نفس میں نشین لے ہوئے
 اٹکے ہر انداز کا یعنی جدا اک نام ہے
 دیکھو تو در او سست و اما نہ نظر کو
 تخیل کی جلوت میں نہیں دخل نظر کو
 مرے دے مجھے ہی جہاں تک
 وہ آگے مدد آ کر ملے تمام ہوا

کہیں کس ہے کہ میں تیرے کہ خوب ہر شے کی
 حسن و شباب ہند نہیں کہ نقاب میں
 معرفت تیری ازل سے ہے جنوں کا وعدہ
 ہمیں طرہ ہے کہ بیکار ہے سکول کی تلاش
 یا الہی پا گشتہ کوئی ہم سامنے نہ ہو
 اک دنیا کے دل میں زیر قدم
 یہ دم درہ الفت وہ جان کہ ہم جانیں
 ادعا سے آشنا ہے مجھے
 کبھی ازار ہے نہاں کبھی انکار ہے پیل
 فضا کے دہر کا ایک ایک ذرہ
 وفا ہے بھٹکتا مستور ہائے سحر جوتی
 جاتے مسجد و منہ فقط اک سیکرہ جوتا
 ہمارے بعد چلے گئے کہانے لڑتے غم کی
 دل میں خیال و شریک گلشن لے ہوئے
 جوشِ گل میں ہنس رنگہ یادہ کہیں چشم
 جوتی تھی تماشا جی تھی جی ہے اس میں
 ہے واسطہ دیدار نہیں دیکھ رہا ہوں
 وہ نہ ابلیس ہے جب تک آگے
 تمام محکومے جوتے غم کیسے چکی ہیں

مجھ کو دیکھ کر وہ آج خود نکمے گئے
 بزمِ گلشنِ بزمِ انجم بزمِ یمن بزمِ دوست
 لبِ کسی کا نام تھا دل میں کسی کی یاد تھی
 کمالِ عشقِ مجھوں یا اسے دنیا کی ناقدری
 یہی ہے منزلِ مقصود الفت کی دلِ نازاں
 خطاؤں پر کرم کرنا جینوں کی لواٹھری
 ہے یقین وعدہ پر کہ جیتے ہیں ۔
 آج یہ کہہ دیا ساقی نے جام
 بات کرتے ہیں وہ اس انداز سے
 ساقی سوئے منی یک غنطہ انداز لگا ہے
 یہ چہ فکرے ضیائی تو لکڑے مہطائی
 رہا یہ حق و اموش است منصرف و گریاہ
 دنیا گنجیہ ذوقِ ادبار ہند و روم

کلام فارسی

دل تڑپ کر رہ گیا یہ طرزِ تکیس دیکھ کر
 جب کو دیکھو من رہا ہے مجھ کو غلغلہ دیکھ کر
 ہو گیا خامخہ غیر عاشقِ پاک ساز کا
 یہ عالم ہے کہ اب کوئی نہیں درویشا اپنا
 نہ کوئی مدعی اپنا نہ کوئی مدعا اپنا
 نہ میں جرمِ وفا کرنا نہ احسانِ جفا ہوتا
 مر نہ جائیں جو اعتبار نہ ہو
 جو نہ لے اسی پر قیامت تک حرام
 جیسے بندے سے خدا ہو ہم کلام
 مدہوش بیک لغزشِ ستانہ فروشم
 رنجی طلب علی راز علی طلب خدا فی
 بہ ساز دار یک نغمہ مرودنِ آرزوئم
 من این دولت بہ پاکستان پرین آرزوئم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صولت بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی و شاعر بریلوی

مولوی سید اکبر حسین نقوی قبائی بدایونی ثم بریلوی م ۱۹۱۳ء

حلف مولوی سید دولت علی خلف حضرت سید عبدالعلی تارری رزاقی قدس سرہ - جناب صولت
 حضرت مذاق بدایونی کے لاملوں راد بھائی تھے۔ آپ کے والد ماجد ریاست گوالیار میں نائب دیوان
 اور آپ وہاں جمع تھے۔

نمونہ کلام
 ہنکشت ہستی میں خزل دیدہ شجر ہم
 کیا ڈالے نظر کوئی نہ گل ہم نہ شجر ہم
 کر دیا موت نے مجھ سے دامن مجھ کو
 زلیست کا لطف ہوا موت سے حاصل مجھ کو
 بند ہوتی ہیں جو انکھیں مری ہنگام اجل
 نیند آتی ہے تہ فخر قاتل مجھ کو
 آتری یا نہ دلوں کو کیا محو ایسا
 دل کو میں بھول گیا بھول گیا دل مجھ کو
 بخودی نے مجھے ہٹا کر کیا یہ صولت
 کر دیا تھا جو خودی نے مری غافل مجھ کو

تلاذہ صولت بدایونی تم بریلوی شاگرد حضرت مذاق بدایونی و جناب

سرشار بریلوی ۔

(۱) مذاق ہمنشی صادق حسن عثمانی بریلوی خلف مشاگرد حضرت محو

بریلوی ہم شاگرد صولت بدایونی ۔
 نمونہ کلام
 ہوا ہوگا دزل دے کر کوئی دنیا میں نام
 مجت رکھ ہم جیسے پشمال تو جاتے ہیں
 گزرتی ہے نفس میں زندگی ہر جذبے کھٹکے
 مگر رہ کر یا راتا ہے پناہاں پھر بھی (پناہاں سخن)
 بہا زندگی تھی باطل مسلم طرفہ سامان تھا
 مری رد او ہنشی تھی کہ از خون پریشاں تھا
 ملتا نہیں ہے منزل مقصود کا پتہ
 روزِ ازل سے روح ہماری سو رہے
 دم پہ ہنسی ہے توین جائے ملا سے صادق
 ہم نہیں چاہتے مدت کش دھال ہونا
 ننگِ جنوں ہیں جیب دگر بیان کر لے
 کافی ہے ایک تارِ رگِ جان مر لے
 جیتا ہوں انتظار میں ذوائے شوق کے
 دشواری حیات ہے آساں مر لے
 یہ اور بات ہے کہ نہیں تاب دید کی
 بے جمع طو اب بھی فزواں مر لے

(۱) اہل مولوی سید اہل حسن ۱۹۱۰ء ۱۹۱۶ء خلف شاگرد حضرت

صلوات ہدیٰ مولوی۔ علیگرہ میں زیر تعلیم تھے۔
 یہ کلام خدا جاننے کا کرتے اگر انکی زبان سوتی
 لے جاتا ہے تو اس بزم میں لے دل بھگو
 ہمیں اظہر نہیں کہ اور نہ اس کا کول
 کیا گفتہ آئے نسبت ہر موی ہوتا وہ دل
 قیامت ڈھانے میں اظہر تانے ہاں ہر موی
 کرتے دینا کہیں رسوا میر حاصل بھگو
 ہاں سمجھ لیجئے ہر نقی میں کامل ہے کہ
 کہ تھے باسی بھول کہ کیا تیر صفائی ہر موی

(۲) سید مولوی سید حسن بریلوی

یہ کلام نہ آتا تھا نہ آیا بیالفت کا لیس انکو
 کبھی بیخانے کہا تا ہوں کبھی مسجد کو
 کئے سوا کمال نیکن رہے وہ بنگال بھگو
 سوچا ہوا دل ذوق حق و ماطا بھگو

(۳) حکیم سید حکیم احمد نقوی بدایونی ثم گوالیاری بلوڑ شاگرد مولوت بدایونی

یہ کلام کیا ہوئے وہ صنم خدا جانے
 نہ وہ ساقی رہے نہ میخانے
 جن سے آباد تھے صنم خانے
 نہ وہ بادہ رہی نہ پیمانے
 تھے کبھی رنڈا ہیں دیوانے
 آج کیا ہو گیا خضر جانے
 چمن میں بیلوں کو جو غریبوں کی لٹا ہوں
 جہاں لڑی تمارے بے باہم کھوکے آئے ہیں
 غم رخسار گل سے چشم تر ہم حشر کے آئے ہیں
 نہ پوچھو کس جہاں رنگ بویہ ہو گئے ہیں
 قیامت تھا نظارہ اس گلستانِ جنت کا

طلاس خطہ گلزار کو پھر لا چلا رکھے جہاں ہم نوبہ زخمِ محبت کوٹے تھے ہیں
 محبت کہ نہ دالوں کی محبت سے بہت کم تھا دیمِ رخصتم الگے آئیں مٹا دیکھتے ہیں
 ہمارے خواب کی رنگینیاں کالو چھٹا گیا ہے محبت کا نفاذیں دشمن گل پر روکتے ہیں
 پڑھتے ہی اٹھتے یہ دلِ بیابان ہٹے کا بھاسے دن ہوتے جہم کر ہی ہو سکتے ہیں

ذائق بدایونی خلف و شاعر حضرت مذاق بدایونی

مولوی ایثار علیؒ خلف حضرت سلطان ولد دار علی مذاق بدایونی
 نمونہ کلام یہ نہیں تے آسماں تک ہر جگہ جلوہ افروز کا ہے خدائی میں خدا کی نام ہے نقشِ محمد کا
 (نہایت) درود و نعت ہے ذائقِ رحیم و روزاں ہر دم تمام از کار ہے بس ذکر ہے احسن محمد کا
 تلامذہ ذائق بدایونی

(۱) شائقِ مولوی ایثار علیؒ ۱۸۹۴ء تا ۱۹۵۲ء خلف ذائق بدایونی
 نمونہ کلام یہ شعر ہے نہ دیکھو پیار سے منہ دلوں اسی کا وہ دنیا تھی جہاں چلتا رہا جادو نگاہ کا
 (بدایوں کے چند شعرا و ادبا)

(۲) شائقِ مولوی اسرار علیؒ ۱۸۹۵ء تا ۱۹۷۷ء خلف و شاعر حضرت ذائق بدایونی

کلام مہرباں جب وہ بیتِ نامہاں ہو جائے گا دیکھنا پھر مہرباں سارا جہاں ہو جائے گا

تلامذہ اسرار علی شائق بدایونی

(۱) اسرار علیؒ ابرار بدایونی خلف شائقؒ ہم شاعر و لطف بدایونی دیکھئے صوفیہ

۲، حامد۔ منشی رئیس السلام خلف حسین الاسلام ہاشمی بدایونی جناب

ثانی بدایونی آپ کے پھوپھا تھے۔
کیف بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی

مولوی عطا احمد صدیقی فرشتوری بدایونی وکیل تھیں شاہ جہانپور خلف

مولوی نور الدین۔

نور کلام آفریں برفک بے لعل آفریں صدائیں
تاریخ تذکرۃ جو محمود ہیرال تالیف شو کیف
الواصلین ہلم بی بگمتا خضر راہ طالبان

۱۸۹۹ء

تلامذہ کیف بدایونی

۱۱، مناظر۔ منشی مناظر الحسن صدیقی فرشتوری بدایونی

مناظر الحسن صدیقی فرشتوری بدایونی

نور کلام اٹھا کر نازیم نے نادر والا کر دیا ان کو
(۲) سرور۔ پروفیسر آل احمد صدیقی فرشتوری بدایونی ولادت ۱۹۱۲ء خلف منشی رحمت

محمد ابن کرم احمد ابن غنیم احمد ابن تیغ احمد ابن تیغ احسان اللہ احسان شاگرد
حضرت مذاق بدایونی ابن شاہ شکر اللہ شکر بدایونی ابن شاہ ذکر اللہ صاحب بدایونی بن محمد شرف
ابن محمد اعظم ابن محمد افضل ابن عظمت اللہ ابن محمد اولیا بن محمد درویش بن کمال محمد بن
شیخ مصور برادر جمال خان صاحب بدایونی آپ نے علی گڑھ میں اعلیٰ تعلیم پائی۔ وہیں شجرہ اُردو کے
صدر رہے۔ آپ کے کلام دو مجموعے سلسل ۱۹۳۳ء اور ذوق جنوں ۱۹۴۲ء شائع ہو چکے ہیں۔
سلسل کی شاعری شباب کی شاعری ہے۔ سرور صاحب ۱۹۳۳ء میں کثیر لکھے تھے۔

اپنی نظموں میں مناظر کثیر کو بیان کیا ہے۔ سونا مرگ کا منظر دیکھ کر وہ کہتے ہیں۔

یارب یہاں شباب برستا ہوا ہے
دو تین روزہ ہمارا کا دامن بھرا ہے

رغنائیاں تمام یہ بکھری ہوئی رہیں دل خوش جنیوں کے بچ لوٹتا ہے
 نماز گر سے رخصت ہوتے ہوئے پیمان وفا اس طرح باندھا ہے وہ
 اسے لوحِ سنہ تیرا میں درج خواں ہوا گا تو بھی جواں رہے گی میں بھی جواں رہوں گا
 پانچ سال بعد ۱۹۳۸ء میں کشمیر کو اس طرح یاد کرتے ہیں۔
 بہت دن ہو گئے پھر بھی وہی تصویر پھرتی ہے لگا ہوں میں ابھی تک نادہ کی کتھر پھرتی ہے
 اسی سرسبز وادی کے کنارے ٹوکے تھاپوں مری دنیا وہی ہے میں اسی دنیا میں رہتا ہوں
 ذوقِ جنوں میں ان کے اسلوب میں پختگی اور اندازِ نیاں میں تادار الکھای ہے
 مغربی ادبیات کے وسیع اور گہرے مطالعے نے انہیں اردو شاعری کی روایات سے بدظن نہیں
 کیا بلکہ ان کے تجنیے میں مدد دی۔ سرور دورِ جدید کے ان شعرا میں جو شاعری کی تمام فنی
 ترکیبات سے واقف ہونے کے باوجود فنی حیثیت سے اپنے لئے کلاسیکی طرز کو پسند کرتے ہیں
 سرور کا انسان کی عظمت پر عقیدہ ہے اس جذبے کا سب سے بڑا محرک یہ ہے ہجر کی رات
 ہوئی ہے تو سحر بھی ہوگی۔

کتے خالوں کا میں کتے خیالوں کا نشیب یوں تو انسان اکیلا نظر آتا ہے مجھے
 کرہیں پامال بھی ہو جائیں تو ربا د نہیں نقشِ مٹ مٹ کے سوتا نظر آتا ہے مجھے
 جانتا ہوں کہ ٹراسنت گنہگار ہوں میں اس اندھیرے میں اجالے کا تیار ہوں میں
 ایک جامع نظم ”سعی وفا“ میں فرماتے ہیں۔

مجھے ہر ناصحِ عشقی ہی تلقین کرتا ہے کہ بزمِ ہند میں سعی وفا کرنے سے کیا حاصل
 مرعیتی نا تو ان کا حال اب گنتی سمجھو دعا دینے سے کیا حاصل دعا کرنے سے کیا حاصل
 خزاں میں تغزلِ بہار ان کوں سنتا ہے بیابان میں چمن کا تذکرہ کرنے سے کیا حاصل
 مہال ہر موزن کے حلقے میں سو گز دل پہنچا ہے سفینہ نذر طوفانِ بلا کرنے سے کیا حاصل

انتخاب
 بند اول

بند سوم حضور کلمات آید میرا ہی ہوں گویا

خدا پر کارواں میں ہے پستی نزل تو کیا غم ہے
کہاں تک پہنچا اہل وطن پر نور خدائی ہو

بند سوم بہار میں دیری صدیوں کی چن بڑی کلاں میں

قصص کیا حکایت نام کیا رہا میری کیا
یہ صدیوں کی خاک بنی کبھی تو نہ لائے گی

نکا و لطف شمع کہن کہہ ادا کہن ہے

افق ہے پھر تھی غنی کہن کہہ ادا کہن ہے

حدیث ظلمت اہل وطن کہہ ادا کہن ہے

لب تباریک کو میرے سلسلے یار میں اب بھی

یقین کی روشنی جاگے تو دل آزار میں آج بھی

ہمارے میں مری سخی و فانی جھگڑائے گی

بقول جناب سید احتشام حسین یہ نظم بلند خیال - اعلیٰ غب العین - پشنگ خیال ترقی پسندی
نہایت بیان اور رہمیں نوازی کی بہت اچھی مثال ہے۔

غزل نمبر ۱

دن ہو جس سے غم دینا کے بھی ساتے

نزل غزل کے غزل میں نہ زنجیر کے شیدائی

حرف آئے گام ساقی تری نہیں جھٹلی پر

المیہ بھی دیتے تیرے تصور نے جلانے
یہ دینا اب تو دینا دل سے غالی ہوتی جاتی ہے
یوں مجھے گوارا ہے اپنی تلخ کاسی بھی

نظم غالب

گو آسمان کو غم ہے مادہ تمام پر

ہندوستان کو ناز ہے غالب کے نام پر

حسن ادا اشارہ اسکے کلام پر

حرمندہ فخر اسکے بقائے دہام پر

(آجکل اپریل ۱۹۵۵ء)

ہے رنگ ہر اسکے تغزل کی ہر کرن

ہے روشناس خلق سخن اسکا آج بھی

(مسئیلہ دو قہوں تبالیوں کے چند شواہد ادا ہوا - آجکل دسمبر ۱۹۵۵ء)

تلامذہ آل احمد سرور

دل قمر امروہوی

نیز کلام عدد سے ملو گے کہ مجھ سے ملو گے میں اس بات کا فیصلہ چاہتا ہوں (۱)

تلامذہ قمر امروہوی

(۱) صبا بہاری۔ منشی نجم الحق ولد الغلام الحق ولادت ۱۹۴۵ء ہراری ناغہ میں
نیز کلام تری تلماس میں لکھ میں یوں بھی ہم اکثر کر جیسے کوئی پتہ اپنا پوچھتا نکلتے
میں لوٹ آیا ہوں شہر دستال سے کوئی خم بانٹنے والا نہیں ہے (سلم تری تلماس)

مذنب بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی

۱۸۵۵ء - ۱۱۱۱ھ
مذنب۔ مولوی قاضی علی احمد محمود اللہ شاہ صدیقی حمیدی بدایونی ۱۱۱۱ھ - ۱۱۱۱ھ
خلف قاضی علی اسد اللہ بن علی ولی اللہ بن علی صفی اللہ بن علی ارشد بن علی اشرف بن علی
مرتضیٰ بن عبد المجید بن قاضی عبد الوہاب بن قاضی دانیال بن قاضی عبد اللطیف قاضی بدایوں
بن صدر العلماء قاضی حسد الدین وار دہند قاضی بدایوں عہد یس (۱۷۰۰ء) مادہ جانشین قاضی سعد
الدین عثمانی قاضی بدایوں عرف قاضی سدا بے گواہ بن فخر العلماء مولانا حمید الدین گنوری ثم بدایونی۔
جناب مذنب کو حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ سے اسناد حدیث حاصل
ہوئیں۔ حضرت مذاق بدایونی قدس سرہ سے فن شاعری حاصل کیا اور انہیں سے بیعت و خلافت
ملی۔ وطن میں درس و تدریس میں زندگی بسر کی۔ عربی و فارسی و اردو میں شاعری فرماتے تھے مرثعہ

تذکرہ روز روشن نے لکھا ہے کہ ہونوئی نظری اشعار پر مبنی و فارسی و اردو بہ لطافت
کی نگاہوں سے آپ نے حضرت مذاق کی تاریخ و فہمات مذاق کا فن بھی لکھی ہے۔

نظم کلام ہر زبان ہر بار ہر آید شاید اسے دلا کو بار ہر آید
(فارسی) ہر دو کھنکھ کہ کردوا کز وے بونے لیک تیار ہر آید
(اردو) تھیں ہم جو گئے منشا ایسے توہا آبا نظر چہاں دیکھا
(تہلیل سخن - روز روشن - پنجہ ارم)

تاریخ تذکرۃ الاولیاء بسمل بدایونی

الاصول من شرایین البدایوں قریب عزیز ہے - عزیز فری ہے
لیتصفی الامم بذالکتا با ہر سال مذہب عجیب عزیز ہے
۱۳۱۴ھ

تلامذہ حضرت مذہب بدایونی

راہِ ابرہہ - منقہ اظہار احمد بدایونی یقیم مکملہ

(۲) ذریعہ مولوی محمد اسماعیل ساکن بدایوں و کتب خانہ آریہ جہاں اردو کی مٹی
چھت کی مٹ مار مشورے کرانہ اور اردو کا ہر سر اہیت کو ہمیں سراہا۔

بڑے نظام ہر شب شال شلہ کر کے ہے اپنا آہ مثل ایسے کے مذاق میں ہر روز ہر دم
(۳) نور - منشی اعجاز الدین صدیق شول بدایونی خلف منقہ امتیاز الدین

سطح بدایونی - جہاں ہر کی لہجہ "محدث تاجہ رنگ" مطبوع ہے۔
نیز کلام خودی نور کے دل ذمہ خود کا دعوت کیوں کر گئے کر گئے ہم
(۴) منشی اعجاز الدین صدیق شول بدایونی

اس سائل پر فتح مہتاز الدین فاروقی نے یہی شیوہ لیا

کے چارہ بات کا کیا اعتبار ہو
اکونفرہ نا آئیں اگر حضرت ہجرت

پہلی ہجرت حکیم حافظ سید علیہ الرحمہ لکھی ہو دوسری ہجرت سید

علیہ السلام حضرت صادق علیہ السلام ہجرت شاعری میں حضرت مہذب بدایونی اور جناب
کے کثرت کو قطع نہ کیا ۱۹۲۲ء چارہ کتابوں کے تصوف سے

پہلی ہجرت میں لکھنؤ سے
دیکھا ابھی تو آئے ہیں چنگی طرح سے

مالی مولوی حکیم فیصل الدین صاحب لکھی ہو بدایونی ہجرت ۱۸۸۴ء

۱۔ مجاہد الدین ذاکر بدایونی تلمیذ حضرت شیخہ وادی: جناب عالی بدایونی علوم
عالمہ فیصلہ: کتب کے ہندوستان طبع ہو گئے: ہجرت طبع حاضر و مانع
ہو گئے: تاریخی میں ہجرت رکھتے تھے: ہجرت کوئی ہیں ہجرت پر لکھی تھی: علم
پا حضرت مہذب بدایونی کثرت اگر رشید تھے ان کے انتقال کے بعد حضرت
استفادہ کیا تھا۔

اے فتنے بھانگتے ہیں	سب کو درپیش یہ سفر ہے
سے زلم کو لکھنا	گر فکر عسلاطی چارہ گر ہے
نہ وہ ہے لکھتے	ہم کل کی لکھتے خبر ہے
لی ناز طبع عالی	اے دلبر لکھ خوشن مقامی

اے جملہ نشینِ خلوتِ دل
اے عنانِ چہرہٴ معانی
مملو ہیں حروفِ خوبیوں سے
الفاظ کی شانِ کچھ نزاری
انجم کا لفظا پر گماں ہے
شمسِ دیکھوں کہ سرو لکھوں
پاکر لفظوں کی چست بندش
اس صنف میں ہم رویت ہونا
اس بحر میں اور زمین ایسی
اے مایہ نگرِ جانِ اردو
نثار بھی تیرے ہم زباں ہیں
ہیں زورِ قلم کے تیرے قائل
اخبار ہیں زندگارِ تجھ سے
اور طبع کی ہے بہارِ تجھ سے
تولیدِ جوانگی ہو بجا ہے
دنیا میں ہیں یادگارِ حالی
لی میش نے دادِ خوش کلامی
شہرت ہے رہیں سے آسمان تک
یوں نوکِ زباں تہ ہیں گہرِ بار

اے جملہ نشینِ خلوتِ دل
اے عنانِ چہرہٴ معانی
مملو ہیں حروفِ خوبیوں سے
الفاظ کی شانِ کچھ نزاری
انجم کا لفظا پر گماں ہے
شمسِ دیکھوں کہ سرو لکھوں
پاکر لفظوں کی چست بندش
اس صنف میں ہم رویت ہونا
اس بحر میں اور زمین ایسی
اے شاعریِ زبانِ اردو
ناظم تیرے دل سے قدرداں ہیں
اخلاقی و مذہبی رسائل
گلدستوں کی ہے بہارِ تجھ سے
ہے ذوق کی یادگارِ تجھ سے
اُحسن کا کمال کب جمیسا ہے
دلچسپ ہے لغزِ زلالی
ہیں خوب خیالِ شاد و جاتی
لوبت پہنچی تری یہاں تک
ماہِ طلب یوں لکھتے ہیں راویانِ اخبار

دل میں رکھتے تھے شد سے اہل بن
 یعنی دونوں مین میں تھے
 یہ ان کے دماغ میں بھری تھی
 تقدیر میں تھی شکست کھانی
 سلطان جہاں رسول رس سے
 سردار قبیلہ میر لشکر
 اک جم غفیر لکے نکلا
 لڑنے آئے ہوا زنی بھی
 اس مال کو جان لو غنیمت
 دولت گھر بیٹھ کیوں نہ ملے
 لڑنے کو چلے بنی جشم سے
 بارہ سولہ ہزار کس تھے
 آگے آیا نہ کوئی بزدل
 کچھ دور سے تیر پھینکتے تھے
 سفیان تھے اس کی بھاگتھامے
 جیسے ہالہ ہوماہ کے پاس
 کس جاہیں سوار اور پیادے
 بڑھتا ہوں میں ساتھ ساتھ آئیں
 آواز دی کس طرف میں جانباز

مکان ثقیف و ذی ہوا زن
 مکہ طائف کے بین میں تھے
 بوئے غوث بھری ہوئی تھی
 آخر لشکر کشی کی کھانی
 لڑنے لکے لڑے عرب سے
 مالک بن عوف صاحب زر
 اموال کثیر لکے نکلا
 اتنے میں خبر بنی کو پہنچی
 زمانے لگے یہ سن کے حضرت
 نکلا تھا زبان سے بنی کی
 اس شان سے جاہ سے حم سے
 پیچھے پیچھے رسول رب کے
 جب شیریںیاں ہوئے مقابل
 کچھ سنگ زبر پھینکتے تھے
 دلدل پہ سوار شاہ دیں تھے
 تھامے ہوئے تھے رکاب عباس
 زمانیا حضور نے چپا سے
 پیچھے نہ ہٹیں نہ جی چرائیں
 عباس نے ہر طرف بہ انداز

یہ حکم حضورؐ ہے سب آئیں
 یکبارگی سب نے فتح ہو کر
 ہوئی رہی دیر تک لڑائی
 پانی نہ پڑا نہ ہری نے
 یہاں لکھتے ہیں صاحب معارضے
 جب جنگِ حنین فتح کر کے
 عبداللہؓ کر کے قائم
 جب سب تے مراد اپنی پانی
 اب تم سا کوئی سنی نہیں ہے
 انصاریؓ میں تھے جو عباسؓ
 کی جنگِ حنین میں جو خدمت
 پایا جو قریشیوں سے تھوڑا
 تھے شاعر نامی و گرامی
 فوراً کہنے چند شعر موزوں
 پایا ہے فلاں فلاں ہے سب کچھ
 پائی اشعار نے جو شہرت
 فرمایا بلا کے شاہِ دیہے نے
 ہو جائے ذرا سی بات کوئی
 حم کر کے سرِ نیاز اپنا

انہیں لپیٹ کی مسدائیں
 غم کیا رشتہ منوں کی سنت پر
 آخر رشتہ میں نے منہ کی کھائی
 اسلام کو وہی طور خدا نے
 یوں ظہورِ حال ہے ہمارے
 طائفہ کو رسولِ پاکؐ پہنچے
 تقسیم کئے یہاں عشائرم
 کی طرح کہ اسے حضورؐ عالی
 ہمت پہ ہزار آفرین ہے
 معروف بہ اسم ابنِ مراد سن
 حصہ و سدی ملی عینیت
 عباسؓ کو ناگوار گذرا
 شہرِ جہاں تھی خوش کلائی
 اشعار کا ان کے تھایہ بطن
 مودم رہے ہیں عرب کچھ
 پہنچے نانا گوشِ پاکؐ حضرتؐ
 اشعار کہے ہیں یہ تھیں نے
 کرنے لگتے ہو شعر گوئی
 عباسؓ ہوئے بنی سے گویا

مجھ پر اس کے علاوہ غرض غرض
 یہ سن کے حضور مسکا ہے
 بخشش جو خوب کی گئی ہے
 لے جائے گھر وہ مال و زکوٰۃ
 الفجار میں ہے سفار تیرا
 سواہٹ کی تو نے التجا کر
 اسی دن تھی کچھ اور شارب عیالی
 وہ دستِ سخا کھلا ہوا تھا
 دی جین کو مہا نئے نچ و نفرت
 ان سب کے طفیل میں الہی
 دارین کی فزیاں ہمیں دیے
 ہوں مالِ کثیر کا یہ قائل
 یہ بھی ہے دعائے عساکر
 محفل کو نئے قدمیاں دے
 مولود کی جھلکے ہے یہ محفل
 نظم مائی کا یہ صلہ دو

شاعر کا نہیں زبان پہ قابو
 ہر حکم دیا کہ داد پائے
 تالیفِ قلوب کی گئی ہے
 لیجائے گا تو رسولؐ گھر کو
 دام بن میں ہے وقار تیرا
 جو دے رہا اس پر الٹا کر
 دشمن بھی پھرے نہ دیر سے خالی
 درپر میل لگا ہوا تھا
 دی جن کو حضورؐ نے عنایت
 مل جائے مراد دل کی چاہی
 آرام یہاں وہاں ہیں دے
 دے جھکو مری گزر کے قابل
 آباد رہے رسولؐ حنان
 روح باقی کو تو جہاں دے
 ان سے بھی ہے یہ کہ ارض دل
 ثم مثل النبیؐ مجھے دعا دو

تاریخ مثنوی از مولوی الفارحین زلالی وکیل بدایوں

اے عزیزانِ جاں کھی ہے لاجواب جان سے ہو کیوں نہ پیارا مثنوی

پوچھنے کیا ہو زلالی سے سستو فزون خوبی ہے ساری مثنوی
 پاؤ گے سرکار سے نقد مراد ہے دلیل کارگاری مثنوی
 معرہ تاریخ بھی اہل ہے خوب ہے عالی مہاری مثنوی

تاریخ مثنوی از مولانا حسن مارہروی سجادہ نشین سرکار خیر

آپ ک نظم جناب عالی بہت اچھی ہے نہایت مرغوب
 عجب انداز کی ہے لغت شریف ہے نیا ڈھنگ زلالا اسلوب
 دیکھ کر یہ فن پاک و لطیف سال تاریخ ہوا جب مطلوب
 بے تکلف قلم احسن نے لکھ دیا مثنوی عمدہ مرغوب

تاریخ مثنوی از مولوی یعقوب بخش راعب بدایونی

بلافت کا معجزان ہے عالی کی نظر فصاحت کا دھڑ ہے یہ مثنوی
 ثبوت لیاقت ہے یہ نظر پاک کمال سخنور ہے یہ مثنوی
 چمکتے ہیں الفاظ مثل یکتا عجب کمان گوہر ہے یہ مثنوی
 کہا مجھ سے ہاتھ نے راعب یہ سال کہ بہتر ہے بہتر ہے یہ مثنوی

تاریخ مثنوی از تولابہ الیونی

گل مہربان کھلے ہیں لغت کے گلزار میں کیا کیا خدا رکھے نہیں اے بلبل ہندوستان عالی
 مرے عالی قیامت میں آئینگی انگلیاں تجھ پر وہ آماجہ خوان مصطفیٰ معجز بیان عالی
 ملا ہے مادہ تاریخ کا کیا بے بہا اسم تو لا لکھ بیان اعلیٰ کلام افضل بیان عالی

امجد بدایونی شاگرد مذاق بدایونی

مولوی علی احمد حسین امجد مدین محمدی بدایونی

خلف مولوی فضل حسین فضل بن شیخ علی خلیل اللہ بن علی ارشد عبد امجد قری بدایونی: بحرہ سخن
 میں دھرم وقت تھے: اجمار نور بدایوں آپ کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ خوش مراج آدمی
 تھے بزرگ، فارسی، اردو، بھاکا اور انگریزی میں طبع آزمائی کرتے تھے: اجمار نور کے علاوہ
 چشتیہ دارالہیلا مجریہ یکم اپریل ۸۸۶ھ قمریہ دارالکفریہ مجریہ یکم مئی ۱۸۸۴ء اور ماہانہ اخبار
 الامصار مجریہ فروری ۸۸۶ھ اور گلہ نشہ چہن مجریہ جولائی ۱۸۸۶ء تھی آپ نے جانکا کے تھے
 دیوان اول ۱۸۸۶ء دیوان دوم ۱۹۱۳ء دیوان سوم ۱۹۱۳ء علی گڑھ سے بھی جوڑے ہیں ان کے
 علاوہ آپ ورہے جا اور نور کدوں وچرہ کتابوں کے مصنف تھے۔ مولف تذکرہ روزروشن
 کی نظر سے آپ کا ایک مختصر دیوان نکلا تھا۔ مولوی حافظ فضل اکرم حسینی زعفرانی بدایونی
 ۱۸۸۶ء مولف تذکرہ دولی و علاق میں لکھتے ہیں کہ جناب امجد نارسی میں زیادہ اور اردو میں کم
 کہتے تھے:

<p>بدر حیرت ہوا جانے حال کیا ہوگا چکا نہ ہوئے اپنوں کے ہم آپ کے اوروں کوئے پائے سے غافل ہوا تو اب لا حق نفسی توام تابل عدل تو ذام گوید مہیا نہ انجمن ہا دھرم فرما بحال ہوا رہی من لیا دگا کہ غم جم غلام ہوا دید خیر ارم: روزروشن: تذکرہ دولی و علاق</p>	<p>جرات دیو نیگے ہم کیا سوال کیا ہوگا چھوڑا نہ غم آپ نے بیکانہ بن اپنا ایک کھسک کا کھجی گویا ناگیا تھا اے خطا پور غل غلط پوچھ بس ارم ارم از بے سستی سن سستی ہا روح من جان من نکار من روزروشن: تذکرہ دولی و علاق</p>
---	---

تلامذہ امجد بدایونی شاگرد مذاق بدایونی

(۱) ارشاد مولوی قاضی علی ارشد حسین برادر امجد بدایونی اڈیٹر

امجد الاخبار بدایوں ۔
 بزکلام ناصح ہنس بناؤ کہ سمجھائیں کسکو ہم
 تابوس اپنے جب نہ دل بے قرار ہو
 (توبہ پانچویں)

(۲) امدادہ منشی امداد حسین بن سعید اللہ بن جمیل اللہ برادر حضرت نواب بدایونی

(۳) ثریا۔ مولوی عنایت احمد عرف علی جان صدیقی حمیدی بدایونی
 م ۱۹۲۹ء ابن احمد حسین بن امیر اللہ ابن جمیل اللہ برادر حضرت نواب بدایونی ۔

نزدکلام کسی ڈھب کمتہ قاتل سے میں بدیم اپنی جان لیکر
 چلا تو جاویں لیکن جب دل بیمار جانے دے
 (نجات صحا)

(۴) تحسین مولوی عبدالحمید بدایونی دیکھئے صفحہ ۴۹۹

(۵) تائیر۔ مولوی امتیاز احمد بدایونی دیکھئے صفحہ ۵۰

(۶) ثابت۔ منشی عاشق حسین بدایونی

(۷) جلیل۔ مولوی محمود حسین صدیقی حمیدی بدایونی دیکھئے صفحہ ۵۰

(۸) جعفر سید جعفر علی ساکن ادیت ضلع بدایوں شاگرد امجد بدایونی دو گھر

رخ آبادی ۔

نور محمد (خانہ) ل تھا ہمارا مسکن پیش درو کر دیا پیر ملک نے ظلم سے دیر نہ آنے

(۹) دولہا ہستی علی اجد صلی محمدی بدایونی آپ کا ذکر علیہ
عزیزان سے ہو گا۔ دیکھئے صفحہ ۵۵

(۱۰) رفعت۔ مولوی رفعت اللہ صلی محمدی بدایونی بنی علیہ اللہ

بن ریاست اللہ بن حشمت اللہ بن عزت اللہ بن عنایت اللہ بن محمد مکرم بن محمد معظم
بن خلیل اللہ بن جان محمد بن ناصر محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایونی
نور کلام جاگزیں میں بندہ کون انعام کون میں خیال بن رہا ہے دل میں کیسا اے خدایت خدایا
جو حسین یاد کچھ شیخ دہرین میں نہیں ہوئی تم کردہ ہمہ نری غفل ہر روز آج

(۱۱) رسا ہستی مقبول عنی خلف رفعت اللہ رفعت بدایونی۔

نور کلام گلوں کو دیکھ کر خوش ہونے والو گلوں کی جاک دلائی تو دیکھو

تحسین بدایونی شاگرد اجد بدایونی

تحسین حکیم مولوی عبد الحمید بدایونی شاگرد حضرت اجد بدایونی

نور کلام بنیم طرب میں ریشہ دماغ فروری لانا وہ جام جس میں شراب ظہور ہو
نام خدا ابھی ہیں موسم شباب کا بچپن سے ہی مزاج اہل شعور ہو
(طالب دیدار میرٹھ فروری ۱۹۱۸ء)

تلاذہ حسین بدایونی

(۱) حبیب و وفا: منشی فرامید بدایونی نقیم اور

پھوٹا ڈھو کے کلمہ ہستی کو عشق نے
اس بچے کیا رے کیوں لگو عبود ہو
جلو ہے واسطہ دیدہ بینا ویکھیں
تم کہ ہم دیکھیں عین اہل تاشیا و لکھیں

(۲) انور: منشی محمد المجید بدایونی

یوں مجھ پر ہو کر دیکھئے نظر میں غیر
پیش نگاہ سب میں اسی کا ظہور ہو

(۳) مسلم: منشی اجمل حسین بدایونی

مسلم ولایتے یغوث پاک جاہے
عاشق ہے نور کا دوسری جس کیوں نہ ہو

تائیم بدایونی شاگرد حضرت امجد بدایونی

تائیم مولوی امتیاز احمد مدنی دانشمند بدایونی

خلف مولوی احسان اللہ وکیل ابن وکاب الدین ابن فیتر اللہ ابن حافظ عزیز اللہ ابن
ولی اللہ ابن مولانا محمد سعید ابن حافظ محمد الیاس ابن حافظ محمد یحییٰ ابن حافظ عبد الصمد
ابن حافظ سعید الدین ابن حافظ وزید الدین ابن محمد عبد اللہ ابن محمد السجیل ابن محمد
الیاس ابن حافظ محبوب اللہ ہمدانی محمد سعید مورث خاندان ہمدانیان سید یحییٰ ابن سید یحییٰ ابن

بدایونی

(۲) امیر مولوی غلام امیر ۱۹۴۳ - ۱۹۵۱ء ساکن قاضی ٹولہ بدایونی فیروز

سنہ برادر قاضی حبیب حسن اثر بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی

انتخاب نظم خیر مقدم رسالہ جن بدایوں ۱۹۲۶ء
جان من تو ہے جن یا جن ترا ہے تو
کیرں گبول بحر فصاحت کا مجھے
زلفہ ہوگا ترے دم سے ابرو بھی

جلیل بدایونی شاگرد امجد بدایونی

جلیل مولوی محمود حسین ۱۹۱۸ء خلف شیخ فیض الدین ساکن رھے

ٹولہ بدایوں جناب جلیل بدایونی نے حضرت امجد بدایونی اور جناب داغ دہلوی سے
استادہ کیا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے -
ہماری گریہ دزداری تو دیکھو
یہ عین رحمت باری تو دیکھو (نجلیا سخنا)

تلامذہ جناب جلیل بدایونی

(۱) انس مولوی محمد انیس ساکن عارف پور نوادہ بدایوں

نمونہ کلام

(۲) حضور بنشتی حضور احمد بدایونی

نمونہ کلام

(۳) شبلی بنسٹی محمد شبلی علف جناب حلیل بدایونی

مؤلف کلام کشتوں کو اپنے دم میں جلانا لگا دے امدادیہ انہیں کے نکالے ہوئے نہیں

(۴) صوفی۔ مولوی شیخ نیاز علی بجنوری

مؤلف کلام

(۵) عطا بنسٹی عطاء محمد صدیقی متولی بدایونی شاگرد جناب حلیل بدایونی

وحفرت داغ دہلوی آپ کا ذکر علیحدہ عنواں سے ہو گا۔ دیکھئے صفحہ ۵۹۲

(۶) عبدالسلام۔ حافظ عبدالسلام رئیس شاہ آباد رام پور

حفظ ۳۲۱۳

مؤلف کلام

(۷) غنی بنسٹی عبدالغنی ڈرامہ نویس شاعری میں جناب حلیل بدایونی

ڈرامہ نویس غنی بنسٹی نرائن پرشاد بیٹا آب دہلوی کے شاگرد تھے۔

کلام

(۸) ظفر۔ مولوی ظفر حسن خاں

دیکھئے صفحہ ۵۰۴

امیر حسن چوہدری رحمن مان پور نواب بدایوں

نور نظام

۱۔ محفوظ مولوی محفوظ حسین خلف و شاگرد حضرت عظیم بدایوں

نور نظام

آپ کے شاگرد منشی محمد ابراہیم لیفٹننٹ مولوی مقیم بہمنی تھے۔

۲۔ مخلص، مسٹر ایلیں جونس بدایوں

(شاگرد بدایوں)

نور نظام محمد ابراہیم آیتہ دل ہے وہ آیتہ گہ آتی ہے انظار میں مجھے شہرِ مان پور

ظفر چوہدری شاگرد جناب عظیم بدایوں

منشی ظفر حسن خاں صدر لقی حمید علی بدایوں خلف مولوی مظہر حسن

خان مظہر محمد الصدور، ناد شالہ خطاب مذاق بدایوں

نور نظام بوجہ زلفِ بارسے بخود ہوں رہن
(نور نظام) داعِ محرومی کمال دستِ طلبت

آہ اسے نواب مرزا اب کہا جائے تھیں
آہ اسے داعِ محرومی کہہ لیں تھیں

تیرے تو اپنے قریبوں کو بھی بھٹکے تم کہ تم
تیرے تو اپنے قریبوں کو بھی بھٹکے تم کہ تم

خبر اسے ماہِ فرالہجے اتنے تاریک نہ ہو
خبر اسے ماہِ فرالہجے اتنے تاریک نہ ہو

۱۳۲۲ھ

تلامذہ جناب ظفر بدایونی

(۱) باسط مولوی عبد الباسط بدایونی

نمونہ کلام

(۲) صاحب منشی مرغوب احمد عرف صاحب حسن بدایونی

نمونہ کلام

(۳) نفیس فریدی خلف و شاگرد جناب ظفر

نمونہ کلام مجھ کو برباد کیا خود نگری نے میری اپنی ہی راہ کا پتھر ہوں مجھے دیکھو تو

(۴) آظہر محمد آظہر حسن خلف ظفر ^{شاگرد} ^{۱۹۶۷ء} ^{۱۹۶۷ء} طعمر رھوتے توں سہجہ جاری دیکھو

دولہا بدایونی شاگرد امجد بدایونی

دولہا منشی علی احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۲۲ء ۱۹۳۱ء خلف خادم

حسین بن محمد رضا بن محمد علیم بن مولوی علی احمد اللہ خلف علی ارشد جد امجد جناب قمر بدایونی

نمونہ کلام جذبہ دل اسے کہتے ہیں کہ محض کیلئے بیل پر بے نشین نے بھی بیابا دکھیا

کون ہمد ہے یہاں کس پہ بھروسہ کیجئے دل تو دل جان بھی ہے اسکے طرفدار ہیں

کس طرح ہجر میں پہلے گی طبیعت میری کچھ تو کر دیجئے تکیس دم رخصت میری

عید کے دن وہ دُوبوں سے لعل گیر ہوئے
 موت یا داکئی شادی کا جو سماں دیکھا
 آہستہ خانہ ہے یہ باغ جہاں ترے سبب
 عید کا چاند ہے یا شرنج کی تیغ ابرو
 یہ کیا کہا کہ جفا پر خفا نہ ہو جانا
 ہماری جان نکلتی تھیں بے اے قاتل
 غورِ حسن سے سستے ہیں وہ اے دولہا
 ایک دل اس پر یہ غم ہائے ستم ہائے ستم
 جب نصابِ رخ روشن وہ اٹھا دیتے ہیں
 اپنے بھول کو گرفتار کرو زلفوں میں
 ہاتھ پھیلاتے ہوئے رہ گئی حسرت میری
 رو دیا میں جو کس بھول کو خنداں دیکھا
 اس چمن میں جسے دیکھا اے جوں دیکھا
 ہم نے دولہا جسے دیکھا اے تو ان دیکھا
 خدا گواہ ہے دل سے دعا نکلتی ہے
 یہ آرزوئے دل بتلا نکلتی ہے
 مری زبان سے جب التجا نکلتی ہے
 کاش پیدا ہی نہ سینے میں کڑے دل ہوتا
 شعلہ حسن سے اک آگ لگا دیتے ہیں
 ایسے دیوانے کو زنجیر پھردیتے ہیں

تلامذہ دولہا بدایونی شاگرد احمد بدایونی

(الاشرف منشی اشرف علی خاں شاہجہاں پوری ملازم پریس متین تعاد
 مگینہ ضلع بجنور۔)

دس حسن منشی محمد اسماعیل نجیب آبادی

ہو کلام کرد یا آب دم تیغ سے میرا ب انہیں
 شاہ آباد میں دل کو دکھانے والے
 زخم مرہ کھول کے قاتل کو دعا دیتے ہیں
 دس ہم انکو شب و روز دعا دیتے ہیں
 (صحن چمن نگینہ ۱۹۰۲ء)

(۲) سہا بنشی واحد حسین بدایونی

سہا بنشی واحد حسین بدایونی

نہ کلام کوئی بھی نزل مقصود پر پہنچا سہا جکو دیکھا وہ اللہ میں پریشانی دیکھا

(۴) شمس سید آفتاب علی بریلوی فررتھانہ نگینہ

نہ کلام کس نے نہ ہوا دفا سے کوئی ہے اب جوفا شمس آتے دیکھ دین پر وہ ٹپکے ہوئے

(۵) شیدا بولوی عبدالحی بدایونی شاگرد حباب دولہا بدایونی و مہر

خیر ابد و یاس لکھنوی آب کا ذکر علیحدہ عنوان سے آئے گا۔

(۶) طالب بنشی علی حسنین بدایونی صدیقی حمیدی بدایونی بن عزیز حسین

ب قاسم علی بن عابد علی بن لطف علی بن دوست محمد سمیع بن محمد جلال بلوچ جلس بدایونی۔

(۷) فرحت بنشی ببدالحی بدایونی۔

شیدا بدایونی تلمیذ دولہا بدایونی

شیدا بولوی عبدالحی صدیقی حمیدی بدایونی متیم نوالیہ رخلو مولو

ابریس بن احمد حسین بن غلام اسعد اللہ بن سلیم الدین بن کلیم الدین بن محمد مکرم بن ترمذ الدین بن محمد الدین بن محمد جلال حضرت دولہا بدایونی کے علاوہ آپ نے حضرت مفسدہ

خیر آبادی شاگرد حضرت امیر مینائی اور جناب یاس کھوری شاگرد حضرت مہلال کھنوی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ آپ کے کلام پر حضرت مصطفیٰ خیر آبادی کا رنگ کلام غالب ہے۔

نہ کلام ایک ہم ہیں کہ نہیں یاد کیا کرتے ہیں
ایک تم جو کہ ہیں دل سے بھلا رکھا ہے
نہ دنیا بلی افسوس دل میں حسرت دیدار لے چلا
اک لمحہ پیشتر بھی نہ آتے قضا سے آپ
اگت کشیدہ شیدا بتوں کے لگے تو چلتی ہیں زبان
شکرہ مزدور انکا کرینگے خدا سے آپ
جلد تر جمع ہوتے حلوہ سوز و گداز عشق ہر منزل میں ہے
اگت کشیدہ نا تو انی مانع حیرانزدی ہے تو کیا
واجب رہبر نہیں شیدا کو راہ عشق میں
الذاریہ کو قہقہہ ہوا القہر بن کر رہ گیا کوئی
لکھنوی دھڑلے وہ بخون کسی کی وہ منت کسی کی
پیار یا رہ وہ شوخ گور و زبان میں آگے کہنے لگا
مارچ ۱۹۰۲ء یا دکتے تازہ ستم روز اٹھانا شیدا
پیام مار آگے بر آگے سے لشکر عم فراوان ہو جاتے ہیں
اکتوبر ۱۹۰۲ء لب ہلائے کی اجازت بھی نہ تھی اس بزم میں
اعتبار وعدہ دیدار تو جانا رہا
عشق میں جاتے رہے مگر کوشش ہوس
شمار اپنی جہاں کا تو روز کرتا ہے
یہ کیا معلوم تھا نیکی نکاہیں دل چیرا نیکی
وہ لڑ جانا لگا ہر کادہ گزائے عشق کھا کر

ایک تم جو کہ ہیں دل سے بھلا رکھا ہے
اک لمحہ پیشتر بھی نہ آتے قضا سے آپ
شکرہ مزدور انکا کرینگے خدا سے آپ
اشد حسرت آنکھ میں ہے بلغم بھرا دل میں ہے
دل بیا باں میں ہے میرا وہ بیا باں دل میں ہے
نقش پاتے ہر مردان عشق ہر منزل میں ہے
اٹھتے ہی نقاب رنج و دگرگون رنگ غفل تھا
بگڑنا کسی کا منت نا کسی کا
یہاں کی خال سے بونے دفا نکلتی ہے
میرے چلو میں اگر روز نیا دل ہوتا
کہ نا سو رکھن خزانہ افشا ہو تلے جاتے ہیں
میں دعا کے واسطے بھی ہاتھ اٹھا کر رہ گیا
رہ گیا کیا انتہا رے روز عشرہ گیا
میرے پڑپانے کو شیدا قلبہ مصطرہ گیا
مری دفا بھی ستم گر کسی حساب میں ہے
یہ کیا معلوم تھا شونی چھپی جھپی ہے جتوں میں
وہ چھپ جانا کسی کا اک جھلک دکھلا کھل میں

لگی ہے آگ اپنی آہ سے پٹیشن میں
 جام کی نگرہ پروائے سو کرتے ہیں
 بجیہ کر کیوں مرے دامن کو دوڑتے ہیں
 اور میں جو ہوں جام دسہ کرتے ہیں
 یہ بھی نکلی دستمن جانی مری
 دیکھی بھالی جانی پہچانی مری
 یوں ہی دل کی حسرت نکلی مری
 پس مرگ بھی سانس چلتی رہی
 صدا مرحسا کی نکلتی رہی
 شکوہ بنجہ سیم خنجر قاتل ہو کر
 زیر بار کربم خنجر قاتل ہو کر
 تو پھر کیوں آپکے ارمان میرے دل میں رہتے ہیں
 کر ایسے لطف اکڑ کو چہ قاتل میں رہتے ہیں
 یہ انداز یہ دلستانی نہیں ہے
 یری نگرہ ہوش ربا دیکھ رہے ہیں
 یہی وقت سحر روتی ہوئی محفل سے لکھی
 کھپ اموں ملتی کو چہ قاتل سے نکلی گی
 بھنور میں ڈوب کر کتنی مری کھل نکلی گی
 شکوے ہی رہے یا کو اربابِ دفا کے

ہوتے ہیں خانہ ویرانی کے اپنی تو میں باث
 ایک چلو ہی میں زندانِ عزابت میں مست
 چاہتے بنجو وحشت کا مداوا کرنا
 نگرہ مست سے ساقی تری شراب میں ہم
 جان بھی مر مر کے نکلی ہجر میں
 حشر میں وہ شکل چھپ سکتی نہیں
 ہو بکے آنکھوں سے ڈھلتی رہی
 اثر ہے یہ بیتابی عشق کا
 مرے ہر لبِ زخم سے وقتِ قتل
 عرصہ حشر میں بدام کیا دل نے مجھے
 مرنے والوں نے لیا میرے نہ احسانِ قضا
 سنی واسطہ مطلبِ عرض جب لکھیں مجھ سے
 تماشہ گاہِ محشر سے مری دل بستگی کیا ہو
 حسین اور بھی ہیں زمانے میں لیکن
 ساقی نہیں ہے وجہ یہ کیفیتِ مستی
 یہ شمعِ بزمِ جو جیتی ہوئی آتی ہے محفل میں
 وہ بیکس ہوں کہ میری بیکسی بہ موت بھی مری
 طلب کو چھوڑ دو رنگ میں تو مطلب اٹھائے گا
 مٹے ہی گئے اہلِ دفا راہِ وفا میں

ماشوق کے لیے ترکِ ستم اور ستم ہے
یکے ہیں نئے ستم نے بہ اندازِ حفا کے
بروندِ خرابات ہے اک مرشدِ کامل
واعظیہ کرشمے میں سے سربرا کے
ساقی ترے مینانے سے محروم نہ جاتیں
آئے ہیں بڑی دور سے ہم اس لگا کے

تاریخ انتقال فیض الملک نواب مرزا خاں داغ دہلوی

اے اجلِ انوس تو نے کر دیا
خامہ نشو و سخن کو بے چراغ
اے اجل سے کھو دیا لطفِ سخن
ہو گیا سزمِ عزایہ عیشِ باغ
سالِ حلد کا مجھے آیا خیال
گو کہ حاصل تھا نہ ہم سے انوارِ داغ
از سرِ انوس شیدا اے کھا
انتقالِ میرزا نواب داغ (راڈگا)

۱۹۰۵ء

ملاذہ شیداء ایونی شاگرد دولہا بدایونی

(۱) آباد سید بنیاد علی سہسوانی تاجرِ عطر

نورِ کلام ہو گیا ہے غم کچھ ایسا مہربان
بہ نہ جائے گا دلِ ناراز سے

(۲) بدر - منشئی بدر الحسن بدایونی

نورِ کلام وقتِ آفرین ہے میں تو پھر حلی ہے کیا
حائے اب دم نکلتے کا ماشا ا دی بکھر
لبدہ نہ لے ملے گا آج پھر طبعِ خلد ز
آہلے پاؤں کے خوش میں خارِ صحرادیکھ کر
پھر بدیم نامراری کا رونا دل میں ہے
آرزو سے وصلِ جانان پھر ٹٹی شکل میں ہے

۱۹۰۵ء

شبِ فرقت میں بھی لطیفِ نظر مجھ کو محال تھا
نصرتِ بکری نہ رہی کہ تیرے مقابل تھا
(گلدر زر مرصع - بمبئی آگست ۱۹۱۳ء)

(۳) جوش - بابو عطا احمد بدایونی محمد رتھارہ قادر چوک ضلع بدایوں

نمونہ نظام ملتی ہیں راحت کسی پہلو شبِ ہجرال
کم عجزِ بڑی سوتی ہے فرقت کا بلابھی

(۴) رضا و شوخ - منشی بین الرضا صدیقی حمیدی بدایونی خلد سنٹی

منتقاد رضا فروغ شاہ اگر دُعا بدایونی -

(میرے قلوب میں جو ہے شوخ مراد ملتا ہے)

میرے قلوب میں جو ہے شوخ مراد ملتا ہے

نمونہ کلام جو رہی جاسینوں کے اٹھنا رکھی

داغِ دل میرا فزول سرِ محلِ موتا

آپ کو شمعِ جلانے کی ضرورت کیا تھی

(۵) ریاضِ بنسٹی ریاض الدین احمد صدیقی حمیدی بدایونی - بن مبارک الدین

بن قمر الدین بن بہاؤ الدین بن نجم الدین بن محمد مکرم بن سرف الدین بن محمد الدین بن محمد ماہ

بن محمد جمیل بن عبد الجلیل بن قاضی محمود بن قاضی فتح الدین قاضی صدر الدین قاضی بدایوں

ایک ڈرامہ زیاد آپ سے یاد گار ہے -

شیخ صاحبِ کمال مسجد سے تمنا کے بعد

نمونہ کلام پوچھ لیا جائے رند دل سے تمہیں مل جاگی

میں آتا ہے دلِ زار کے ٹکڑے کر دے

جب کبارِ رحم سے قائل بن لزار کہا

بیلیاں چمکارے ہیں پھول برائے کے بعد

مسکرتے جاتے ہیں کچھ منہ سے دوانے کے بعد

مولانا حصرت، موبائی مرحوم نے نکارتِ سخن میں مندرجہ بالا استعارہ کی توفیق فرمائی

ہے پہلے دوشوہوں پر تنہا کلام اور رندی مضمون اور تیسرے شعر پر مبالغہ افراط و
مضمون کی داو دہی ہے ۔

ریاض ہاتھ کچھ ایسا لگایا قاتل نے	دبان زخم سے اب تک نہ اٹکتی ہے
وہ باتیں کچھ تو ہیں جن کا اثر ہے شمع پر اتنا	اٹھی وہ جل کے خلوت سے اٹھی رو کو محفل سے
ریاض آئے تو کیونکر حشر میں گئے مرنا تک	وہ دیوانہ تر اداقت نہیں آدابہ محفل سے
آتے ہیں تا قبر دشا دوش احباب سے ریاض	کچھ نہ کچھ عزت تو لی باروں نے مڑنے کے بعد
رہنہ غوار کو ہٹا سیلے توبہ کی تلاش	کہیں مل جائے تو مردار کے ٹکڑے کر دوں
جو ہے پر تو مرد دل بردہ تا ہے کہ شیخ	یہی بوتل مڑے مر مار کے ٹکڑے کر دوں
احتیاط توبہ لازم تھی مگر معذہر میں	ہم کو یہ بیان یا کرتا ہے پیمانے کے بعد
دک تھا آزار تھا اچھا ہوا جاتا رہا	ایسے دل کا رنج کیا جاتا رہا جاتا رہا
اس طرح بے چین دل کو ڈھونڈنے لگے میں	پوچھتا ہے بر حین گھبرا کے کیا جاتا رہا
یہی صورت پر ترس کیوں دشمنوں کو لگ گیا	تیرے صدقے کیوں وہ انداز چھٹا جاتا رہا
دست شفقت اس طرح اگر نہ نہ پھر ریاض	بیمکر یادِ خدا میں جھومنا جاتا رہا
سرگرائی آئی کی دیتی ہے ہمو کچھ پتہ	دلت بھر گردش میں پیمانہ تھا پیمانے کے بعد
جذبہ عشقِ صداقت لیش کا دیکھا اثر	تمہ کیسے ہو گئی خفا میں پرانے کے بعد (علم محلی)

(۶) شوقِ قاضی موصوف حسین صدیقی حمیدی بدایونی

مرزا فتح الملک کے مصاحب تھے اس زمانے میں نواب کلب علی خاں اور مرزا داغ کا عرصہ ۔
 تک ساتھ رہا تھا یہ تعلقات نواب صاحب نے ساری زندگی نبھائے رام پور میں کم و بیش
 چالیس سال قیام رہا نواب کلب علی خاں کے انتقال کے بعد جنرل اعظم الدین خاں سے ان کی
 نہ بنی اس وجہ سے دہلی چلے گئے اور مختلف شہروں کی سیر کرتے رہے آخر ۱۸۸۸ء میں حیدرآباد
 گئے ۱۸۹۱ء میں سرفہارانی حاصل ہوا اور نواب محبوب علی خاں والی حیدرآباد کے استاذ
 مقرر ہوئے اٹھارہ سال حیدرآباد میں نہایت عزت و آبرو سے زندگی بسر کی چار دیوان
 یادگار ہیں ان میں گلزار داغ اور آفتاب داغ رام پور میں چھپے تھے ان میں عجب دکھائی اور
 آفرینی ہے ان دیوانوں پر رام پور کے شاعرانہ ماحول کا اثر غالب ہے حضرت سائیدانی مرحوم
 کی تحقیق کے مطابق رام پور میں مذاب داغ نے حضرت نظام رام پوری سے استفادہ کیا تھا ۔
 شہزی ذرا بد داغ بھی رام پور میں چھپی تھی اس میں کلکتے کی ایک طوائف میاں سمنگھن سے
 حجاب سے عشق کا انشاء ہے ۔ ان کا تیسرا دیوان ہتھاب داغ حیدرآباد کے قیام کا نتیجہ
 ہے اور وہیں چھپا تھا چوتھا دیوان داغ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے لائق شاگرد مولانا
 احسن مارہروی نے شائع کیا تھا حضرت داغ بڑے قادر الکلام شاعر اور جملہ اصناف
 سخن پر قادر تھے ۔

نہ کلامِ عذرائے میں بھی ہے اور بلاتے بھی نہیں	باعثِ تزلزلِ بلات تاتے بھی نہیں
کیسا پردہ ہے کہ چہن سے لگے بیٹھے ہیں	صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
نازدوالے نیاز کیا جانیں	سوزِ نہ کینہ ساز کیا جانیں
کب کسی در پہ جبرِ سائی کی	تیغِ صاحبِ نماز کیا جانیں
حضرتِ خضر جب شہید نہیں	لطفِ عمرِ دراز کیا جانیں

جو گزرتی ہے داغ کے دل پر
 غبار آلودہ ہیں پائے حسائی
 دردمندوں سے کہیں ضیاعِ حال ہوتا ہے
 پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
 آگئی آپ کو مسیحائی
 ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی
 عاشقی سے ملے گا اسے زاہد
 بتوں کے کوچے سے ہم دلفکار کے چلے
 رنجِ روشن کے آگے تسبیحِ مکمل رکھتے ہیں
 کیا ہے جرمِ وفا صرتِ سرا کے لیے
 کہے کی ہے ہوس کبھی کوئے تنہا کی ہے
 راتِ تاشکی کی تاب نہیں
 خط میں لکھے ہوئے بخشش کے با آئے ہیں
 آج راہی جہاں سے داغ ہوا
 جب پاؤں تھکے تو جستجو کی
 تلامذہ داغِ دہلوی

(۱) حضرت احسن مارہروی دیکھئے صفحہ ۵۲۲

(۲) آرزو۔ منشی محمد علی خاں بدایونی شاگرد استاد ذوقِ دہلوی جناب

داغِ دہلوی۔ دیکھئے صفحہ ۴۳۶

(۳) برق و منظور. منشی منظور احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۶۱ء ۱۹۱۸ء

حلف شیخ شجاعت اللہ بن رفعت اللہ بن محمد اعظم بن بہاء الدین بن ابوسعید بن عبدالرزاق
 (مذکورہ فوت معین بدایونی ابن عبد الجبار بن عبد السمیع بن قاضی عبدالوہاب جناب سرور
 شکوہ آباد میں مختار تھے۔ اگر لغت کہتے تھے مولف خمدانہ جاوید فرماتے ہیں کہ آپ نے طبیعت
 توجہ و تیز پائی تھی۔ ارستاد کی تعلیم اصلاح سونے پر سبھا گا ہو گئی۔

میر کاظم تمام شب غم وقت سے بے قرار رہا
 دل بھی دیا جگر بھی دیا جانِ ناز بھی
 بلائے ہجر سے ضبطِ نفساں سے
 یہ ہے راز و نیازِ حضرتِ عشق
 بیان کرنے کو بلبلِ مٹی زبان ہو
 آیا جہاں میں آتے ہی حسنِ بیاں نظر
 درویشِ فکری ہیں دل سے
 ہر وقت شوقِ جلوہ دیدار ہی رہا
 عاشق وہ کیا قضا کی جیسے آرزو نہ ہو
 ڈھونڈنے دل تری محفل میں چلے آئنگے
 درخانے کو چھ لے دیے افسانے کو ہے
 دھندلے دل سے ہوائے اجل یہ انقلاب
 اب ملے دیکھئے منظورِ ساقم گشتِ کہاں

خیالِ زلفِ من ساپنوں سے چکڑ چار رہا
 ہم نے تو ترے عشق میں سہ کچھ لٹا دیا
 مصیبت میں جگہ امتہ میں جان ہے
 کسی کا سر کسی کا آساں ہے
 عجب دیکش ہماری داستاں ہے
 ہم پہلے ہوتے آئے سے بیہوش ہو گئے
 گلے مل مل کے رہے تامل سے

موسیٰ کی طرح طالبِ دیدار ہی رہا یا پیار
 نقل میں جا کے جان نہ دے سرِ خرقہ کو
 کافی آئے کو ہمارے بہ بہانہ دل کا
 آرزوئے کیلئے وہ بے نقاب آئے کو ہے
 آشنا ہر دوں میں ہوں نا آشنا ماروں میں ہوں
 ایک مدت ہوئی دیوانے نے گھر چھوڑ دیا ہر پیل

کیا شکوہ ایسے دل کا جو بے اصرار ہو (۱۸۸۷)
 ساتھ لیکر دل مضطرب کو سہارے ہوئے (۱۸۸۸)
 ہماری آرزو کیا مدعا کیا
 کوئی اراں دل میں رہ گیا کیا (۱۸۸۹)
 چلے حسرت بھرے ہم نوحہاں سے
 بلا آئی ہے تازہ اسماں سے (۱۸۹۰)
 ہمارے عشق سے ناآپ کا بلند ہوا
 جو اسکا قصہ ہجران بھی ناپسند ہوا (۱۸۹۱)
 دل کا لے لینا اسی بات ہے
 داود حشر سے محشر میں شکایت کیسی (۱۸۹۲)
 آکر سوتے حراب جہان حراب میں
 آئینے کے سبب سے ہیں دونوں محراب میں
 قابو چلے تو غلہ ہی دیدیں شراب میں
 منہ پھیر لیا مرے برابر سے نکل کر
 کیوں جائیں کہیں کو چم دلبر سے نکل کر
 ابتداء کچھ بھی نہیں ہے انتہا کچھ بھی نہیں
 میوفا سے دل لگانے کا کچھ بھی نہیں
 جس میں ہوا انکار و اقرار ہے دیکھو
 بخودی میں اس قدر ہشیار ہے دیکھو

پاتے جسے حسین اسی پر نشان ہو
 میرے پہلو سے اٹھے تھے تو نہیں لازم تھا
 سوا اسکے کہ تم پر جان دے دیں
 کھٹکتا ہے جواک کا نشان ہر دم
 کریں یغول سے وہ الفت بھی لکیر
 ہمارے واسطے منظور ہر دم
 جیسی تو حسن کا چرچا موزانے میں
 تمہارا شیفہ دلدارہ کیا نہیں منظور
 ان حسینوں کی کچھ ایسی گھات ہے
 قصہ عشق تو دنیا میں ہوا رفت و گزشت
 گردش میں ہیں کبھی تو کبھی اضطراب میں
 عکس ان سے منفصل ہے تو وہ عکس سے غفل
 ایسے جلے ہیں حشرِ ناصح سے رند برقی
 اندازِ جفا راستہ چلتے بھی نہ چھوڑا
 جنت کی تمنائے نہ حوروں کی تمنا
 ان بتوں کی ہے دفا خواب پریشان سربر
 خوب دیکھا دردِ زلفت کے نوا کچھ بھی نہیں
 وعدہ رد و جزا اے یار رہنے دیجئے
 لن ترائی کی میں سن لو ایسے کا لوں صدا

عشق صادق چاہتے ہوئے میوا بہت پرست
امیاز کا درمندر رہنے دیجیے ^{۱۹۹۰}
بادشاہوں کے لیے چاہتے جاہ جہشید
خالساروں کے لیے جاہ سفال چاہے
(۴) برق منشی بری شکر سہنائے سر لواتو ^{۱۸۶۲} ۱۹۳۱ء

خلف منشی بلدیو سہائے لکھنوی ملازم بروائی۔ اصول اقلیدس پر ایک رسالہ شائع کیا تھا۔
نور کلام حفاظ کا کچھ بھریکھا لگا ہتھوں سے تم کو کہ ہم میں صانع قدرت کی قدرت دیکھنے والے
الدر سے بچی دی کہ قصور میں یار کے تصویر یار ہی سے ہم آغوش ہو گئے
تاؤں قصہ مستحکم کی گر تم سنی میری دکھا دوں ردِ دل تم کو اگر دشت نام ہو
(ریاض سخن ^{۱۸۹۶} خم خانہ جاوید ص ۵۶۸)

(۵) برق منشی مہاراج بہادر رومہ دہلوی۔ حضرت داغ دہلوی اور
ایکے شاگرد رشید خاں آغا شاعر دہلوی کے شاگرد تھے دیکھتے صفحہ ۵۶۳

(۶) بے چین قاضی عبدالحی صدیقی حمیدی ساکن قاضی ٹولہ بدایوں دیکھتے صفحہ ۵۶۴

(۷) بیخود مولوی عبدالحی صدیقی حمیدی بدایونی شاگرد حضرت دار

دہلوی و مولانا حالی پانی پتی دیکھتے صفحہ ۵۶۴

(۸) شاقب۔ مولوی نجم الدین عباسی بدایونی شاگرد حضرت داغ دہلوی

جناب طہیر دہلوی۔ دیکھئے صفحہ ۲۳۹۔

(۹) جلیل۔ مولوی محمود حسین ساکن مرحوم تریہ بدایوں شاگرد حضرت داغ

دہلوی و جناب امجد بدایونی دیکھئے صفحہ ۵۰۲۔

(۱۰) حسن۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی دیکھئے صفحہ ۱۳۶۱۔

(۱۱) حیرت۔ مولوی سید عنایت اللہ لقوی بدایونی شاگرد حضرت

راق بدایونی و جناب داغ دہلوی۔ دیکھئے صفحہ ۲۶۔

(۱۲) رضا۔ قاضی عنایت رضا صدیقی حمیدی بدایونی دلیل شاہ جہانپور

شاگرد حضرت ذاق بدایونی و جناب داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۶۸۔

(۱۳) رسا۔ منشی حیات بخش بلند شہری ثم رام پوری دیکھئے صفحہ ۲۲۱۲۔

(۱۴) سرخا۔ منشی سخاوت حسین شاہ جہانپوری شاگرد عطا شاہ جہانپوری

ماہر فرخ آبادی و داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۳۵۔

(۱۵) سیماب۔ منشی عاشق حسین اکبر آبادی دیکھئے صفحہ ۵۹۱۔

(۱۶) ضیا۔ ابوالحسنات مولوی ضیا محمد صدیقی متولی بدایونی برادر

رد حضرت عطا بدایونی۔

نیز کلام لیلی کیلئے چاہیں مجنوں کی لگا ہیں
 نہ جیسے کاہنا ہے نہ مرے ٹھکانا ہے
 ہاں میں ترے دیدار کی حشرِ زہبت ہے
 چمن چمن کے حسن آنا ہے ہاں لقا سے
 آئینے میں دیکھ مری جاں میری نظر سے
 ہوئی ہے عشق میں مٹی مری بر پار کیسی
 موشی کی طرح ہم کوئی دعوئی نہیں کرتے
 پردہ نشین کا حسن تو پردہ نشین نہیں

(ختم خانہ حادیہ جلد چہارم - احباب شملہ ۱۸۹۱ء راجن سنگھ مارہوٹہ ۱۸۹۴ء)

(۱۷) ظہور منشی محمد ظہور صدیقی حمیدی بدایونی غمار شکوہ آباد برادر خباب

رق و منظور بدایونی -

نیز کلام طبریتم کو کبھی سودا ہوا کیا
 مریضِ عشق ہوں میری دوا کیا

(۱۸) عزیزہ منشی عزیز احمد خاں ادھیانی صلح بدایوں معنف مجرم کلام لہر در

تاریخ وفات داغ دہلی

اسکے لب دہلی کی وہم تھی آفاق میں
 دم سے اسی کے تھی بس رونی بزمِ جہاں
 اس کے تراؤں سے تھا غنچہ دل باغِ داغ
 اٹھتے ہی اسکے ہوئی بزمِ جہاں بے چراغ
 آنی یہ دل سے نہا بائے صداغوس داغ
 (یادگار داغ) ۱۱۰۲۲

(۱۹) ظہیری حکیم حافظ سید ظہیر احمد سہوانی شاعر و خباب داغ دہلی

حضرت مذبذب بدایونی دیکھئے صفحہ ۴۹۱

(۲۰) غنی۔ منشی عبد الغنی خاں خلف مولوی محمد صادق خاں بدایونی زمیندار عوف

بھرتو و ضلع بدایوں۔

نورۃ کلیم کیا حال پوچھتے ہو تم اس کو گنا غرض
اس واسطے آتے ہیں عبادت کو ہماری
سینکڑوں پائمال ہوتے ہیں
فرسنگ مرے مرنے کی بولے
پچا ہے حال جو ہے دل بیقرار کا
دیکھیں یہ دم نزع کیے یاد کریں گے
آپ کی چال کیا قیامت ہے
غنی کیا آدمی تھا۔ مر گیا کیا؟

بدایوں
زمیندار

(۲۱) فانی۔ منشی شوکت علی خاں بدایونی دیکھئے صفحہ ۶۲

(۲۲) فرحت۔ منشی فرحت اللہ تلہری دیکھئے صفحہ ۲۵۷

(۲۳) کیف۔ مولوی اسرار الحق دیکھئے صفحہ ۸۹۸

(۲۴) مبین۔ مولوی محمد متین صدیقی متولی بدایونی دیکھئے صفحہ ۷

(۲۵) نوح۔ سید محمد نوح ناروی دیکھئے صفحہ ۶۰۱

(۲۶) وجہ۔ مولوی غلام غوث عباسی بدایونی شاگرد جناب

مذاق بدایونی و حضرت داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۴۸۰

مولانا احسن مارہروی -

احسن . مولانا سید شاہ علی احسن زیدی بلگرامی مارہروی ۱۸۶۹ء - ۱۹۰۹ء

خلف سید شاہ مجتبیٰ احسن بن شاہ سید محمد حسن بن سید شاہ امیر بن سید شاہ فیض بن سید شاہ اما .
عرف شاہ گدا بن حضرت سید شاہ نجات اللہ صاحب قدس سرہ خلف حضرت صاحب البرکات
سید شاہ برکت اللہ صاحب حقیقی و پیغمبر مارہروی قدس سرہ . آپ سرکار خود مارہرہ کے سجادہ نشین
تھے . علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر تھے . رسالہ فیض الملک کے مالک اور باب نشر
جلوہ داغ یا دگار داغ . مکتبہ داغ وغیرہ کئی کتابوں کے مولف و مصنف تھے . آپ
جناب داغ کے بڑے محبوب شاگرد تھے . اردو زبان کے نامور محقق اور شاعر تھے مارہرہ
میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے .

نور کلام ہلال آسمان میں جا بہشت کے دروازے
کون سے دینا میں ناکام تھا وہیں
یہ عدم کے جاننے والے عجیب بے فکر ہیں
خبر کو بھی حشر تک مرنے کا ایوان رہ گیا
کوئی خاک ہے دلس کا کوئی نقشہ پر ہوا
توبہ کے لیے زائد بڑے غزل میں ہے
چلتے دینا سے سارا ساز و سامان رہ گیا

تلامذہ مولانا احسن مارہروی شاگرد مرزا داغ دہلوی .

(۱) ابر گنوری بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۲۳

(۲) افتخار . سید افتخار حسین سبج بدایولی .

نور کلام افتخار آج بہت خوش نغمہ آئے ہیں مجھے
(۳) جامی بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۳۶

(۴) شاد بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۵۶

(۵) راز احسن ہمسوائی بدایونی دیکھئے صفحہ ۵۶۰

(۶) عروج زیدی بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۶۳

(۷) عشرت ہمنشی عشرت علی خاں بدایونی مقیم بمبئی -

(۸) محکم بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۶۰ عشرت قطریہ دریا نر فنا بوجا

(۹) مست کنوری - دیکھئے صفحہ ۵۶۰

(۱۰) خنجر سید عالم نقوی مارہروی ثم ہمسوائی عربی اور فارسی کے جید عالم تھے -

یہ کلام جس صراح کو چھوٹا مرنے وہ پیاز بی جو تھپا سے مرنے لگا یہاں وہ عالم جم ہوا

(۱۱) جگر سورونوی ہنسی صحت حسن - کن قلعہ سروریں صلے اپنے حال سکن ہوا

نکلام

نلامذہ جگر سورونوی شاعر حضرت احسن مارہروی

(۱۲) عظمت ہمنشی عظمت اللہ بدایونی دلہر مطارد اللہ خاں - کن کھدہ سرے نوبہ ایلوں
عزیز سلام - حق پرستہ نے پورا ایمان سے - تہ میوں میں رے جھٹے ہیں

(۱۳) مشتاق بدایونی منہج مشتاق حسین خاں خلف غایت حبیبی خاں - کن
معلہ رائے نوبہ ایلوں

نکلام یہ باتیں راز کا نا صحر اہل دل سمجھتے ہیں وہاں زندگی بجا ہے کہ جو غارتگر ہاں ہے

(۱۲) نکلام

ابرنگوری شاگرد احسن مارہروی

منشی احمد بخش ولد بنی بخش گنوری بدایونی ۱۸۹۸ء تا ۱۹۶۳ء

وطن گنور ضلع بدایوں تھام کا پورہ درام پورہ سیخا شاہ جہانپوری کے شاگرد ہوئے آفریں مولانا احسن مارہروی کا تعلق اختیار کیا یا پنج دیوان ان سے یادگار ہیں پہلا دیوان غزلیات موسومہ یکینے مطبوعہ رام پور ۱۹۵۲ء دوسرا دیوان قرینے مطبوعہ ۱۹۶۳ء تیسرا دیوان شبینے شمل برجمدو نعت مطبوعہ ۱۹۶۸ء چوتھا مجموعہ نظم موسومہ سینے مطبوعہ ۱۹۵۳ء یا پخواں دیوان خزانے ان کے علاوہ تین چار جلدوں موسومہ "میری املاحیں" میں اپنے تمامہ کاتعارف اور ان کے کلام پر اپنی املاحیں تحریر کی ہیں۔ اپنے وطن گنور میں قتل ہوئے آپ ماہنامہ احسن رام پور اور دہشتا نے تعلیم دہلی کے مدیر تھے۔

اب دلو تاجے کہاں جوش تما دیکھیں
کعبہ دیکھیں نہ ترانشہ کعبہ یاد دیکھیں ۱۹۳۶ء
وہ بھی ان دو بتے ماروں کا تاجا دیکھیں (شاہد بیرون)
کہ سن ہوئی ہے اب سالن پر دیوار زندہ کی ۱۹۴۳ء
بڑھے جا رہے ہیں مگر جانے والے ۱۹۴۹ء
آپ گم ہوئے رہے تیرا تہ پوچھا کئے گنوار شمل ۱۹۵۳ء
جب کوئی نام نکال لیتا ہے تیرا حال نہیں جگہ انور ۱۹۵۸ء
باس سے ساحل کوئی نکلتا ہا ساحل مجھے شہادہ کرب ۱۹۶۰ء
اس شام تیرا ہی کی سحر ہو کے لبے گی
تبدیل زمانے کی نظر ہو کے رہے گی

نہ کلام یاس و امید کے طوفان میں تاجہ نظر
ہے دورا ہے مجھ کشمکش اہل نظر
بہ چلہ آفری آنسو بھی مری آنکھوں سے
مری دیوانگی ان نہ لون مکا آئے پیچی
رہے سنتے اور خطرے ہیں لاکھوں
اپنے دیوانوں کا دوقب جتو مجھے پوچھ
باوجود ترک الفت اب بھی تمار بط سے
دیدیا ہمت نے ساحل کے قریب اگر جا
دنیا سے ستم زبرد زبرد کے رہے گی
۱۹۴۵ء انھیں کی نمرور پہ دلت کی نگاہیں

نائبِ تعلیم ستم بہ کر اگر فریاد کرنا ہی بناوٹ ہے گزشتہ عظموں کی یاد کرنا ہی بناوٹ ہے
اعلانِ نیکو زبان سے شکوہ بیدار کرنا ہی بناوٹ ہے غلامی سے وطن آزاد کرنا ہی بناوٹ ہے
۱۹۳۶ء
ترجمہ میں فخریہ اعلان کرتا ہوں کرباعی ہوں

تلامذہ ابرگنوری

(۱) انیس بنشی انیس احمد گنوری ولد حکیم شاہ محمد ولادت ۱۹۲۶ء مدرسہ قادریہ
بدایوں میں درسیات اور طبیہ کالج علیگڑھ میں طب کی تعلیم حاصل کی بقول ابرماحب لکھتا ہے کہ میں
نور کلام حق نہیں جب چمن بہمنسا انیس تذکرے پھر چمن میں ہمارے ہیں کیرن
ہزاروں آرزوئیں زندگی کسم محنت تجھ سے ہیں بے حد فحل ہم
گرداب بھی فحل سا ہے وجہ بھی منفعل طوفان سے جو پھلے سینے نکل گئے
(میری صلاحتیں)

(۲) افضل بنشی افضل حسین ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

(۳) بدر بنشی بدر الدین الفصاری ولد خدا بخش ساکن اعلیٰ پور ضلع بدایوں

ولادت ۱۹۰۸ء بمقام لاہور وہاں اساتذہ میں شمار ہے۔

نور کلام حتیٰ مری دیرینہ ساتھی میری راہ جستجو میں پلٹ آیا جہاں منزل نظر آنے لگی

(۴) بہار بنشی جلیل احمد ولد قاضی محمد احمد دفا ساکن بدایوں ملارم ریلوے

کوٹہ راجستھان بھارت ولادت ۱۹۳۲ء جناب ابر لکھتے ہیں کہ آپ نے سرعت سے ترقی

کی بہت غور فکر سے شو کہتے ہیں۔
 نثر کلام یہاں بیگانہ الفت ہے انسان
 خداجانے یہ کسی سرزمین ہے
 دوستوں پر ہے دشمنوں کا گماں
 یہ جہاں دوستی کا دشمن ہے

(نثری اصطلاحیں)

(۵) منشی صاحب بر علی دلِ محافظہ اشتیاق علی ساکن گنڈہ ضلع بدایوں انچارج
 مکتبہ جامعہ دہلی ولادت ۱۹۱۳ء نظموں میں ترقی پسند نظر رکھتی ہے غزل بہت پختہ اور
 بلند کہتے ہیں۔

نثر کلام نظریں مل کر جھک جاتی ہیں
 افسانے کے پیار کا عالم (دیوانہ)

(۶) تسین منشی عبد الباری بدایوںی

نثر کلام

(۷) ذکی منشی ذکاء اللہ صدیقی ولد فیض اللہ ساکن بدایوں ولادت ۱۹۲۴ء

نثر کلام جسے راہِ طلب میں ٹھوکریں کھانا نہیں آتا
 اسی انسان کو ناکام تمنائیں نے دیکھا ہے (دیوانہ)

(۸) سین پی پی۔ ڈاکٹر خلیل الرحمن ولد مولانا حبیب الرحمن ساکن

گنڈہ ضلع بدایوں استاد جامعہ ملیہ دہلی ولادت ۱۹۱۲ء مصنف مجموعہ کلام موسومہ خلش مطبوعہ
 ۱۹۶۳ء کلام میں ترقی پسندانہ رجحان ہے یہ مکتبہ ۱۹۶۵ء

نثر کلام زندگی ہے مسلسل نیا تجربہ غیر ممکن بھی سبھی ممکن یہاں
 دل کی تباہیاں وقت میں کم ہوئیں تو ترقی صحت کو بھی تار آگیا (دیوانہ)

(۱۳) منشی محمد متین خاں ولد محمد امین ساکن بسوی ضلع بدایوں ہلام

ریلوے ہسپتال مصنف مجموعہ کلام "نالبغا اختیار مطبوعہ ۱۹۵۹ء
 ہمزہ کلام اسے اہل مشن سوچ سمجھ کر اٹھیں قدم
 اسے متین انکی رضا پر ہے مرسلیم خم
 کانٹے بچھے ہوئے میں محبت کی راہ میں (یہی اہل مشن)
 حادثات زندگی کا کوئی جھکوم نہیں

(۱۴) ملک ہندی۔ منشی ضیا علی خاں ولد ناظم علی خاں بدایونی ولادت

۱۹۱۳ء۔ مصنف افسانوں کا مجموعہ "کلیاں اور کانٹے" مطبوعہ (۲) حرایٰ حر اسی حال اور
 نو کلام نظر بیچا نہا ہوں نا خدا کی
 سینہ نذر طوفان کر رہا ہوں (یہی اہل مشن)۔

(۱۵) رضی۔ منشی رضی اللہ بدایونی آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا۔ دیکھو صفحہ ۵۳۵

(۱۶) عزیز مولوی عزیز اللہ خاں ساکن اسلام نگر ضلع بدایوں۔ مدرس مدرسہ

سلامیہ اچھترا ضلع آگرہ
 کلام تیب غم جبرٹھے گا دل تقویٰ لگائینگے
 تمہیں نے درد بخشا ہے تمہیں سے ہم دوائینگے (یہی اہل مشن)

(۱۷) رشک۔ منشی عبد الواسع بدایونی مقیم کراچی۔

کلام کچھ ایسے وقت اسیری کا سونہ گزرا
 بہار رونی مسلسل گلے لگا کے مجھے (یہی اہل مشن)

(۱۸) قدر۔ منشی عبد القیوم بدایونی۔

چرخ کی کوئی خطا ہے اور کچھ انکا قصور
اپنی قسمت میں تھا ہذا عمر بھر دیا کئے (دیگر اہل)

(۱۹) قدسی ہمنشی محمد اسحق بدایونی مقیم پاکستان

ہنو کلام کیسا شکوہ شکر کے سجدوں کا موقع آیا
دردِ جبِ بخشا کہ سمجھا درد کے باطن مجھے (دیگر اہل)

(۲۰) مفطر ہمنشی اشفاق حسین بدایونی مقیم پاکستان

ہنو کلام مدے طے ملال ملا داغِ دل ملا
نچھو طفیلِ عشق میں کیا کیا نہ مل گیا (دیگر اہل)

(۲۱) شیدا ہمنشی عبدالماجد ولد عبدالرزاق بدایونی ولادت ۱۹۳۲ء

ہنو کلام پیچ بتا کیا خبر اس کی تجھے اب تک نہیں
اک عذابِ مستقل ہے زندگی تیرے بغیر (دیگر اہل)

(۲۲) تابش ہمنشی ارمان احمد عرف طریقت حسین غلت ابر گنوری

ولادت ۱۹۲۶ء ملازم رضا ٹکسٹائل مل رام پور ۔

ہنو کلام رحمتِ بقدرِ معیارِ محشر میں ہے نایاب
جتنی ہوئیں خطائیں اتنی ہوئیں عطائیں (دیگر اہل)

(۲۳) صفدر ہمنشی صفدر علی ولد چودھری اصغر علی گنوری پیشہ زمینداری حال

مقیم پاکستان بانی رسالہ نگارہ پاکستان ۔

ہنو کلام عبارت کی مالش سے دیا کاری ہو گئی ہے
جہاں نفس کا نقشہ بدل ڈالنا کاروائی (دیگر اہل)
تو خود بڑھکر مرے قدموں کو ہمارا فراموشی

(۲۴۱) شاد بشتی محمد صالح ولد کلیم الدین ساکن ککراہ ضلع بدایوں ولادت

۱۹۲۶ء مصنف دیوان اول رازیات مطبوعہ دیوان دوم غیر مطبوعہ
نیز کلام جب تمنا دی تو تکمیل بنا کیجئے ہو سکے تو اب مکمل دل کا سوا کیجئے (دیوان ص ۱۱)
آپ کی تکریمیں احمد سان حسن بنایوں فی اس ولادت ۱۹۱۱ء خواجہ ابو بکر ہاشم نوشا ہیں۔

(۲۵) پریم۔ ڈاکٹر آدم پرکاش ساکر کلراہ ضلع بدایوں پیشہ ڈاکٹری

نیز کلام انتہائے غم نے اس عالم میں پیدا کیا پریم
ان کے آگے میرے جیسے کا سوال ہی کیا ایڑی سلا گیا

(۲۶) پیام۔ پروفیسر شفیع احمد خاں ککراہی استاد مسلم کالج بدایوں ہتل

جناب ابرگوری دست ذہین اور طبع آدمی میں اور کافی اچھا شوکتے میں آئے ہیں۔ دست ابرگوری اسے
احمد بنایوں علامت ۱۹۵۱ء مصنف محمد سعید دھرم پورہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۱ء میں ایم اے کیا بدایوں ۱۹۵۱ء اور
مکتوب منظوم بنام زلا اور فگار ۳۲ ستمبر ۱۹۵۱ء احمد بنایوں لاہور ۱۹۵۲ء مصنف محمد سعید دھرم پورہ
ڈاکٹر درویش نے لکھا ہے اس آپ کا
بوتل میں رکھ کے شربت دیدار بھیجئے

نیز کلام غزل بات

یہ باغ دہر بھی قصہ شادی و غم ہے کہ پھول ہنستے ہیں شبنم کی آنکھیں سرم ہے
تری دکا دکا بھی کتنی ہے انقلاب انگیز ابھی تو دل پہ گان تھا کہ بیلے غم ہے (دیوان ص ۱۱)

(۲۷) قمری بشتی سجاد حسین بدایونی حال یتیم کراچی باقی رسالہ زینت کراچی

ب ابرگوری کہتے ہیں آپ ترقی کے درج طے کر کے بلند پایہ شاعر کہنے لگے۔
میرم کبیر طرہ جلوس کا وہ انداز نہیں ہے کیا دہر میں اب کوئی نغمہ باز نہیں ہے (دیوان ص ۱۱)

(۲۸) عرشِ منشی صاحبِ رحیم بدایونی حالِ یقیم کراچی جماعتِ اسلامی سے وابستہ

ہیں بقول جناب ابرگنوری شہبہت اچھا کہتے ہیں۔

نورِ کلام فریبِ دل میوار اللہ اللہ ترا بے سبب انتظار اللہ اللہ
مسلم میں جنت کی رنگین بہاریں مگر وہ ترا رہ گزار اللہ اللہ (یہ اصل)

(۲۹) افسرِ منشی افسر علی ولد انتظام الدین لنوری حالِ یقیم کراچی بقول جناب

ابرگنوری کلام میں پختگی ہے۔

نورِ کلام اب مر مایں پہ روزا بھی ہے پھٹا بھی ہے میں نہ کہتا کہ الہ اک دن انقلاب آنا بھی ہے (یہ اصل)

(۳۰) نکبتِ منشی محی الدین ولد کلیم الدین بدایونی حالِ ملازم کراچی بمعاری غزل

کہتے ہیں۔

نورِ کلام دفنِ اس خاک میں ہے جو ناکام غم سے لبریز جام تھا اس کا
ہر ستم پر خوشی یہ ہم بے زباں عربِ عام تھا اس کا

(۳۱) ضیا۔ منشی ضیا علی خاں بدایونی ملازم کلکڑی بقول ابرصاحب بسند

شعر کہتے ہیں۔ ایک ضخیم تاریخِ بدایوں نہایت تحقیق سے لکھی ہے۔

نورِ کلام ملاتے ہی نظر ہر ایک دل سینوں میں بسا تھا نگہ سے کام جو تم نے لیا غم سے مشکل تھا
اسیرِ رنج و غم تھکوا کیا کیا سوچ کر تم نے کہیں حرمِ محبت بھی سراپے نہ کیا بل تھا دریا اصل

(۳۲) خمار انصاری بدایونی
 نظر کی ایک منٹش سے رہنمائی اور گنتی ہے (شاعر و شاعری)
 نئی ہے کچھ عجیب ترکیب تیرا لہجہ کی بیوں کے

(۳۳) رمز منشی منظر الاسلام ولد عبد السلام گنوری ولادت ۱۹۱۲ء دہلاد

جانب مست احسن گنوری بقول ابرہ صاحب نہایت پختہ اور بے عیب شعر کہتے ہیں۔ شاگرد سخا
 شاہ جہانپوری و ابرہ گنوری۔

نومکلام یہ کیا وحشت ہے کیوں لب زندگی کی بات کرتے ہیں
 ہزاروں غم ہیں جسکے سراپے کی بات کرتے ہیں (یہ اصل میں)

(۳۴) نہایت گنوری حلف ابرہ گنوری ملازم پیالہ

نومکلام سوچے تھ چن داغ کسی دن جواب دے
 اں کو لگتے بیٹھے ہیں اپنے بگڑے ہم (یہ اصل میں)

(۳۵) نہرت منشی منظر علی صدیقی حمیدی میقم کراچی ولادت ۱۹۲۲ء پیشہ مدرسہ

نومکلام خال خال ہوتے ہیں دہریں دفاطینت
 ہر نظر محبت کی راز داں نہیں ہوتی

(۳۶) شرر منشی عباس علی خاں گنوری شاگرد ابرہ گنوری ۱ ڈیپٹر

خباہ شرر علی گڑھ۔

نومکلام اں سے پوچھو عشق ہے کیا عشق کی لذت ہے کیا
 مرے دل میں جلوہ ہیں پنہاں کسی کے
 عمر بھر جو درد برد کی ٹھوکریں کھایا کئے
 اہم سراہم ہر طور پر جانے والے
 مرے او خودی سے گزر جانے والے
 (گفتار تشکیل علی گڑھ ۱۹۳۸ء)

(۳۷) فلک بنسحق محمود احمد گنوری شاگرد ابر گنوری

گفتار شکر علی شاہ ۱۹۶۲

مؤلف کلام حبیب و داناں سے گریاں سے کبھی الجھا گئے ہم نے سامانِ وقت دل کیلئے پیدا کئے

(۳۸) نسیم ڈاکٹر احمد حسین گنوری بدایونی ولادت ۱۹۶۶

مؤلف کلام کہیں سے ذکر گوشت کا کہیں سے روح کا کہیں سے قد کا کلام لہر کد تہ سے ایک نسبت محمد کا

روہ پاک حضرت کے دوسرے اصناف میں جناب ابر گنوری کے تلامذہ کی تفصیل درج

ذیل ہے ان کا ذکر متعلقہ ضلع کے شعرا میں ہو گا	۱۵۴۲	۲۲۰۱	۲۲۵
ضلع مراد آباد	ضلع بریلی	ضلع بجنور	ضلع رام پور
اقبال بھارتی	حاجہ بریلوی	تبسم ہندوڑی	سید صیل میاں رام پور
تسلیہ احمد فہمی	محمد احمد ساحر بریلوی	عرواح شیر کوٹی	فرید صدیقی
غنایت حسین تاناوی	رذی بریلوی	رفیق سید ہاروی	فروغ رام پوری
جذبی وارثی	جنم آنولوی	سعید بجنوری	اونج رام پوری

ضلع داد آباد	ضلع بریلی	ضلع بجنور	ضلع رام پوری
چند مراد آبادی	دھکار بریلی	سمس سیوہاری	بجر رام پوری
قربانہ بنگو شمر مراد آبادی	مختار باشتی آنولوی		قدیر رام پوری
نیازی امر دھوی	ساحر شمانی بریلی		تسیم رام پوری
عادل مراد آبادی			سلطان رام پوری
باشتی بھیرلوی			عزیز رام پوری
سالک بلاری			شوق اثری
سلطان محمد علی کلیم سنبلی			نیاز رام پوری
انجم سنبلی			حصین رام پوری
حیرت مراد آبادی			رہبر رام پوری
دلی مراد آبادی			حشر رام پوری
عقیل امر دھوی			رفعت رام پوری
عازم مراد آبادی			ادب حسن رام پوری
عمود ساز مراد آبادی			صبر رام پوری
ثاقب مراد آبادی			صدیق رام پوری
شہاب مراد آبادی			سوج رام پوری

مندرجہ بالا تلامذہ کے علاوہ پورے برصغیر ہندو پاکستان میں جناب ابرگنوری کے
سینکڑوں شاگرد ہیں۔ جن کی تفصیل اس کتاب میں پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔

رضی بدایونی تلمیذ جناب ابرگنوری

رضی ہمنشی ضی اللہ بدایونی۔ ملازم مدرسہ استاد دہلی۔ مصنف مجموعہ غزلیات
چراغ رنگذر مطبوعہ ۱۹۵۴ء شاعری سے والہانہ لگاؤ ہے۔ نظموں کا ایک مجموعہ بھی
غیر مطبوعہ ہے۔

میر کا کلام گندہ تیرے تخیل کا نفضانہ کھشک ہے
آزادیاں ملی میں لیٹروں کے واسطے
بہا آئے سے پہلے تھی دل میں یاد بہار
انتخابِ نظم ساری دنیا زندگیاں تھے تمہارا نام سے
پہلے وطن کے کھیل جانا جان پر جنگے یہ ایک کھیل ہو
جنگے اند گری ایثار فاضی ہوں نہاں
اپنے ملک و قوم کی عظمت بڑھانے کیلئے

زمین کے بننے والوں کی ساری آسمان تک ہے
آزاد بننے والے نہیں سکے وطن میں ہم
بہا آئی تو شوقِ بہار کھو بیٹھا
وہ اخوت وہ مروت وہ چلن پیدا کر دے
ایسے ایسے نوجوان چمن پیدا کر دے
وہ لوائے ٹوہرہ طرزِ سخن پیدا کر دے
بازوؤں میں طاقتِ خیر شکن پیدا کر دے

(۱۹۴۱ء)
گلزار سخن مر تبہ رضی بدایونی مطبوعہ دہلی

تلمیذہ رضی بدایونی

دلالتور ہمنشی الزار اللہ خلف و شاگرد رضی بدایونی ولادت ۱۹۱۵ء
غاضی رضاویں پراس قدر معزور ہے
زرد پڑ جاتا ہے وقتِ شام روئے آفتاب

(۲) رضوان ہمنشی رضوان اللہ خلف اکبر رضی بدایونی ولادت ۱۹۳۵ء

نثر کا کلام سب سے دل کی قیمت اگر نگاہِ لطف کیلکھتا
جہاں تک اس سے ارزاں کوئی سودا بھی سکتا

(۱۹۶۶ء)
گلزار سخن مر تبہ رضی بدایونی مطبوعہ دہلی

جامی بدایونی شاگرد احسن مامہروی

جامی مولانا عبد الجبار صدیقی متولی بدایونی ۱۸۸۰ء - ۱۹۶۹ء خلف
حاجی عبدالقدیر بن عتیق اللہ بن مولوی محقق اللہ بن قطب الدین بن محمد مراد بن جان محمد
بن غلام محمد بن عبدالرشید برادر عبدالحمید عبد مولوی اکرام اللہ محترم۔

جواب دلاور فگار صاحب لکھتے ہیں کہ آپ بڑے نیکدل - شریف النفس - عالی خاندان
عالی ظرف اور پاکیزہ نفس بزرگ تھے اس کے علاوہ ایک بالغ نظر - پختہ کلام امد صاحب
طرز شاعر تھے عروض و فن شعریہ قدرت تھی۔ مطالعہ بڑا وسیع تھا امد نظر بڑی مکتہ رس تھی
ان کی محفل میں ادبی تذکرے ہوتے تھے محشیں چھٹی تھیں عروض کے نکات میاں کرتے جاتے
تھے۔ مجھے ان کے فیضانِ نظر اور فیضانِ صحبت سے بہت کچھ ملا ہے۔

آپ کے لائق شاگرد جناب رونق بدایونی نے بدایوں میں ایک انجمن میں غائب جامی آپ
کی یادگار کے طور پر قائم کی ہے اس انجمن نے جواب جامی بدایونی کا نام زندہ کیا ہے۔

آپ کے لائق فرزند جناب عبدالشافع ادیب صدیقی بدایونی بی۔ اے آنرز (ولادت
۱۹۱۹ء) کراچی میں مقیم ہیں۔ اور جناب صفی کھنوی کے تلمیذ رشید ہیں۔

نیز کلام جامی کفن پہناتا تو خاکِ مدینہ منہر مل دینا
ملی نجات جو آئی قصا مدینے میں گناہ ڈوب گئے موت کے پسینے میں

انتخاب ترکیب بند ظہور قدسی

ربیع الاول کی بارہویں روز دو شہید کو
ریاضِ قدس میں یوں اپنا سایہ چھڑ کر آئے
طلوعِ ہر سے پہلے رہ بگاڑ سہی آئے

رباعی نعت آئے سرکار خیر و برکت لے کر
انسان کو ملنا شرف بہ شکل انسان
دینا کے لیے دین کی نعمت لے کر
رحمت الٰہیٰ خدا کی رحمت لے کر

جواب جامی ہدایوں کی اپنے مرشد روحانی حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں
صاحب سے بڑی عقیدت تھی اور سرکار مارہرہ کی وابستگی یہ ناز تھا فرماتے ہیں۔
ما تھے یہ بے غلابی اچھے میاں کا نور
کیا خوب یہ شامت مرے خاندان کی ہے
(غزلیات) گریہاں پر مرادست جنوں نے جو گریہ
کہ بہتر اس سے یونہی گریہاں ہو نہیں سکتا
نفاہیں ہو گئیں لبوں کی لہر اے جامی
شراب پی کے جھٹک دی جو آستیں مہمانے
جنتی وہ موعظ تجلی ہوئی جاتی ہے قریب
صبح کے مارے کی صورت ڈوبتا جا رہا ہوں
بنانا کے جو نسکلیں لگا ڈالیں میں نے
چھبے ہوئے بھانپیں میں جھٹکے نعتی
جامی مینو ار کو سمجھا زمانہ پارسا
کئی تصویر تصور میں نظر آتی ہے
من ترانی سے رُخصی اور امید جلوہ
جتنی گری بُری ہے میرے نصیب لگے
تربان چشم ساقی اتنی پلا گئی ہے
نظر کے سامنے وہ بھی میں ان کے جلوے بھی
رباعی رنگ اپنا جا گیا فسوں تو بہ
بدلی ہوئی دیکھ کر نگاہ ساقی
مجھ کو بھی رہا بہت جنوں تو بہ
اب غیظ میں پی رہا ہوں خون تو بہ

تلامذہ حضرت جامی بدایونی

دیکھئے صفحہ ۵۵

۱. مناب رونق بدایونی ۳۱ دلاور ونگار بدایونی

(۳) اختر کمالی - منشی محمد اختر کمالی بدایونی شاگرد جامی بدایونی و دینی بدایونی دیکھئے صفحہ ۶۳۶

(۴) کیفی - منشی عبدالنافع ۱۹۰۴ء - ۱۹۴۲ء خلف حضرت جامی بدایونی

آپ لغت و منقبت زیادہ کہتے تھے فارسی پر اچھا عبور تھا۔

نویسٹکلام عہد طفلی مثال خواب گذشت
دائے قیمت زمانہ پیری
بہترین دور در شباب گذشت
صد عذاب و صاعذاب گذشت

۱۸۹۳-۱۹۰۶

(۵) مسعود بنشی وحید احمد فاروقی فریدی شیخو لوری برادر خاں مادر سہ محمد عرف میکو میاں ہوس بدایونی جناب مسعود بدایونی ماہنامہ لعل کے تائید و مدیر تھے آپ نے کتابیں بھی لکھا جو نویسٹکلام بے سبب دہ جفا نہیں کرتے ہر دو کچھ خطا ہماری ہے

(۶) فائق دیکھئے صفحہ ۵۴۹
۱۹۱۱-۱۹۵۲ منشی مظاہر الدین خلف منشی جلیل الدین نور عباسی بدایونی

(۷) صہبہ بدایونی - نکالتا ہوں نے راستہ زباں کے سے ۱۹۲۰
نویسٹکلام سخن میں حضرت جامی سے یقین ہے صہبہ

(۸) معراج بدایونی - منشی معراج الہی خلف مولوی الہیہ مکساکی محلہ سوتہ بدایہ ولادت

مصنف لکھا تھا کہ (۲) معراج اریا (۳) پنچہ لہذا دم (۴) گلزار مقدس (۵) گلستان حسن (۶) گلستان شہادت

حالیہ زمانہ انداز با قریب
ظہار جامی برائے

۱۹۴۳ء

منشی رونق علی خاں بدایونی - باقی انجمن منجانبہ جامی بدایونی آپ بد حیثیت

زل گو ایک امتیازی درجہ رکھتے ہیں آپ کے کلام میں آمد زیادہ اور آلود کم ہے آپ کی

نفا جملہ صحت زمان سرستی سے غزل کے علاوہ دیگر اصناف سخن پر بھی خاصی دسترس ہے

آپ نے ڈرامے بھی لکھے ہیں اور گیت بھی۔ آپ کا شمار بدایوں کے فوجواں اساتذہ میں ہوتا ہے۔

نہی کلام ہر شخص کی قسمت میں کہاں ہے غم جاناں

یہ دولت نایاب جسے چاہے خدا سے

میں نے تجھے دیکھا ہے محبت کی نظر سے

یہ بزم سے ہے یہاں فرقِ حاضرمُعام نہیں

ستم شکاری آنکھوں میں دیکھ کر آنسو

اب ڈوبنے والے کو نہیں یہ بھی سہارا

وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے آہ بھی ممکن نہیں

گزدی ہے عمر گیسوئے جاناں سنوارتے

ہوش میں آ کے کہیں راز نہ افشا کر دیں

دلوں میں جنکے محبت کا درد ہوتا ہے

کلا ہوا ہے زمانہ ہمیں منانے کو

پوچھا کسی نے جب مری بڑا دیوانہ کا حال

جنون شوق لے آیا ہے ٹھکوالیسی منزل پر

ہوا اختیار میں تو چلے جاتیں ہم کہیں

آؤ تمہیں میں بٹھ کے دیتاں بہار کو

جب پوچھنے آتا ہے کوئی حال ہمارا

اس خوف سے آنسو بھی بہاتے نہیں روتوں

ہمارے اور تمہارے غم میں کہ فرق کیاں ہے

رسائی کی تو ہے جو ترچہوں میں دستِ حُسن نے

یہ دلت نایاب جسے چاہے خدا سے

ٹھکوری گستاخ نگاہی کی سزا سے

کھلا ہے سب کے لیے میکہ سے کا دروازہ

ہمیں بھی آج ہوا اپنے غم کا اندازہ

آوازی دیدے کوئی ساحل کی طرف سے

ہم یہ ڈرتے ہیں کہ ہم عاشق ہو جائے گی

اب وقت ہے کہ گیسوئے دواں سنوارتے

اپنے دیوانوں کو دیوانہ بنائے رکھتے

وہ دوسروں کا بھی غم اپنا غم سمجھتے ہیں

حظ بد ہے کہ ستم کو ستم سمجھتے ہیں

بے ساختہ زباں پہ ترانہ نام آگیا

جہاں یہ سوچنا بھی کفر ہے انجام کیا ہوگا

تیری نظر سے دور تری آنکھ سے دور

تم بھی چین سے دور ہو رہیں چین سے دور

بڑھ جاتی ہے کچھ تلخی غم اور زیادہ

بھر کے نہ کہیں آتشِ غم اور زیادہ

تمہیں نگر نشین ہے ہمیں نگر گلستاں ہے

مگر اب وہ ترانہ ہے اپنا گراں ہے

عم جاناں میں زندہ کافی ہے
اپنے بیگانے ہو گئے رولتی
اچھی ہوئی بجز محبت کی بربری
ہر لڑکھنؤ نے یاد رسِ آلبی

کیسے سمجھاؤں غم گساروں کو
اگ لگ جائے ان ہماروں کو
ہم منزلِ طلب سے بھی اٹے نکل گئے
ہم تو جیہاں کی ٹھوکریں کھا رہے تھے

تلامذہ رولتی بدالیونی

والا حیرت۔ مسٹر انیس جون خلف مٹرا اس حورِ غفلت۔ ولادت ۱۹۲۶ء اپنے والد کے زیر سایہ شاعری کی ابتدا کی پھر ان کی ہدایت پر جامی صاحب سے مشورہ رہا۔ ان کے پاکستان جانے کے بعد رولتی صاحب سے اصلاح لینے لگے۔ آپ کے کلام میں تاثیر بھی ہے اور صحتِ رمان بھی۔ کلام سے کہہ متفق ظاہر ہوتی ہے۔

خونِ کلام در دل در دھڑکتے دست
یوں ہی ساقی کی نگاہوں سے نہیں مل جاتی

جو دیا تو نے لصدِ شوق لیا ہے میں نے
موتوں خونِ تمنا بھی پایا ہے میں نے

پر ہوتا ہے جو کوئی میری تباہی کا سبب
ذوقِ نظارہ کا انجام نہ پوچھو ہم سے

اب وہ ہم میں نہ وہ گل ہیں وہ اب لکچرین
ہوتا اگر نہ میں غم جاناں سے دشمناس

جنوںِ عشق کی حد سے گزر کر
آمانہ زندگی کا سلیقہ کبھی مجھے

نہ پوچھو ہم کہاں تک آگئے ہیں (میخانہ طبعی)

(۲) انور قاسمی۔ منشی انور بیگ ولد انتظام بیگ ساکن محلہ سرتہ ولادت ۱۹۲۰ء

میون پل اسکول بدلیوں میں مدرس ہیں چودہ سال کی عمر سے شریعت پڑھتے ہیں۔ کلام میں تمیل کی بلند پروازی اور فنی احتیاط و ذکاوت خصوصیات موجود ہیں۔ کلام میں اصلاحِ حباب دلاور نگار اور جناب رونق بدایونی سے ملی ہے۔

نہیں کلام سپردِ گئی کتنا حسین افسانہ
 وہ اک نگاہ جو میری نظر سے نکلے گی
 میں نے دیکھی ہیں پھولوں کی رعنائیاں
 تو کہاں اور کہاں تیری پر چھائیاں
 مست نظریں وہ جب اٹھاتے ہیں
 جامِ ہاتھوں سے چھوٹ جاتے ہیں
 ان سے سیکھے کوئی شعورِ حیات
 جو مصیبت میں مسکراتے ہیں
 اب یہ عالم ہے اپنی وحشت کا
 اپنی پرچھائیاں سے بھی ڈرتے ہیں
 ان کو جینے کا حق نہیں انور
 جو غمِ زندگی سے ڈرتے ہیں
 زندگی اک غمِ مستقل
 موت اک راحتِ جاوداں
 لاکھ راحتِ رساں ہو نفس
 آسٹیاں پھر بھی بت آسٹیاں
 زندگی ایک خوب ہے انور
 خواب کا کوئی اعتبار نہیں
 خوں ٹپکتے گلوں کے سینوں کو
 گلستاں کا نکھار کہتے ہیں
 ہم وہ نمشن پرست ہیں انور
 جو خزاں کو بہار کہتے ہیں (بنیاد جانی)

(۳) فرید شیخوپوری۔ شیخ فرید احمد مسعود حلفِ شیعہ و حید احمد مسعود سابق

پارلیمنٹری سکرٹری یو پی گورنمنٹ ساکشی شیخوپور ضلع بدایوں ولادت ۱۹۲۹ء میں۔ وکالت، فرید صاحب مزاحیہ و طنزیہ کلام اور غزل گوئی پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ آپ کا شمار بدایوں کے صفِ اول کے شعرا میں ہے۔ آپ اچھے مفکر اور مصور ہیں۔ شعر و سخن پر زیادہ دقت صرف

نہیں کرتے آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ صغیرہ بیگم بھی شعور شوری اور مذاق سلیم رکھتی ہیں۔
 نونہ کلام جہنم نہ بن جائے سارا کلمات
 جو گل دیکھتا ہوں گل آتش ہے
 شاید جنوں خرد کا صوفی شاہکار ہے
 دیوانے کہ بھی جاتے ہیں اکثر پتے کی بات
 دیکھ کر رنگ سحر جانتے
 جاگ کر رات گزار دی ہم نے
 عقل و دانش بھی نکھر جاتے
 مشعل راہ بنے بھی تو جنوں
 فرید زہر ہے کہ ہیکل میں نے
 شرابِ غم کی یہ تلخی ارے معاذ اللہ
 لازمی ہے آپ کی بات آپ سے کہنا مجھے (منہاجی)
 پیشتر اس کے کہ پہنچے حشر تک آپ کی بات

(۴) راز القاری۔ منشی امیر حسن خلیف منشی شریک حسین مرحوم۔ ساکن محلہ

سوہ بدایوں۔ ولادت ۱۹۲۶ء۔ پرنسپل اسکول بدایوں میں مدرس ہیں۔ جگر سوردنوی۔ جناب
 دلاورنگار اور جناب رونق بدایونی سے باری باری کلام پر اصلاح لی۔ عربی و فارسی کی تعلیم
 قادریہ بدایوں میں پائی۔ شاعری کا شوق بچپن سے ہے۔ شعر گوئی میں کافی بہارت ہے طبع میں شوقی
 و روانی اور کلام میں پستی ہے۔

نونہ کلام وہ سامنے ہیں اور نظر کو خبر نہیں
 اپنی جگہ خوشی بھی ضروری سہی مگر
 پہلے مری نظر میں محبت تھی زندگی
 جہاں کی گردشِ سیم کا کچھ تصور نہیں
 اے راز کچھ تو حسرت و دہر سے کہو
 جینا پڑا ہے غم کے سہارے سمجھی کبھی
 اب جبرم جانتا ہوں محبت کسی ساتھ
 حیاتِ خودی مصیبت ہے آدمی کیلئے
 احساس ہوا غم کا جب غم نہ ہا کوئی
 پھر لوٹ کے آنا بھی کیا بعدِ فنا کوئی
 دنیا میں کسی پہلو آرام نہ جب پایا

دل جب غمِ حیات کے سانچے میں چل گیا میری نظریں غم کا تصور بدل گیا (مینا جانی)

(۵) منور شیخوپوری۔ منشی منور حسین ولد سعد حسین سکن شیخوپور ضلع بالو

ولادت ۱۹۳۳ء شاگرد جناب وحید احمد مسعود شیخوپوری و جناب جگر سورونی و جناب ردونی بدالونی۔ خوش اخلاق اور بامروت آدمی ہیں شاعری سے کافی لگاؤ ہے۔

نثر: کلام کوئی آیا نہ صبر کیا نہ نیند آئی نہ موت آئی نہ آئے جب وہی پھر کیلئے زہام انتظار ہے
ہو تو کیونکر وہ مذاقِ زندگی کا تکرار جب تصور میں رہتے ہیں تو کھاتے ہیں ہم
باغبانِ وہ شعور پیدا کر خار پر بھی نکھار آجائے (مینا جانی)

(۶) محبوب ڈاکٹر جے۔ ولنکٹن ولد مسٹر آئی ولنکٹن ساکن شہر کپتانہ رسول

پائین بدایوں ولادت ۱۹۱۹ء کلام میں کہنہ مشقی ہے۔

نثر: کلام نظامِ کوششِ سراع ہے ناتمام ابھی کہ میکے میں ہزاروں ہیں نثر: کلام ابھی
کچھ اور غم کی فروت ہے زندگی کیلئے کہ زندگی کا مکمل نہیں نظام ابھی
سوال یہ تھا کہ تسکینِ دل کہاں ڈھونڈیں جواب یہ ہے کہ دیوانگی کے دامن میں (مینا جانی)

(۷) مہدی۔ منشی مہدی حسن ولد حمام الدین ساکن محلہ کٹرہ عالم شاہ

بدایوں ولادت ۱۹۳۲ء کہنہ مشق اور تعلیم یافتہ شاعر ہیں کلام میں رصبتگی ہے۔
نثر: کلام ہمارا اور تم کا ساتھ اے شمعِ فزاں ہے یہیں جانا ہے سارے غم تو اس شبکِ بہا ہے
مڑپ مڑپ کے ہی مزاق بدل ہے لیکن کرم کی بھلہ تہائی نہ لے کر ہم سے

اکھڑی ہوئی سائیل کا نہیں کوئی پھروس
ہو جائے کہاں غم سفر کہ نہیں سکتے
ہونے کو تو ہر شب کی سحر ہوتی ہے بھری
کیا ہو شبِ ذقت کی سحر کہ نہیں سکتے
کچھ پرانا ہو چلا تھا فقیرِ زمانہ و قیس
اب مرتب کر رہے ہیں اک نیا انسان ہم
اس طرح دنیا میں رہتے ہیں کہ دنیا میں نہیں
اس چین میں ہیں مثالِ سبز و سگاند ہم
اہلِ وفا کو دیتے سب سے بڑی سزا
سب سے بڑا گناہ طعن و فحاشی ہے
ہم نے وحدت کو بھی کثرت میں بدل ڈالا ہے
ایک معبود ہے اور دیر و حرم ہیں کثرت
اب ہاتھیں آتے ہیں مرے سحر و دنیا
اب آتے اور گردشِ ایام کہاں ہے (میخانہِ عالی)

(۸) نسیم قریشی - ڈاکٹر نسیم قریشی صدیقی دلہ محمد قریشی سرائے قلعہ ناگراں

ولادت ۱۹۳۸ء پروردگارِ جلیل مرحوم۔ دادا حضرت محفوظ اور ان کے بھائی شبلی شاگرد
جناب اویس عارف بدایونی، مقيم پاکستان بعدہ شاگردِ حباب رونی بدایونی، غزل پڑھنے کا انداز
سحر آگیا ہے۔

نہیں کلامِ درد دل بڑھکے خود زندگی بن گیا
کثرتِ غم ہی غم کی دوا ہو گئی
زندگی وقف ہے نفس کے لیے
میری تقدیر میں بہا رہا نہیں
نہیں گزری ہے زندگی میری
میں ہیں جاننا حوشی کیا ہے
زمانے بھر کو ٹھکرا کر تری محفل میں آئے ہیں
تری محفل سے اٹھ جائیں تو دیوانے کہا جائیں
آنسوؤں سے بھی بھانا نہیں اسکا ممکن
دل سے جو آگ چلے اور جگہ تک پہنچے
تمام رات ترے انتظار میں گزری
سحر قریب ہے اب بینائی جاتی ہے
تمہاری یاد نے جب بھی ستایا
لپٹ کر روئے ہم بیکسی سے

(۹) شاد شیخ پوری منشی غلام جیلانی خاں ولد میرے اللہ خاں مرحوم بہا

سنچو پور صلہ بدایوں ولادت ۱۹۲۲ء رنگ توڑل پاکیزہ ہے کلام میں سوز و گداز ہے۔
 نو کلام ماہ و انجم بھی انکے جلووں سے بانگئے آب و تاب تھوڑی سی
 پھر ہے تعمیر آشیانہ کا خیال بھلیوں کو خبر نہ ہو جائے
 تیرے وعدے کا انتظار تو ہے زندگی مختصر نہ ہو جائے
 میری روداد محبت کبھی سکڑ دیکھیں کون کہتا ہے کہاں آپکا کا نام آتا ہے
 شادلیوں شکوہ کس ساقی میں آتا ہے اپنی قسمت ہی میں ٹوٹا ہوا جام آتا ہے
 اے رات کی تنہائی کچھ قوی سہارا دے میں ساڑھا تا ہوں تو گیت سا کوئی (سجاد)

(۱۰) عاجز بمسٹر میم جون ولد مسٹر الن حول مخلص ساکن محلہ پنواڑی بدایوں

ولادت ۱۹۳۰ء شاگرد منشی سیوتی پرشاد صہبائی بدایوںی و جناب رولتی بدایوںی۔
 نو کلام اب شب در در حضرت عا جز ہم میں اور اس جلی کے پھرے ہیں
 تیرا غم جنکو مل گیا اے دوست ان کو دنیا میں پھر کھی کیا ہے
 سجاے بیٹھا ہوں سینے کو دل کھانڈے مری بہار سے بڑھ کر کوئی بہار نہیں
 اُسے بھی جو نک دیا برق نا امیدی نے خیال میں جو بنایا تھا آشیانہ میں نے
 آدی ہیں ہم اس لیے عاجز آدمیت سے پیار کرتے ہیں (سجاد)

(۱۱) مسعود منشی امین مسعود خلف تیج وحید امیر مسعود ازیری جسرٹ ساکو

شیخ پور ضلع بدایوں، آپ کو فطری شاعری سے لگاؤ ہے۔ وہ ۱۹۲۲ء
 غزل کلام کیوں ہے بھول روئی کیوں سنبھل گئی کیا سمجھے ان اشاروں کو
 اے شب بھر تیری طہر دراز آگئی نیند چاند تاروں کو
 بوش جاتے رہے جب آیا بوش یا الہی یہ آگئی کپ ہے (سینا ز جلی)

(۱۲) فہیم بمنشی فہیم الدین حافظ علی الدین شاعر شیخ پور ضلع بدایوں ولادت

۱۹۳۸ء کلام میں سودگراں اور ستونی ہے انداز و مکتب اور اسلوب قابلِ قدر ہے۔
 غزل کلام یہ کیوں انتظار کر دیا بتا سوں یہ ہے
 میں سمجھتا ہوں نگاہوں کا بدلنا ساقی
 بہاروں کی محبت کا صلہ یہ ہے
 مریم بظہر ذکر مے اے دوست
 کول لکھ لگا مے سے اک جام پلا کر
 مجھے آؤ۔ یہ حاکم کہیں انتظار کے
 راز خاترموں الہ حاکموں مجھے سے
 نشین سے نفس بک آگئے ہیں
 زخمِ دل و راز کھر جاں گئے
 سے سیرِ بنیاں در ا بھی برینِ خاں اور اینچہ جلی

(۱۳) قمر انصاری بمنشی قمر الدین انصاری صاحب ہال الدین سائن محلہ

اور اربعہ بدایوں ولادت ۱۹۴۷ء روقِ ستوی ورن ہے
 غزل کلام اٹھے نیری طرف چشم التفات بھی
 غم حیات کی تلخی بھی کیفِ پردر ہو
 انہیں جینے کا کوئی حق نہیں ہے
 مذکرہ جب کبھی وفا کا ہوا
 غموں سے کھیل رہی ہے مری جیا ابھی
 تمہارا غم جوانی میں حیات ہو جائے
 غم و دراز سے بھر لکے ہیں
 میری نکھول میر سدا بھر آے

ہم سے پوچھو نظامِ مینخانہ
بارہا اٹھ کے لٹنے لب آئے
پوچھنا نہ کبھی تم نے برابرِ محبت کو
ناکامی قسمت پر رونما ہی رہا کوئی (مینخانہ جانی)

(۱۴) راہب بدالیونی، مسٹر جونس میسی ولد مسٹر ایس میسی ولادت ۱۹۳۶ء

ملانم گورنمنٹ لٹریچر برادر مسلمان زاد حیرت بدالیونی۔

نور کلام ضبط کس کے ستم رہ گئے
بے زباں ہو کے ہم رہ گئے
روشنی کے لیے قبر میں
دل میں داغِ الم رہ گئے
صبح ہوتے ترے رخ کی ضیا باری ہے
شام ہو جاتی ہے زلفوں کے بکھرے سے (مینخانہ جانی)

(۱۵) فیروز ظفر ہشتی محمد فیروز ولد محمد سدر زشتوری ساکن فرشتوری ٹولہ

بدایوں۔
نور کلام بیمار عشق کل نہ مرا آج مر گیا
کلام میں تاثیر اور درسِ زندگی ہے مصحفِ محمود تمام شکر

چلتے نگاہِ ناز کا صدقہ اتر گیا
جانبِ گلشنِ نظر کی رودے
جسکو نازِ میکشی ہے بے یے
اب عشق وہوس میں کوئی پہچان نہیں ہے
اتنی مجبورِ زندگی کیوں ہے
جب بھی ساقی کی نگاہوں کا کم ہوتا ہے
اس میں انکا بھی کچھ اشارا ہے
دردِ دل بھی بڑا سہارا ہے (مینخانہ جانی)

بیمار عشق کل نہ مرا آج مر گیا
اور کیا کرتے اسیرانِ قفس
میں وہ بادہ کش ہوں دنیا میں ظفر
میں یہ محبت ہے آزاد زمانہ
موت جب چاہے ولو کر جائے
تو بہ خود جا کے اٹھا لاتی ہے پیارِ ظفر
یوں نہ ہوتی ہماری بریادی
باعتیاد دوست ہے یعنی

(۱۶) جاوید جاوید اقبال ملک جناب قبال چیدی وکیل بدایوں دلا
 ساکن محلہ میدان کولہ بایوں زود گوشا عوی۔ غزل نظم تھات برجستہ

بکلام لا تو ساقی ادھر جام ہے غم نہیں آج یا ہم نہیں
 میرا انداز میکشی دیکھو چم ساقی سے کار جام لیا
 ان کی محفل میں بنکے دیوان ہم نے الزام اپنے نام لیا
 مرگ انسانیت پر ہیاں جتن ہوتے ہیں ماتم نہیں
 جس کو شبنم شبنم سمجھتے ہو تم گل کے آئینہ میں شبنم نہیں

(۱۷) نفیس بنشی نفیس احمد ولد منظور احمد صدیقی ساکن محلہ سوتہ بہ

بکلام رہ دنیا میں ہا کر دل و فکر کا لہو ہزار شمعیں جلا دیں مری تمنانے
 پتے تھے نفیس اکثر انست نگاہ سے اور آج یہ عالم ہے اکتول پر گزارا ہے
 ہم بھی دامن بچائیں اگر تھے پھر غم دو جہاں کسی کے گھر جائینگے
 (۱۸) کامل یسٹربری ٹرمنہ پادری ساکن مراد آباد مقیم بدایوں دا

۱۹۳ پر نیپل کر سچھی کالج بدایوں۔

بکلام کچھ اور آئے ظلم و ستم کو بڑھائے کم ہو نہ جائے لذت درد نہاں کہیں
 نفیس بہار عام ہے کامل مین چین لیکن مرے نصیب میں کاٹے ہوئے ہیں

(۱۹) فراست بنشی فراست علی صدیقی بدایوںی ولادت ۱۹۳۷ء

سکرٹری ضلع بدایوں ویلفیر سوسائٹی دہلی ملازم ممدو دوا خانہ دہلی۔
 بکلام باہر حیرم ناز سے آتیں توفہ سہی کس نے کہا ہے مگر سے دیوانے ڈر گئے

(۲۱) نفیس سید مظاہر علی بدایونی

نیز کلام آدم خاکی ابھی سمجھا نہیں راہِ حیات رنڈ کانی در حقیقت رنچ و غم کا نام ہے
(۲۱) کیف بدایونی - منتی حبیب احمد خاں ولد آل رسل خاں ولادت سال ۱۹۲۸ء

نیز کلام کسی کی یاد نہ پھر آگے کرے روشن ابھی ابھی تو بچائے تھے سرِ نعل کے چراغ
(۲۲) منظر بدایونی - منتی جھوٹے لال ولد گت گھارام گیتا ولادت ۱۹۳۸ء

نیز کلام کچھ مرضِ تنہا کی ضرورت نہیں منظر سید ڈاسٹر لاجپت رائے جو میرٹھی اسکول بدایوں
رہش ہے بھی کپڑی سرکار کے آگے

(۲۳) تمنا بدایونی - منتی ممتاز حسین ولد علاء الدین ساکن محلہ شہباز پور بدایوں ولادت ۱۹۴۲ء

نیز کلام آئینہ حیات میں کچھ ہونہ ہو مگر یہ ماننا پڑے گا کہ تقویر میرا ہے

(۲۴) نسیم بدایونی - منتی نسیم الزقاق ابن عبدالرزاق انصاری ساکن محلہ

نیز کلام تربیتِ فخر کا پیاسی زمین کو نسیم سرائے بدایوں ولادت ۱۹۴۶ء

بس جاتا ہے دریاؤں پر بادل

فائق بدایونی شاگرد جامی برہنہ

فائق منشی مصطفیٰ بخش صدیقی متولی بدایونی ۱۹۵۸ء خلت شکر بخش

بن سید بخش بن سلطان بخش برادر رسل بخش حشر بدایونی جناب فائق بدایونی نے شاعری
میں حضرت احسن ابرہوی اور جناب جامی بدایونی سے استفادہ کیا تھا۔ استدلال دھاک

نیز کلام براہوں اگر میں تو کچھ غم نہیں ہے سروں سے انہیں ہے محبت زیادہ
(نفس) لمبوں پر ہے دم شکنی بڑھ رہی ہے اب اسے میر کوثر علیہ دورِ بادہ

اداسجدہ شکر ہو ہر قدم پر بہ
مدینے کو جاؤں مگر پا پیادہ
گزر جائے یہ عمر نصیبِ نبی میں
ہی اب تو غافل ہے اپنا ارادہ

انتخابِ مجلسِ عزت کا بھوتِ مجبری کے کرتوت "مطبوعہ ۱۹۲۸ء"

درِ رات و دروڑوں کی مدارات چاہتے
بسکٹ انہیں کھلائیے چاہتے
تازہ مٹھائی انکے لیے کچھ منگا سکتے
جو کچھ کریں وہ ناز و انکے اٹھائے

خاطر ہر اک طرح سے غرض انکی کیجئے
راضی نہ اس پہ بھی ہوں تو کچھ دلم دیجئے

مجموع میں دو دروڑوں کے گنگناہِ مجبری
اللہ دے کسی کو آزادِ مجبری
اے دلاور تو زودِ گرمی بازارِ مجبری
پھرتے ہیں مارے مارے طلبگارِ مجبری

پرساںِ حال کوئی نہ ان بیکسوں کا ہے
گویا دماغِ عرش پہ اب دروڑوں کا ہے

دلاور نگارِ بدایونی شاگردِ جنابِ جامی بدایونی و جنابِ جامِ نوالی بدایونی خزانہ ہر بدایونی

منتہی دلاور حسین خلفِ منتہی شاکر حسین صدیقی حمیدی بدایونی آپ کی
ولادت ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ بی اے اور ٹیچنگ کورس کر کے ایک پرائمری اسکول میں ٹیچر ہو گئے
بعد ازاں اسلامہ کالج بریلی اور اسلامہ کالج بدایوں میں ملازم رہے۔ مجرّد کلامِ حادثے، انگلیاں
فکھار اپنی "ستمِ ظریفیاں" مطبوعہ "بلوچ پریس"۔ شاعری میں جنابِ جامی بدایونی سے
ستفادہ کیا۔ ان کے علاوہ جنابِ جامِ نوالی بدایونی اور جنابِ آصاب احمد جوہر بدایونی سے

یہی اصلاح لی ہے۔ آج کل کراچی میں قیام ہے۔

آپ بھی اس دستوں میں ہیں یہ کیا معلوم تھا
 درد انجام دعا قبل دعا معلوم تھا
 غالباً کم تھی سزائے زندگی میرے لیے
 اپنی تباہوں کے بنائے ہوئے ہیں ہم
 ترکِ علم ممکن نہیں تھا ضبطِ علم کرتے رہے
 یہ میخانہ ہے میخانے کے کچھ آداب ہوتے ہیں
 بڑا حسین خراب تھا جو نامہ عام رہ گیا
 منجملہ صاحبِ نظران ہم بھی رہے ہیں
 صحرائیں چراغِ حل رہا ہے
 کچھ وقت بھی تنہا حل رہا ہے
 طوفان بھی اٹھ سکتے ہیں ساحل کی طرف سے
 آیتوں کے رنج پھیر دھول کی طرف سے
 نہ یہ ممکن نہ ہو سکتا ہے حل نہ کھول میں
 آگیا ہونا کہیں خونِ جگر آنکھوں میں

انتخابِ دوست ہوتا ہے عموماً میثاق معلوم تھا
 جگر و کلام؟ اہلِ بیکسی میں ہاتھ اڑا دھکے
 احتیاطاً تھکھو سوزِ آرزو بختا گیا
 اپنی تباہوں یہ ہیں ناز ہے دھکا
 حرفِ دہوی سورتیں تھیں ترکِ علم یا ضبطِ علم
 بیکس جاتے ہیں جو بیکروہ میخانے سے اٹھ جائیں
 مذاقِ دیدِ طور پر بھی تشہ کام رہ گیا
 نظارہ کسٹن جن تباہ ہم بھی رہے ہیں
 دیرینہ درد میں یادِ ماضی
 کچھ ہم بھی فکارِ سست رویں
 غافل نہ ہو آرزو کی دل کی طرف سے
 رومکس میں کوئی ٹکس کو طوہ نہ سمجھے
 نہ نہ امید نہ ہوئے کا اڑا آنکھوں میں
 پھر یہ کیا ہے جو قاتی ہے نظر آنکھوں میں

مکمل رنگ ہے اور رنگ میں گہرائی ہے

صبرِ الفت کے خلاف دار سے باتیں کر لو
 آخری رات سے بیمار سے باتیں کر لو

رنگ نکلتا ہے لڑا سے باتیں کر لو
 نزع کا وقت ہے کچھ پیار سے باتیں کر لو

اس یہ امید میں ہے کہ سحر ہو جائے

مذہب بالا ابتدائی شاعری کا کلام اور تفسیر دلاورنگار صاحب کے قدرتِ کلام کا ثبوت ہے۔ یہ تفسیر سن کر حاجی صاحب بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ اب دلاورنگار صاحب کے خود نوشت منظوم حالات سنئے ان اشارے ان کے خیالات د افکار اور شخصیت و سیرت کے طور و حال سامنے آتے ہیں۔

میں بیاست سے دور رہتا ہوں	مٹے الفت سے چور رہتا ہوں
ہے وحی شوقِ ر کے قابل	جس کو سنکر تڑپ اٹھے ہر دل
جہں میں انسان کی صفات نہیں	شاعری اسکے بس کی بات نہیں
میری سے واقعی شراب نہیں	میری نیست کبھی خراب نہیں
بے پتے میں لٹے میں رہتا ہوں	مہر نفس کو شراب کہتا ہوں
کاسہِ گل ہے میرا پیمانہ	بزمِ فطرت ہے میرا میخانہ
استعارے ہیں ساغر و مینا	مقصود میکشی نہیں پینا
مقصود شاعری کا قائل ہوں	ادبِ نو کی سمت مائل ہوں
میری ہر نظم بالغ و نورت ہے	میرا پیغام آدمیت ہے
آہ کو راد میں سموتا ہوں	دوسروں کو ہنس کے روتا ہوں
یاں ظرافت چھ غم کی پیداوار	طنز ہے اک دلِ پتاں کا بخار
جب دلاورنگار ہوتا ہے	مباہرانت نگار ہوتا ہے

دلاورنگار صاحب کے دوسرے مجموعہ کلام "انگلیاں نگار اپنی" کا انتخاب

ملاحظہ ہو۔

کلامِ مستعار کسی شاعر سے قبل اک بڑے استاد
کسی سے ہوئے کہ دو دن کو اک غزل دیدو
جو انفاق سے شاعر بھی اتفاقاً ہیں
شاعر سے منقطع دہی روز باقی ہیں

اگر تفریح غلط ہوئی ہے سوائے اگر اسکا یہ دعویٰ ہے کہ اہل ذوق فکر کار کا استقبال کرتے ہیں
 حقیقت صرف اتنی ہے کہ ہر شاعر کو اہل دل بہ طور آلہ تفریح استعمال کرتے ہیں
 مرثیہ ہر ایک دل و صاع جو ہیں یہ شاعر مشاعر میں یہ بالجمہر لائے جاتے ہیں
 بغیر وار کے ان میں جھڑپ نہیں ہوتی یہ مسخے خود نہیں ٹڑتے لڑائے جاتے ہیں
 یہ بلبل قوم یہ بہر ان قوم جو خود محو خواب ہیں بید اگر رہے ہیں کچھ اس طرح قوم کو
 جس طرح رات کو کوئی خواب دید پاساں برانے میں یہ کہنے لگے جاگتے رہے
 اگرچہ پورا مسلمان تو نہیں لیکن میں اپنے دین سے رشتہ تو جوڑ سکتا ہوں
 نماز روزہ و حج در کوئے کچھ نہ سہی شک بہت پٹاخ تو چھوڑ سکتا ہوں
 یونیورسٹی اگر یونیورسٹی میں کسی سوٹ پوش سے میں نے کہا کہ آپ میں کیا کوئی سار جنت
 کہنے لگے خواب سے مسٹیک ہو گئی آئی ایم دی ہیڈ آف دی اردو پرائیمنٹ
 ملاحظہ فرمائیے اردو کے پروفیسر نہیں بلکہ پروفیسروں کے قبلہ گاہ ان کا سار جنت
 جیسا لباس اور بات چیت میں انگریزی زبان کا استعمال۔

دلاور فگار صاحب کو مسطر کشتی میں بھی کمال حاصل ہے۔ یہ ایلوں کی ایک لاری کا احوال سنئے

جب چڑھائی ہر ایک سواری پہ سواری اس وقت بریلی سے روانہ ہوئی لاری
 اللہ سے لاری کی وہ اٹھاتی ہوئی چال میکے سے دہسن جیسے چلے جانب سمرال
 لاری کو گورہی نہ تھی منت ہمیں آزاد طبیعت تھی کبھی نست کبھی تیز
 رستے میں جو افتاد و معیت کا تھا امکان لاری ہی پہ بکھا تھا کہ اللہ نگہبان
 یوں ہارن بجاتی تھی کہ سنکر کوئی ڈر جائے مطلب یہ تھا کہ گھیر نہ رہا ہو تو مرجائے

چہرے سے عیاں تھا اثر سوز نہانی
کیا جانتا لاری تھی کہ تھی کوئی بلک لاری
راکٹ کی طرح اڑتی تھی جو مود میں آتی
لے آتی تھی لاری میں، ہیں شمتِ عمل
تھا دل کا خزانہ لے بیٹھے تھے شکوہ
ہم جرمِ شرافت کی سزا جیل ہے تھے
لاری تھی حوالاتِ مساوی تھے نظربند
پیدل ہی چلے آدھرا ٹوٹا کیکہ بنے
ہم خود ہی بدایوں تک سے طرح چھوٹے
جیسے ابھی آئے ہیں صحرائے پلٹ کر

حلقی بھی برالہ کام پہ پتی ہوئی پانی
دھکے نہ لائے اسکو بوقت نہ بھی اشارت
چھوٹے کی طرح چلتی تھی جب نیاز دکھائی
لاری میں مسافر تھے پریشان و زبون طال
اک دیو قوی جٹ بھی موجود تھے ہم میں
دہ خود کو ہماری ہی طرف میل ہے تھے
آگے جو بڑھے ہم تو ملی راہ سوز بند
اتنے میں جراتی برادقت پڑا ہے
لاری نے کسی طرح دم ہی نہ ٹرھائے
گھر پہنچے تھے اس شان سے ہم مٹھو میں کر

نغمہ کراچی کا قبرستان "ملاحظہ ہو۔"

خبرے والوں کو جہاں ملتی نہیں دو گز زمیں
اور اگر مل جائے اس قدر بڑا ہے محال
آنے والا دو مردوں پر ہیقت ڈھائے کا
قبر کی تقسیم پر مردوں میں جھگڑائی ہوگئی
جو کسی مردِ منسٹر کی سفارش لائینگے
اگلے بعد آئے گا نوٹس چھوڑ دینے پلاٹ
ڈال لی میں جھگڑاں مردوں کے قبرستان میں
اُس جہاں والوں کو بھی ملتی نہیں جائے قرار

اے کراچی ملکِ پاکستان کے شہرِ جیس
قبر کا ملنا ہی ہے اول تو اک ٹرھاسوال
ہے ہی صورت تو اک ایسا ڈن آجائے گا
مرد کاں بسیار ہونگے اور آئے قبر تنگ
سیٹ قبرستان میں پہلے وہ مردے پائینگے
لچہ بیسے کیلے ہو جائے گی تربت الاٹ
سرخیاں نہ ہونگی جگت و حریتمیں ران میں
ہم تو سمجھے تھے ہمیں میں اس جہاں میں یہ قرار

اب تو اس دنیا میں مرد و عورت کی بھی کٹکٹ نہیں
 حد کی مار نہیں سے شکر کی مار ہے آج
 یہ کہہ رہا تھا کوئی شخص گھنٹہ گھر کے قریب
 خدا کرے مجھے بیٹا میں شکر آجائے
 نہ جانے کس کی نظر لگ گئی سو بیوں کو
 مگر سوال یہ ہے اسکو کون کھائے گا
 مرنے یہ ہے کہ مقتد جو کچھ پلائے ہو
 نفل حرم شکر کھائے کیا کرے گا تو
 کہ آج میرے بھتیجے کا عقدِ فرضی ہے
 تاکہ بے پرواہ کے پیدا ہی نہ ہو جو دنیا
 مجرم تخلیق پر دمِ دمِ کرم ہے نلدا
 حیرانِ کثرتِ اولادِ جاتیں اسیر
 رات کو ڈیرہ بجے آتا ہے اتریا
 بھرن کس طرح جو دفتر میں میں نوکرِ بانی
 میں نے کل بانی بھر تھا مجھے جھٹی دی جائے
 جھکے چہرہ میں یہ بڑی مٹی ہے دولت کی نقاب
 اور ہم حانہ مددشوں کو فقط وعدہ آہ
 کاش ہب ڈیم جی بن جائے تو فی لوہ بانی
 بی ڈی ممر سے سفارش بھی کرانی ہم نے
 اکو مجوں جو تہا مد بھی پٹانی ہم نے

مرد و عورتوں کی نوکر عیش و اسالت نہیں
 شکر کا قطعہ ہے ہر شخص بے قرار ہے آج
 شکر کے غم سے پریشان ہے ہر لکیرِ مغرب
 کوئی تو صعدتِ ابد اب نظر آجائے
 تار نے مار دیا ملک کے طیسوں کو
 خیرہ کا وزبان گریں بن تو جائے گا
 ٹکڑا قطعہ ہے یا رون ملک کی چائے ہو
 کھڑے راستہ گنگ آفس پنا قوالے بدبو
 شکر ملے گی اسے جس نے دی یہ عرصہ ہے
 اب حکومت کو یہ لازم ہے بنا رہے ایک لا
 جو بھی یہ قانون توڑے اسکو دی جائے سزا
 یوں ہی گھٹ سکتا ہے آبادی کا یہ خمِ غیر
 شکر ملک اپنی کھانا بنیں دن بھر پانی
 ہم کو سونے نہیں دیتا یہ مقطر بانی
 صبح درخواست میں کیا وجہ یہ لکھی جائے
 بہرانی سے تری انکے چہن میں شاداب
 ان کے نافوں میں ہسکتے ہیں دلاویز گلاب
 اب تو گھر کے یہ کہتے ہیں میاں رضانی
 بانی لینے کی ہراسیکم بنانی ہم نے
 لے دی لے والوں کو دیکھو بھی لھلائی ہم نے

پھر بھی افسوس میرے ہیں پانی نہ ہوا
بہم نے چاہا تھا یہ ہو جائے سو وہ بھی نہ ہوا
کمزور ایک دکھاوا ہے بہانے کے لیے
الپکڑ چوہنا ہے اس دکھانے کے لیے
وہ میں دائور مکاؤں کو گرانے کے لیے
جو بترکیب نکالی ہے ستارے کے لیے
کے قیامے والو تمہارا یہ ادارہ ہے عجیب
نام تعمیر ہے اور کام تمہارا تخریب

تلامذہ جناب دلاور زنگار بدایونی شاگرد جناب جامی بدایونی
(۱) راز الفادری بنشتی امیر حسن خلف ششتی شولت خیس بدایونی شاگرد

جناب دلاور زنگار بدایونی و جناب رونق بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۲۵

(۲) انور قاسمی بنشتی انور بیگ نند - انتظام یگ بدایونی شاگرد

جناب دلاور زنگار بدایونی و جناب رونق بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۲۵

(۳) عاطف بدایونی بنشتی عبداللہ سلیم الدساکن محلہ ناگران بدایونی ولادت ۱۹۳۹ء مالک دیر سلاہ باب

میرے کلام جلا قاصح سے کل میرا شمس وہی شعلے جس تک آگئے ہیں

(۴) عشرت بدایونی بنشتی عشرت اللہ ولد ریامت اللہ ساکن بدایونی ولادت ۱۹۴۰ء

میرے کلام دلی آیت کوئی آواز نہ دسد کوئی دل کی ریلیز ہے اب نیز مکاؤں کی طرح

(۵) گلہام بدایونی بنشتی اصغر جس ولدنا احمد نعیم کم ہے ساکن محلہ سوتہ

میرے کلام رات آخر ہوئی ہم سفر جلد سے باہر داغ میں چھوڑ کر چلا تے

جناب شاد بدایونی شاگرد جناب احسن مار سروی

شاد - مشا اکرام احمد ۱۸۸۴ء - ۱۹۶۴ء مدنی متولی بدایونی خلف حکیم

سزا احمد بن عبدالصمد بن اظہر الدین بن امیر الدین بن مقیم الدین حد بزرگوار بنشتی دہاب الدین

موجود بدایونی - آپ کے کلام کا انتخاب نعمت شاد کے نام سے ۱۹۶۴ء میں نظامی پریس بدایوں

سے شائع ہوا تھا۔ اس کے پیش لفظ میں جناب نظامی بدایونی لکھتے ہیں کہ جناب شاد کا

بچپن ایسے رشتے کے ناما حضرت ذاکر بدایونی شاگرد جناب شیفتہ دہلوی کے سامنے میں گذرا انہیں

اپنے اہل حق حضرت زلالی بدایونی شاگرد مولانا حالی سے تفریق، اصل کرے گا وہی مذکور ملا۔ ان کی طبیعت میں شور و سخن کا مذاق پیدا کرنے میں ان کے علم کرم حضرت شاطر بدایونی شاگرد حضرت وحشت بدایونی کا بھی ہر حصہ رہا تھا۔ وہ اپنے برادر رشتہی حضرت عیش، بدایونی تلمیذ جناب امیر مینائی کی ادبی اور فنی صحبتوں میں شریک رہے اور اس طرح ان کو فنی معلومات حاصل کرنے کا سبھی موقع ملا۔ سونے پر سہا کا یہ کہ انہیں حضرت احسن مارہروی مالیشی حضرت داغ دہلوی جیسا شفیق استاد ملا ان حالات نے ان کی وطن مہاسبت پر عمل کروائی۔ یہی وہ سبب ہے کہ ان کا کلام سوروگداز کے ساتھ جذباتی رنگ میں ڈھایا جاتا ہے جس وقت تک وہ سرکاری ملازمت کے جھیلوں سے آزاد نہ ہوتے انہیں اپنے کلام کو کیوں کرنے کا وقت نہ ملتا یہ پہلا موقع ہے کہ ان کے کلام کا سحر نغمات شاد کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ رکن المصروفہ

مذکور کلام زمین پہ سجدہ گاہ آسمان کو ڈھونڈ لیا
نہ ہوا آپ کی بزمِ ادا نہ ہم ہیں کلیم
مری نظر نے ترسے آسمان کو ڈھونڈ لیا
اللہ ہے اپنے جوشِ جنوں کی ترقیاں
یکس سے حسن کے جلوے چھپائے جاتے ہیں
میٹھے ہیں وہ حسن کو پہناں کئے ہوئے
جگر کبھی جو پاؤں میں تھا اب بصر میں ہے
بہار آئی ہے ساقی با آئنا ہے جامِ مستول کو
ہر پردہ حال کو عریاں کئے ہوئے
طلم دہری کی نیرنگیاں نہ تجھ سے بوجھ
ای کام شاید دعوتِ تحریکِ ہماں ہے
ہر نفس کرتے ہیں ختمِ زندگانی کا شمار
نری نگاہ سے ملتا ہوا زما نہ تھا
وے کیوں نہ حسنِ لالہ و گلِ دعوتِ نظر
زیست میں کہتے ہیں گویا موت کا افسانہ ہم
گلستاں میں بہارِ باغِ آئی فقی تو آئی فقی
کسکو جبر ہمار میں کیا دیکھتا ہوں میں
ان کے قفس میں کس نے قیاس لکھی
اورے ماتی ہے یہ نے کی بیما سے میں

اس کی نظر کو ہر ہے ذرا یہ بھی دیکھ لیں
 وہ کچھتا ہے تو الفت سادہ کئی تال تو تپے
 بہانہ رحمت حق کو ہوں جب بٹ کر کے گما د
 ہوتا ہے کوئی دم میں سفر ختم ہمارا
 کچھ میں دیکھتا ہوں کبھی دیر میں اسے
 پتے نظارہ محبت کی راہ پیدا کر
 دیا میں کس سے طے دہ ظلمات ہو سکے
 امن گل میں ہاں تھا لولہ راجش جنرل
 سجدے کرتا ہوں رہبر میں ستری
 گئی ہے فصل چین تو خزاں بھی جائے گی
 عالم میں ہر اک حیر کی اک حد ہے مقرر
 ہنرے نہ کیوں جہان غم کی غود مجھ سے
 آتے میری لمحہ پہ تو ٹھکر کے چلدے
 میں تیر وقت بھی تو دنگ کا ساتھ تویر کے
 نہ بزم ناز میں ہر لحظہ آسنہ دیکھو
 کیوں نظر آتی ہے دنیا مجھے خالی خالی
 اب کس سے یو چھیں حال نشین قفس نصیب
 اور کیا فحل سستی میں قیامت ہوتی
 باتو اتنی نے کیا حنا نہ نشیں

اجاب نزع میں جو مجھے تبار و کریں
 کہمت کو ترقی دوری منزل سے سوتی ہے
 بڑا گناہ تو یہ ہے کوئی گناہ نہ ہو
 دین ساتھ جنازے کا دہ دوچار قدم اول
 اسے شاد بنگدہ بھی سرم جی نظر میں ہے
 ہے شوق دید تو دل میں نگاہ پیدا کر
 بکوں عمر واد کی تمنا کرے کوئی
 ہول بستر میں کھلے جی پال دماں ہو گیا
 تیرے در تک گذر نہیں ہوتا
 کرباغ دہریں آنا خبر ہے جانے کی
 آتی ہے شب غم تو کبھی بنگل سحر بھی
 میرا وجود غم سے غم کا وجود مجھ سے
 اک خانماں خراب کو کھڑے چلے
 ہزار بار پیوں گا ہمارے پہلے
 کہیں تمہیں کو تمہاری نظر ہو جائے
 کیا مرے نام کی ساتی ہیں بیانی میں
 جھرنکے لیم باغ کے آئے چلے گئے
 ہم جو اس بزم میں آئے تو قضا بھی آئی
 کوچہ گردی سے ذرا مت سے مجھے

جسکو بشر کا درد نہ سوزہ بشر کہار (۱)
 حق ہے بنشہ ہے ترپنے کیلئے دل جھکو
 مرنا ہوں میں سزا پہ کسی کا قصور ہو
 ساقی تری الفت کا عزال مل جاتا
 اتنی تو دلاتا کہ خدا مل جاتا
 حاصل اسے جینے کا مزا ہو جائے
 جتنی ہو وقت بے دہ ادا ہو جائے
 واقع وہ دعا سے بے صفا کیا مانگوں
 میں اور محبت کے سوا کیا مانگوں
 علم کے گھر سے بوہر علم نے تہریار کا
 حسن قبول ہو صدمہ حق نہ ادا کا

جیسے ہے تو غیر کا ماتم کریں گے ہم
 جان جائے کیلئے دی ہے تم الفت میں
 مجھ سا بلکہ لذت آزار کون ہے
 جام میںے عزماں کا مزا مل جاتا
 یہ کیا کہ عش آتے ہی بدلیں نظریں
 وہ موت سے پہلے جو فتا ہو جائے
 تمہیں ہو طاعت کی احیل کا سجدہ
 مولا سے عبادت کا صلا کیا مانگوں
 ہے اس کا کرم شاد محبت اسکی
 بت چہ فیض کاف کون ہے علم کا باب کون ہے
 شاد کو شاد کیجئے داد سخن کی دیجئے

تلا مذہ جناب شاد بدایونی شاگرد جناب آحسن مار بروی

(۱) ہلالی۔ مولوی سلمان احمد صدمہ شاگرد جناب شاد بدایونی۔ آئینے زیادہ
 تنقادہ جناب زلالی بدایونی شاگرد مولانا حالی سے کیا تھا۔ دیکھئے صفحہ ۳۶

(۲) علیم۔ منشی عبد العلیم فرخ آبادی

(۳) نیاز۔ منشی نیاز احمد خلیف مولود سلمان احمد ہلالی بدایونی۔

بائیں مقیم ہیں۔

نور کلام کہو کہو بیٹھے ہیں دشتِ انگی میں ہم
راستہ نہیں پاتے دن کی روشنی میں ہم
نگہبوں کا آکھنڈ لکا ساتھ کھینچ لیا ہے
جان کر نہیں آتے آپ کی گلی میں ہم

محسن بدایونی شاگرد جناب احسن ماربروی

محسن یمنشی محمد محسن علی صدیقی حمیدی بدایونی مقيم بحوزت مولوی
اعظم علی خلت مولوی رحمت علی دکان این مولوی مہدی علی مہدی ابن مصطفیٰ حسین ابن مصطفیٰ قلی
ابن محمد قلی ابن محمد حاتم ابن محمد جلیس جلیس بدایونی جناب محسن بدایونی نے حضرت احسن ماربروی
کے علاوہ جناب اثر بدایونی شاگرد جناب حسن بریلوی سے بھی استفادہ کیا تھا۔

نور کلام جو ہوا جس کے مناسب وہ دیار دزائل
غیر کو رشک ملا حسن تمیں دل بھٹکوا
کون جیران رہا جلوہ بے پردا سے میں
کس کو محفل میں رہی حشر محفل بھٹکوا
وہ تو کیا جذبِ محبت کا ہو پھر یہ اثر
دیکھتا ہے انہیں کیونکر نہ محبت ہوگی
ہزاروں کس طرح دل رشید کو بزم میں
شوقی ٹپکے ہی ہے تمہاری نگاہ سے

راز احسن سہسوائی شاگرد مولانا احسن ماربروی

راز احسن یمنشی نذر الحسن سہسوائی سنہ ۱۹۶۵ء پہلے نظر تخلص کرتے
تھے ۱۹۶۳ء احسن صاحب کے شاگرد ہوئے تو انہوں نے راز تخلص رکھا۔ شہادت سے اجتناب تھا
اس لیے کلام کی اشاعت نہ ہوئی۔ ان کے خواجہ تاش جناب ابرگوری نے مختلف جرائد میں
ان کا کلام شائع کرایا۔ رسالہ پھول پیالہ کے مدیر اعزازی رہے وہاں سے نیاز سخن کا
خطاب پایا۔ جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی غزل ہمیشہ محبوب رہی۔

نغمہ کلام شبِ غم آئی ہے تو جس طرح ہوگی بسر ہوگی
شبِ فرقت کے فتنے لے معاذ اللہ توبہ
وہ ہے بے پروا یہ بھی ہو طلب ہے نیاز
اے معاذ اللہ اس مجبور کی بے چارگی
یوں تو کرنے کے لیے عرض تمنا کیجیے
عشق ظاہری میں آساں ہے مگر ستار ہے
چاند سورج میں ستاروں میں فیاض ہے
ذکرِ فزوانہ کرو نام بھی فردا کا نہ لو
نہیں ہے کوئی میکانہ جو تیرا ہم وہ میر ہے
جنت میں نہایت خندہ پیشانی سے غمِ حسیلا
رازِ شراب و حالِ میخانہ کہہ رہی ہے

یہ ممکن ہے سحر تک ہم نہ ہوں لیکن سحر ہوگی
انہیں سے کابا پیدائیت کی سحر ہوگی
حسن اگر خود دار ہو تو عشق بھی خود دار ہو
جبکو مرزا بھی ہو مشکل دلیست بھی دشوار ہو
وہ جوابِ حسانا کر دے دیں تو پھر کیا کیجیے
حان کی بازی لگا کر دن کا سودا کیجیے
جس کی تنویر یہ ہے آپ وہ ہو گا کیا
حشر ہے حشر یہاں وعدہ و واکیسا
تجھے اپنا لیا تو سب کو اپنا کر لیا میں نے
جسے دینا نے ٹھکرایا گوارا کر لیا میں نے
سب کچھ تری ادائے ستارہ کر رہی ہے

(نغمہ کلام شبِ غم آئی ہے تو جس طرح ہوگی بسر ہوگی)

تلامذہ رازِ احسنی سہسوانی

را، حضورِ یمنشی حضورِ الحسن سہسوانی حلف و شاکر خطاب رازِ احسنی سہسوانی
نغمہ کلام ایک لفظ مبہم ہے آرزو جسے کہتے
کیوں زانے میں ہے مشہور چین کی خوشبو
کون ہے شمع کی صورت مرے سینے میں حضور
کاش تم سمجھ سکتے میرا کیا اشارہ ہے
اس نے پائی ہے کسی پنجہ پن کی خوشبو
کون رہتا ہے اندھیر میں جالوں کی طرح

(نغمہ کلام شبِ غم آئی ہے تو جس طرح ہوگی بسر ہوگی)

(۲) کامل یمنشی محمد علی صدیقی سہسوانی

(۳) ظفر بنشی ظفر الحق خلف اکبر رازا حسنی
(۴) ظہیر بنشی ظہیر الحسن سہسوانی

نور کلام نور ملت دل کو عشرت مد آرد پایا
نظر پھرتے ہی دنیا ملک کو امیدوار مار کر

(۵) اخلاق سہسوانی
نشی اخلاق حسین دلداشتیاق حسین قریشی ساکن سہسوان ملازم
بدایوں مصنف ناول آخری راستہ واک اور پھل

نذر آردی زکیوں ہوں بھلا اپنی قسمت یہ نازاں
نہ کیوں آج گائیں خوشی کے ترانے
(۶) منزل بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۲۴
زکیوں دل میں اٹیس میرے طراناں
بہاروں کی آغوش میں ہے گلستاں

مست احسنی کنوری شاگرد جناب احسن مارہروی
۱۸۹۳ - ۱۹۱۷

مست - ابو العرفان منشی شمشاد علی انصاری کنوری بدایونی خلف
شیخ کفایت اللہ - مصنف 'احسان' کا 'سر' مطبوعہ ۱۹۲۵

نور کلام جلیلو کا خوف ڈر ہیا رکا - دور خزاں
آئینہ برق جمال جلوہ یکتا کئے
کمارے اس آرزوئے حسن مشتاق جمال
کیا بتائیں مست ہم بزم المک سوز نشیں
ختم کیا چھپی دور آسمان جوائے گما
طور پر آئے تو آئے نور کا پردا کئے
وہ ہجوم حشر میں بھی آئے میں پردا کئے
عقربے سحر تک اگر سے کھلا کئے

عروج زیدی بدایونی شاگرد جناب احسن مارہروی

عروج - سید فیاض علی زیدی بدایونی مقیم رام پور ولادت ۱۹۱۳ء
نور کلام ارشد مرقی جگر خالی امین دردینہاں کی
عروج الام دنیا سے جو ہم آغوش رہتا ہے
مشت نے ضرورت دیکھ کر خلق انسا کی
وہ قیمت جانتا ہے حق پرانی کے دیوان کی

وہ کیا گئے کہ اپنی تو دنیا بدل گئی کیا کہئے حسنِ شام و سحر کو لے کیا
تمنا مذہ عرف و فرج زیدی بدایونی

اثر منشی عبدالرشید خاں بدایونی منشی کراچی ولادت ۱۹۳۷ء

نمونہ کلام جمع کے راجہ بریہ شرقیہ تبسم بکھار
دش شاید تری محل میں گزار آئی ہے
(۲) صاحب بدایونی منشی قدیر صاحب ولد مرشد شاق احمد ولادت ۱۹۳۷ء مہر ساکن
محله سرانہ الف خاں بدایوں

نمونہ کلام برہم وطن کو بڑھکے گلے سے لگا لیا
قدیر وطن ہوئی مجھے ترک وطن کہ بعد
جناب صاحب بدایونی کے شاگرد منشی انوار الدین زفر ولد حکیم عزیز مریدی
ساکن محله سوت بدایوں ولادت ۱۹۴۸ء پیٹہ مدرسہ سی بی ایس انکالو کلام درج ذیل ہے۔
ہر ایک بات کا احساں دل کو مرتا ہے یہ اور بات ہے تم سے گلا نہیں کرتے
برق دہلوی شاگرد جناب داغ دہلوی و آغا شاعر دہلوی

برق منشی ہمارا ج بہادر و رفا دہلوی خلیفہ منشی سر نرائن حسرت ابن منشی
۱۹۶۲-۱۹۷۵ء

خوب چند و کیل شاہی وطن آبائی قلعہ سیٹ قلعہ ایٹھ تھا۔ ڈپٹی پوسٹ ماسٹر کے عہدے پر فائز تھے
آپ کی نچرل نظمیں رسائل میں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلے حضرت داغ دہلوی اور ان کے انتقال کے
بعد آغا شاعر دہلوی سے استفادہ کیا آپ کی نظموں کا مجموعہ مطلع انوار کے نام سے شائع ہو چکا ہے
نمونہ کلام تلب سے پیدا نوائے راز عرفان کیجیے
مخمل ہستی کے ہر ذرے کو قصا کیجیے
آئیے عشقِ مجازی سے حقیقی کی طرف
دارغ الفت کو چراغِ راہِ رازِ غزال کیجیے
خونِ دوسے گالِ بزمِ جو خندان ہو گا
نارسانی کا جو قسمت کی گلہ کرتے ہیں
خستہ مالوں کی خوشی بھی نہیں غم سے خالی
لذتِ کوششِ برباد سے بیکار نہ ہیں

(شاہد حقانی)

ہمتیں گوش ہوں سننے کو نوائے فطرت
 آشنا ساز سیرہ لغز خاموش بنیں
 محبوی حیات کا ہے نام زندگی
 جب موت اپنے ہاتھ نہ ہو کیا کرے کوئی
 کھلتی تبیں حقیقت دینا ہے بے ثبات
 اگر خراب ہے ریدۂ حیل کے سامنے
 گلہیں نے پھول توڑ کے دامن میں بھرنے
 دور نگہ دنیا کے دوں کے تماشے
 دکھاتی ہے گردش یہاں ہر کسی کو
 کوئی مست ہے خندہ جام مے کا
 رلاتا ہے خوں دیدہ تر کسی کو
 مگر کئی سلطان ہو یا بے نوا ہو
 ہم ایک درپیش ہے ہر کسی کو
 اجل اس جہاں سے اٹھا کرے گی
 منتخب نظم شع جہاں افروز لب شہ چراغ معرفت
 جلوہ پاشی نور حق روشن دماغ معرفت
 گونا گوں بے خود توحید سحرِ ایام معرفت
 خضر منزل مالک کبغ فراغ معرفت (ہندو شمر)

حکیم لکشمی نرائن جوہر بدالیونی شاکر و جناب برق دہلوی

جوہر حکیم لکشمی نرائن م ۱۹۶۳ء خلف بابو ملک نرائن اختر پیشکار کلکڑی بدالیوں
 آپ کا منتخب کلام آئینہ جوہر کے نام سے جون ۱۹۶۳ء میں نظامی پریس بدالیوں سے
 شائع ہوا تھا۔ پھر میں مطب تھا جہاں مرثیوں اور شاگرد دونوں فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ
 کی غزلیں معیاری ہیں جن میں ایک تیکھا پن ہے محاوروں کا استعمال اور زبان کی چاشنی ہے۔
 نثر کلام میں رسوا ہوں سرِ محشر مگر مجھ سے فرو کوہ بھی
 کھڑا ہوں دم بھڑدیں بھی کھڑیں مگر کوہ بھی
 طیور باغ کی مرگوئیاں میاں دے کے طعنے
 مری تقدیر میں لکھا تھا میں یہ بھی منزل بھی
 ستارہ صیادِ فلک جوہر کو دنیا میں
 ترے فخر میں ہے فتنہ گر صیدِ زلال وہ بھی

سے کیف فصل جن سے کہ قفس میں جس کا قیام ہے
 سر جزر دیکھ کر اٹھے کہیں دل کا راز یہ خاموشی
 نہ جانے طرف سے زائد ہے یا اپنے بقدر سے
 خدا شاہ ہے یاد آجاتی ہے کھوئے دل کی
 تصور دل میں اشد آنکھوں میں لب پر فرخوشی
 ادب سے زہد کعبہ نشین بھی چوم لیتا ہے
 زندگانی وہ عذاب جاں ہے
 قبر میں ہو گا حسابِ زندگی

قطر

آپ کی درویشی نظمیں ابھیمنو (ہما بھارت کا ایک سین) اور اشوک و اڑکا سندر
 کا نہ (امین کا ایک سین) میں ان کے علاوہ لوجہ و ناپت ہما گا گاندھی گلاب کا پھول توں قریح
 سلجھے کا داغ اور سال لوسے خطاب ہیں -

نظم ابھیمنو میدانِ رزم کو در کثیر کا وہ مقام
 کا آغاز دنِ حشر کا تھا اور قیامت کے صبح و شام
 پانی جہاں پہ مانگتی تھی تمنی بے نیام
 تنگی قیضہ بعل کا جہاں گردشِ مدام

قہر سے تھے خون کے کہ شرا سے تھے آہ کے

درے اگل تھے ہو رزم کا گاہ کے

جنگِ صورت پھر مسکر کے سن کا کیا باجرا بیاں
 دہرائی ایک ایک وہ امتیاز کہاں
 ہونٹوں کو چومے لگیں معصوم توخیاں
 ارجم کی وہ کہانی بدھسٹری داستان

وہ بے رخی گرد کی وہ چرکے غنیم کے

جانا وہ رزم گامیں ہمراہ بھیج کے

ابھیر کی ماں اسے میرے لال اے شبِ غم کے مہِ تمام
 بھارت کے جو سپوت ہیں تھے نہیں غلام
 زیور ہے راجپوت کا شمشیر بے نیام
 مرنا ہے اپنے حق کے لیے زندگی کا نام
 گنگا نہاٹو حوں سے دشمن کو مار کے
 باجھنک دور میں یہ بانا اتار کے

ہنرِ نبی کو سب ڈھونڈ کے کوہ اور بیاباں
 تبتی کی اک جست میں پار کر کے ساگر
 تلائش آنکھوں سے برائے گلِ فشان
 پلوں سے گھروں کی خاک چھانی
 ہر گوشے میں جانکی کو پوچھا
 سون کو قسم دلا کے پوچھا
 ببل نے ہزار کی رسائی
 نکبت نہ چمن کی ہاتھ آئی
 غنچہ ہرے کوئی گل کھلاتا
 یہ کھی نہیں بت بتاتا
 اس نظم میں گلزارِ نسیم کا رنگ صاف جھلکتا ہے اسکی کامیاب تقلید ہے
 اقتباس نظم بر موقوفہ جلسہ بدایوں ۱۹۵۵ء بیادگار جلیاں والا باغ

ماورِ سندھ و ترائی آہ و دہان لے، ارغ
 غمِ فیضیوں کے ہر جسے میں جلتا ہے چراغ
 تیرے عشق سے جلیان والا رام بارغ
 عقل کھو کر جس جگہ ڈار ہو اٹھا بد ماغ
 شہرہ آفاق وہ تاریخِ غم کا باب ہے
 شاہدِ خونِ شہیدانِ عالم اسباب ہے

بدایوں کے چند ادیبوں کا مجموعہ

تلاذہ حکیم لکشمی نرائن جوہر بدایونی شاگرد برقِ دہلوی

دارا ارمان بدایونی بنی کٹر بہادر ایم اے ایل ایل بی ۱۹۳۹ء انٹر علی ریٹوے

نہ کلام میرے ہر مولیٰ پہنچا بھی نہیں سبھی اتنے جتنے لکھے ہیں تیری آنکھیں پیارے آنسو
 (۱۲) شیم بدایونی، منشی اوداشکر ولد کش لال ۱۹۰۴-۱۹۶۲ء ملام کرناٹ وارڈ
 نمونہ کلام میت پر میری آگے سنو دستاں دل یہ بے رانیاں ہیں سرایا زبانِ دل
 (۱۳) مفسر بابو انوکھے لال بدایونی دلاور ۱۹۱۶ء
 نمونہ کلام مجھ کیا جو میں پروردگارِ بحرِ جواب ہوں مری لہنی تپائیں لے رہی ہے خوش لہناں کی
 (۱۴) وحشی منشی کرشن نمون بدایونی رلاور ۱۹۲۴ء
 نمونہ کلام یہ کتاب اچھے سے یہ ہے زبانِ آعاسی و کہ اس میں کوئی فصاحت بھی نہیں ہو گی
 بے چین بدایونی شاگرد داغ دہلوی

قاضی عبدالحی صدیقی حمیدی م ۱۸۹۹ء خلف قاضی نذر اللہ
 ساکن قاضی ٹولہ بدایوں ۔
 نمونہ کلام اصحابِ مصطفیٰ سے زمیں رسدِ حیرت ہے وال ایک آفتاب ہے یاں چار آفتاب
 (نعت) جان و دل سے میرا بھی حاضر ہوا آنے کیلئے بھیجد دتم عمرِ رفتہ کو بلانے کیلئے
 غزلیات کوئی کچھ بھی کہے مگر بے چین اچھی صورت پر کھنڈا میں ہمم
 حسن پر بس نہیں اپنے مجھے الزامِ جنوں کسی تقصیر ہے اور کس کو نرا دیتے ہیں
 تلامذہ جناب بے چین بدایونی شاگرد داغ دہلوی

لاہور۔ قاضی محمد بنی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۶۸-۱۹۳۲ء شاگرد
 و برادرِ خالہ زاد جناب بے چین بدایونی صرف فارسی میں شریک تھے۔ مرید حضرت شاہ ابوالحسن
 نوری میاں ماہر مری قدس سرہ جج کی پیشکاری سے پیش لی۔

(بنا بنی پانچ ۱۸۹۲ء تکمیل تک پہنچا تھا)

مصنف مجموعہ کلام شاخ بنارتہ غیر مطبوعہ

نہوہ کلام یاد آرزو خود منوار بہ الطافش
۱۷ تنہ مشغول از حالت پرور
۱۸ بہت بابان من زینت محفل زنت
۱۹ زینت محفل زنت ۱۷ بہت بابان من
۲۰ خان من نام و نشان من بچہ حارہ پیرس
۲۱ ایں نشانم کہ ترا عاشق دارم کافی است

(۲۱) ہر منشی عبد الرحمن خاں جلد سازم ۱۹۱۰ء ولد خیرانی خاں ساکن قاضی

طہ بدایوں۔

نہوہ کلام کیا بتاؤں جو دل کی حالت ہے
شکر ہے آپ کی عنایت ہے (تجلیات
بیروفا اس کو جانتا ہوں میں
پھر بھی اس سے مجھے محبت ہے سخن)

بنحو بدایوںی شاگرد داغ دہلوی

مولوی عبدالحی صدیقی حمیدی بدایوںی ۱۸۵۶ء - ۱۹۱۲ء طلب قاضی

مولوی غلام سبتر بن قاضی امام بخش بن غلام حسین بن محمد حسن بن محمد روشن بن محمد صفی بن
ناصر محمد بن قاضی صدر جہاں بن قاضی عبدالوہاب قاضی بدایوںی بیروہی ہیں جو ڈیپٹی آفسر رہے وہاں
سے ۱۸۹۱ء میں جوہیہ گئے اور وہاں فوجدار (مجتبیٰ) رہے۔ دیوان میخانہ بنحو خود ۱۹۱۱ء
میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔ ایک نثری کتاب "عبر و غلبہ کی لوٹ اور ہوش و خروش کی دوکان"
مولانا علی احمد خاں اسبیر کے مطبع نسیم سرحدیوں سے طبع ہوئی تھی اس پر مولانا اسیر نے
ایک جامع مقدمہ بھی تحریر کیا تھا۔ مولانا بنحو کے بارے میں ناقدین کو آواز دہلوی ہے۔

(۱) مولانا حسرت موہانی - بنحو بدایوںی - حسن بریلوی اور بیگم شاہ جہاں پوری

ہر حیثیت سے نیرموج و رسا۔ ہجو و لہیر اور کچھ کچھ نسیم و احسن و شرف پیر دی غاص استاد
کے لحاظ سے مرزا داغ کے بہترین شاگردوں میں شمار کئے جاتے ہیں
(تذکرہ حسرت مہمانی ذکر رسا بلند شہری)

۲۱ جوش ملیح آبادی - داغ کے جن شاگردوں نے استاد کی زبان اور اس کا رنگ

پتی طبیعت میں زیادہ سے زیادہ جذب کیا ہے بے خود بدالیوں ان میں سے ایک ہیں۔
(معنون داغ کے نامور شاگرد آجکل دسمبر ۱۹۲۶ء)

(۳) دیوان ہجو و بدالیوں پر ہجو و ہلوی کی تقریظ منظم

نہیں دیوان اسے گلہ زہد معنی کہئے	نہیں دیوان یہ ہدیہ ہے پئے اہل نظر
نہیں دیوان محبت کا یہ افسانہ ہے	نہیں دیوان رگِ جاں کیلئے ہے نشتر
وہی ہجو و حسرت ارادہ کے ترا کرد و رشید	وہی ہمنام مرے میرے عنایت گستر
شہر گوئی میں نہیں آج کوئی لکا نظیر	شہر زخمی میں نہیں اب کوئی آن سے بہتر
چار سو تھر ہے اب انکی سخن گئی کا	ان کی تقریر میں قریریں عاد و کا اثر

مولانا حسرت مہمانی نے نکاتِ سخن، باب سوم - محاسنِ سخن میں ہجو و بدالیوں کے
مذہب ذیل اشعار پر داد دی ہے اور ان میں حسنِ کلام کے نکاتِ تحسین فرماتے ہیں۔

منازلتِ معنوں، بلندیِ جذبات و فداقی تصوف

وصال یا رتھید فراق پر دردِ عالم ہے	جو انکا ہو گیا پھر کسی کا ہو نہیں سکتا
شوقی کلام و زندگی معنوں	

بیٹھا ہے ہمیشہ رندوں میں کہیں زاہد دلی نہ ہو جائے

حسن ترکیب و خوبی استعارہ و لطف تشبیہ
 اس ذوق ابتداء کا کہ اسکے دم سے سب کچھ ملا - ملا جو دل بیتا مجھے
 معاملہ بندی و واقف نگاری و جذبات نگاری
 ساتھ ساتھ اہل تمنا کا وہ مضطر جانا اللہ ترا بنم سے اٹھ کر جانا

انتخاب کلام بخود الہی

سیکھی ان آنکھوں نے حیرانی مری
 معجزہ موت پر غم سے نجات
 اپنی خوشی و فاسے ڈرتا ہوں
 پہاڑ حوالی دل و جان دیکھے میں دین و ایمان بھی لہذا
 "جوئے" غم ستم گر ہو مگر یہ تو کہو
 "زور دے" یہ روزِ حشر بہت محقق ہے داورِ حشر
 نیاز والوں میں یہ نیازیاں یہ غرور
 یہ کون وقت ہے کبر کا توہ کریم خود
 احبابِ دیوان و دو بھوجان حرف میں دردِ دہریں
 کیف وصال زہدینا فہم کچھ نہ بوجھ
 بے خود فراقِ یار میں ہم اور شعلے
 دیارِ عشق کی جرات ہے وہ اپنی سے
 مری بلا سے گرے برقی یا خزاں آئے

اے اڑیں زلفیں پریشانی مری
 کس قدر مشکل ہے آسانی مری
 عاشقی بندگی نہ ہو جائے
 بس اب کیا دینگے تھک روزگاری دیکھنے والے
 کچھ ستم بھی میں ہمارے نام کے
 کہوں فنا نہ طولِ شبِ جدائی کیا
 بتو تمہارے ہی قبضے میں ہے خدائی کیا
 خدا سے ڈر یہ جرات میں پارسائی کیا
 دیکھا جسے وہ طالبِ عمر دراز تھا
 وہ خود نیاز تھا میں سراپا نیاز تھا
 مجبور تھے مگر کہ یہ غم جانگداز تھا
 کہ دل کا آنا ہے یاں نام دل کے جانے کا
 نفس میں غم نہیں کچھ فکروں آشیانے کا

غلشِ انتظار نے مارا
 ستمِ روزگار نے مارا
 ہجومِ شرف سے یاں یہ توار دل بدلا
 ہوا ہے آئینہ حسِ یاد دل میرا
 تجھ سے اچھا مرافق نہ رہا
 کون بوجھے اسٹیجِ راز و کی آرزو
 علمِ کامِ حریت کی حریت آرزو کی آرزو
 نعت ہے اسے نہ دیکھائی سے زیادہ
 کھینچنے والے کی ادا کھینچ گئی تھوڑے سا
 ساقی بھلا ہو ہم کو بھی مولا کے نام کی
 دونوں میں ایک چیز نہیں ہے کام کی
 فرشتے قبر میں یہ کیا سوال کر بیٹھے
 مر جاؤنگا جو آئی موانعِ دوا تجھے
 سب کچھ ملا ملا جو دل بہتلا تجھے
 جب بندہ ہوئی آنکھ نہیں تم نظر آئے
 گویا کہ انہیں کاٹھنِ خدا بھی
 جینے کی تمنا بھی ہے مرنے کی دعا بھی
 بھلا رازِ محبت آشکارا ہم سے تباہ ہے
 حیا دیکھو بھری محفل میں ہر اہم سے تباہ ہے

مر رہا ہوں مگر نہیں مرنے
 ہم تو جینے لگے مگر بیخود
 دوزخِ شرف سے ماںِ اعتبار مرنے
 بنا دیا اسے خود بینِ دوزخِ ناپسند
 ان کی محفل میں میرے چرچے ہیں
 کون سمجھے اس دل بے دعا کا مدعا
 مبتلا ہے عشقِ کائنات کے ذوقِ ابتلا
 زائد وہ لگا ہوں بھی بیزار ہے لیکن
 فکرِ معجزِ حسنِ کد پر میں دیکھیں
 اکھڑے ہیں جہاں میں ترے فیضِ عام کی
 دلِ نازکِ مبتلا ہے جگر ان کا شیعہ
 بتاؤں کیا انہیں کہتے ہیں کھسکا ہوا ہے
 یہ دردِ دل ہی زلیست کا باعث ہے چارہ گر
 اس ذوقِ ابتلا کا مزہ اس کے دم سے ہے
 فرشتے میں بھی بخود نے مرنے کے لوٹے
 ہیں مائلِ بیدار وہ یوں روزِ جزا بھی
 امید بھی ہے یاں بھی ہے ہجر میں دل کو
 خدا کے سامنے بھی حشر میں جگے کھڑے ہیں ہم
 ادا دیکھو کہ پردہ میں نگاہیں سب لڑتی ہیں

آئے بدنام ہوئے عشق تباں میں بخود
 کیا حشر کیا ہے مگر شرم نے برپا
 جینے کے مرے وصل میں جی کر کوئی لہو
 تنہا کیا ہو نہیں سکتی یہیں نہیں ہوتی
 راہ پر زائد نادان کو لگا لو رند
 دی سوزِ تپِ زلفت دی تیرا دل
 راحت و رنج دو عالم کی خبر کیا بخود
 جو کچھ گذری وہ اپنے دل سے پوچھو
 ملک تیرے ستم کیا سہمے والا
 روپوش ہو کے نہ سکے وہ حجاب میں
 زائد سوائے نازک لذت ہر خلد
 شامت تو دیکھنا مجھے آتا ہے پیارا اور
 خواہاں تھے حور کے نہ شرا بہ ظہور کے
 آنسو مری آنکھوں میں میں نالے مرگ پر
 خلوت میں بھی جلوت کے چوٹ رہا ہوں
 جس میں سودا نہیں وہ سر ہی نہیں
 آہ کرادلِ حزیں نہ کہیں
 یوں ترستے ہیں مے کو ہم
 بیچ تو کہتے ہیں انہیں جو رستم سے کیا کام

۱۸۸۶

۱۸۸۶

۱۸۹۱

منہ دکھانے کی خدا کو کوئی صحت نہ رہی
 اتنا تو ذرا آکھ اٹھا کر کوئی دیکھے
 مرنے کے جنے ہجر میں مر کر کوئی دیکھے
 روا کیا کر نہیں سکتے ہیں ہم لیکن نہیں کرتے
 یہ بھی کیا بات ہے ہم ساتھ رہا میں رہے
 ہم تو جنت میں رہے تو بھی جہنم میں رہے
 یہ بھی معلوم نہیں کون سے عالم میں رہے
 ہمارا حال ہم سے پوچھنا کیا
 کوئی باقی نہیں مرے سوا کیا
 ڈلے نگاہِ شوق نے رخسے نقائیں
 اچھا ثواب لے اسے ڈالا عذاب میں
 جب دیکھتا ہوں میں انہیں ہم نقاب میں
 ہم توبہ کر کے پھنس گئے ساقی نقاب میں
 سوداگر میں ہے تمنا مرے دل میں
 دنیا مرے دل میں ہے ناز مرے دل میں
 درد جس میں نہیں جگر ہی نہیں
 آگ لگ جاتے گی کہیں نہ کہیں
 پیو پیو نہ کہے مرید نہیں
 وہ مجھے جرمِ محبت کی سزا دیتے ہیں

دلہ لگانا ناز و ادا اور بھی تو میں
 آیا سوئے جگر جو وہ پیکانِ دل نیش
 واہ رے شوقِ تھا اللہ رے جوشِ سنوں
 ان کو دماغِ پریشِ اہلِ حسن کہاں
 بخود نہ کیوں ہو دوریِ اسلا سے ملوں
 چہرہ دیکھنا تم اپنے تھور کی شواذیاں
 میں تو اس بات سے ہوں شاد کہ اچھو جفا
 ملکِ موت کے تہوں یہ گرے پڑتے ہیں
 غم ہی غم ہیں مرے فاعے میں
 سونجھے تم اپنے جی کا حال
 آئینہ لیکے پہنے اپنی نظر کو دیکھو
 کیا کپوں ہدمِ دل پر آرزو کی آرزو
 ساتی بیگانہ ہوں کو ایک جلو بھی دیرین
 افرے نا آشنا یاں اس کی
 خیال میں نہ رہیں صورتیں عزیزوں کی
 اشد رے میری بے قراری
 غفلت کے پڑے تھے پردے
 خدا وہ دل بھی دکھائے کہیں کہیں بخود
 مر شہید کو تسکین تو ہو جاتی تھی

ہم پر ہی کیوں ہے جو رو جفا اور بھی تو میں
 بیتاب ہو کے دل نے کہا اور بھی تو میں
 جلوہ بجا ناں کا طالب پردہِ محمل سے ہوں
 یہ بھی سہی تو ہم کو مجالِ سخن کہاں
 سوچو تو مارواڑ کہاں ہے دکن کہاں
 دو چار دن رہے تو دلِ بیقرار میں
 لوگ کہتے ہیں سزا جا ہے والا جھکو
 جان پر کھیلنے والوں کا تماشا دیکھو
 کدھ ہی دکھ ہیں اسے جہاں سے سنو
 راز کی بات رازواں سے سنو
 پھر میرے دل کو دیکھو میرے دل کو دیکھو
 آرزو اور اس بیت بیگانہ فوک آرزو
 میکشوں کو جام کی حم کی سبکی آرزو
 چار دن بھی تو آشنا نہ رہا
 وطن سے چھوٹے ہوئے اس قدر مایوس
 چین ان کو بھی رات بھر نہ آیا
 وہ پاس رہا نظر نہ آیا
 جنابِ دافع سے ملنے میں رام پورا آیا
 کچھ نتیجہ نہ سہی نا صیہ زسائی کا

کہو خلد میں ہو تمنا حسین

۱۳۶۲ھ (۱۹۴۲ء)

دعا بھی ہے تاریخ بھی ہے عیش

نمونہ کلام جناب تمنا بدایونی

(طالب علم اور نثر نویس)

کبھی بدبوش ہو جانا کبھی ہشیار موطا

دل سے قرین ہو گو مری انکھوں سے دور ہو

نعت تمنا ہے جی میں اس طرح سرشار ہو جانا

غزل بروم تمہاری یاد میں کشتی ہے زندگی

(۳۱) بیدل مولوی مصنائے حسین صدیقی حمیدی بدایونی آپ

کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوا۔ دیکھئے صفحہ ۵۷۶

(۴) حسن مولوی ابوالحسن صدیقی فرشتوری بدایونی سابق چیف

محج حیدر آباد دکن۔ صرف فارسی میں شوقین تھے۔

نمونہ کلام گل وقت کو شلقلے بارشِ رحمن چوں ہنر

گل زیب نماز گیرد ز شبنم سحرگرم

خوشتر امید کو شہ بدار خطر نمایاں

زینت زائند آ رہے باید رخ حسیاں

(نثر نویس)

(۵) صابرہ منشی صابر حسین صدیقی حمیدی بدایونی

نمونہ کلام بھرے بیٹھے ہوئے ہیں کرکٹم ڈیفندر دیکھئے

بیانہ ڈھنڈتی ہے چٹیم ترانہ بیانے کا

(۶) وصل منشی رضی الاسلام ہاشمی بدایونی ۱۹۵۲ء خلف تاقی

ریاض الاسلام خلف تاقی شمس الاسلام خلف مولانا تاقی عبدالسلام صاحبِ محنت سلام بدایونی۔

نمونہ کلام ماجرا ہے یاد آتا سر قفا اور سجدے تھے

اسیہ سجدی خانے کسا آستانہ تھا

(۷) اختر منشی پتھر پر شاہ جو دھپوری ۱۸۸۲ء ۱۹۲۲ء خلف منشی

دیوبی پر شاہ شاہ اسم ۱۹۲۲ء مولف مذکورہ شوالہ ہندو۔ اختر صاحب کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔ دیوان کے علاوہ ایک مثنوی اور قطعیں بے ہوا آپ سے یادگار ہیں۔ اپنے والد کی حیات میں بہ عمر ۳۸ سال انتقال کیا۔

نیز کلام وہ کا فرید دے دیا ریاست شوالہ محکم میں اسکو چھوڑ سیٹھوں مجھ سے ایسا نہیں سکتا
آرزوئے وصل اک آزار ہو کر رہ گئی دل کے ہاتھوں ذمہ گشتار ہو کر رہ گئی

مولوی رضائے حسین بیدل بدایونی خلف و شاگرد جناب بیخود بدایونی

بیدل۔ مولوی رضائے حسین صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۸۲ء ۱۹۲۲ء

خلف اکبر جناب بیخود بدایونی۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تعلیم تربیت جو دھپور میں ہوئی۔ عربی فارسی اور اردو میں دستگاہ فنی۔ انگریزی میں بھی اچھی قابلیت تھی۔ ریاست میں ملازمت کی۔ سبکدوشی کے بعد بنشلی جو زندگی بھر ملتی رہی۔ بچپن میں مغلوب ہو گئے تھے۔ چلے پھرنے سے معذور تھے۔ ایک ٹھیلے پر بیٹھ کر نقل و حرکت کرتے تھے۔ رکو ان کا ملازم چلاتا تھا۔ شاعری میں پہلے ذکی دہلوی سے اصلاح لی ان کے انتقال کے بعد اپنے والد ماجد سے مشورہ کیا بعد ازاں مولانا احسن مارہروی سے برائے نام مشورہ کیا۔ باوجود جسمانی معذرت ہر قسم کی علمی و ادبی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ ایک انجمن قائم کر کے ماہانہ مشاعروں کا آغاز کیا تھا۔ ان کے دم سے جو دھپور میں شرو سنخ کا چرچا تھا۔ انجمن اہل علم نے ادبی خدمات پر آپ کو صدر الشرا کا خطاب دیا تھا۔ آپ ہر دو تین سال بدایوں جاتے اکثر بر ۱۹۴۲ء میں بدایوں سے واپس آکر جو دھپور میں انتقال فرمایا۔

جس نامی بدایوں نے جا کر سپردِ خاک کیا گیا۔

جناب بیدل خلیجی کا نمونہ تھے۔ لوگوں سے ملنے میں نہایت متواضع اور منکر الزام تھے ہر پہلو بڑا ان سے دل کو خوش کرتا تھا۔ ان کا ظاہر باطن کا آئینہ دار تھا و کام ریاست میں ان کا لانی روضہ تھا۔ مزدبست مسند اصحاب ان کو حکام کے پاس بجاتے تھے اور آپ جو کچھ حکام کرتے تھے کسی معذرت کا عذر نہ کرتے تھے پشاور قتل کے ساتھ دوستانہ رویہ تھا۔ آپ بلا کے ذمین قادر الکلام اور پر گوش عرق تھے ایک ہی نشست میں سینکڑوں شعر کہ ڈالتے تھے اگرچہ آپ کا تعلق سلسلہ داغ سے تھا جس کے آپ عمر بھر معترف اور مداح رہے مگر دراصل آپ نے موسیٰ وغالب کو شعلِ راہ بنایا۔

بیدل کا غیر مطبوعہ مجموعہ کلام بڑا ضخیم ہے اور تمام اصنافِ سخن پر مشتمل ہے غزلیات رباعیات و قطعات کے علاوہ نظموں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ غزلیں زیادہ تر تعلیم دہانے کی رنگ میں ہیں مگر نظموں کا معیار بلند ہے قومی ہنسی کا شعلہ ہر موضوع پر نہیں کھینچیں۔ تصانیف میں کلیات کے علاوہ میلاد شریف جو بچھوٹیل میں ایک مسلسل نظم ہے عالمِ ادب ایک طویل اصلاحی مثنوی۔ مجموعہ رباعیات بیدل اور مضامین بیدل شامل ہیں۔

نقشِ ارژنگ تیر ہے سراپا تیرا	نمونہ کلام وصف کس سے عیاں حسنِ خود آرا تیرا
اون منی سے عیاں رتبہ والا تیرا	تابِ توسن سے ظاہر تری قربت کا علو
تجھ کو کیا دیکھ سکے دیکھنے والا تیرا	ہے بشرِ مونا ترے دوستِ حقیقت کی نقاب
کون سے قلب میں بھڑکا نہیں شعلہ تیرا	سگِ خارا میں امانت تری الفت کے شر
پردہ گر رخ سے اٹھا دے کہیں جلوہ تیرا	پردگی طورِ تجلی کی بنے پردہ وری
مشتقِ اسمِ احمد نام ہے تیرا تیرا	تو محمد ہے سزاوارِ مقامِ محمود

تو وہ یکتا ہے کہ معدوم ہے سیر تیرا
 شہرِ وصفِ بیاں ہونہیں سکتا تیرا
 قلبِ رحمت مجھے کہنے وہ ہے سیر تیرا
 رنگِ نیرنگ ہر اک شے سے نرلا تیرا
 طبعِ لہرائی ہے ہاں کچھ مرپا تیرا
 کنزِ مخفی کا خزانہ ہے کہ سینہ تیرا
 صفتِ اللہ ہے نگائے گلِ رعنا تیرا
 اوجِ طالع کا درخشاں ہے سارا تیرا
 روکشِ شامِ ابد زلفِ کالت کا تیرا
 بے تکلف خمِ ابرو سے دل آرا تیرا
 لبِ اعجاز ہے اعجازِ مسیحا تیرا
 یقیناً یہ مختار ہے حق تیرا
 جاری ہر ایک سے رحمت کا ہے چشم تیرا
 بندھے ہوئے نہ نکل جاتا ہے پنکا تیرا
 مراۃِ سرِ حقیقت ہے یہ گویا تیرا
 جس نے دیکھا وہ ہوا دلِ شیدا تیرا
 حوریں آنکھیں میں جس سے وہ گلو تیرا
 نظر آجائے جہاں نقشِ کعبہ پا تیرا
 گرم ہنگامہِ محشرِ قدرِ مالِ تیرا

احمد و حامد محمود و محمد ہے تو ہی
 حق یہ ہے تیری حقیقت کو خدا ہی جانے
 تو شہرِ انبیا ڈالی عرفا ہیں شاہین
 شہداءِ گل ہیں ثمرِ خوشی میں غنچےِ اقطاب
 دلِ کرنا ہی رہائے مضامین تازہ
 ذوقِ خوبی ہے ترا حاملِ برزخوت
 جلوے پہنہاں تری صورت میں وہ اللہ کے
 آبرو صبحِ سعادت کی جبین پر نور
 غیرتِ صبحِ ازل ہے ترے عارض کی بہار
 قبلِ طاقتِ عشاق ہے چشمِ بد دور
 دلِ یک خلقِ خدا تیرے مٹھ کا بسمل
 ہاتھ سے تو جیسے جھولے یہ بیضا جڑے
 مدحِ انگشت میں تیری نہیں جاتے انگشت
 گو گل کو کہے بلبل تیری کمر کا معزوں
 آئینہ کا سرِ زانو ہے تحیر کا مقام
 ساقِ پر نور کا عالم تری چشمِ بد دور
 پائے نازک تر ہیں ذوقِ پر خربانِ جہاں
 وہ جگہ سجدہ گر اہل نظر ہو جائے
 شورشِ روزِ قیامت ترے قامت میں بہا

ڈال دے جس پر تو سایہ دی فوری ہو جائے
 لبِ اعجاز سے مردوں کو جلائے والے
 شبِ معراج کی عزت کو بڑھانے والے
 لے کہے کون و مکان میں ترے اکرام کی عہم
 آج دامنِ درِ مقصود سے بھر دے اسکا
 تجھ کو پھیلانے بامیدِ کرم آیا ہے
 گھلے مل جاؤ قصہ مختصر ہو
 محبت بادِ جاں ہے دل سفینہ
 جن میں اب نہ بھلے ہے نہ آندھی
 ہے کائناتِ دل کا ہر ذرہ ذرہ مفسر
 پھر جو خوشِ جنوں ابھرا پھر فعلِ بہار آئی
 انگریزی ہوئی سائیں میں ڈولی ہوئی نیفیر میں
 تیرا زہ یہ عالم کا آخر تو بکھرتا ہے
 تندیلِ مشقِ غایتِ تکمیلِ مشق ہے
 دل کو طے رہیں رہہ کے محبت کے مزے
 ناکام متا ہوں تو دیوں تو کہاں ڈبلوں
 ان کے ہر ناز میں نیا انداز
 دل میں آئے آنکھ سے پروا کیا
 دھن میں ڈوبی ہوئی انگریزی غضب کی

ہونہ کلام
 غزلیات

یہ لطافت ہے کہ اس پر نہیں سایہ تیرا
 لبِ جاں بخش کا عالم میں ہے نہرا تیرا
 سماتِ قوسینِ ادا میں ہے نشانِ تیرا
 ناشائستہ کرم کیوں رہے بنہ تیرا
 ہست یک موزِ تو صد قبلہ جا جاتے را
 لاج رکھ لے کہ ہے بیدلِ ترا منگتا تیرا
 بڑھینے ہم کچھ گئے تم جہاں کوک
 سلامت ہے کیشی بارباں تک
 بلاتیں تھیں یہ میرے آئیاں تک
 اے برقی صحنِ جانانا حرمِ نوازِ جوا
 پھر دشتِ نوددی ہے پھر بادِ یہ بیانی
 لے وہ سر بالیں میں اس طاقِ گویائی
 اے صحنِ خمارِ گیس لے چک لیں انگریزی
 جو سر تھا زیبِ دارِ ہی سرفراز تھا
 تم یوں ہی شورِ تبسمِ ملک افشاں رکھنا
 دیرا بھی مقدر سے سائلِ نظر آتا ہے
 ان کی ہر بات میں نرالی بات
 مجھ سے تم نے یہ حجاب اچھا کیا
 شیرازہِ دو عالم کا کبھرا نظر آیا

سمجھے تھے کہ مر تو نصیب ہے پہلے
 دل کو باندھ کھارو دھ کو آزار کیا
 دل سے بھی کچھ سوانہ ہو کیوں دایہ دل لاریز
 راحت کسے کہتے ہیں واقف ہی نہیں بیکل
 انقلاب گوشہ دوران کام کو ڈر نہیں
 طول اہل عجب بھی یار بیہ رحم ہو حما
 اے حسن و عشق و دلون خانہ خراب ہو تم
 یہ مرحلہ بھی حوصلہ فرسا نذر آیا
 عشق نے کام مجھ سے افساد کیا
 اے ہم نہیں یہ پھل ہے انکا دیا ہوا
 بچن ہی سے حاوی میں ہم غلام شر کے
 فتنہ گر برسوں میں بدل نظر دیکھا کے
 دل ٹکسا گیا ہے اب طول زندگی سے
 ہے اب وکل تمہارا انسان کی کئی سے
 (بہارِ سخن)

تلاذہ بیدل بدایونی

(۱) احقر منشی شیر محمد خاں م ۱۹۳۳ء ولد مولانا عبد الرحمان جو دھوری مرید
 و خلیفہ و سجادہ نشین مولانا مسیح اللہ قادری جتوئی
 نمونہ کلام بانی زمانہ کاشمیرہ پیدائش ترے
 تائیں کی تیغ ناز سے میں خود پسند گیا
 تیغ نذر کا واردہ کاری لگا لکس
 آنی کچھ ایسے ناز سے پیکر تھا کہ بس (بہارِ سخن)

(۲) تنہا حکیم عبدالباری بکنوری ثم جو دھوری ۱۹۰۵ء - ۱۹۵۸ء

ولد شیخ محمد عبد اللہ انصاری۔ آپ حضرت بیدل کے جانشین تھے۔ فارسی اور اردو بھی جناب
 بیدل سے پڑھی تھی۔ مدرسہ حمایت الاسلام جو دھوری میں صدر مدرس تھے۔ بکراچی میں وفات
 ہوئی۔ کلام غیر مطبوع ہے۔ آپ کے تلاذہ میں منشی رحمت اللہ رولتی ناگوری منشی مختار احمد
 رنگین جو دھوری بانی دارالادب بیدل میرپور خاص وفات میرپور خاص۔ منشی ظفر الدین ظفر

جو دھپوری ساکن قصبہ کھائی نزد میرپور خاص ہیں۔

نور کلام کسی طاووس عالم میں جو بجلی دل پہ لکھتے ہے
کئی شکل نکلتا ہے نہ کچھ آواز ہوتا ہے
لنگ کی مشکیں حل ہو گئیں
ان پر مر کے ہم کو جینا آگیا
تو ہی کہہ دے کسی آزادی ہے یہ
میں اگر حنت میں مر سکتا ہوں (بہارِ سخن)

(۳) تاباں۔ حافظ عبد الحمید ۱۸۹۹ء تا ۱۹۵۹ء خلف تاجی عبدالغفار برقی

جو دھپوری۔ حبِ جنوی سے سشار تھے۔ اس لیے تمام عمر نفرت کے سوا کچھ نہ کہا۔ دیوان
غیر مطبوعہ ہے۔

نور کلام رنجِ روشن سے اٹھا دیے جبریت کا نقب
دیکھ لیں طالب دیدار مدینہ والے
تو ہی دیکھا اسے جو نہ کا بھی سنے
منہ نہ دیکھے گا کبھی غیر کا سنگتِ قرا (بہارِ سخن)

(۴) ابرار۔ شیخ محمد ابراہیم جو دھپوری ولادت ۱۹۰۱ء خلف شیخ محمد اسماعیل

فاقی جو دھپوری ۱۹۴۲ء۔ صدر مدرس مدرسہ معین الاسلام و فنانشنل سکریٹری راولپنڈی مسلم یونیورسٹی

سوسائٹی جو دھپور سپرنٹنڈنٹ ریکارڈ ریاست جو دھپور۔ میقم میرپور خاص
نور کلام غزل پر کرم ہے بیدار کسی کی
یہ نکر نہ یہ بیدار ہے یا کسی کی
آنکھوں سے پھٹکے پردہ دلیں برا کئے
پردے کی تم نے خوب جگا خواب کی (بہارِ سخن)

(۵) انور منشی ولی محمد جو دھپوری ولادت ۱۹۰۰ء ولد حاجی غلام محمد خدوہ ساز

آق کل جو دھپور میں جناب بیدل بدایونی کے جانشین ہیں۔ بزم دارالادب جو دھپور نے نجم الشرا

کا خطاب دیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں منشی الہی بخش کامل احمد آبادی ثم جو دھپوری۔ آزاد
 جو دھپوری بشمس جو دھپوری۔ نیرنگ جو دھپوری۔ پارس بمبائی وغیرہ ہیں
 نیرنگ کام میں تھیں ایک بوندھی لڑکے کو ملے تھے مطالبہ بے بس آتا ہی یہ شکایت
 (لغت) کیوں پولی کمارہوں میں بندہ احسان ہو کر رہ گیا دردِ بچی درد کا دھال ہو کر
 (غزل) فغا میں ہم کو موافق ہر پیل نہانے کی ہجوم غم میں بھی عادت ہے سکرانے کی
 میں نے خود اپنا سفینہ نذر طوفان کر دیا یاس کی نظروں سے ملتا ہی رہا ساحل مجھے (ہزار سخن)

(۶) اخگر منشی محمد زماں خاں ولادت ۱۹۱۳ء ولد محمد امان خاں جو دھپوری

سابق ملازم کورٹ آف وارڈس جو دھپور حال مقیم حیدرآباد سندھ صاحب دیوان غیر مطبوعہ
 کسی زمانے میں غلطی لائن سے بھی لگا دکھتا اس دور کی یادگار چند فلمی کہانیاں اور گانے ہیں۔
 نیرنگ کام اداہوتی ہیں یوں میری نمازیں مراسر امدا نکا شگب نہ ہے (ہزار سخن)

(۷) نیرنگ منشی سید ریاض الحسن جو دھپوری ۱۹۵۳ء خلف سید عنایت

علی فارسی اردو کی تعلیم اور فنِ سخن جناب بیدل بدایونی سے حاصل کیا۔ عربی حدیث اور فقہ کی
 تکمیل دارالعلوم منظر الاسلام جامعہ رضویہ بریلی سے کی۔ حضرت فاضل بریلوی کے رنگِ سخن سے
 متاثر ہیں اور صرف لغت کہتے ہیں۔ حیدرآباد سندھ میں وفات پائی آپ کے ماموں سید اصغر علی
 اصغر شاگرد حضرت سائل دہلوی و حضرت احسن مابروی و مولانا بیدل بدایونی اور سید
 راحت علی راحت قادی، شاگرد حضرت بسمل خیر آبادی تھے اور برادرِ نسبتی سید مرغوب احمد
 اختر جو دھپوری شاگرد حضرت بیدل بدایونی ہیں۔ جناب نیرنگ سائل نقیر مختلف رسائل

کے جامع تھے۔

نور کلام آزاد نارسے ہیں علمانِ مصطفیٰ آغوش میں لے لے ہے شفاعتِ رسول کی (بہارِ سخن)

(۸) اخترِ منشی سید مرغوب احمد جو دھپوری ولادت ۱۹۲۱ء خلف

مولانا سید محمد الوب منشی امیری دنواب حافظ سید راحت علی راحت جو دھپوری۔ فارسی و اردو کی تحصیل مولانا بیدل بدایونی سے کی اور ارب فاضل کی سند دارالعلوم منقذ الاسلام جامعہ رضویہ بریلی سے حاصل کی۔ اب حیدرآباد سندھ میں مقیم ہیں یہاں حضرت ضیاء القادر و عبد الوہاب سے اصلاحِ سنی لیتے تھے ۱۹۵۶ء میں استاد لے سند فراغِ عطا کی آپ نے لغت اور مجاز و نون میں کہا ہے۔ آج کل صرف لغت کہتے ہیں۔ آپ کے انسانے بھی مقبول ہوئے۔

نور کلام تم ہر جگہ ہو دیکھنے والا کہیں بھی ہو
والشمس ووالقمری کا ملا ہے کسے خطاب
شاہ ہے قدرتی اور فناء اندازِ فریضی
ملا کچھ آئنا بنی کے دے کہ کھڑی طلبِ جوی
آخر کی آرزو ہے الہی بروزِ حشر
کہاں نہاد ہے ہم آفتوں کے ماروں کا
رضا کا لطف و کرم کیلئے تجھ پہ ہوا آخر
غزلیات آپ بھی آخری پیغامِ مسرت سن لیں
وہ سخت راگداز ہے ردِ محبت کی
یوں بھی ہر جان ہے اب آخر شبِ غم کی سحر

لیکن لگاؤ شوق میں نورِ یقین بھی ہو
طیب کے چائے پسا کوئی حسیں بھی ہو
خدا اٹھا تا ہے مار چکے وہ نازنین جانِ ناز
دیا کچھ آئنا کہ تر لکھ سے ہو کچھ بلے ناز
ریر لکھتے حضرت احمد رضاؒ ہے
درِ حضورؐ سہارا ہے بے سہارا کا
کہ تو غلام ہے خادم ہے چار یا رول کا
آپ کے آخر۔ بیمار دے دم لڑ دیا
جہاں علومِ شادان لے ساتھ چھوڑ دیا
دل کو سمجھاتا ہوں میں اور ٹھکڑ سمجھاتا ہوں

(۹) اکبر سید اکبر علی جو دھپوری م تقریباً ۱۹۵۰ء شاگرد جناب سید

بدایونی و جناب سیاح اکبر آبادی۔
 مجموعہ کلام ہوا بنام راہ عشق میں کچھ ہوا لیکن
 حقیقت کھولی منصفیہ اسرارِ نبی کی (بہارِ سخن)

(۱۰) کول پنڈت موہن لال جو دھپوری ولادت ۱۹۱۴ء خلف پنڈت

بیارے لال اسٹنٹ ٹیکریٹری جو دھپور ٹولسیٹی۔ صاحب دیوان غیر مطبوعہ ۱۹۴۳ء میں ایک مختصر
 مجموعہ کلام میٹھے بول شائع کر چکے ہیں۔

نمونہ کلام
 کچھ تو ترے حجاب نے پردے اٹھا دیئے
 دیدہ آئینے اور بڑھا دیں مشکلیں
 کیا یہ کم ہے تو نظر کی الجھنوں سے دوسرے
 نظم انسانوں پہ ڈھاتا ہے نظر کا اعتبار
 میری نظریں کھا چکی ہیں حسن کا رنگین دھب
 دل بھانے کا تماشا دیکھنے کی چیز ہے
 آہ وہ دیکھا ہوا میرا پریشان خواب ہے
 دیکھ بھڑک اور رضا کا شکر کرانڈھا ہے میرے
 اور میں
 اے کہ تیری آنکھ دیا کیسے بے نور ہے
 گم محابات نظریں ہو گیا دنیا کا راز
 کیا فرج ہو کر لانا بیٹھا ہوں میں صبر و شکیب
 تو سمجھتا ہے کہ دنیا دیکھنے کی چیز ہے
 حسن نظر کی آرزو میں اس قدر بیتاب ہے
 میرے جیسے آنکھ والوں سے کہیں بچا ہے تو

(۱۱) انصر حکیم عبداللطیف خاں جے پوری ثم جو دھپوری ۱۸۸۷-۱۹۵۳ء

ولد حکیم عبدالحکیم انگریزی اور اور سیری کے تھانا پاس تھے۔ عربی فارسی اردو کی تحفیں صاحبِ فن

گھری کی۔ بی ڈیلوٹی میں اور سیر اور صوفت شکہ کالج جو دھپور کے لائبریرین رہے۔
 ہر دور یہاں ریخ نیا داغ نیا ہے (بہار سحر)

(۱۲) قمر۔ منشی عبد الغفار جو دھپوری۔ ناری اور اردو کی تعلیم اور شاعری کا

میدان ملانا میل بدالونی سے حاصل کیا۔ اجل حیدر آباد سندھ میں قیام ہے۔ جو دھپور میں مارواڑ
 سلم لک سے وابستہ تھے۔ پاکستان میں بھی قومی و ملی امور انجام دیتے رہے ہیں۔ اچھے مقرر
 بھی ہیں غزل کم اور نظم زیادہ کہتے ہیں۔
 ہر کلام تاقیامت لک جہاں لکھے گا مہرین حسین ایک صحت سے گرل ہے قمرہ زن حسین

(نجمی)

(۱۳) عزیزہ۔ حکیم عزیز الرحمن جو دھپوری خلف عبدالرحمن مرزا ولادت

۱۹۱۵ء آباد اجداد کا وطن ہے پور تھا انگریزی میں انٹرمیڈیٹ۔ اردو میں ادیب آریز۔
 ناری میں منشی اور طب میں طبیب حاذق اور حکیم حاذق کی استاد حاصل کیں۔ مختلف اسکولوں
 میں مدرس رہے اور مطب بھی کرتے رہے۔ حال ساکن حیدر آباد سندھ۔ لغت گوئی
 اور تاریخ گوئی کا شوق ہے۔

نہو کلام کوشش کرو کوشش کا صلہ ملتا ہے مقصود جو ہے وہ معلوم ملتا ہے
 بکاشی محنت نہیں دانگاں کسی کی جاتی کوشش سے تو بے کوشہ ملتا ہے
 تاریخ نامہ خبر رطبت جگر سے جو ہوا تلب محزون کو صدمہ جان کا
 حضرت جگر سن رحلت بہ صفت منقوطہ کہو ثانی داغ و ہر تائے آہ

(نجمی)

(۱۳) کفایت۔ منشی کفایت اللہ جو دھپوری

(۱۵) قرۃ منشی قمر الاسلام ولد مولانا نجم الاسلام پانی پتی ثم جو دھپوری
 اوت ۱۹۲۹ء پانی پت حال مقیم کراچی۔
 کلام حسنِ گلشن میں ہنس پڑے غنچے
 جانے شبہم نے کیا دیا پیغام
 رابہتی کو پالیا جب سے
 مل گیا درد و غم میں کیفِ دوام (بہارِ سخن)

(۱۶) مقبول۔ منشی مقبول حسین خلف احمد حین۔ ولادت ۱۹۰۵ء جو دھپور

البح ملازم محکمہ مال و بندوبست جو دھپور۔ حال ساکن حیدرآباد سندھ۔
 کلام خوب کچھ بچا ہے بلنہ تو نے نقاشیِ ازل
 بی میں آتا ہے کہ بوسے لون تری تھویر کے (بہارِ سخن)

(۱۷) طالب۔ سید طالب حسین سابق ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جو دھپور ولادت

ب ۱۸۵۰ء۔
 بیتہ طالب تری محنت کا صلہ دیکھ لیا
 اس شوقِ و خلوص کا مزل دیکھ لیا
 کلام ایک تھا مطلب ہوئے درد و حاصل
 احمد کی زیارت میں خدا دیکھ لیا (بہارِ سخن)

(۱۸) پکیٹا۔ محمد شرف الدین ولد الحاج طیم الدین۔ ولادت ۱۹۰۶ء جو دھپور

ماہِ قیم حیدرآباد سندھ مولانا ابوالحسن شرقی اور مولانا بیدل بدایونی سے درسیات کی تعلیم
 ماہِ محکمہ عالیہ خاص جو دھپور میں ملازم رہے مولانا عبدالباری تپہا کی شراکت میں بزمِ ادب

جو دھپور قائم کی جو بعد میں انجمنی اسلامیہ کے نام سے موسوم ہوئی تعالینغین مذکرہ بہار سخن مطب
کیا تے کی کتاب غیر مطبوعہ تلامذہ دارغ (غیر مطبوعہ) یادگار شرقی (مجموعہ کلام شرقی) مطبوعہ ہیں۔
نور کلام ربیع و الم سے اب تو مجھے ہو چکا ہے انس احسان مند ہوں الم رو در کار کا
یگانہ آج بزم اہلبین ہے باریاب یہ سب ہے لیکن بیدل عالی وقار کا
صد آفرین مجھے اعجاز لغزش آدم یہ کائنات کا ہنگامہ پھر کہاں ہوتا (بہار سخن)

(۹) مائل بنفشہ مصطفیٰ حسین برادر خرد و شاکر و جناب بیدل بدایونی۔ مولف

کے ہم جماعت رہے ہیں۔ سابق حاکم جو دھپور حال مجھڑیٹ کراچی۔ حرف لغت و منقبت کہتے
لغت خوشامیزہ جو تیرا یاد رہے لے دوست گڑ گڑے گوشے میں جگے ہلکے لے دوست
چمن میں پھول ترانام لیکے کھلتے ہیں اس حدتے ترے تو جان مبارک ہے لے دوست
ہو جائے کرم مجھ پر یہ آتائے مدینہ جب آنکھ اٹھ سامنے آجائے مدینہ
داعطیے بیٹھا رہے جنت کے جنوں کو ہو مجھ کو مبارک مر اسودائے مدینہ
کیا کرے توصیف آنکھ حزن کی کوئی بشر جب خدا ہی خود کرے وصف جمال مصطفیٰ
خیرت حق کو نہ سایہ تنگ گوارا ہو سکا دونوں عالم میں ملے کیونکر مثال مصطفیٰ ہر بار

جناب حسن بریلوی شاگرد جناب داغ دہلوی

مولانا حسن رضا خاں بریلوی م ۱۹۰۸ء شاگرد جناب

داغ دہلوی دیکھتے ص ۱۳۶۱

تلامذہ جناب حسن بریلوی

(۱) تہور سہوانی ثم بریلوی (۲) اثر بدایونی (۳) قیصر مراد آبادی
تہور رسید تہور علی سہوانی مقیم بریلی شاگرد حسن بریلوی

دیکھے سنو ۱۳۸۳ھ

اثر مولوی محمد حسن صدیقی حمیدی بدایونی ثم بریلوی ۱۹۲۸ء

خدا مولوی عظمت علی صدیقی بدایونی منصف سرکار انگریزی برادر مولوی رحمت علی زکاطی بیگانی
نہ نہ کلام ہوا برادر دل میرا تو یہ نقصان کس کا ہے
تہیں سمجھتیں دیکھو کس نے کیا کیا ہے
خدا رکھے انہیں سارا زنا جیو یہ تریا ہے
وہ اپنے دل ہی میں کچھ بٹھال تو بجاتے ہیں
دینے والے نے دیا دھڑا دل مجھ کو
سخت مشکل ہے کرنا بھی ہے مشکل مجھ کو
دیکھنا اور قیامت میں قیامت ہوگی
کچھ ایسا سر ہے میں شام بدلتی دیکھنے والے

چلے جیو جیو کربل قیادت کی وفا میری
غم الفت کامر کیوں نہ ہو حاصل مجھ کو
پڑ گیا جان کو آزار محبت کا مزا
مگر اسی نار سے عشرت میں بھی رہ آئیے
رہ صبح حشر سے پہلے یہ اپنی آنکھ کھولیں

سید محمد حسن بریلوی

تلامذہ جناب اثر بدایونی شاگرد جناب حسن بریلوی

(۱) محسن بنی محسن علی صدیقی حمیدی بدایونی شاگرد جناب اثر بدایونی

و جناب حسن ماہروی دیکھے سنو ۵۶۰

(۲) سحر بابو محمد حسین صدیقی حمیدی بدایونی - ریلوے میں ملازم ہے۔

برادر خورد جناب اثر بیالونی . کلام میں مناسبت کے ساتھ شوقی ہے ۔

نبرد کلام بسمل نے کچھ ایسا لکھا یا سوں سے دیکھا
 سرا دیا تو نے اسے جلا دیں مغلز بول
 آپ جس مجلس میں پہنچے وہ چمک کر مٹ گئی
 اب تو نے ظالم دکھا جاسٹل دم بھر لے لے
 یہ کہنے مغزیت عام دی گئی تھو کو
 چمک کر دیکھیں یہ ساقی نظر گذر کے لیے
 وہ ظالم حکو زما سے عنایت
 کبھی ہم مذاق دروافت ہم بھی کہتے تھے
 ہمارے تھے کیوں انکار شایان ہم ہرے
 انہیں سوز کو آخر محرم اسرار حق پایا
 دکھا دیں تجھے زندگی کی کراہت زائد
 خمیہ خم جانے میں کیوں جانب مسجد ساقی
 کس پر آیا تھا کہاں رہ گیا کچھ یاد نہیں
 بات کرنے کا دم ذریعہ ویاں حکم نہیں
 میں نے ٹوٹے ہوئے ساغر پہ قناعت کر لی

تقلیل میں وہ قاتل بھی ترستا نظر آیا
 بارگزن اٹھ گیا احسان خنجر نہ گیا
 آپ جس کو پرے سے گذرے وہ ٹک کر نہ گیا
 دم نکل کر دل سے آنکھوں میں لٹک کر نہ گیا
 یہ مصیبت ترے ہاتھوں بڑے عذاب میں ہے
 بھی ہوئی جو مرے ساغر شراب میں ہے
 زچو چھو اس ستم میں ہے مرا کیا
 یہی آہ و فغاں ربیع و نصبت ہم جگہ کہتے تھے
 ترے ظلم و جنا پہننے کا طاقت ہم بھی رکھتے تھے
 تمہاری طرح داعضان سے نفرت ہم بھی رکھتے تھے
 اک اشارے میں وہ ساغر کو سیر کو تے ہیں
 غسل کرتے ہیں یہ زلہ کو صحر کرتے ہیں
 دل کو میں بھول گیا بھول گیا دل بھ کو
 شکر اب کیسے کروں گا کہ شکایت ہوگی
 یہ مجھ کو مری پھری ہوئی قسمت ہوگی

(۳) ایسے ۔ بابو سلطان حسن گارڈ حمیدی صدیقی بدایونی

نبرد کلام آپ کے در پر مر مٹل آریہ شرف مجھے ملے
 ایک جہاں کیا کرنے طوف مرکز را
 منقبت (تقدیرتہ حسینہ بدایون ۱۹۲۵ء)

تلامذہ جناب سحرمدیونی شاگرد جناب اثرمدیونی

(۱) حیرال منشی سید احمد بریلوی دیکھئے صفحہ ۹۵۹

(۲) قاسم مولوی قاسم علی خاں بریلوی دیکھئے صفحہ ۱۳۹۵-۱۸۹۵

(۳) سید وحیرت مولوی سید حسن صدیقی جمیدی بدایونی برادرزادہ

دش اگر جناب سحرمدیونی حصہ بادکن میں ملازمت کی دہ سے قیام رہا۔ ذاتی بدایونی سے
بھی استفادہ کیا تھا۔ انکے نام کی کلام کا مجموعہ "ابرین" اور اردو کلام کا مجموعہ "آیتن" طبع ہو چکے ہیں
سبقت ظاہر کے اس طرف سے تھے بیکانہم اور ملتے تھے ادب تیر دعاے اہل بیت
شرم کے مارے قیامت سانے آتی ہیں ہے قیامت خیز سید ماجرے اہل بیت
غزلیات نیز ہوش سے ہے عاقبت دہر تباہ ہوش کی رسم ہی دنیا سے اٹھانے ساتی
حرف نکلتی ہے خرابات پر ساری دنیا ساری دنیا کو خرابات بنا دے ساتی

قیصر مراد آبادی شاگرد جناب حسن بریلوی

قیصر مراد آبادی حکیم اعجاز احمد دیکھئے صفحہ ۳۲۷

تلامذہ قیصر مراد آبادی شاگرد حسن بریلوی و اثر مراد آبادی

قمر مراد آبادی منشی احسان الحق دیکھئے صفحہ ۳۰

تلامذہ قمر آبادی شاگرد جناب قمر مراد آبادی

خیال منشی فضل رب صدیقی فرشتوری بدایونی ثم کرپوری

نمونہ کلام

رسا بلند شہری ثم رام پوری شاگرد جناب داغ دہلوی

رسا منشی حیات بخش بلند شہری ثم رام پوری دیکھتے صفحہ ۲۲۱

تلامذہ رسا بلند شہری ثم رام پوری

نشر مقتدری بدایونی

نمونہ کلام

تلامذہ جناب نشر مقتدری شاگرد رسا بلند شہری ثم رام پوری

۳۳۳۳۳

طالب پروفیسر اشتیاق طالب مراد آبادی منیم کرپی دیکھتے صفحہ

جناب سیما بک آبادی شاگرد جناب داغ دہلوی

سیما بک منشی عاشق حسین اکبر آبادی ۱۸۸۵ء ۱۹۵۱ء انتقال پائی

دور حاضر کے ممتاز نقاد اور شاعر تھے۔ آگرہ میں ایک بزم ادب کی تشکیل کی تھی۔

نمونہ کلام طلبہ حیات سے گھبراہٹ میں گھبراہٹ میں اوچھا جا رہا ہوں میں

لیوہوں بھی ہے کہ فطرت غم ہے سکول پسند
 کچھ لیوہ بھی ہے کہ ضبط کیے بھار باہریوں
 سیلاب کس نے عیش سے لہا زدی مجھے
 کہہ دو کہ انتظار کر کے آ رہا ہوں میں
 ملائذہ جناب سیلاب کی تباہی شاگرد جناب داغ دہلوی
 ۱۹۸۱ - ۱۹۸۶

(۱) رعنا منشی جسونت رائے ساکن بلسی ضلع بدایوں
 مرقہ کلام عرف بکھتے ہی نہیں یادِ حوادث سے چراغ
 یہ کبھی شمع کی لوتیز بھی کر دیتی ہے

(۲) شفاکو البیاری حکیم سید محمد حسن ۱۹۱۲ء - ۱۹۶۸ء
 مرقہ کلام ہے در مسئلوں پر نگاہ ایسے کاروں والو
 خود اپنی روتنی میں کیوں رہیں پوچھا لو تمام اپنا
 آج کے شاگرد تیار ایثار بدایوںی مقیم اوکاڑہ وراثت ۱۹۳۰ء میں
 مرقہ کلام ان کی اس پردہ نشینی کی لو اپر دل شمار
 ایثار ۳۰ محرم الزلیا جبے تاثیر ہے
 ہم سے لیوہ چھپے ہیں وہ جیسے کبھی نہ دکھائے
 میری پر تدبیر کی دشمن مری تقدیر ہے

عطا بدایونی شاگرد جناب داغ دہلوی

عطا منشی عطا محمد صدیقی متولی بدایونی ۱۹۱۷ء خلف ادلو
 دیر الدین وکیل برکات برادر فقیر الدین والد مولوی عبدالحمید صف بدایونی شاگرد حضرت
 حضرت مذاق بدایونی جناب نارم سیتا پوری نے اپنے مضمون تذکرہ مطبوعہ اردو نامہ کراچی ستمبر
 ۱۹۶۳ء میں لکھا ہے کہ جناب عطا بدایونی بہ اعتبار شاعری ممتاز درجہ رکھتے تھے اور آل اندرا
 اردو کانفرنس بدایوں کے جو اسٹنڈ سکرٹری تھے ان کا کلام کہنہ مشفی اور پختہ کاری کا ثبوت ہے

جناب عطا بدایونی کو حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب سجادہ
 نشین ماہرہ شریف سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ مولوی اشرفی نے اپنی
 کتاب مدائخ حضور نور میں آپ کا نام حضرت کے قمار خلف میں تحریر کیا ہے۔
 انتخاب قصیدہ مضمون بہار یہ تعویب حبش دلا دت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

ساقیادہ بھول سے حشر میں ہوجست کی بہار	حشر کا طوفان کریں گھمٹائے عشرت کی بہار
مدحیت مجبور خالق میں زبان گویا رہے	غنیو الفاظ میں آئے فصاحت کی بہار
ساقیادہ رادۂ وحدت کا وہ لبریز جام	جکے ہر قطرے سے پیدا ہو محبت کی بہار
ہر محل مضمون میں جب مصطفیٰ کی جو تہک	سرزمین شہر میں پیدا ہوا الفت کی بہار
نقش پائے مصطفیٰ سے تیریں باغِ جلال	وخت اور ایہ عجب پہلے تیرے کی بہار
شکریہ زوں نے بڑھا کلمہ رسول اللہ کا	جب ہوئی معجزات ان نبوت کی بہار
اب نہ پائے گا موت کا کوئی منصب کبھی	ہیں محمد مصطفیٰ اسرارِ قدرت کی بہار
جلوہ اگر حسن طلب ہے مدیۂ مشتاق میں	قابلِ نظارہ ہے گلزارِ الفت کی بہار
یا نبی تیرے سوا بھائے کہاں تیرا گدا	تو ہی گلزارِ تمنا تو ہی حشر کی بہار
یہ بھی آیا ہوں تیرے دربار میں بندہ نواز	آئے میرے باغِ مطلب میں بھی رخت کی بہار
ہو عطا نصرت محمد کا عطا کو یہ صلہ	گلشنِ جنت میں ہوا شوارِ مدح کی بہار
آنکھوں میں میری رہے ہیں آنکھوں کا نور تو	اس پر یہ ہے حجاب کہ آنکھوں سے درہو
دیکھے ہوئے ہیں جلوہ گرِ ناز کی بہار	ہم غش نہ ہوں جو سامنے پھر برقی طور ہو
تو فی کا مدعا ہے کہ وہ ہے نقاب ہوں	کہتی ہے شرم آنکھ کا پردہ ضرور ہو
دور کا تمہاری قرب سے بھی ہے تری مستور	دل سے تو ہر قریب جو آنکھوں سے درہو
سنا ہے حشر میں جلوہ نما ہونے کو ہے کوئی	کھڑے ہیں صف بہ صف جلوہ نما کی دیکھے دلا

انتخاب
 عنایت

ملانہ و خطاب عطا بدایونی۔

(۱) آرزو۔ منشی محمد سیح بدایونی۔

نمونہ نظام

(۲) ثنا۔ منشی عبد الحلیم لکھنوی

(طالب دیدار میر فرستہ ۱۹۱۸ء)

نمونہ کلام شکل خیال لطف دل ناصور ہوں
مروقت پاس رہنے ہو کہیں کو در پڑ

(۳) حمزہ و بیدل۔ منشی عبد الزرق بدایونی فرستہ ۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۵ء

نمونہ کلام محنت سے تباہی کیا حقیقت یہ جو ایمان کی
قسم ہے آپ کے سر کی قسم مگر دل دھان کی
آئینہ کر رہا ہے قیامت کی شوشیاں
بھر کیوں نہ اپنے حسن یہ آئینہ عرو فرسوں
انقلاب دہی کیا اسے نکل دوس کا
دوستی دن میں انقلاب آسمان بوجھ گاہ

(طالب دیدار میر فرستہ ۱۹۱۸ء)

(۴) جمال۔ حاجی جمال الدین مجیبی بدایونی۔

نمونہ کلام اس خداوند عالم آرزو میں یہ ہے
تن سے جان نکلتی گارہ زیادہ کھلے
نعت

(طالب دیدار میر فرستہ ۱۹۱۸ء)

(۵) جوش۔ منشی عبدالمقتدر بدایونی

نمونہ کلام کیونکر کہیں نہ ان کو خدائی کا حیل ساز
دام فریب خلق پہ ڈالے ہو تہ میں
(طالب دیدار میر فرستہ ۱۹۱۸ء)

(۶) خلیل چودھری محمد ابراہیم بدایونی۔

یہ کلام مستول آج سانی پچھ اسکا سرد ہو
جس یریرت نگاہ وہ بیگمہ جو رہو
چین لیتے تھے در آئے نجوم
دم، کھاتا ہے انبوہ تباہ لکھکر

(۷) درد منشی ابراہیم بدایونی

یہ کلام دشت قبر کس بے پتی ہے دھکیلا مجھے
میں ہوں علام لوتر آؤ خوف میں نثار کا

(۸) درد منشی عطاء اللہ بدایونی۔

یہ کلام

(۹) نشاط منشی عبدالقدوس ساکن محلہ باڑہ بدایون

یہ کلام

(۱۰) راز حافظ قدرت اللہ بدایونی

یہ کلام روئیں دل دھیری مدحیت پہ کیونہ ہم
اپنے ہی دونوں گدے کچے ہوتے تو ہیں (طالع)

(۱۱) رعد منشی ظفر یاج حسن ساکن شیخ پور ضلع بدایون

یہ کلام کیا دیر بے شفاعت امت کے باتیں
رحمت کا شان رو رہا ہے ہر قومیں (طالع)

نست

(۱۲) رمنز منشی عبدالحلیم بدایونی

نور کلام : ایں سے بد کے دیالیں تراہوں نہیں بیری قضا کو آپ ہی نام ہو تو میں

(طالب بدایونی ۱۹۱۲ء)

(۱۳) سخاوت منشی سخاوت حسین بدایونی

نور کلام : پردہ حجاب کا دی آنکھوں سے دور ہو خیر ہے آج وعدے کا الفاظ دور ہو
آئینہ جلوئے اگر دیکھا نگاہ لطف سے آندہ آبادیہ سارا چاروں ملے گا

(شاہد بدایونی ۱۹۱۲ء)

(شاہد بدایونی ۱۹۱۲ء)

(۱۴) سرمد حکیم مطیع احمد صدیقی حمیدی بدایونی از اولاد قاضی

صدر جمہور تافہی بدایوں

نور کلام : نیرنگاہ سینے سے دایں ہوا اس طرح بیگانے کے ساتھ میرا دل ناہید ہو

(گلدرہ شہید ۱۹۲۵ء)

(۱۵) سعادت منشی سعادت علی ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

نور کلام : دلوں نہاں یہ لاکلام میرا حاکم نام نام میں بھی انیس کا سوں غلام تکر ہے اور گار کا

(۱۶) شفا یادری اے آر بیلی بریلوی شاعر مظاہر بدایونی درمنواں

دراو آمادی ہندوستانی زبان اور سنسکرتی اس کے سرگرم حامی تھے۔ دیکھئے ۱۲۵۲

نور کلام : آنکھیں لڑانے کی میں عادت سی گولی موسیٰ بیماری ملاقت دیدار دیکھنا

بلبل دگل کو بھی دیکھ آئے چین میں جا کر کوئی ملاں ہے تو ہے چاکر کیریاں کوئی

(گلدرہ شہید ۱۹۲۵ء)

ان کے ایک شاگرد منشی غفصن علی وحشی بجنوری تھے۔

(۱۶) شوق۔ ماسٹر ریاض احمد بدایونی

نہ کلام شوق کا مدعا ہے کہ وہ بے نقاب ہوں کہتی ہے سرم آنکھ کا پردہ ضرور ہو
کچھ دنوں جوشِ جنوں کا جو یہی حال رہا اپنے سائے سے بھی ہدم بچے وحشت ہوگی

(۱۸) صبا حکیم سلیمان احمد ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

نہ کلام چڑھنے والے دوش پر توڑے تول کو جو بشر کس سے میاں ہو مرتبہ اس شہِ ذوقِ تمار کا
منقبت

(۱۹) طاہر منشی طاہر حسن ساکن علمہ شیخ پٹی بدایوں

نہ کلام آپ نے در کو چھوڑ کر جاؤں کہاں میں یا سنی خاکِ نجف علاج ہے بلب کے افسار کا

(۲۰) قدر منشی عبدالقادر بدایونی

نہ کلام اس کو تم کا شوق مجھے لذتِ حفا پھر کیوں ستم اٹھانے میں مجھے قصور
(۲۱) مست۔ منقول حسین حمیدی

(۲۲) مسعود قاضی مسعود علی بدایونی

نہ کلام پھر بھی نظر کسی کی نہ چھوڑے تو کیا کریں مسعود اپنے دل کو سنبھالے ہوئے تو ہیں

(۲۳) نفیس منشی غلام شہید بدایونی

نہ کلام طالب ہیں ہم تو ایسے بت کا ردا ترے زابدی کے نصیب میں جنت کی حر ہو

(طالب بدایونی ۱۹۱۵ء)

(غلام مسعود ۱۹۲۲ء)

(طالب بدایونی ۱۹۱۵ء)

(شاعر بدایونی)

(طالب بدایونی ۱۹۱۵ء)

(۲۴) نسیم سید مہرباں علی بدایونی

یہ نظام لیتے ہیں۔ حد فحد۔ و د آواز۔ فالیم کناریہ کر اب ستم ہم اٹھاتیں گے

(۲۵) نواب سید نواب علی طباطبائی لکھنوی

توہ نام

(۲۶) وامق منشی فداحسین ساکن قاضی ٹولہ محلہ بدایوں

نہ کلام اہل وطن ویدار نہ ہو دامن ہمارا غم گوخار میں جین کے کالے ہونے تو ہیں (تسارہ) منشی فرحت اللہ فرحت بھری شاگرد داغ دہلوی۔

فرحت منشی فرحت اللہ ساکن بھری ضلع شاہ جہاں پور دیکھ صدور

تلامذہ فرحت بھری۔

سجاد منشی سجاد حسین بدایونی

نہ کلام فرحت۔ ی ۱۱۱ اندر پڑھ سو گز تم۔ اس خور سے ہم یہ ہوں ہر ان

مولوی اسرار الحق کیف بدایونی شاگرد داغ دہلوی

کیف مولوی اسرار الحق عثمانی بدایونی ۱۹۱۳ء خلف مولوی اسرار الحق

ساکن مولوی ٹولہ بدایوں۔

نہ کلام راستہ دل نالہ و دریا و لیا کرے ہیں اس جانے سے تمہیں یاد کیا کرتے ہیں
اس قدر شوق ہے اندر ستم آرائی کا گھر میں بیٹھے ستم ایجا کیا کرتے ہیں

(بجائے)

تلامذہ مولوی اسرار الحق کیف بدایونی

سرور۔ مولوی عبد الصمد صدیقی حمیدی قادری بدایونی خلف قاضی
عبد العاد ازہن دہلی عبد السلام ابن محمد سہلی ابن عبد الحطاب ابن عبد الوالی ابن عبد اللہ
ابن شاہ حسن علی صاحب چشتی نظامی فخری قدس سرہ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ فخر الدین
صاحب دہلی قدس سرہ) ابن لطف علی ابن عبد اللہ ابن شیخ عبد اللہ ابن عبد الرزاق ابن قاضی
عبد الوہاب۔ جناب سرور صدیقی مشاعرہ بھوبال سقندہ ۸ اگست ۱۹۱۲ء کے سرکاری
پتے سے اس منشاء کا کلمہ آئینہ مشاعرہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔

نہ کلام انجام کار عشق کا دل سے سوال حب منزل بھی پوچھتے ہو تو گم کردہ راہ سے
تم ادھر کا دھوکے سوزا جرائے دل تم کو غرض ہی کیا مرے حال تباہ سے

(کمال علی)

تلامذہ جناب سرور بدایونی شاگرد جناب کیف بدایونی

نہ کلام مولوی برکات احمد صدیقی حمیدی بدایونی ابن مولوی فضل
احمد برادر مولوی اکرام احمد لطف بدایونی۔

(۶) نظام مولوی خواجہ نظام الدین دہلوی

محمود رام پوری شاگرد داغ دہلوی۔

آپ کا ذکر شرائے رام پور میں ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۳

تلامذہ محمود رام پوری

رشید رام پوری۔ استاد رشید احمد خاں رام پوری۔

آپ کا ذکر شرائے رام پور میں ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۵

مختصر عنایتی رام پوری۔ آپ کا ذکر شرائے رام پور میں ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۶

تلامذہ مختصر عنایتی رام پوری ۱۹۳۳-۱۹۴۹

نور، پروفیسر نور الدین صدیقی خزانہ شوری بدایونی مرحوم پریسل

ایم ایم کالج بلڈنسلہ محو رخصت مولوی قمر الدین قمر شوری بدایونی شاگرد حضرت
اکبر الہ آبادی۔

میرٹھام رکھا ہے اپنے دامن کو بے انتہا بلند میں نے وہ جام پھوڑا جہاں چمک گیا

متمین بدایونی شاگرد داغ دہلوی

متمین بنشی محمد متمین صدیقی متولی بدایونی ۱۸۹۹ء خلف شیخ مبارک

الدین بن محمد عطف بن دھول محمد بن قبول محمد بن ذر محمد بن غلام محمد عبد المجید خباب جامی بدایونی
خباب میں بدایونی کے صاحبزادے خباب محمد حسین نازنلاش بدایونی شاگرد حضرت دکی دہلوی تھے

موت کلام فحل تمہاری محفل اسکا کچے کوری ہے سرکار ہو گئی ہے دہبار ہو گئی ہے (تعلیمات صحیحہ)
 ہے آفتاب خواہش باد لے ہوئے بھڑا ہے صبح صبح پیالہ لے ہوئے

تلامذہ جناب متین بدایونی

لانا نازنازش منشی محمد مبین صدیقی متولی بدایونی خلت و شاگرد
 جناب متین بدایونی آپ نے ریادہ استادہ جناب ذکی دہلوی شاگرد مرزا غالب سے لیا تھا۔
 دیکھئے صفحہ ۵۰۵

(۳) سیما ب منشی سید قربان حسین شکوہ آبادی
 موت کلام ننگ ناموس کہاں عشق میں ذلت کے سرا آبرو نام کو رکھتے نہیں عزت کیسی
 جناب نوح ناردی شاگرد داغ دہلوی

نوح سید محمد نوح م ۱۹۵۵ء ساکن نارہ صلح الہ آباد

نوع کلام جینے نہیں دیتے ہیں دہ مے نہیں دیتے اے نوح کشا کش میں مری جان پڑی ہے (ناظرین)
 ہماری آنکھ سے دیکھتے کوئی حسینوں کو کہ ایک ایک صورت خدا کی تدش ہے (ناظرین)
 تلامذہ نوح ناردی شاگرد داغ دہلوی

(۱) معطر بدایونی - منشی بھڑا حسین
 (۲) ہاشمی بدایونی - منشی خلیل احمد عباسی ولادت قریباً

۱۹۰۵ء و مات کراچی ۱۹۶۵ء و ایسا میں ریادہ میام رہا آپ نے کراچی میں اکمن ناموس ادب

فانم کی تھی جس کے آپ صبر تھے۔ کراچی میں آپ کے کافی تلامذہ تھے۔

نہ کلام صبح رخصت نہیں دیکھی جاتی یہ قیامت نہیں دیکھی جاتی
مرنے والے ری آنکھیں ہنستے ہیں ان کی حسرت نہیں دیکھی جاتی
دعد و فاکا کر کے خاک کر رہے ہوتے تھے تم نے جفا کا نام دنا کھو لیا ہے

تلامذہ جناب ہاشمی بدایونی شاگرد جناب نوح ناروی

لا، ترمینشی مشتاق احمد خاں خود جوی ثم کراچوی۔ آنیوٹل بنک

آف پاکستان عمر تقریباً چالیس سال

میر کلام نفس نفس میں یہ خوشبو دہلے اسکی بے ہوتے ہیں خالوں میں آپ پہلے سے
اسی لیے تو ابو سے دے ملائے ہیں میں سن رہا تھا سواؤں کی چار پہلے سے
بے سبب آنکھ میں آنکھیں ہیں ہم نے سوچا تھا کہ ہنس کر دیکھیں

حضرت فانی بدایونی شاگرد جناب داغ دہلوی

فانی۔ جناب شوکت علی خاں ۱۸۷۹ء - ۱۹۴۱ء خلف شجاعت علی خاں

سلامتی خاں برادر نواب بشارت علی خاں گورنریوں ابن اکبر علی خاں تحصیلدار

رئی الدہ محترمہ مصاحبہ حکیم کے والدہ بادی یا ر خاں خلف نواب بشارت علی خاں تھے فانی
مصاحبہ گھر پر قرآن مجید۔ اردو۔ فارسی اور انگریزی کی تعلیم پائی۔ پھر بریلی کا لٹ اور علی گڑھ
میں تعلیم کی۔ اتنی مدد ملے کہ۔ ان کا خاندانی مکان محلہ برہم پور بدایوں میں تھا یہ وسیع حویلی
محل کے نام سے موسوم تھی اور انکے پردادا اکبر علی خاں تحصیلدار کی ملکیت تھی۔ قرض کے سلسلے میں

یہ جو ملی بیلام ہو گئی۔ رہنمائی پور۔ سورت پور۔ سول پور۔ حاجی پور۔ کلہاڑہ اور خاص بدایوں
 میں ان کی جائیداد تھی۔ فانی صاحب مکتول خاندان کے ذریعے جس کے اکثر افراد زمیندار۔ وک
 یا سرکاری عہدے دار تھے (محقق مولانا ضیا احمد بدایونی مطبوعہ ہماری زبان جولائی ۱۹۵۶ء)
 فانی صاحب کے بارے میں جناب سیکش اکبر آبادی سے اپنے تاثرات اس طرح بیان
 کئے ہیں: ترقی گوئی۔ جست شیروانی۔ علی گڑھ۔ تراش کا پا جامہ۔ قد مائل بہ درازی۔ چھریا بد
 گندی رنگ۔ مناسب اعضا۔ شانے درازا گے کو جھکے ہوئے۔ آنکھیں چھریا لیکن نقاب کی طرح
 تیز۔ خوش گفتار۔ خوش رفتار۔ نشت برخواست اور گفتگو میں شائستگی اور آداب کا لحاظ۔ محفل کی
 طرح حلیت میں بھی شائستگی اور تین کچھ کھڑے ہوئے کچھ ہوشیار۔ (اردو ادب ۱۹۶۱ء)

مولوی امیر الدین جے پوری، یقیناً حیدر آباد سندھ اپنے مقدمہ مطبوعہ مکتبہ شاہ جے پوری
 ۱۹۳۵ء میں وراثت میں اور اتناستین کہ دوسرے کو خود میں ہوئے کا دھوکا ہو جائے اتنا صاحب مکتبہ
 کہ مکتبہ کا گمان ہو جائے سخنور سے زیادہ سخن فہم۔

فانی صاحب نے گیارہ سال کا عمر سے شاعری کی ابتدا کی اور ہائی اسکول کا امتحان پاس
 کرنے تک ایک دیوان تیار کر لیا تھا۔ ان کے والد شاعری کے تحت خلافت تھے انہوں نے دیوان جلا
 ۱۹۰۷ء میں جب وہ علی گڑھ میں تھے انہوں نے اپنے کلام کو دوبارہ جمع کیا مگر یہ مجموعہ چوری ہو گیا
 حیدر آباد میں اپنا سامان کرائے کے مکان میں بند کر گئے تھے جب کہ یہ ادا نہ کر سکے تو مالک مکان
 نے سارا سامان بیچ دیا اس میں فارسی کا دیوان اور وہ قہیدہ بھی تھا جو امیر حبیب اللہ خاں والی افشار
 کی مدح میں لکھا تھا۔ ان جواہر ریمروں کے ضائع ہو جانے سے انہیں سخت صدمہ ہوا (ادبی دنیا ۱۹۵۵ء)
 فانی صاحب نے بدایوں سے وکالت کا آغاز کیا بدایوں سے بریلی پھر لکھنؤ آبادہ اور
 اگرہ میں قسمت آزمائی کی آخر حیدر آباد گئے یقیناً اہل سنت اور صوم و صلوة کے پابند تھے دہرائی

زبانِ جِولائی ۱۹۵۶ء

فانی صاحب کے تلمذ کے بارے میں اختلاف ہے مولوی فیاض احمد صاحب نے لکھا ہے کہ وہ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ سیام صاحب نے شاگردِ عمر گرو جنوری ۱۹۳۲ء میں لکھا ہے کہ انھوں نے ایک غزل جناب دارغ دہلوی ۱۹۰۵ء میں جو عرضِ اصلاحِ اسل کی تھی۔ جناب عبشر دہلوی ۱۸۸۲ء - ۱۹۲۵ء ہشاگردِ جناب دارغ دہلوی فرماتے تھے کہ انہوں نے اور فانی صاحب نے مشترکہ طور پر حضرت خواہاں بریلوی ۱۸۶۹ء - ۱۹۳۸ء سے فنِ شاعری میں استفادہ کیا تھا۔ جناب منظور اکبر آبادی انہیں صاحبِ تسلیم لکھ سکا شاگرد کہتے ہیں۔

جب فانی صاحب کا کلام ملک کے طول و عرض میں پھیلا اور وہ آسمانِ شہرت پر آفتاب بن کر چمکے تو دنیا نے اپنے پراعترافات کی لوجھار کردی اس سہلی میں اپنے اور بیگانے سب شریک تھے سرزمینِ ایوں نے اپنے اس جگر گوشے کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک کیا۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں عن

لو آج درگِ بانیِ میکس سے مٹ گئی وہ اک خلش جو خاطرِ اہلِ وطن میں تھی
ہیں سترِ فانی کیا قیامت ہے معادِ الہی مجھے اپنے وطن کی سرزمین معلوم ہوئی

فانی صاحب جب لکھنؤ پہنچے اور ان کے کلام کی مقبولیت بڑھی تو اہل لکھنؤ نے متعدد مشاعرے صرف فانی کو رکھ دینے کے لیے منعقد کئے۔ فانی صاحب ساری عمر مقروض رہے۔ انہیں کبھی سوچو روں سے نجات نہ ملی۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں ان کے والد کا انتقال ہوا تو قرض خواہوں نے ناش کی دھمکیاں دیں۔ مجبوراً بچی کھیتی جائداد ان کی مذریک لکھنؤ اس کے باوجود قرض سے نجات نہ ملی۔ خرچہ اس قدر تھے کہ پیسہ ہاتھ میں نہ بٹرتا تھا۔ لکھنؤ و کالت کرنے گئے تو جاتے ہی سوا سو روپیہ ہا موار کرانے کی کوٹھی لے لی۔ بھی گئے تو بعد اہل و عیال درجہ اول میں سفر کیا اور وہاں شاہ جہاں

پہلیس میں قیام کیا اور میں اکیس روز میں کئی ہزار روپے اڑا دیتے۔ انہیں فضول خرچیوں کی بدولت
 افلاس میں جکڑے رہے لیکن حق و قافہ میں بھی انہوں نے کبھی دست سوال دراز نہیں کیا۔ دولت
 سے بے نیاز رہتے تھے۔ ملازمت اور وکالت کے سلسلے میں لکھنؤ، آگرہ، اٹاوا، اور دہلی رہے
 اور آخر حیدرآباد پہنچے۔ بیشہ وکالت ان کے ضمیر کے بالکل خلاف تھا فرماتے تھے کہ کچھری اور
 پاخانہ ٹری بھوری سے جاتا ہوں۔ حیدرآباد میں ہندوہ مخم چاہ کے کلام پر اصلاح دیتے تھے
 لیکن کبھی اپنی اولاد کے لیے کوئی حاکم طلب نہ کی آخر درالٹھا ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر کے
 عہدے پر مامور ہوئے لیکن کسی حاسد نے ہمارا جکشن پرشاد سے کہہ کر تنخواہ بند کرادی جو وہ
 اپنی جیب سے دیتے رہے۔ اسکے ساتھ ہی پریشانیوں کا دور شروع ہوا۔ محکمہ تعلیم کے افسران پر پے
 آزار ہو گئے اور انہوں نے ملازمت سے سبکدوش کرادیا۔ ہمارا جک بھی استقلال ہو گیا اسی زمانے
 میں فانی صاحب کی اہلیہ بھی فوت ہو گئیں آخر ۲۲ اگست ۱۹۲۳ء کو مانی صاحب بھی راجی ملک
 عدم ہو گئے (ادبی دنیا ۱۹۵۵ء)

جناب میکش اکبر آبادی فرماتے ہیں کہ انکے مکان کے سامنے رحمان ہٹل میں سارے شہر کے
 شاعروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ سیما صاحب اور ساغر صاحب بھی دور سے چل کر وہاں آتے
 تھے اسی صحبت میں فانی صاحب کے اخلاق کا ان پر بھی اثر پڑا۔ وہ میکش صاحب سے زیادہ
 مخاطب رہتے تھے اور انکی غزل کی خوب داد دیتے تھے۔ فانی صاحب اٹاوا سے آکر دہلی آئے تھے
 یہ اندازہ کرنے آتے تھے کہ وہاں انکی وکالت کامیاب رہے گی کیا ہیں۔ قوڑے دن وعدہ
 مستقل طے پڑا آگرہ آئے، آگرہ میں ان کے خاص استاد محمود اکبر آبادی، مانی حائسی، ان احمد، بکرم افندی
 اور دیگر مشاہیر تھے مولانا سیما صاحب سے ان کے مزاج نے بہت اثر کیا۔ ایک مشاعرے میں سیما صاحب کی غزل
 پر داؤد ملی اس لیے انہوں نے فانی صاحب کے یہاں آنا ترک کر دیا۔ میکش صاحب نے سیما صاحب

اور فانی صاحب کو ایک دوسرے کے متعلق کچھ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ فانی صاحب یوں بھی کسی کو برائی سے یاد رکھتے تھے۔

فانی صاحب آخر میں ہمیشہ علامہ اقبال کے معترف رہے اقبال کا یہ شعر ان کو بہت پسند تھا
چہرہ پیش حیرم اد کینہم نعمتِ دروے کہ دلوں محرمال دلت سوزِ جدائی با
مندرہ مالہ شعر سنا کر انہوں نے اپنا یہ شعر سنایا

ارعلوئیاں لذت ذوقِ نگہیں پر سس بر حلوئیاں وصیتِ نگارہ حرام است
پرو میرضیا احمد صاحبے ہماری زبان میں لکھا تھا کہ فانی صاحب کو کہیں کھاتے جناب
میتش فکر آبادی نے اس کی تردید کی ہے مگر اب روشنی کی تردید بھی جو شری صاحب رسالہ ساقی
اکتوبر ۱۹۵۶ء میں کر چکے ہیں، ادب ۱۹۶۱ء

۱۹۵۸ء تک فانی صاحب کا خضر شوکت تھا ۱۹۵۹ء میں ایک حادثہ جانکا مکے بعد
فانی تھام لکھا۔ تیس دیوان اور تین مثنویاں تصنیف دوائی تھیں۔ ایک مثنوی فارسی میں بھی ہے۔
دو ڈرامے بھی لکھے تھے۔ (مہمل سیام صاحب طبیبہ شاعر آگرہ جنوری ۱۹۳۳ء)

فانی صاحب کے کلام پر تبصرہ کرنا آفتاب کو جیرغ دکھانے کے مصداق ہوگا۔ مولانا حسرت
مربانی نے اپنی کتاب نکاتِ سخن کے مابین محاسنِ سخن میں فانی صاحب کے مندرجہ ذیل شعرا
کو تادیبی زبان اور ندرتِ معنوں کی مثالوں میں پیش کیا ہے۔

حبابِ اگر تو کا مہ در معال موتنا پیامِ حسنِ نیت کی راستاں موتنا
اس لب پر وہ سگاہ پر یاد نہیں ہے اللہ تری یاد کہ کچھ یاد نہیں ہے
حبابِ محبتِ بدلیوں نے شاعر نامہ میں فانی کے بارے میں حدت فرمایا ہے۔
ان کا ہر شعر حال کی تفسیر ان کے لفظوں میں برق کی تاثیر

شعر ہیں ان کے یا نگیں ہیں غم میں جھینے کے سب قرینے ہیں
 فانی صاحب کی شاعری کے تین دور ہیں ابتدائی دور کا کلام ابدانہ نقیب بدلوں
 میں شائع ہوتا تھا اس دور کے کلام کی مثالیں یہ ہیں -

اداسے آٹیں بنجر کی منہ چھپائے ہوئے مری قضا کو دوائے دہن مائے ہوئے
 دشمن جاں تھے تو جان مدعا کیوں ہو گئے تم کسی کی رنگ کا آسرا کیوں ہو گئے
 اوفانی بڑھ چکی بیٹابی دل بعد مرگ کیا نہیں مر کر نثار پلا کیوں ہو گئے
 دوسرے دور میں فانی صاحب غالباًست کی سرحدوں میں داخل ہو رہے تھے اس دور کا کلام یہ ہے

ایک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا زندگی کا ہے کوہے خواب ہے دیوانے کا
 کسکی آنکھیں دم آخر مجھے یا داتی ہیں دل مرتع ہے جھپٹتے ہوئے پیمانے کا
 تیسرے دور میں ان کی شاعری ان کے جملہ معاہدہ اساتذہ کی آوازوں سے کسی طرح
 میل نہیں کھاتی اس دور میں انہوں نے حسرت - اعزاز اور جگر کو پیچھے چھوڑ دیا تھا فرماتے ہیں -

میری ہوس کو عیش دو عالم بھی تھا قبول تیرا کرم کہ تو نے دیا دل دکھا ہوا
 بر نفس آہ اور انفاس پہ جینے کا مدار زندگی آہ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں
 بے کسی دیکھ کہ سوا کیا عہد کہ اب تجھ سے ایسا نہ دکھیں گے گر رکھتے ہیں
 کوئی چٹکی کی کلیم میں لئے جاتا ہے ہم تری یا ر سے غافل نہیں ہوئے پاتے
 دیکھا نہ اہل دل نے کسی در اٹھا کے دکھ دینا گز گئی غم دنیا لئے ہوئے
 مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلہ قید حیات مگر اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے
 آتش تھے سو خشک ہو کر دل ہے کہ نہ آتا ہے دل پہ گھٹاسی چھائی ہے کھٹاسی زنجیر ہے
 نہیں فرد کہ رحمتیں جاں نثار تر سے یہ ہی ہے موت کہ جینا حرم ہو جائے

غالبِ وطن ہی اس سالی خیزتِ نوبہرِ عربیت ہے فانی اپنی غارِ بدوشی خواہ حرابی کیا کیجئے

فانی صاحب کی حریرِ شاعری کی وجہ سے ایک طرف تو ان کو اس بات کا امام کہا جاتا ہے دوسری طرف بھی میر تقی میر قابلِ اعزاز قرار دی گئی ہے ان کے ہم عصر اور خلع و دست جاسب جو شیطانی نے اُچھڑائے تھے ہم عصرِ امین پورا پورا شاعر کہلاتے۔ ان کو ہر عالم سرزخاں اور ہر وقت بسر کرنے والا اور تمام انسانیت سے رُبا ہوا گردانا ہے لیکن یہاں علاجِ کہ طرہٴ انسانی پر غمِ دالم کے اظہار کا زیادہ اور یرپا اثر ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کو انگریزی کے آسمانِ جاہ شاعر شیلے نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ہمارے تیرس ترس نعمات دہ ہوتے ہیں جن میں سب سے زیادہ درد انگیز خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔

فانی صاحب اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ ان کے ہمدم و ہمرزا اردو شعراء ہیں۔ کے بالغِ نظر لہذا خواب سہ محمد محمود مخمور اگر آبادی نے اپنی کتاب 'فانی' شخصیت اور حسیات میں اپنی ذاتی معلومات اٹھائی کر دی ہیں اور فانی کی شخصیت کے 'حد و خال' نمایاں کر دیے ہیں۔ محمود صاحب نے فرمایا ہے: درماں کے اعتبار سے فانی صاحب اردو کے معلیٰ کے حامی تھے۔ غالب کی فلسفیانہ فکر کے ساتھ فانی صاحب کی زبان صرف غالب کی سہلِ قلم کی ہم رنگ ہے۔ فانی کی زبان کا لہجہ میر کی زبان یاد دلاتا ہے انکی شیرینی میر پر اس لیے فانی محسوس ہوتی ہے کہ بیسویں صدی کی اردو میر کے عہد کی زبان سے زیادہ ستھری اور پاکیزہ ہو گئی ہے محاورے کی اصابت میں وہ داغ کے ہم پایہ ہیں اور اس شرف میں بیسویں صدی کا کوئی شاعر مجھے ان کا شریکِ نظر نہیں آتا۔ سارے اردو ادب میں فانی کی سی بے ساختہ مہربانی کہیں نہیں آتی۔ فانی کی موسیقیتِ قلب پر جادو کا سا اثر اور سینے والے کو مسحور کر دیتی ہے محاورہ خُشنا تیرس ہوتا ہے موسیقیت بھی اتنی سی دنگن ہو جاتی ہے۔ فانی کی لافستِ طبع کلام سے صاف اور بہ شدت نمایاں ہے۔

وہ کہنے ہیں کہ بے ٹوٹے جو دل پر کرم میرا
 دہنے کے بھیا آداب برا کرتے ہیں
 مگر من جملہ ادب پر نموداری سے غم میرا
 یہ انکی گلی ہے تراغ غلام ہیں ہے
 فانی کی فطرت نے یہ ہم میں کا اندازہ ذیل کی رباعی سے بتوایا ہے۔
 اے فتنہ روزگار آہستہ گذر
 نازک ہے بہت دماغِ برابرِ صوب
 جو شعور غالب ہے حق میں رچا رہا ہے
 وہ تاحیر میں فانی کے سوال کو بھی
 نمایاں نہ کر سکا۔

فانی

عالم

زکلی دغموں نہ پردہ ساز
 مر ہوں اپنی شکست کی آواز
 اب نے سر سے چھیرا پردہ ساز
 میں ہی تھا ایک دکھ پھی آواز
 لود بھی کہتے ہیں کہ یہ بے شک نام ہے
 یہ جانتا اگر تو لٹا تا نہ گھر کو میں
 چلتا ہوں تھوڑی دیر ہر اک تیز رو کیساتھ
 پہچانتا نہیں ہوں بھی راہ کو میں
 بیجا وجوہ، تملے دیدم بنکر
 جو اٹک از سر مرگال پکیدم بنکر
 زمین بہ حرم سب کتا رہی ردی
 بیاد خاک من دارمید نہ بنکر
 ہوں گرفتار العنصر صبیاد
 در نہ باقی ہے طاقت پر روان
 گم کردہ راہ ہوں قدم او پس کے لود
 کھو ابر مجھے نہ ملتا راہ کو میں
 ہال سورنم ہائے نہانی دیکھتے جاؤ
 بھڑک اٹھی ہے شمع زندگانی دیکھتے جاؤ
 سنے جانے نہ تم سے مرگن دار یکے شکوے
 کفن مرکا و میری بے زبانی دیکھتے جاؤ
 رہ گئی تھی جو بار و تر میں سکست
 ہو گئی تھی جہت پر روان

جناب غمزدہ اکبر آبادی فرماتے ہیں کہ میں نے فانی کو بہت قریب سے اور بہت مخلصانہ طور پر دیکھا ہے وہ عموماً طویل طویل بھولے بھولے کھوٹے کھوٹے رہتے تھے مگر میں نے انہیں کبھی یا دوس دھیرا نہ پایا۔

یاد تری احمد سے یا کوس نہیں فانی لیکن تری رحمت کی تاخیر کو کیا کہتے
 مجھ کے راجہ میں کلنٹے کس کو عذر پر بندہ پائی ہے
 یہاں سپاہی کر گھر میں بیٹھ جا کر دس دن میں سے پامردی اور ایثار کی تلقین ہے۔
 فانی کا سوز و مدافعت کی رعایت و پروا احت کا سیر یا قصہ و وعدہ کی پیداوار نہیں ہے
 لفظوں سے خوب بخور المآب ہے اسی زارانی کو ناحق قنوطیت سمجھ لیا گیا ہے۔ شیلی میر اور غالب کے
 تغزل کا جس پہی لڑا رہے فانی بھی انہیں کے ہم رنگ ہیں۔

عزت ذالی کا مشرب ہے اس میں شب و صبح کی طرح شب و فراق سے بھی محبت ہے
 اس لیے کہ تنہائی بھی ایک رابطہ کا نام ہے۔

اتحاد نام بنام ہے ناحق شب تنہائی کا	وہ بھی اک رنج ہے تری سخن آرائی کا
کلام درجب سیر کیا قیامت کا	بات پہی تری جوانی تک
دہاں بندے سے ایک قدیوں کے بریں اٹھے	پڑا تھا جس جگہ راہ محبت میں قدم میرا
میں نے فانی کو بھی دیکھی ہے نہیں کائنات	جب مزاج یار کچھ برہم نفرا ناخجے
یاس و امید کا مہ نہ نکال دل کا تدا دل میں ہی	ترک ہونا کرنے سکے اظہار تمنا ہونہ سکا
در بر سر حال نہ فراتے ہیں کیا ہو جانا	کچھ لوں بھی زباں نہیں کھلتی کچھ درد سوا ہو جانا
تری آموزش یہ بیگانہ آغوش ہو جانا	کمال ہوش توں لے لیا ہوش ہو جانا
گذرے گی یہ علم کا مداوائے لغیر	بستی نہیں اجل سے تقاضا کے بغیر

تم دل میں بھی رہ کے دور سے ہو
 یہ تجھ سے یہ کرشمے کے میسر تھے
 کی دعا یا رے ایک ایک جفا کے بدلے
 مجھ کو آدابِ دو عالم ہے محبت
 پڑتا نہیں اس آئینے میں عکس کوئی اور
 دنیا میری بلا جانے پہنچتی ہے ماستی ہے
 بے موت ہی اک زندگی دل کا سہارا
 مری آوازیں ہر قید سے بے لڑ ہے شاید
 غم بھی گدھ پٹنی ہے خوشی بھی گدھ پٹنی
 اگلی ہے ترے پیار کے منہ پر ردِ لبوں
 مذاقِ تلخ پسندی نہ پوچھ اس دل کا
 جہنم میں دل سے تو میری نگاہیں ہیں
 غمبست میں ہیں مگر کھول کر دنا نہیں آتا
 سنا عرصہِ سوز میں نہ ہے مددگی کی لاک
 نانی دیکھیں آئینہ مقدہ کھلا، میں
 جو عبارت نہ ہو ترے غم سے
 تم پہ مرزا جیسی نہیں آتا
 نزع میں فانی تو نے نہ کسکا چپے چپے نام لیا
 نہ پوچھے کہ محبت میں مجھ پہ کیا گزری

کچھ اور قریب چاہتا ہوں
 تری نگاہ نے سکھادے زمانے کو
 ہم نے گن گن کے لیے خونِ دغا کے بدلے
 مرنے کے سلیقے میں نہ جینے کے ترینے
 دل میں تری تصویر سی دکھائی ہے کی نے
 موت ملے تو محنت نہ لوں کسی کی گناہی ہے
 جینے کی جو ایسی ہی تمنا ہے تو مر جا
 کہ اب اس کی گلی میں بھی گدھ پٹو ہے کم میرا
 کرم کو اختیار کہ گزرے تو غم نہ ہو
 جان کیا جسم سے نکلی کوئی آساں نکلا
 بغیرِ مرگ جسے زلست کا مراز ملا
 جہنم سے تو مجھے لے جائے گا کہاں میلو
 جو چار انگوٹھیں آنکھوں میں تو دو انگوٹھیں
 اک سجدہ چاہتا ہوں ترے آستان سے دور
 ہندوستان میں رہتے ہیں ہندوستان سے دور
 اہل دل پر وہ زندگی ہے حرام
 زندگی کا انہیں مشورہ نہیں
 کیوں ادا کا فیری زباں پس بھی خدا کا نام نہیں
 نہ چھڑے رب بھولے ہوئے فسانے کو

دل غم سے غم سے دل ہے تغافل جگہ جگہ
 دل جب آیا تو دھڑکنے کی صدا اُٹھائی
 منہ پھر لیا ہم نے تو دنیا نہ رہے گی
 پھر بہار آئی مجھے خلعت عریانی دے
 خور آئی مجھے لینے کو قضا کے بدلے
 زندگی بھی کہیں ملتی ہے فنا سے پہلے
 وہ کاٹا حوری رگ رگ سے سرور رکھتا ہے
 اب خیر سے مزہ بھی مشکل نظر آتا ہے
 دل کا بھی انقلاب عجب انقلاب ہے
 مددگی میری دروغ مصلحت آمیز ہے
 جو تیرے قدموں پہ سر ہے بے نیاز پوش ہے
 زندگی محشر حیدر جان ہے
 مرنے والے راہ تیری عمر عمر دیکھا کرتے
 اک بے قرار تڑپا اک دلنگار رویا
 وہ دنیا تھی جو منتوی ہی ہو کر دلدل پر
 محبت نے مری رگ گسے کی پچا ہے لہو پر
 اُھندنی ہی مجھے دل کی تھوہر نظر آئی
 طر پر اک شمع حل کر رہ گئی

غم اہل فاسقات ہے در جو بر حیات
 لٹی ہستی سے کیا عشق نے آگاہ مجھے
 بے ذوق نظر ہیزم تماشا نہ رہے گی
 وحشت تازہ کا نذر و نیاز اے عشق
 مائے میں نشہ ابد ہوں یا رب کسکا
 وار ہالی میں یہ کیا ڈھونڈنا ہے فانی
 اسی تو تم ملا سنا ہل دیا جاں کہتے ہو
 آمارِ محبت میں جیسے ہی کھلے تھے
 میری نظر بھی اب مجھے پہچانتی نہیں
 مایہ ایدراک مستی ہوں تکلف سر طرف
 راز آوری فقط تیرے ایزل پر کھلا
 منزوہ جنت وصال ہے موت
 تو کہاں تھی اے اہل اے مامول کدوا
 کچھ بھی ہوں ترق داراں تم تو مانتے ہیں
 یہ شریہ ہاں جو جانتا ہے ۔ ۔ ۔ امانت
 مری اک عمر فانی سرور کے عالم میں گزریا ہے
 دنیا کی بلاؤں کو جب نہ کیا میں نے
 جل رہے ہیں آج تک دل کے چراغ

ترانہ حضرت فانی بدایونی شاگرد جناب داغ دہلوی

(۱) آرزو منشی امام اکسہار پوری صاحب جہاد چھڑو ولادت ۱۸۹۹ء کلکتہ میں مقیم تھے

صاحب تلامذہ تھے مجموعہ کلام الہامیہ سوانح سے متعلق تھا اس مجموعے کو مصنف نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے استاد سے منسوب کیا تھا۔ "کمال" اس دھڑ میں اپنے ان چہرہ کار سریشاں کو محذوم و محترم امام المتعزیز حضرت مولانا تھت علی صاحب فاضل مرحوم کے امام مامی دسم گرامی جن کی بزرگاز شہادت اور برکات تربیت یافتہ وہ سب لچے جو ابہام سحر کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے اپنے قلب و روح کی گدائوں کے ساتھ معنوں پر آہوں۔

تہ کلام عشق آرزو بکرم خود خواب حاصل ہے درز دوسری کیا ہے جس بے نقاس کا

(۲) حیرت مولوی سید حسن صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۹۶ء - ۱۹۵۹ء

ملازم محکمہ امور مذہبی حیدرآباد دکن۔ خلفت و شاعر مولوی سید محمد حسین شہر بدایونی، شاعر و جاب فانی بدایونی۔ مدرسہ شمس العلوم بدایوں مدرسہ قادریہ بدایوں اور مدرسہ عالیہ رام پور میں تعلیم پائی پنجاب یونیورسٹی سے امتحانات علوم شریفہ کی اسناد بھی حاصل کی تھیں۔

منو نظام کسی نے اک نظر عکس جاں اپنا جو دیکھا تھا

ہر حیرت ہے کہ آئینوں کی حیرانی نہیں جاتی

الغلاب اب جراتے ہیں تے ہیں گدیرنگ عالم ہوتا ہے

ہم سے کیا ہم پرانے گہنگار میں ساقیاد و پروردگار ہے

قمر شوش سے ہے عاقبت و سرمد شوش کو ہم ہی دنیا سے اٹھا رکھا ساقی

حور رکھتی ہے حرامات پہ ساری دنیا ساری دنیا کو حرامات بنا دے سانی

(مولانا سید کاظم)

مستی وہ لفظ ہے ورق و رنگار میر
 ناسنائے مطلب دیتی کہیں جسے
 لوہیں سے بلند ہے کبریت مقدم عشق
 خلوت سرائے برزخ کبر کہیں جسے

۳۱ فرید قادی بدایونی: منشی فرید بخش صدیقی منشی بدایونی
 ملت مولوی محمد بخش حامد بدایونی خلت مولوی فرید بخش صدیق صدر بلا مولوی علی بخش شرمدایونی
 علی گڑھ یونیورسٹی سے ۱۹۴۹ء میں ایم اے کیا۔ ۱۹۵۲ء میں شاعری کا اعجاز کیا اور دوسرے نالی مباح
 کو لکھ کر مباح و رولس سے لکھ کر مباح ۱۱۱۱ (۱۱۱) لکھی

میرزا علی حس تدبیر نے ماقاب آئی ہے
 اور کبیل جات محقر ہوئی گئی
 خرد نے لے میں حزن کے سہارے
 ماقہ پڑا ہے تو اپنے ہی گرملوں پر
 وہ دیوانے مزاج گردش و دلانہ ہے

۳۲) قنبر لودی بدایونی: منشی عابد سعید خاں ولادت ۱۹۰۵ء سکونت محالہ
 چاہ میر بدایوں نواسہ خان آباد منشی سعادت حسین مدہوش بدایونی شاگرد حضرت غالب

دہلوی ۱۹۲۹ء میں علی گڑھ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ انجمن تعلیم الشریعہ دیوبند اور سر فانی
 بدایوں کے صدر رتبہ مجدد کلام رنگارنگ ۱۹۵۹ء میں شائع ہو چکا ہے
 ۳۳) عظیم زینا کی جیب رسوائیاں
 ابھی تو حجب میں آپ کی کمر مرلہوں

۳۴) خمار سبزواری بدایونی: حکیم سید مختار احمد ولادت ۱۸۹۸ء خلف حکیم
 (آج کل درودی ۱۹۶۰ء) (میکزین اسلامیکہ کالج بدایوں) ۱۹۵۲ء

سید ظہیر الدین بیلوئی اولاد اندیس منڈلک کا لکھا یہ اللہ سے شمس الکھلمی کے ہند حاصل کی آثار
شہر کی ۱۹۱۶ء میں جس میں حضور دینی بیلوئی سے اصناف کی مجموعہ کلام "التحائیں شائع ہو چکا ہے
چنت فانی اور یادگار نظیریہ مطبوعہ ہیں۔

میر کاظم مصطفیٰ طریقی میں مولدینہ مراد ہے
اس تحت لومری شاعرانہ دوسے زندہ بھی ہر گز اتوق کی تصویر میں

فتاب محمد کے کما حقہ شاعر اور لیس آفریق بیلوئی ولادت ۱۹۳۳ء کا عہد کلام درج دیل ہے۔

طہر دوست کا پورا نام آغا حسن دوست کی پہلی نگرانی گراں ۱۹۲۲ء
(۶) طالب کھنوی سید قطب الدین رزائی کھنوی ولادت ۱۹۲۲ء

رو رودول محمد صاحب دو شکر خاں دانی بیلوئی وحیدت بیلوئی۔

میر کاظم میں میں مکاویں میں حرم میں مری منکر کے قابل نہیں کوئی آستہ

کچھ سے ملتا ہے جس میں ہم مردوں کی رحمت اس دہلی میں مریا دینا ہے

(۷) ندیم میر خیرات علی حیدر رزائی شکر خاں دانی بیلوئی

۱۹۴۰ء میں میر کاظم نے جوہر سے شکر خاں دانی بیلوئی

حل حیدر ندیم خیرات علی حیدر رزائی شکر خاں دانی بیلوئی

(۸) مجاز انبشتی امیر الحق رودولوی ۱۹۱۲ء ۱۹۵۵ء

سک مطبوعہ لکھنؤ سے میر کاظم کے سب کلام کا لکھا اگر وہیں تعلیم پائی اگرے میں دانی صاحب

سرا تھا ایک ہی زبان پر دیا سا سلام بر دانی صاحب سے اصناف کی اگرے کے بعد ملے گراں

ما بھی تعلیم پائی۔ اس کی ولادت رودولوی دارا۔ لکھنؤ میں برقی دارا ساغر ۱۹۳۱ء میں اگرے میں

لیہ آپ نرقی پے مدوں میں نفعی احمد فیض قاتل شہنائی شاعر نہ دھالوی محمد روح سلمان پوری احمد

مدوم دسوی اور محمد حمی الدین کے پیشرو تھے ڈاکٹر محمد حسن دہاتے ہیں کہ مجاز کی شاہزی عرل گوئی سے

اور عرل گوئی دانی بیلوئی کے زیر اثر شروع ہوئی۔

موزکلام پہنچ تو یہ ہے مجار کی دنیا
 حسن اور عشق کے سوا کیا ہے
 عشق ہی عشق ہے دنیا میری
 فتنہ و عجز سے بیزار ہوں میں
 اہل دنیا کے لئے ننگِ ہسی
 ردِ فتنہ اخصنِ ماز ہوں میں
 شکستہ ہوش ہے مستی بہی
 ایسی مستی ہے کہ ہتیار ہوں میں
 ر لکھڑیوں کا عالم یہ یونہی
 صبا سی صبا مستی بھی ہستی
 وہ آتی جاتی وہ ہوتی جاتی
 چشمِ تمنا پھر بھی ترستی
 دیکھتے آکھ جب ہمیں ملتی
 دل سے دل ہم کلام ہوتا ہے
 ال سے دل ہم کلام ہوتا ہے

(۹) اختر انصاری بدایونی تم دہلوی محمد عزیز اللہ بریلوی تم دہلوی ایم اے دہلوی

آپ کی نمایاں (۱) آجکے (۲) ٹیڑھ (۳) حجاب (مجموعہ کلام) (۴) سرور حال (۵) خذہ سم
 (۶) روحِ صحر (۷) تعلیمِ بچان (۸) درد و داغ (۹) نغمہ روح (۱۰) وہاں زخم (۱۱) اندھی دنیا
 (۱۲) اضافے (۱۳) مارو (۱۴) اضافے (۱۵) حرفی (۱۶) اضافے (۱۷) ماری ادب (۱۸) ایک
 ادبی ڈائری (۱۹) مالی اور سائنسی تدویر
 برکاتِ ہر رات بھر لکھتے ہیں مارے دل سے روادِ شباب

ال کو میری وہ شباب افروز راتیں یاد ہیں

اختر مذاق درد کا واراد ہوا ہوں میں

میرے کھاتے ہیں اہلِ درد مرے نام کی قسم

وہ مہم جوں اختر کلام فانی کا

کہ عیسیٰ مان لول باقیات کے بدلے

بس یہ آہ ہے اختر اور ہر آد اک فنا ہے

اسکے من سے زندہ جز و کب ہے مزہ کہانی ہے

(۱۰) افسر ہستی محمد افسر ہستی بدایونی

دہلوی محمد عزیز

مومن دہلوی شاگرد شاہ فیض دہلوی

حکیم محمد مومن خان ^{۱۸۰۰ء تا ۱۸۵۱ء} اوسط حکیم غلام بنی خاں دہلوی۔ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی اور حکیم مولوی عبداللہ خاں علوی قائم گنجوی سے تحصیل علم کیا۔ (اعجاز سخن) ۱۸۳۰ء میں خواجہ محمد امیر رنج دہلوی نواسر حضرت خواجہ میر درد کی دھڑ سے عقد کیا۔ مومن ایک متمول خاندان میں پیدا ہوئے۔ در اس دھڑ سے شروع سے رنگ رہے ہیں۔ بڑے بچے میں جو اس عہد کے امیر نادوں کی خدمت میں تھے بقول رحمت اللہ بیگ ان کی محفل کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی دربار ہو رہا ہے کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے اور بلاترودت بولنے کا یار ابھی وہ خاندانی فیض اور نامور شاعر تھے لیکن انہوں نے طاعت یا شاعری کو ذریعہ معاش بنانا پسند نہ کیا۔ نجوم و رمان و شطرنج و موسیقی وغیرہ ان کے روزمرہ کے مشاغل تھے۔ آخر میں لہو و لعب سے تائب ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ (تاریخ ادب اردو) اس سے کلیات اردو و دیوان فارسی اور کئی مثنویات یادگار ہیں۔ آپ نے ۱۸۳۳ء یا اس کے بعد رام پور و سہسوان آبادیوں کا سفر کیا۔ سہسوان کے سفر کی عرض و غایت یہ تھی کہ نواب محمد سعید خاں جو بعد کو نواب رام پور بنے سہسوان میں ڈپٹی کلکٹر تھے ان کی ملاقات کرے۔ یہ مومن سہسوان آئے تھے۔ حیات العلماء (تذکرہ علمائے سہسوان) کے مولف نے لکھا ہے آپ مولانا سید تاج الدین حسن نقوی مودودی سہسوانی ^{۱۸۶۰ء تا ۱۹۱۱ء} شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں استفادہ کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ حیات مومن کے مولف عرش کیا دی نے لکھا ہے کہ مومن اپنے ایک ہمراز حکیم سید مظہر علی صاحب نقوی مودودی سہسوانی رئیس سہسوان کے یہاں تشریف لاتے تھے اور ان کی ذات کش پر مرنج سیدی لکھی سہسوان کے متعلق آپ نے یہ شعر کہے تھے عہد چھوڑ دلی کو سہسوان آیا ہرزہ گردی میں مبتلا ہوں میں

مجھے پہنیا دو میرے صائب نامہ کہ غلام گریز پاہوں میں
مومن بدایوں اور کھنڈر بزرگ فصل بدایوں میں بھی تشریف لائے تھے بدایوں
کے متعلق ان کا شعر ہے ۔

بدایوں میں مجھے جوشِ حزن لایا ہے دلی سے یہ کیونکر چارہ پنہ درمندانِ ہوش آیا
مومن شاعری میں شاہِ فیض دہلوی کے شاگرد تھے مگر تھوڑے دنوں ان کو کلام
دکھایا تھا ان کی شاعری کے بارے میں نواب مصطفیٰ خاں تنقیہ دہلوی لکھتے ہیں کہ شاعری ان
کے لیے باعثِ عزت نہیں ہے قوتِ شاعری میں ان کا کیا کم پیدا ہوا ہے ۔ ہر صنفِ شاعری میں
ایسا مقام رکھتے ہیں جو کسی کو میسر نہیں ہوا (گلش بنجار) غزل کے علاوہ قصائد میں ان کا
خاص رنگ تھا مثنویوں میں تو بے مثل رنگ ہے تغزلِ اعلیٰ درجے کا ہے ۔ غالب کی طرح ان
کا کلام پرانا نہیں ہو جب بڑھتے نیا لطف ملتا ہے (انتخابِ زیہ)
بجز دو قصیدوں کے جو نواب ٹونک اور راجہ پیٹالہ کے لیے لکھے تھے مومن نے
کوئی قصیدہ اہل دنیا کی تعریف میں نہیں لکھا مگر جب بالا دو وزن قصیدے لکھی صلی کے قصیدے
نہیں ہیں باقی تمام قصائد حمد و لغت و منفعت میں ہیں ۔

ان کے کلیات میں دس مثنویاں ملتی ہیں پہلی عشیقہ اور آپ بیتی میں ایک
مناجات اور باقی میں حمد و لغت و جہاد ہیں ۔ ان تمام مثنویوں میں وقت پسندی مضمون
آزادی تکلف معاملہ بندی اور بدلیع الاسلوبی علی وجہ الکمال نظر آتی ہیں ۔

انتخابِ مثنوی کیسی رسوایاں ہوتی ہیں محشر آرائیساں ہوتی ہیں
کاوشِ افزا کی دل شکنی طعنہ دشمنان کی پیش زنی
میں کہاں اور کہاں خود آرائی بے خودی ہو گئی تمنا شائی

حشریں جان کھاتے جاتی ہیں
 زندگانی ہے غصہ کھانے پر
 تشنگی ہو تو اشک پی جاؤں
 بے تاب و توان ہے جانی ناول پھر
 سینے میں خلش سی ہو رہی ہے
 پھر زخم جگر ہنسے ہے گل پر
 پھر اٹھتے مال گرہیں اں
 اور کہنی یہ منہ — منہ ملا کر
 ہم دونوں میں کسکارنگ ہے جہاں
 خاطر میں کسی کو بھی نہ لاتی
 آئینے کو بھینک مجھ سے کہتی
 یوسف کہ وہ بے جہاں میں ہے
 کیا اسکی بھی طلعت ایسی ہی تھی
 یہ شونخ نگاہ تو نہ ہوگی
 ایسی تو نہ ہوگی دل دیر سی
 نہ گزرا اشارتیں نہ سہول کی
 المرء بعد کا لغت نہ اسے رہا
 ترے چھپتے ہی کچھ چھپا نہ رہا
 کسی نے کسی کا تماشا نہ دیکھا

لذتیں شورشوں میں آتی ہیں
 منہ میں پڑتی ہیں سے کھیل اڑ کر
 بھوک بھی گر گئی تو غم کھاؤں
 اب عشق ہوا ہے تھمہ پاں پھر
 پھر دل کو تپش سی ہو رہی ہے
 پھر داغ ہوا ہے تازہ و تر
 پھر دیہہ تر ہے وقف دامان
 سے نور کھتی آگے لا کر
 لود کھو کر و ذرا وعد الناف
 میرا پیے عزو میں جو آتی
 خود بینی سے ہوش میں نہ رہتی
 دیکھو تو بہ غور چشم بد دور
 کیا اس کی بھی صورت ایسی ہی تھی
 یہ چشم سیاہ تو نہ ہوگی
 ایسی تو نہ ہوگی جامہ زیبی
 ایسی تو شرارتیں نہ سہول گی
 نہ جاؤں گا کبھی جنت میں میں نہ جاؤں گا
 تیرے پردے نے کی یہ پردہ دری
 کیا تم نے قتل جہاں اک نظر میں

بدعتی شری
 کا آثار

سوجی
 محبوب

انتخاب
 غزوات

مرزا ہی مقرر تھا وہ لے تو کیا ہوتا
 چاہے گردِ در بے دوا ہے عشق
 پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم
 موت نے بھی دیا جواب ہمیں
 اے سرواں ہمارے نگاہ میں
 ہم نہیں چاہتے کئی اپنی شبِ دراز میں
 تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی
 تلمانی کی کھی ظالم نے تو کیا کی
 تجھے اے مدگی لاؤں کہاں سے
 آجری دنت میں کیا خاک سٹاں ہو گئے
 اس کا نہ دیکھا مگر الیاس سے
 سیرِ بیتحانے میں خدائی کی
 خواب کیا لیا نظر آتے ہیں مجھے
 زباں تھک گئی مر حسا کہے بنے

ہم حانِ فدا کرتے گروندہ و فنا ہوں
 دس سال میں احتمالِ شہِ دی مرگ
 ٹھانی تھی دل لے ملیں گے کسی سے ہم
 اب کوئی کیا کرے علاجِ انوس
 بہ دوستی و جان و شمس نہ دکھ
 سنا نہ ترے غل کہیں آپکے خوابِ ناز میں
 ہم بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے
 اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
 وہ آئے ہیں پشماں لاشِ پر اب
 عمر ساری تو کئی عشقِ بنان میں موہ
 بالِ مال اک نظریں قرار و ثبات ہے
 مومن اور تمہیں بھی دکھلا دیں
 وہ کہاں ساتھ سلاتے ہیں مجھے
 شب میں کیا مجرم بڑا ہے
 وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

دہی یعنی دعدہ بد کا ہتھیں یاد ہو کہ یہ یاد
 کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
 کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ یہ یاد ہو
 جسے آپ کہتے تھے آشنا جھپا پتے تھے با وفا
 میں وہی برس مومن سلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے کو
 عد رکھ چاہیے ستانے کو
 اور اگر کریں گے اب سے دعا جو بارہی
 آخرو میں نہ رو عا کے ساتھ
 حاشیہ مل جائے یہ رب مجلس - رو
 یہ عذر امتحانِ حذرس - حق
 تلامذہ حباب موس دہلوی رہا اگر رشاد نصیر دہلوی (۱۸۶۲ء)

الشیفۃ دہلوی - نواب محمد مصطفیٰ خاں ۱۸۰۶ء - ۱۸۶۹ء خلفِ عظیم الدولہ

سردار الملک نواب برہمپور خاں ان کے والد نے لارڈ لیک۔ اور سوئٹ رائڈنگ کے امین صلی
 کرانی تھی اس کے صلی میں جاگیر بانی تھی، تین زینے ۱۸۰۶ء میں - کج کلا ادیلید سمرنامہ تھا تھا
 مطلوبہ موجود ہے۔ سو کے دوران سے عبداللہ سراج کی بیٹی محمدیہ - ندھی مدنی نور محمد
 نقشبندی دین - ا - مادہ حدیث ماسل کس ہے - ۱۸۰۶ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں
 ۱۔ - ۱۸۰۶ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں
 رام پوری تم - ۱۸۰۶ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں
 ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں - ۱۸۶۹ء میں

نواب حسن خاں نے تاریخ شکر کھا سے رسم ندری اور وسیع قلعہ سے
 ان شخصوں کو بکھریا نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ صاحبِ علم و مہم ہیں۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
 میں خاں شیفۃ بھی ماخوذ ہوئے اور ان کی جملہ احوالہ و جائیداد ضبط ہو گئی اور سات سال قید کا
 حکم ہوا لیکن دو تین ماہ کے بعد قید سے نجات مل گئی اور اس کے بعد مدیریتِ جائیداد بھی اگلاشت
 ہو گئی ان کی بہائی کے سلسلے میں نواب صدیق حسن خاں نے بڑی جدوجہد کی اور اللہ تعالیٰ
 نے ان کی مساعی کو مشکور کیا۔

اشغال کے بعد جناب شیخہ حضرت محبوب الہی ندیس سرو کی درگاہ میں مدفن ہوئے
 آپ شاعری میں حضرت مبین دہلوی و جناب غالب دہلوی سے شاگردی کے کلام میں حکمت و
 تعارف و اطلاق کے علاوہ مس و عشق کے جذبات ہیں۔ (تاریخ تہذیب و تمدن، پنجاب ریورس)
 ہرگز کلام شاید اسی کا نام محبت سے شغف
 کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا
 چھ درد سے مظلوموں کی ہے میں
 پوچھ آگ میں سولی ہے سے میں
 معاف نہ رہا مگر رکیں
 نرم دم و بار بار دہکے سے میں
 ملائکہ حضرت شیخہ دہلوی شاگرد خانہ مومن دہلوی

(۱) ذاکر حکیم مولوی مجاہد الدین صدیقی متولی بدایونی ۱۸۴۶-۱۹۱۴

نعت مبارک الدین احمد خلف بیچ رہا۔ الدین مجاہد بدایونی۔ آپ باکمال بلیب تھے۔
 علم اس میں حکیم غلام دستگیر خان لکھنوی و حکیم محمد یعقوب خان لکھنوی و حکیم شاد الدین لکھنوی کے
 شاگرد تھے طریقہ میں حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب سجادہ نشین ماہرہ شریف
 ۱۸۶۹ء سے سہ ماہی و خلافت حاصل تھی لیکن مرید نہیں کرتے تھے اپنے مکان واقع محلہ سرتہ
 بدایونی کو تباہ و مسموم کر کے مع حاداد برائے محافل میلاد وقف کر دیا تھا اس جگہ ہر سال
 یکم تا دوازدہ ماہ بیچ الاول نہایت اہمیت کے مناسبت میلاد منعقد ہوتی تھیں آپ اسی خانہ
 کے گوشہ میں آسودہ ہیں قبر میں آثار نے کے بعد میت پر اس قدر پھول برسائے گئے تھے
 کہ قمر ادریک پھولوں سے بھر گئی تھی مادہ تاریخ دہلی "مزا اقدس راکر" ہے آپ کی فائزہ
 حکیم میں حضرت سرکار سیدنا سیدنا ہمدی حسن صاحب عارہ نشین ماہرہ شریف ۱۸۶۵-۱۹۲۲ء

ایسے جلیل القدر گوار حضرت سیدنا رسولہ آل رسولہ احبہ قدس سرہ کی چادر مبارک لیکر بغا صوم
۱۱۱۱ نے قربانیت لائے تھے۔

خوابِ ذاکرِ ربانی کی تصانیف میں : (۱) ۱۸۵۹ء تا ۱۸۶۲ء میں الجواہل ۱۸۶۲ء
نظم مشتمل بر معجزاتِ نبوی (۳) محورِ قرسی (نسب نامہ متولیانِ بدایونی) (۴) ذریعہٴ نجات
۱۸۹۹ء یعنی دیوانِ لغت و مسقط (۵) تہذیب الجواہل ۱۸۹۳ء مشتمل بر آدابِ محفلِ میلاد
۱۸۹۹ء بیانِ حکمت ۱۸۹۹ء (۶) منظر الاسلام ۱۸۹۹ء مشتمل بر سیرتِ نبوی ہیں (آئینہ دلدار)
۱۸۹۹ء لغتِ کوئی اور شمسِ ارج ہے اور جز اس میں ہے اعجازِ شمس اس میں بتِ الحاد ہیں
۱۸۹۹ء دیوانِ نور عزال کتبائے نوریت، سورانی برزم میں کون سا ہے میرے برابر ان دنوں
تلامذہ خوابِ ذاکرِ بدایونی شاگردِ شفیعہ دہلوی

(۱) عالی مولوی کفیل الدین صدیقی متولی بدایونی حلف و شاگرد حضرت

ربدایونی آپ نے خوابِ مذہبِ بدایونی اور حضرت احسن ماربردی سے بھی استفادہ کیا تھا۔
جمعۃ صبر ۱۹۰۹ء

(۲) مورخ مولوی حسنین احمد صدیقی متولی بدایونی مقیم کراچی ۱۹۶۲ء

رجابِ اکرام احمد شاد دہلوی انتقال کر گئے آپ خوابِ دلدار و نگار صدیقی بدایونی کے
نقشے بڑے بذلِ رنج اور زندہ دل انسان اور مری سوچھو لوچھوئے آدمی تھے۔ مزاجِ شاعری
کرنے لگے۔ آپ کے دونوں صاحبزادے خوابِ منور بدایونی ۱۹۸۸ء اور خوابِ محترم بدایونی
نے شہر و سخن میں بہت قمار ہیں۔

لام یہ تراظرِ تکلم یہ تراژنگ میاں یاد آئے، تمہارے تیرے حانے کے بعد

اتحاد شہری مرا سحر میں لوگ مانے ہوئے

جو بے نامہ شب در روز باجے بجاتے ہیں وہ

دور الہ جو ذالالت اندر لٹکاٹ

لیکن ماری میری جو بے اولیسا

وہ رکھتی ہیں ڈھلکے بس کوئی شے

لگے یا خدا اس کے منہ کو لنگام

مگر کتنے کی موت بلی مرے

خدا کی غنایت سے مانند شیر

درخواست و از دست خدمت جاہ

کہ عرضم رساند بہ آغاسے من

کہ ہم ان خدائی کے ماروں میں ہیں

زمانے میں سب سے نزلے ہیں ہم

ہم بھی عمر بھر ہم نے کھودی ہے کھاس

مگر باہم کس نہ رسد کہ کیست

بہ اکرام مضمون نگاری من

دعا گو کی بھی کچھ دعا لیجئے

خدا نگرانی ہر جس کی بازار میں ہو کون نہ گراؤ

لہذا کرے ہیروں ہی ہر اک کی ترقی

سر کو بی عشاقِ حسیان جہاں سے

موت کھر کے جو پہنچا نہ دے

کہ برتن میرے کھر کھڑے ہیں وہ

تو یخ تو گیا خیر ادیر کاٹا

مگادوں کڑھائی تولاتے تو

کہ الفت اسے خاص جو میں سے ہے

جو لے سامنے میرے نام کا نام

جو چوہوں سے میرے چوہ بھی کرے

بھریں میرے گھر میں وہ دیدہ دلیر

درخواست و از دست خدمت جاہ

کہ ملجائے خلق است دماوائے من

جو درج اب تک امیدواروں میں ہیں

بڑی محفلوں کے نکالے ہیں ہم

کئی بد و بستوں کا مارا ہے ناس

یہاں ختم امید میں ہے زیست

ترجم بہ امیدواری من

درخ کو بھی لو کری دیجئے

جب گرمی بازار بے پایاں

جو جس گراؤں پر پایا ہے امانہ

رنگ درو دیوانے پایا ہے لٹانہ

اب جال زمانے کی زائے نہ تھے
وہ شرفی رفتار نے بابائے اضافہ
باقی نہ کوئی صدیقی اب دل شکنی کی
گستاخ آزار نے پایا ہے اندام
مل جائے اماندہ بر مرثیہ تو میں تھوں
گربا مرے اشارے پایا ہے اماندہ
میرے امک کی یہ رمزیں ہیں خاص
انکو گیا جانے مودع کوئی غیر
ہر بلا کو مرے سر سے ٹالنا
پہلے آئی تھی تو ٹوٹا تھا میر
اب کے بھی مرے سلامت میر
باقہ وٹا ہے نقطہ حان کی حیر
خیر یہ باتیں توجہ ہوں سو ہوں
خاتمہ ہر مرثیہ رب بالخیر
جناب نسیم دہلوی شاگرد حضرت مومن دہلوی

نسیم مرزا اصغر علی خاں دہلوی ۱۸۶۴ء لکھنؤ میں التزیام رہتا تھا

ماحب تعانف تھے۔ ان کی تعانف میں الف لیلہ یادگار ہے۔

نثر کلام نام مرا سنتے ہی شرمسا گئے
تم نے تو خود آپ کو رسوا کیا
کشتہ خاطر محمدیہ بے دشتار پسند
جہاں کی یہ نہیں کرتا ترا بیمار پسند
رمان نسل جائز کہ عاشق مفسر کے
آنسو نہ مرے پوچھو دینے دبی بھر کے
سز ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی نزل عدم ہے

نسیم جاگو کمر کو بانٹھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے
تلاذہ جناب نسیم دہلوی شاگرد حضرت مومن دہلوی (۱) بقا لکھنوی

(۲) نسیم لکھنوی

بقا خواجہ محمد مرتضیٰ لکھنوی

نثر کلام دور میں جام شرب و سوارانے تو دو
طالبہ میں میں جان بادہ خوار آنے تو دو (مظاہر)

تلامذہ خواجہ محمد مرتضیٰ بقا لکھنوی

آسان سید محمد جعفر کانپوری ۱۸۶۲ء ۱۹۱۶ء خلد میرحب علی

سبب مرتبرگو۔ رنگن طبع اور خوش نگر تھے تشبہات و استعارات نہایت لطافت سے استعمال
کرنے لگے۔

مدیر کلام ہوتی تھیں آخر کی صورت یہ خدایا کیا صبح قیامت شبِ فرقت کی سحر ہے
تلامذہ جناب آسان کانپوری اگر دلیقا لکھنوی

شوقِ منشی ابن علی بدایونی محرر کوٹوالی کانپور

میر محمد گلکش حُضرتوں سے تھی دل میں تم نے بھوکس جگہ قیام کیا
آپ اور آپ سے انصاف کا دعویٰ کیا خوب حشر پر فیصلہ اب ہم نے لٹھا رکھا ہے

تسلیم لکھنوی۔ منشی امیر التیم النزاری دریا بادی شہنشاہ لکھنوی ۱۸۱۰ء - ۱۹۱۰ء

خلف مولوی عبدالصمد سبکی و فارسی میں ذی استعداد اور اعلیٰ درجے کے خوش نویس تھے۔ پہلے محمد علی
شاہ اور واجد علی شاد دلیان اودہ اور آخر میں نواب کلب علی خاں دلی رام پور کے ملازم رہے
اس کے بعد مطبع نول کسٹور لکھنؤ میں ملازم رہے کیلا ت کے علاوہ دو دیوان نظم اور جمد اور نظم
افروز اور سیات شہزیاں ان سے یادگار ہیں چار مثنویوں کے نام نالہ تسلیم۔ دل و جان۔ صبح
خندان اور حسنِ باریچہ ریاست رام پور بھی تین جلدوں کے آپسے لکھی تھی

(میر محمد گلکش حُضرتوں سے تھی دل میں)

حکیم برہمکھنوی نے سنہ ۱۹۱۰ء میں آپ سے رام پور میں ملاقات کی اس وقت آپ بہت اور سلامت سے محروم ہو چکے تھے فرماتے ہیں کہ جب نواب حامد علی خاں دہلی رام پور ولایت کو گئے تو جناب تسلیم کھنوی نے انہیں دیکھ کر سرفراہ نظم کرنا شروع کر دیا جب نواب وہاں واپس آئے تو تسلیم صاحب نے قصیدے کے بعد سرفراہ بھی پیش کر دیا۔ نواب صاحب نے سرفراہ دیکھ کر کہیں دکھایا کوئی اٹھا کر لے گیا۔ آپ نے چھتیس ہزار شوقا دوسرا سونام تیار کر لیا۔ حکیم برہم زماہ میں کہ ریاست رام پور سے جناب تسلیم کو چالیس روپیہ ماہوار پیش ملتی تھی جن سے آپ خود گزارا کرتے تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جو بچے کھکے نہ تھے لکھنؤ میں رہتے تھے وہ نے شادی بھی نہیں کی تھی (مشرق گو دکھپور نومبر ۱۹۱۰ء)

جناب تسلیم کھنوی دبستان دہلی سے تعلق رکھتے تھے اس پر ان کو فخر تھا چنانچہ فرماتے ہیں میں اے تسلیم شاگرد نسیم دہلوی

(انتخاب یادگار ص ۹۵ یادگار نسیم ص ۸۰) تم خاندان جاوید ص ۵۲

نور کلام	جنوں میں بھی شریک بلکسی ہوں جسم عیاں کا	کبھی صدمہ ہے دامن کا کبھی ماتم گزماں کا
جناب تسلیم	بزار لافتنے کینہ کو دامنِ محترم سے اٹھتے ہیں	کوئی پیوند ہوگا اے جنوں میر گزماں کا
کھنوی	بسر کرنا یوں بیاں شل لفظ اشکِ محرومی	پشیمان میں نہ دامن کا دشمن نہ گزماں کا
	ہم یہ ستون کیلئے حشر کا دھڑا کیا ہے	غمِ امر و نہن ہے غمِ فردا کیا ہے
	آگے تم جو عیادت کو دم آفر بھی	حان کے ساتھ نکل جانے کی حشر میری
	تلاذہ جناب تسلیم کھنوی	

۱۱ بدر بنشی حسن افضل صدیقی جمیدی بدایونی خلف مولوی افضل

علی صوبہ بدایونی آپ نے جناب تسلیم کھنوی کے بعد جناب قمر بدایونی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ آپ کا ذریعہ جناب قمر بدایونی نے تلاذہ دیں جو پکا ہے دیکھئے صفحہ ۲۷

(۳) عالی مولوی رفیع احمد صاحب صدیقی بدایونی ^{۱۹۲۱ء} خلف
مولوی کمال احمد خلف منشی محمد اجل خلف مولوی محمد انفسل صاحب مولف ہدایۃ المخلوق خلیفہ طر
سید آل احمد اچھے میاں صاحب بارہوی قدس سرہ - حضرت عالی بدایونی میں دیکھ لیے تھے۔
مولانا عبدالمجید نے تعلیم پائی دو دیوان خود نظم و نثر میں خاصہ تبحر کے علاوہ بعضی لائق اور غلام الاسلام پتیا گریں

نور کلام میں ستم و عداوت نام مجھ سے ہے تنگ
حاکم تیرا کو دیکھ کے ہوتی ہے تھی دنگ
ایسے ہیں وعدہ دیدار و فراق
نام نہ جو میرا جوں ہوا کر
حدا و مامت تھی مانی تو نہ فرما گئے
اجنہ نام دعا ہے آپ کو لوٹے کون
و گیا تو میں یہ سمجھا ہی گیا

کیا قیامت آگئی دور و فاجاتا رہا
تو بیاں جاؤں صنعت پروردگار پر
تو حشر میں بھی یا تو مجھ کو کیا ہو
جانے دو ادب اس پر خاک و دھول
خدا قسم تو ہے آپ تو راحت کیسی
پہل دے لکھ کر جہاں رکھ دیا ہونے لگا
تینے ہی کا دھوکہ تھا جانا دیا

(۳) جیب ساکن سلیم پور ضلع بدایوں

تلامذہ عالی بدایونی شاعر و جناب تسلیم کھنوی (۱) رضی و شہر بدایونی (۲) بر، میریہ احمد صدیق بدایوں محمد محمد

(۱) رضی و شہر بدایونی مولوی رضی احمد صدیقی ^{۱۸۷۸ء} - ^{۱۹۳۹ء} خلف دشاد

جناب عالی بدایونی سب سے پہلے پکڑ پکڑ پکڑ کے عہدے پر شاد جہان پور رائے بریلی اور انارک
کے اضلاع میں متعین رہے ۱۹۲۸ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وطن میں
بمقام رہے اور موروثی زمینداری کے انتظام میں مصروف رہے مدت شاعری کم و بیش
پچاس سال تھی شاعری میں مومن و غالب کے پیروی کرتے تھے آپ کے کلام کی خصوصیات
رفعت تخیل، ہلکتی تراکیب جتنی بندش اور نزاکت تشبیہات ہیں آپ نے شاعری کی
فرمودہ راہ سے الگ ہو کر جذبات کی صیح ترجمانی اور نقوشِ فطرت کی حقیقی تصویر کو اپنا لقب العین
قرار دیا اس لحاظ سے اپنے دور کی ممتاز ہستیاں میں سے تھے۔

نور کلام جیابا شوق حبس کے باغوں محال تھا مرزا بھی تیرے وعدے نہ دشوار کر دیا

ساتھ لیتا کیا بے رونق محفل کوئی
 کراہ کچھ کرد ہو لب پیرا ام تہا ہے
 ہے ہر مجاز ایک حقیقت ہے ہوتے
 رنگ بدلے میں ہزاروں تری کھائی نہ
 کردیا عشق نے زلیں ترے افسانے کو
 بیٹھا حوا ہے بابِ قفس واکے سرے
 مجھے یہ انتخاب یاوک قاتل پسند آیا
 گلستاں پر بھی اطلاقی گلستاں ہو نہیں سکتا
 سبک روح جزاں پابند زندگی نہیں سکتا
 ادل سے کھلتے لدری ہو چکر جوشِ طوفان سے
 برق و آندگی آج رگ جان کے قریب
 اندر سے بخود کی کہیں کچھ خبر نہیں
 وہ مجھ سے حال پوچھتے تھے جس غموش تھا
 آنکھوں نے اور بھی تجھے قاتل بنا دیا
 خود انہیں یاد دلانا ہرل خطا میں اپنی
 مطلب ہے یہ قبر بھی آرام نہ آئے
 مدت سے ساز بردار تر افروش تھا
 ٹھوکر کوئی لگتی ہے تو برقعہا ہے قدم اور
 کیا کیجیے جو ماتمِ حسرت نہ کیجیے

سو وصل پلوچھ انجنِ عشق کا رنگ
 کیا خزانہ کس تجھے نہ دھو اور پوچھنے والے
 ہر پر بن سے اتنے بے ہوتے قبلے دست
 کبھی خورشید کبھی برق کبھی شعلہ طور
 سرفی خونِ تمنا کا اندازہ کر کے
 کیا مری بے پر سے ہے صیادِ مطہن
 پیسے عشق جھانے ناز میرا دل پسند آیا
 نفس تو پھر قفس ہے دل بوجہ بیخاڑا
 شمیم گل کو دیوار میں کب روک سکتی ہے
 اسے مے موجِ کد اب فنا تو کیڑائی ہے
 جھانک کر کسی نے دریا کا گہر سے دیکھا
 سے میں دست ہے دہ جال سے قریب تر
 ہنگامِ نزع وہ بھی تھا کیا بلکی کا وقت
 جھک کر نگاہ کی بسمل بنا دیا
 حسرت لذتِ تعذیر عیا و ظاہر
 آگے ہر قبر پر بھاجاتے ہیں آنسو
 روح نشاط پر ترے غموں نے پھونک دی
 رحمت ہے ہر افتادہ سے طلب میں
 کچھ شغل چاہیے دلِ حرام نصیب کو

عجب فسانہ بے ربط ہے بیان جنوں
 ذرے ذرے میں ہیں سودیں بھرتی مٹان
 نفس تک آئے تھے اور زمین سے کچھ نہیں
 چرخِ صبح تھیں جل کے ہو گیا خاموش
 نا کامی نظر ہے تماشا کہیں جسے
 بوں آؤ سنے کہ نہ تابِ نظر ہے
 نیز آگھر ہے مری آنکھوں میں تری جاد میں
 دل ترے مدھے کے لیے جاں مراد لار ہے تو
 دلِ مشتاق کبھی معشوق کا آئینہ ہے
 کوئی نیز گنجِ محبت کا تماشا دیکھے
 دعوتِ سخی مل دی ہے ہر مشکل مجھے
 ایک شوقِ مضطرب ہولِ ایک جوشِ مستقل
 غم کی فطرت ہی بدل دی غم لیندی نے مری
 موجِ طوفانِ بلا ترے کرم کا شکر یہ
 کر دیا راہِ طلب میں گم فریبِ شوق نے
 ہوں کرم پروردہ آموشِ طوفانِ فنا
 میضِ حین بے تائید نام ہے لیکن رضی

کہیں سے سلسلہ داستان نہیں ملتا
 ادبِ آموذ و ناخاک ہے پروانوں کی
 نغمہ میں بھر گئی تصورِ آشیانے کی
 موافقی آئی نہ بھگو ہوا زمانے کی
 خود پروردہ دارِ حسن ہے جلوہ کہیں جسے
 جلوے کی ہو وہ شان کہ بردا کہیں جسے
 تو ہے مختار اب آنکھوں میں سے یاد میں
 دل کے میں مدھے کہ ہے تری تمول میں
 نظر آتا ہے میں یار کا جلوہ دل میں
 دل تری زلف میں ہے زلف کا سردا دل میں
 خضر منزل ہے خیالی دوری منزل مجھے
 کر دیا کینہِ محبت نے سراپا دل مجھے
 کوئی مشکل اب نظر آتی نہیں مشکل مجھے
 کر گئی تو بے نیازِ حُسنِ ساحل مجھے
 ڈھونڈتا بھرتا ہوں اب منزل کو میں دل مجھے
 موج ہے کتنی مجھے گرداب ہے ساحل مجھے
 خود مرا ذوقِ نظر ہے پردہِ حائل مجھے

یہ یاد بہ حضور سرور کائنات علیہ السلام و التیحات از شر رہا یوں

اے باد شہ کون و مکان دقتِ مدد ہے

اے چارہ گردِ دردِ نہاں وقتِ مدد ہے

اے شمعِ حُبّت ان جہاں وقتِ مدد سے
 کچھ اپنے غلاموں کی خبر سے کہ نہیں ہے
 ہے غادرہ رخِ خونِ شہیدانِ عرب سے
 محرم نہیں آہنگِ فغانِ جنتِ لب سے
 نیک ہے تری ذات پہ یا فضلِ خدا پر
 سو رخِ سپہے دل پہ مگر دم بھی نہ مارا
 کیا لیجے بجز عرضِ نہیں اب کوئی چارہ
 اس یاس و مصیبت میں کسے یاد کریں ہم
 جس نخل کی تھی پرورشِ آہلِ کی سوا سے
 جس نخل کا سایہ تھا سوا اظہل ہما سے
 پامال ہے اب دستِ درازیِ خراں کا
 شمشیرِ فرائیس مرا کو یہ علم ہے
 طوفانِ حوادث سے غرضِ ناک میں دم ہے
 کیوں جو شش نہیں آتا ہے دیرائے کرم کو
 آمادہِ بیدار میں اربابِ شرات
 اللہ ہے اس جگہ میں رہ جائے عورت
 کعبے کے نگیمانِ تباہی میں پڑے ہیں
 جس طرح چلے نہایتِ برباد چمن سے

اے قیلِ ایمان و اماں وقتِ مدد سے
 مفقوی امت پہ نظر ہے کہ نہیں ہے
 شاداں ہے ہر اک دشمنِ اسلامِ طرب سے
 خاموش ہیں خدامِ ترے پاسِ ادب سے
 ہے تنگ جہاں حلقہ بگوشانی و فایر
 جب تک کہ غلاموں کو رہا ضبط کیا
 تیرے دلِ نازک کا نہ مدد تھا گوارا
 کس سے کریں تجھ سے حزنِ فریاد کریں ہم
 وہ نخل جو سینچا گیا خونِ شہداء سے
 تھا جبکہ نموا بغیرِ محبت کی فیاض سے
 جس نخل سے پیوند تھا گلزارِ جہاں کا
 ایران میں جا روں میرہ رو کا قدم ہے
 ترکی پہ اوپر سزاغہ افواجِ ستم ہے
 گھیرا ہے غم و یاس نے ایہ خیرِ ام کو
 لہان سے اب اٹھا ہے طوفانِ قیامت
 افواج کے رُخ ہیں طرفِ دارِ خلافت
 آفت میں گرفتار ہیں جو چھوٹے بڑے ہیں
 یوں سینکڑوں نیکوں میں پریشانِ وطن سے

ہے تفرقہ ایسا ستم چرخ کہن سے
 ایک ایک کو خود جان کی پڑی پڑی ہے
 ہم ہنر میں محفوظ ہیں گو فتنہ و شر سے
 راحت نہیں دوں ملک خجندہ گری سے
 بے پاکی اغیار کا رد کر نہیں سکتے
 جس سر کو جھکا یا ہے ترے نقش قدم پر
 ہے تنگی جیس سجدہ در قیہ و رحم پر
 ہو جائیں اگر خاک بھی طوائف و فانیں
 تو نوح کا طوفان میں رہا نامر و حامی
 موسیٰ تھے در درگاہ اقدس کے سلائی
 تو چاہے تو ہر طرح کا معذور ہے تھکو
 عوام سے صدقہ بھی روح صلحا کا
 صدقہ بھی جاہل و بی شاہ شہدا کا
 حلقہ سال خوردہ معصوم کا صدقہ
 پھر حوصلے کو رخصت پر ہزار عطا کر
 پایا ہے کہ عرشِ علا ہاتھ اٹھا کر
 ناؤں سے سر کنگرہ عرش ہلا دے
 پھر گری تمام بے تعلیق و یقین ہو
 پھر خاک کو حاصل شرف عرش بریں ہو

مال باپہ میں بچوں سے جلاہل بہن سے
 کسا کوئی پرسل ہو تلمیذ کی گھر سے
 بچھن کہاں گردش قسمت کے اثر سے
 عود میں طاقت سے ہمیدہ ستر میں زور سے
 کچھ بھائیوں کی اپنے درد کر نہیں سکتے
 کس مزے سے جھکائیں اسے ہر ماں نے ستم پر
 مٹ جائیں گے پر ہار صفت شمع حرم پر
 خاک اپنی اڑی تری ترے کوبے کی ہوا میں
 آدم کا وظیفہ تھا اترا اسم گرامی
 لکھا ہے سلیمان نے تجھے خطِ علای
 برباد ہوا سلام یہ منظور ہے تھکو
 صدقہ بھی اصحاب کے آئینِ وفا کا
 صدقہ بھی لشکرِ تشنگیِ الٰہی عیسا کا
 بے جا دردی زینبؓ کو کلمہ کا صدقہ
 تاثیر کو بہن کشش دست دعا کر
 نفرت کیلئے رسمی بہ درگاہ خدا کر
 سلام کی سوتی ہوئی قسمت کو جگا دے
 پھر روکش گلزارِ ارم گلشن میں ہو
 پھر نغمہ توحید سے معمور زمین ہو

معدوم ہو پھر کنز کی بنیاد جمال سے
خود رفتگی غم میں قلم نے جو نکھلے ہے
پھر گونج اٹھیں دشت و جبل بانگ اذان سے
ہے ناز غلامانہ نہ شکوہ نہ گلہ ہے
سو یہ بھی کرم نے ترے گستاخ کیا ہے
میں قطرہ ناپائیدار ہوں تو بحرِ سخاوت
تو اپنے کرم پر مری بہت تیرے نظر کر
تلا مزد ریحی بدایونی خف و ساگر مالی بدایونی

(۱) ظفر محمد ظفر احمد صدیقی بدایونی ۱۹۱۲ء - ۱۹۷۵ء اردو فارسی کی ریاست

سے ذراعت پانے اور امرتس کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ کانچ میگزین کے حصہ اردو
کے مدیر رہے۔ انجمن ادب کی جانب سے آپ کی ایک نظم بہترین قرار دی گئی اور نثر دیا گیا۔
میر کا نام اضطرابِ زندگی سے ہے سکر ماحصل مجھے
ڈوبنے دے اے قریبِ حیرتِ ساحل مجھے
میں مذاے جلوت یعنی وہ صبر آشنا
شرحِ صدامانہ ماتم ہے پری زندگی
اب نہیں خارِ تنہا کی وہ پہلی غلش
شیخ کو کعبہ مبارک ہو حرمِ دل مجھے
ہر نفس ہے نابہ سازِ شکستِ دل مجھے
بیس نے کردی ظفر آسان ہر شکل مجھے

(۲) نشر سلسلوی: منشی محمد ظہور سلسلوی ولادت ۱۹۰۵ء جہاڑی

بدایونی اور حضرت شفق عماد پوری کے شاگرد تھے۔
ربان بند کسلی آنکھیں لب پہ ہر سکوت
صدائیں سننا ہوں لشر میں سازِ نظر کی
بانگے ہیں وہ تصویرِ انتظار مجھے
سا رہا ہے کوئی لغو بہار مجھے

اظہر کمالی جناب محمد اظہر ولادت ۱۹۲۱ء ہیرزادہ دشاگر حضرت رقیہ در
بدولنی تعمیر بدایوں دسلکڑہ بڑے باکمال اور صاحب تلامذہ شاعرین۔
نہ کلام اٹھتی ہے دل کی جانب اسکی غلط انداز نظر کسلے آخر محروم ہے اب یہ بیان کلت تر
مسحہ ہنسا چہ بڑا کون خوش طبع گاہ دل کو ہم سمجھائیں کیسے کئی ہیں بھجائے تو

میکزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۲ء (مشاہدہ رام پور ۱۹۶۱ء)

ماخواب نظم آدمی نامہ از جناب اظہر کمالی بدایونی

اسکے کمزور شانوں پہ کب سے نظم عالم کا بادِ گراں ہے
ہر قدم ایک لمبی مسافت ہر گھڑی ایک دورِ زماں ہے
ہر نیا تجویز زندگی ایک مبر آرماسا امتحاں ہے

اواس سادہ دل کی نظر میں یہ بھی اک دولتِ جاوہل ہے
آدمی کس قدر سخت جاں ہے
اس کے آوارہ قدموں کی زد میں زندگی کی ہر اک سبکدڑ ہے

عہدِ ماضی کی تاریخ ساری اسکی اک داستانِ سفر ہے
اسکے قدموں نے جو خاک اڑائی ہر عمل کی وہی نقس گر ہے
آدمی کس قدر سخت جاں ہے

اس نے دیکھا ہے ہر آئینے میں اپنا ہی جلوہ د لبرانہ
اسکی سعی تلاشِ حقیقت اپنی ہی جستجو کا ہسانہ
علم و فن شعر و نظم میں اس جستجو کا فسانہ

اسکی رودادِ غم در حقیقت اپنے ہی ہجر کی داستان ہے
آدمی کس قدر سخت جاں ہے

عزلیات جل رہے تھے مکان اٹھ رہا تھا دھواں اسے ہند کو چھوڑ گئے تھے ہم
آج خانہ بدوشی بھی خطرے میں ہے آج شعلوں کا رخ ہے سڑک کی طرف
ایسا معلوم ہوتا ہے میا دنے طائروں پر کوئی سمسرا کر دیا

دیکھ پاتے نہیں اب قفس کی طرف دیکھنا چاہتے تھا پردوں کی طرف
کچھ اپنوں کے نام بھی ہوں گے ناحق کی رسوائی بھی ہوگی

دیوانہ کیسے بتا رہے کس کس نے مارے پتھر
وحشت کے انداز تو دیکھو وحشت کا اعجاز نو دیکھو

دیوانے کے جسم کو چھو کر کھول بنے ہیں سارے پتھر
ہم سے تردانی بھی نہ ہوں گے اس سے تو انکار نہیں

ہاں دامن بے داع ہو جس کا وہ آئے اور مارے پتھر
راز جنوں کا افشا ہو گا بات کھلے کی چرچے ہونگے

خیر اسی میں ہے دیوانے خاموشی سے کھالے پتھر
دن میں پاؤں سے چھو جائیں تو انگاروں سے بڑھ کر وحشت

شب کو تھکن میں سر کے نیچے برف کے ٹھنڈے گالے پتھر
عابثہؓ اپنے آنچل میں پھیلائے یہ لڑتے آئند

اور چہرے کو تبسم سے درزاں کر دے
خندہ پشانی سے کر اذن سفر مجھ کو عطا

تیرے الجھے ہوئے گیسو نہیں دینے دینگے
ورنہ دل کو کسی پہلوئے قرار آئے گا

یہ لڑتے ہوئے تسو نہیں جھینے دینگے
زیست کو تلخ بنادے گی اسی تیری

میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ مسافر ہوں میں

(۳) عزیز سلونی شیخ عزیز احمد خلف شیخ جیب احمد سکن سلونی ضلع رائے

بریلی ولادت ۱۹۱۳ء پہلے حضرت رضی بدایونی سے ان کے زمانہ قیام سلونی میں اصلاح کی آغوش میں
جناب نوح ماری سے استفادہ کیا۔

نوبہ مکمل دُوب کچر فتنائیں مل گئی منزل بھی موجِ طفال سے علی خود حائف ساحل بھی
کشتی عمر دہاں سے موجِ طوفانی عزیز دیکھے آئے نظر کلب صورتِ ساحل بھی

(۴) اختر کمانی منشی محمد اختر بدایونی ولادت ۱۹۱۳ء

نوبہ مکمل تمام علمِ بلاد وینح حائل موٹے سکا آستیاں جل کر چراغِ آستیاں جلتے لگا

پروفیسر مولوی ضیا احمد ضیا بدایونی حلقہ و شاگرد حضرت عافی بدایونی

ضیا پروفیسر مولوی ضیا احمد صدیقی بدایونی ۱۸۹۲ء - ۱۹۴۳ء حلقہ و

شاگرد حواء اعلیٰ مدلولی عربی مولانا محمد محمد بدایونی اور مولانا محمد المتذکر صاحب بدایونی سے
پڑھی۔ حدیث کی سند مولانا سید یونس ریلی محمد بدایونی سے فی ۱۹۱۵ء میں بریلی کالج سے فی
اور ۱۹۲۵ء میں الزامیو یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ اردو کے لکچرار اور بعد
میں شعبہ فارسی کے پروفیسر اور صدر شعبہ رہے۔ آریہ دہلی یونیورسٹی سے وابستہ رہے تصانیف
۱۔ دھند مومن مع ترجمہ ۱۹۲۵ء ۲۔ دواں مومن مع شرح ۱۹۳۲ء ۳۔ تہذیب سلف یعنی انتخاب تو
سب رمی نقور اور اسلم ای محمد بن نظم نجیات ۱۹۵۲ء ۴۔ یادگار سالی (۵) جمعہ ایک
عالی بدایونی (۶) قول سید جواد معاویہ بدرید ۱ مکنت نام ۱۹۲۶ء ۷۔ سمن راز داں مباحث

رسول ۱۹۷۷ء اس پر یوپی لوکسٹ سے دو برابر روپیہ انعام دیا تھا ۱۲ جلوسہ قیمت ۱۳) دیوانہ منہ پرورد
 نرس نظام کولس سے شرب جو میں عمر دیا یا
 کسان لذت سے دیناے خبر معلوم ہوتی ہے
 غرض مسطور سچی چارہ کر معلوم ہوتی ہے
 دوائے درد دل سے ہر سرک تاشیر پیدا کی
 موی جاسے سر تہ کے خور ہم
 نہیں کم مرگ جبرست بھی جیتے تلخ کاٹی سے
 وہ بھی دستار پر دسوار نہ معلوم ہوتی ہے
 حلویت حاصل ادا ملود کہ عام کساں
 کہاں دھن نظارہ جلوہ کا: بے تماشا میں
 کھیس لایا انہیں سرق اچن آرائی کا
 نظر میا نے فوق نظر معلوم ہوتی ہے
 تلامذہ جناب پروفیسر ضیا احمد ضیاء الیونی

(۱) حضرت لہ رھیا نوی شہزادہ صلاح الدین خلیفہ شہزادہ عالی گاہر

از اولاد شہزادہ محمد سین برادر سہ سجات موزول والی اس استان میرد احمد شاہ اراک آباد
 کی ولادت ۱۹۱۱ء میں ہوئی مسلم یونیورسٹی سلیکرہ میں معلم پائی ۱۹۲۱ء میں فوج میں ملازمت کا
 آغاز کیا ۱۹۵۹ء میں بی آئی ڈی سی میں افسر مقرر ہوئے رہا جوی میں بد فہم ۱۱ احمد صاحب
 صا بدیونی سے ان کا انتقال تک استفادہ کیا۔ ان کے بعد حضرت جگر مراد آبادی کے شاگرد ہوئے۔

میرد نظام آتی ہے جب بہار تو ہوتا ہے دیدنی
 تم جان آرزو ہو ستاج حیات مو
 کچھ قص میں طائر آرزو در حال کار قص
 سب کچھ تمہیں ہو کھو کو رہا ہے کیا مرنی

(۲) حبیب صدیقی - صاحب سیاحہ صدیقی بدیونی رہنما ڈاؤر درارت دارو باکسی میتم کربانی

دیکھلام ان کو کہتے ہوتے نورانہ گذر گیا
 فردوس چشم کوئل میسر نہ تو گیا
 محسوس طریقہ بدیونی نے اور نہ بدیونی نے
 اب اس صاحب دارو باکسی کے ہوتے
 ہر نا آکھ تو میر سکرا کے کیا ہو گیا
 راس نمہ ارادہ کو سننے کے کیا ہو گیا
 ہمارے حال میرے وہ لے کہیے واقف میں

(۳) جوہر جناب آفتاب احمد صدیقی بدایونی شمسۃ ۱۸۹۸ء ۱۹۸۲ء

برادر اصغر جناب غید، لیون ۱۹۲۱ء میں بریال کانز سے بی اے اور ایم اے ایل ایل بی میگزین سے
 بہ ۱۹۲۳ء میں امتحان معابد میں کامیابی حاصل کر کے سند میں سرکاری ملازمت سے منسلک
 ہوئے اور ڈسٹرکٹ جج کے عہدے سے ریٹائر لی۔ بدایوں میں انتقال فرمایا۔

دیہات قفس میں آج کیوں باز میں آتی ہے وہ کہہ
 کوئی بجلی ذریعہ آشریاں معلوم ہوتی ہے
 ادھر اوقات خودی کو چال کر رہیں
 ہم ہی بیٹے تمہارے درمیاں معلوم ہوتی ہے
 چھت کرچن سے ہر قفس میں ہے پہلی کت
 تو ہم نرا وہاں سے صد دے کہاں سے ہم
 وہ خود ملنے نہ ہوں اہل جتھر مایوس
 بھی توسی طلب آجاتی جاتی ہے
 میں اپنی عادت شکرستم سے ڈرتا ہوں
 جناح و دولوراش میں آتی جاتی ہے
 بدم اسی ہمارے آئے کی دھوم تھی
 اک گوشہ قفس بھی گلستاں نہ ہو سکا
 دیکھئے کولاکھ ہمار جھکا فرق بندی
 سجدہ حرم دوست کے شایاں نہ ہو سکا
 اب آتش یاد ہوئے عشق و موسیٰ میں امتیاز
 آپ نے اچھا کیا یا سرفراہ کر دیا
 کچھ موس دانوں نے میر بنوں کم کر دیا
 بخودی معراج الفت حق مکر کیا کیجئے

(میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۲ء)

آپ کے صاحبزادے جناب سید احمد سید ایل ایم اے ولادت ۱۹۵۲ء
 نرپو کیش ڈپارٹمنٹ، ملی میں۔ ان کا نمونہ کلام درج ذیل ہے
 نکالیں شوق سے ہم کو مگر اہل حبس ہیں
 بہار میں بھی ہمارے ساتھ حاشی گلستاں سے

۴۔ انور۔ ڈاکٹر عشرت حسین مراد آبادی پروفیسر فلسفہ مسلم یونیورسٹی علیگرہ

مصنف "دنیا ہیں جسے" مطبوعہ علیگرہ ۱۹۷۷ء

نویہ کلام مزاج نگشتان تجرید کر رہ گیا کبیر

مرے افکار سے شاید بس زنجیر جانی

سری منی میں بھی جب وطن ہے

اک غم دشمن ہی فوجت میں نہ تھا

مادائے مشرق و مغرب ہیں ہم

۵۔ ظہیر پیر و فیروز ظہیر احمد صدیقی بدایونی - مسہم دی حلد - جناب بدایونی

پروفیسر ملی یونیورسٹی - راولپنڈی - پاکستان

نویہ کلام آہ زندگی ہے کہ ہے خواب زندگی ہم دم

۶۔ میکش بدایونی - منشی رفیع احمد خف - صاحب الدینی مصنف مجموعہ کلام - ملک گرام - لاہور

۱۔ تلامذہ جناب آفتاب احمد جوہر بدایونی

۱۱۔ دلاور فگار - منشی دلاور حسین فگار بدایونی - شاگرد جناب حامی

بدایونی و جناب جوہر بدایونی و جناب جام قزاقی بدایونی - آپ کا ذکر جناب حامی بدایونی

تلامذہ میں ہو چکا ہے - دیکھئے صفحہ ۵۵

(حضرت بابا صاحب بریلوی رحمہ اللہ)

نواب زین العابدین خاں عارف دہلوی شاہ اگر شاہ نصیر دہلوی و مرزا غالب دہلوی

عارف مرزا زین العابدین خاں ۱۸۱۶ء - ۱۸۵۲ء خلف شرف العادل

نواب غلام حسین بہار جگت تخلص سرور (م زلف مرزا غالب و نواب الہی بخش خاں معروف) خلف نواب فیض اللہ خاں خلف نواب قاسم خاں برادر عارف جان جد نواب احمد بخش خاں و نواب الہی بخش خاں معروف جناب عارف پہلے شاہ نصیر کے نژاد سے اور ان سے رنگ میں دیوان موسومہ "مطلع پر سعادت" مکن کر لیا شاہ نصیر کے دکن جانے کے بعد مرزا

غالب کے شاگرد ہوئے۔ غیر مطبوعہ دیوان کتیب خانہ رام پور میں محفوظ ہے۔
نویہ کلام اے ملک حاضری کا ہے یہ دال و رشت میں رہتے ہیں مدت ہفتی گھر پر رہا۔

دیکھ کے کہ باری اسکو بہ بخور مونس پیر نہ بہ احتیالہ بار دگر دیکھتا
چین اوم سی نہیں مالہ دل سے عارف کس نے رکھ کر مہر سینے کے اندر بجلی

غالب نے عارف کا بڑا درد ناک مرثیہ لکھا تھا۔ جو درج ذیل ہے۔

لازم تھا کہ بھو مراد سے کوئی دن اور تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

جلتے ہوئے کہتے ہو قیامت میں ملنے کے کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

لے تھیں نفرت سہی سر سے لڑائی بچوں کا بھی دیکھنا تماشا کوئی دن اور

ہاں اے طلبہ میر جو ال تھا الھی عارف کیا حیرا بگڑتا جو نہ تر کوئی دن اور

ماداں جو جو کہتے ہو کیوں جیتے ہو غالب قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

تیسرے شعریں نواب ضیاء الدین خاں تیسرے ۱۸۲۶ء - ۱۸۸۳ء اور عارف کے خور و مال

بچوں کا۔ علی خاں کامل ۱۸۴۶ء - ۱۸۶۹ء اور حسین علی خاں شاہ داں ۱۸۵۰ء - ۱۸۸۰ء کی طرف اشارہ ہے۔

(تلامذہ غالب)

سلمانہ نواب دین العابدین خاں عارف دہلوی شاگرد شاہ نیر دہلوی دمر غالب

(۱) سید و کامل مولوی حکیم محمد سجد الدین صدیقی فرسوری بدایونی

۱۸۲۶ء تا ۱۸۹۹ء خلف مولوی عیسیٰ اسد الدین شاہ ابن حافظ ابوالمود خان شاہ ۱۸۹۹ء میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔
ابن عرف فیہ اللہ خاں ابن محمد اکرم ابن محمد درویش ابن کمال محمد ابن شیخ منصور ابن محمد ابن علی بدایونی۔

جناب سید و کامل نے علم فارسی اپنے جد بزرگوار سے علم عربی مولوی کریم الدین سے حاصل کیا۔ علم طب پر بھی دستار دہا۔ حضرت شاہ اللہ بخش جشتی نظامی تونسوی قدس سرہ سے بیعت تھے دہلی، بدایوں، آراک و فارس میں مطب کیا۔

نور کلام آج پھر طبع رسالہ کا مکتبہ ابداد	دیکھیں برسات ہے کیتے در کیتا باد
مکتبہ سراج مالک ہے یہ مری خشک زباں سے سبزہ	بھیرے بارب کسی جانب ترستا باد
مکتبہ اول ایک دم میں یہ لگا دے ابھی ساڑھی کی جھڑی	حکم کا اسکے جویا جائے اشار باد
روبارک ہو دعا خلق کی مقبول ہوئی	کہ گرجتا ہوا اک سمت سے آیا باد
مکتبہ ثانی جانب قبلہ سے کیا جھرم کے آیا باد	ابھی اک پل میں بہا دیتا ہے دریا باد
فصل دے گزری عملداری بہمن ثانی	روزہ نوزور کا لایا ہے بیترہ باد
ریتی پھرتی ہے صبا صحن چمن میں جاوے	آب پاشی کے لیے بن گیا ستا باد
کون سا جنس طرب ہو نیکو ہے عالم میں	جسکی تیاری میں مہر و ہفت ہے کب باد
آگیا شہر رجب اسکی ہے تعظیم ہر روز	دل سے اس ماہ مبارک ہے شہر باد

اس ہنہ میں ہے اس شاہ کی مزارِ شریف
یعنی وہ ختمِ رسل ہادی کل تسبیح سلسل
مطلب: غالب پائے کے کا دستِ سخا کا تے رتبہ مادل
بول نہ ہو عرضِ معلیٰ سے فوقیت
ساری مخلوق ہے اس ابریکرم سے شاداب
فاتحِ اجمین یوں نورِ احکا پہنہاں
وہ ترے روضہِ قدس کی ہے رفتِ جیسکو
جسکے عالم میں سب املاک سے لئے نامادل
بارغِ توجہ کا گلِ روحِ قدم کا بادل
تلمزمِ یقین ہے یہ اور وہ ذلما بادل
سیرِ اندس پر کیا کرتا ہے سایہ بادل
دونوں عالم سے سیرابِ جبرِ بادل
حبِ طرح برقِ درخشاں کا تیرا بادل
کری کر رہا ہے بس دور سے سجدہ بادل
(ترجما: غالب)

مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی

غالب اسد اللہ خاں عرف مرزا نوشہ اکبر آبادی ثم دہلوی ۱۸۱۵ء - ۱۸۹۵ء

خلف مرزا عبد اللہ خاں میرزا غالب کے خسر الہی بخش خاں معروف دہلوی شاہِ گرد شاہِ نیر
دہلوی تھے۔ آپ نے فارسی محمد معظم متخلص بہ معظم اکبر آبادی سے پڑھی تھی جن کا ذکر تذکرہ صبح گلشن
میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

معظم محمد معظم اکبر آبادی مردے بود
تموکل در نظم ناری اور قدرتِ کامل
بود شغف و چند سال بر رسیِ زندگی
نشست در اوسط ماہِ ثلثِ محشر بہ
معظم تخلص محمد معظم اکبر آبادی قناعت
پسندہ شخص تھے ان کو نارسائیِ شعری
میں قدرتِ کامل حاصل تھی ساٹھ اور کچھ
سال زندہ رہے تیرہویں صدی کے وسط
میں انتقال کیا۔

رحمتِ حق پیوست

افسوسِ فراقِ ریل قبلہ دینِ راسِ رمیس
دارِ دارِ با تدبیرِ نورش تاسیس

ہر تر و تریحِ بنی مردِ ملکِ تقدس
حضرتِ احمد مرسل کا اس میں اندک
مکلام
ختمِ اکبر
بادی

مرزا غالب ذرا سی اور اردو کے بے مثل ادیب و شاعر تھے۔ دنیا تے ادب میں غالب جیسی بشتیاں بڑا دیر سال کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ غالب خوش نصیب ہیں کہ ان کے شاگرد مولانا حالی نے یادگار غالب لکھ کر غالب کو زندہ کھا وید بنا دیا ہے اور اس سے زیادہ ان کی خوش نصیبی یہ ہے کہ ڈاکٹر عبد الرحمن بخاری نے محاسن کلام غالب جیسی بلند پایہ کتاب لکھ کر غالب کو دنیا کا عظیم ترین شاعر ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کا ابتدائی جملہ مشہور ہے "ہندوستان کی الہامی کتابیں وہ ہیں ایک وید مقدس دوسری دیوان غالب فارسی اور اردو نظم کے علاوہ سکا تیب غالب بھی اردو متر کا شاہکار ہیں انتہا س دریا میں ان کے بارے میں صحیح لکھا ہے کہ غالب اردو ادب پر ان کی طرز جدید کے بانی ہیں ان کے تخیل میں وہ قدرت ہوتی ہے جو کبھی سرائی ہونے والی نہیں انہوں نے نظم و نثر میں نئے اسلوب بیان کو رائج کیا۔

مرزا غالب کا دوبارِ مغلہ اور ریاست رام پور سے گہرا تعلق رہا۔ استادِ ذوق کے انتقال کے بعد خاندانِ مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر اور رام پور کے نواب یوسف علی خان اعظم مرزا غالب کے شاگرد رہے اگرچہ نواب اعظم نے غالب کو مذمتی ہی میں اسیر لکھنؤ کا قلمند اختیار کر لیا تھا۔

دلچسپی کے لیے مرزا غالب کے ادبی مسرکوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ مرزا غالب نے فارسی کی شہرِ رحمت برائے عجم کی تردید میں تاجِ برہان لکھی تھی جس کے جواب میں آغا احمد علی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ نے مزید برہان لکھی جس میں انہوں نے اپنا تعلق اصفہان سے بتایا تھا اور خود کو اہل زبان قرار دیا تھا۔ غالب نے ان کے دعوے کو تسلیم نہ کیا اور کہا۔

خواہد راز اصفہان بودن چه سود خالقش در کشور بنگالہ پیدا کردہ است

اس کا جواب عبدالصمد اسلمی شاگرد آغا احمد علی احمد نے اس طرح دیا
 میں اگر بھی بود لے نظران باخرد غالب ہندی پر اور مدرس اشد کردہ است

عالم کے شاگرد مولوی باقر علی باقر اس دلیل کا جواب تو نہ دے سکے انہوں نے
مذاہب سنی کو برا بھلا اور ہنگامی کہہ کر اپنے دل کی بھر اس نکالی۔

آں فدا تھے بے خود بلہ چارہ ہنگامی نژاد من نہائے اوچہ خوش تقریر پر بار کردہ است
ہاں بیابان داں بیابا دستا و خودیا غالب انداد جہان حق تعالیٰ کردہ است
سربہ خال آتالش نہ پئے عذر نہاہ حق پرستی با اردو دل تر جا کردہ است
غائب کے دوسرے شاگرد سید فخر الدین سخنی نے بھی مذاہب سنی کی ہنگامی اس طرح کی تھی۔

مولوی احمد علی آں واقف شود سخنی در سخن با جہ میں سیکارے جا کردہ است
دیکرے عبد العزیز شاگرد آں زیبا بیان ہم دریں جنگ و جدل تائید آغا کردہ است
مرت غالب کہ یک عالم لود تلمیذ او داتے برا غاکر بادے جنگ سپا کردہ است
خواہر سنگد جو ہر کھنوی شاگرد ناطق لکھنوی نے بھی آغا احمد علی کی تائید کی تھی۔

ای خدائے نظم نا خود غالب است احمد ہنگامہ ہم پیغمبری بار کردہ است
قانع بر ہاں بطور خود اگر ترتیب داو یاں چرا قطع مروت در سخن بار کردہ است
عالم طعنہ بر لکھنوی ہم می زند آرزو شاید بجائے خود بخارا کردہ است
فیضی بریں تائید بہ ہندستان کنند چوں علی و چوں فنی معنی کہ پیہ کردہ است
یہ بے جا است از تحقیر حق قتل معتقدائے خویش ہندو زادہ را کردہ است
چرا خود را کند منسوب ایران تیرا است مرد ہندی جہ خود چوں از بخارا کردہ

جو ہر کھنوی کا جواب باقر علی باقر نے اس طرح دیا
بخت این ہندو بہ منہ آوردے ہاں سی طرفہ کج دا کج پریشاں گفتہ بار کردہ است
باقر علی باقر کی تائید فخر الدین سخنی نے بھی کی تھی (ہنگامہ دل آشوب)

غالب نے آغا احمد علی کے رد میں تیغ تیز لکھی اس کے جواب میں آغا صاحب نے
تیغ تیز تر شائع کی غالب کی قطع برہان اے جواب میں امین الدین لاہوری نے قاطع القا
اور مراد جم بیک رحیم میرٹھو نے ساطع برہان لکھی۔ غالب نے مرزا رحیم بیک پر بھی بڑی
چوٹیں کیں اور اُسے استاد مولانا صہبائی دہلوی کو بھی برا بھلا کیا۔ اس پورے معاملے میں
بعض باتیں دونوں ذیلوں کی حق بجانب تھیں۔

جمال نیک مرزا غالب کے اردو کلام کا تعلق ہے تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کا موجودہ
مجموعہ کلام ان کے پورے کلام کا عشر عشر ہے اور اس کا بھی زیادہ حصہ بے معنی اور ناقابل
ہنرم ہے۔ اگر مولانا فضل حق خیر آبادی کے مشورے پر غالب سہل گوئی اختیار نہ کرتے تو شاید
ان کا پیدا کلام ہی بے معنی ہوتا اور غالب اس مقام پر نہ پہنچتے جس پر وہ اب نائز میں ان
کا اچھا کلام اتنا اعلیٰ وارفع ہے جس کی مثال اردو ادب میں نہیں ملتی۔

دیتے ہیں ہاں طرف مدح خواہ کھکر	کرنی تھی ہم پر رقی تجلی نہ طور پر
رہے دو بھی ساعہ میں مارے آگے	گو با تھیں جن میں آنکھوں میں نوم ہے
نہ کبھی حازہ افتخار کہیں مزار ہوتا	ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے لڑنے عرق دریا
دودن میں ڈالو کوئی لے کر ہشت کو	طاعت میں تار پیسے نہ منہ الکیں کی لاگ
افسان ہل پیالہ و ساعہ نہیں ہوں میں	کیوں گزرتی عام سے گھبراہٹے دل

تلمذہ مرزا غالب

الحکیم عیض الدولہ حکیم غلام نجف خاں فاروقی فریدی شیخ پوری

بدایونی، خلف حافظ مسیح الدین بن شمس الدین بن بدر الدین بن ذاب محمد مراد خان

بن عبدالبادی دیوان بن نظام الدین بن فرید الدین احتشام خاں بن نواب قطب الدین کو
 بن شیخ اعظم بن شیخ حسین بن شیخ ابراہیم بن شیخ خوند مرید بن شیخ سعد الدین سلطان شا
 برادر جہان شاہ جد امجد میاں محمدی بیدار بیدیونی - حکیم غلام نجف خاں کے بیٹے حکیم فکیر الدین
 ان کے بیٹے شفاعا الملک حکیم رضی الدین دہلوی تھے۔ غالب نے اپنے ایک خط میں اپنی نیگم کو حکیم
 صاحب کی والدہ اور دوسرے خط میں سناٹی کہا ہے (خطوط غالب)

حکیم صاحب نے علم طب حکیم احسن اللہ خاں اور حکیم صادق علی خاں خلت حکیم شریف
 خاں سے سیکھا۔ مرزا غالب کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور بچوں کی طرح ان سے
 پیش آتی تھیں۔

میر کا ملام منترہ لے رہا رہا راہ سخن
 منطق کا علم منقطع ہو رہی پہنچ آہنگ
 کتاب پہنچ نہیں اس کا جواب عالم میں
 آہنگ مولف منترہ اسکی ہے کارنامہ راز
 ہے سخن کی جسے طلب گاری
 میں جو ہوں در پے حصول ترف
 پایہ سبجان دست گاہ سخن
 گل دریاں دلا دلا رنگا رنگ
 نہیں ایسی کتاب عالم میں
 نظم اسکی نگار نامہ راز
 کرے اس نسخے کی خریداری
 نام عاصی کا ہے غلام نجف

(۲) حالی مولانا الطاف حسین پانی پتی دیکھئے ص ۶۵

(۳) ذکی۔ نواب سید محمد ذکریا خاں دہلوی دیکھئے ص ۶۷

(۴) ذکی منشی اشفاق حسین مارہروی ثم بدایونی محکمہ ہندوستان

بدایوں میں ملازم تھے۔ فارسی کا مذاق بھی نہ تھا۔

نثر کلام چھوڑ آئے گئے مگر میں تو پھر بہت چھین ے

آپ کے شاگرد آپ کے صاحبزادے منشی اخلاق حسین اخلاق بدایونی تھے جن کا مکمل کلام ہے

دفع ہوں کینچ جہاں سائب نلبیاں بوئے

تربیت باد بہر دکن ہنر احضار

میں رہ کتر جو سمجھے ہیں میں اپنے میں

سید منشی سید احمد بدایونی ثم بریلوی م ۱۸۵۸ء حلف سید

کرامت علی سبغلی ثم بدایونی آپ کی حقیقی، انی قاضی عبد الجلیل حنوں عثمانی بریلوی شاگرد مرزا

غالب سے منسوب تھیں۔ قدرت نے حسن صوری و معنوی بدرجہ اتم دیا تھا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

میں شرکت کے جرم پر مہر دیا نئے شہر کی سزا دی گئی۔ رہائی کے بعد ہندوستان تک آئے

میں چند دن باقی تھے کہ جوان العمری میں انتقال کیا۔ آپ کی ایک مناجات اور چند اشعار جو

آپ کے زمانہ اسیری میں لکھے تھے مولف آئینہ دلدار کے باسٹ محفوظ ہیں۔ آئینہ دلدار میں

مرزا غالب کا ایک خط مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۸۵۷ء آپ کے نام شامل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے

کہ آپ مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ مرزا غالب نے ایک خط نام قاضی عبد الجلیل حنوں بریلوی

میں لکھا تھا صاحب وہ خط جس میں اشعار میر مظلوم کے تھے مجھے بنیاد اس کا جواب تمہیں بھیجا۔

ربا سہ تک چند آب دعا
نہ ہوا کہ جو کچھ وہ سب کچھ ہوا
حق سے سب کے سب دوست اور اس
سین سال ما با ہی الوری

نثر کلام
میرھے سے آہن سے سب دس دیا
میر کا تھا کچھ وہ سب کچھ سنا
لٹا کچھ دیار و وطن کھی کھٹا
ہی الوری با ہی الوری

(۶) رشکی قاضی غایت حسین صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۳۲-۱۹۱۸ء

حلف قاضی - حجت اللہ بن قاضی تبارک اللہ (برادر قاضی مبارک اللہ مبارک مدالیونی شاگرد مرثیہ)
 (نقل رسول صاحب مست بدایونی) ابن قاضی لفر اللہ بن قاضی بارک اللہ بن قاضی شیخ محمد بن
 قاضی حافظ دریر محمد بن قاضی محمد جلیس جلیس بدایونی شاگرد مولوی قدرت اللہ شرقی بریلوی۔
 قاضی عنایت حسین نے اپنے والد سے فارسی اور قاضی عبد السلام عباسی بدایونی
 سے عربی پڑھی۔ پہلے عدالت بدایوں میں سرشتہ دار رہے پھر نواب محمد علی خاں دہلی ونگ
 کی مصاحبت اختیار کی ان کی مولوی کے بعد بھی حق رفاقت ادا کیا۔ ان کی وفات کے بعد حوجہ
 جو دھپور اور حیدر آباد میں وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۲۸ء میں سوئی ندی کی طغیانی میں گھر کے سامان
 کے ساتھ آپ کا کلام بھی ضائع ہو گیا۔ آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ سے بیعت
 تھے۔ طبیعت پر تصوف کا رنگ غالب تھا بدایوں میں درگاہ حضرت سید احمد صاحب
 قدس سرہ میں دفن ہوئے۔

نزد کلام دیکھا غیار کو کی آنکھ بند
 وقت آخر ہے جو آنا ہے تو اد صاحب
 دل دیا جان بھی دی وصل کا سائل ہوا
 وہ آئیں پس از مرگ آمد کیا ہے
 یہ نام نہ کریں شکوہ ستم لیکن
 رو ذکر کش ہے غی جو کے انداز سے
 کسی کی یاد دل میں ہو کسی کا ذکر لب سے
 پاؤں سے جاتے ہو کوئے یار ہیں
 مدینہ میں نہیں جو دل وہ کیا دل

پڑے پڑے پر دے میں اشار ہو گیا
 اس نہیں ہے میں جینے کا بھوسا دم بھر
 اور بھی اپنے کچھ میری خطائیں دیکھیں
 ہم اپنے نصب آزمائے ہوتے ہیں
 خدا کے سامنے ہونا کبھی حجاب بھی ہے
 پیسہ ڈالے نہ یہ چرخ ستم ایجاد ہے
 ترشگی اگر آخر سفر دیں تو نہ ہمت ہے
 سر اٹھا رکھا ہے کس دل کے لیے
 مدینہ ہے چین دل ہے عناد دل

میں جو الفت خیر الورا میں

ہیں ایسا کہیں دیدے خدا دل

(۷) شیریں جافظ احسان اللہ بدایونی ۱۹۱۶ء مصنف محمود کلام ہارسی ارخان قریب

نور کلام رتا شیر دعا سے والدین
تو نے حکم دیا سخن نہیں سخن سنج و سخن دان
علی خاں شرایہ القود و علی خاندان است
ابن سوری

(۸) صادق و عزیز مولوی عزیز الدین صدیقی فرشتوری بدایونی

دیکھ صفحہ ۶۷

(۹) رفت مرزا محمد عباس بھوپالی آپ کے شہزادہ مستی عبد العزیز

اعجاز سہسوانی تھے ان کا ذکر اسیر کھنڈی کے تلامذہ میں ہر جگہ ہے۔ دیکھئے صفحہ ۶۷

(۱۰) شہسیر منشی خان محمد خان رام پوری آپ کے شہزادہ سید عیسیٰ محمد حیل سہسوانی

تھے۔ ان کا ذکر نیز شکوہ آبادی کے تلامذہ میں ہر جگہ ہے۔ دیکھئے صفحہ ۶۷

(۱۱) فدا و جمالی حکیم سید احمد حسن نقوی مودودی سہسوانی دیکھئے صفحہ ۶۷

(۱۲) مائل۔ نواب میر عالم علی خاں نقوی مودودی صلی سہسوانی

سر دار اول برودہ بن سید مودود بخش مر دار اول برودہ بن سید عطا محی الدین بن سید غلام ملی بن سید عبدالواحد بن سید لفر اللہ بن قافی یہ محمد صالح بن قافی یہ عبدالشکور قافی سہسوانی یہ ابراہیم علی خان وفا کے نام دو خطوط میں غالب نے عالم علی خاں کا ذکر کیا ہے مائل نے میں جوانی میں انتقال کیا۔

یہ کلام خطا ثابت کرینگے اپنی نام اور انکو پھرنکے
 سنا ہے ان کو عقیقے میں بیٹ جانے کا عادی ہے
 کلپوش بعد مرگ بھی اپنا مزار ہے
 کیا لطف ہے کہ عین خزان میں بہا ہے
 آتنا غور حسن دوزخہ یہ کیلئے
 غافل عرف نہ کو آفر خواہ ہے
 کیفیت نئی ہیں خرابات دہریں
 جو ہوش میں نہیں ہے ہی ہوشیار ہے
 (اھول کلیم) (برزم سخن)
 خزانۃ الانساب (تلامذہ غائب)

(۱۳) مد ہوش خاں بہادر سخاوت حسین خان الفاری بدایونی

فتح علیہ السلام حضرت حسین ابن حضرت مہاجر علیہ السلام الفاری بدایونی م ۱۸۴۳ء مرید و خلیفہ
 مرت سید شاہ آل احمد اچھے صاحب مام ہروی قدس سرہ جناب مد ہوش شاہ جہانپور
 بن عدالت دیوانی کے وکیل تھے عمر کا زیادہ حصہ وہیں بسر ہوا بلکہ ان میں سے کئی کئی چیرمین اور
 زیری مجرب بھی رہے سرسید نے جب جدید تعلیم پھیلانے کی کوشش کی تو اس سب سے
 میں موصوفہ پر مسائل لکھے ایک رسالہ جناب مد ہوش نے بھی لکھا تھا جس کا ذکر سرسید
 نے اپنے رسالہ مطبوعہ بنارس ۱۸۶۲ء میں کیا تھا۔ آپ کی تہانیف میں رسالہ تعلیم مسلمانان
 درغاز مد ہوش کا پتہ چلا ہے۔ اولاد میں صرف ایک بیٹی تھیں جنکے صاحبزادے جناب عابد
 سعید خاں متا لودی بدایونی شاگرد جناب فانی بدایونی تھے۔ آپ کے نام غالب کا ایک
 فط دستیاب ہوا ہے جو عہد ہنری اور اردوئے معلیٰ میں شامل نہیں ہے تلامذہ غالب
 میں بھی جناب مد ہوش کے حالات درج نہیں ہیں لیکن ان کا نام تلامذہ غالب میں لکھا ہے
 غالب کے خط سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ کو بہت عزیز و کفایت تھے اور خطوط کا برابر
 جواب دیتے تھے (آجکل فروری ۱۹۶۰ء)

موت (آواز ہے شیشہ ٹوٹنے کی
 دل کی دہک کے یہ جدا ہے

بلیں گل کی بو گیتیں دشمن
باغیاں یہ چلی ہوا کیسی
جون عاشقِ مرا ہے یا غم پر
ما جو سرِ غمی حنا کیسی
کاٹے کٹی نہیں ہے ہم کو تب
پڑ گئی پہنچے یہ بلا کیسی
(۱۴) دفا۔ لواب سید ابوسعید علی خاں لغوی مودودی صالحی بہرائی ثم

۱۸۲۳ء تا ۱۸۸۴ء خلف میاں علی خاں علی امیر ریاست بڑودہ و معانید انگریز
و حونا گڑہ بن سید ممتاز علی بن سید ذوالفقار علی بن سید فیض علی بن سید روشن علی بن
علی اکبر بن سید ابوالعباس بن سید محمد سعید بن قاضی سید محمد صالح بن قاضی سید عبداللہ
قاضی ہواں آب کے نام ایک خط میں غالب نے صاحبزادہ کے نولد پر دو رباعیاں تحریر
کی تھیں۔ وہ ۱۸۶۶ء میں غالب کے شاگرد ہوئے۔

نیرنگی نام وہاں نہ جانے کالیتے ہو عدد مجھنے نہ
رباں سے لاکھ کھول دل پہ اختیار نہیں
کب لبوں پر سر نہ لائے نہیں فریا نہیں
کب تری وعدہ فراموشی مجھے یاد نہیں
تمہارے بیچ میں ایسی بڑھی ہے شش و شست
اجاڑا ہم نے لبتی کو سایا جا کے دیار نہ
سلامتی رہے تیری ہمارے تک و حشت
بہت ہیں چاک ہمد مری قبا کیلئے

مولانا حالی پانی پتی شاگرد مرزا غالب دہلوی

حالی۔ مولانا الطاف حسین انصاری پانی پتی ۱۸۳۳ء تا ۱۹۱۲ء خلف خ

ایزد بخش۔ آپ کے جدِ علی خواجہ ملک علی نیر خواجہ عبداللہ انصاری بہرائی عہدِ سن میں ہندو
آئے وہ حضرت ابوالباب انصاری علی اولاد میں تھے مولانا حالی نے مولانا نواز تن علی شاگرد
سختی و مولانا امیر احمد سہرانی و مولانا فیض الحسن سہارنپوری و مولوی نذیر حسین محمد

سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا حالی کی تصانیف میں یادگار غالب حیاتِ حابیدہ۔ حیاتِ سعدی
مسدسِ حلیٰ بقدرہ شروشا عریٰ غزلیاتِ حالی۔ مضامینِ حالی۔ مجموعہ نظمِ حالی۔ مجموعہ نظمِ فارسی
کے علاوہ ادنیٰ کتابیں ہیں۔ (تلامذہ غالب)

نمونہ کلام وہ امید کیا جس کی ہوا انتہا
اپنی چسپیں سے میں سارے کاڑی میثار
جہاں میں حالی سی پرانے سراہروں کی گھا
نیے دو جہن کوئی دم اے منکروں کی گھا
کوئی غم نہیں ملت جہاں میں
بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر
کیوں بڑھاتے ہو اختلاط بہت
کون و مکان سے ہے دل و چشم گزار دگیر
ہم جس پر مر رہے ہیں وہ بی بات ہی کچھ اور
ربخ کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ
بہت لگتا ہے دل صحت میں اسکی
وہ وعدہ نہیں جو وفا ہو گیا
اک بزرگ آئے ہیں محمد میں خیر کی صورت
یہ راز ہے ایک زندگی کا بس چھوٹی گئی گھا
آئے ہیں آج پھر ٹکے تیرے کراں سے مر
مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں
ہم میں طاقت نہیں جدائی کی
اس خانماں خراب نے ڈھونڈا ہے گھر کہاں
سالم میں مجھ سے لاکھ سہمی تو مگر کہاں
زندگی موت ہے حیات نہیں
وہ اپنی ذات میں اک انجمن ہے

تلامذہ مولانا حالی سائید مرزا غالب

داشاعر منشی منوہر سہاسی سہوانی بدایونی۔

نمونہ کلام

(۲) نظامی مولانا نظام الدین صدیقی متولی بدایونی ۱۹۰۶ء

حلف شیخ مولوی فخر الدین ابن مولوی جلال الدین باقر ابن مستجاب الدین ابن تیغ و ہر اب الدین موجد بدایونی۔ جناب نظامی نے فارسی کی تحصیل اپنے والد ماجد مولوی فخر الدین سے کی انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد بدایوں میں نقشبندیہ پیرس قائم کیا۔ اور ۱۹۰۳ء میں اخبار ذوالقرنین نکالا۔ آپ نے قومی ہاموں میں زیادہ حصہ لیا آل انڈیا کنجکشن کانفرنس کے جوائنٹ سکریٹری رہے۔ آپ کی کوششوں سے بدایوں میں اسلامیہ کالج قائم ہوا جو اب انٹر کالج ہے آپ کی تحریک پر حکومت نے چھوٹے بچوں کے لیے مکتب کھولے آپ نے مسجد کتا میں شائع کیں تاملو المناہر میں تمام مشامیر کے حالات لکھے آپ کے کلام میں حالی کا مصداقہ رنگ ہے یہ سلا مجموعہ کلام حبیبیات سنہ ۱۹۲۰ء میں اور دوسرا معانی نظامی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا بیک تعانیف میں منٹوی صبح امید۔ مولود کی خوشی۔ قوم کی دریا۔ انقلاب دہلی۔ بدایوں قدیم و جدید۔ لکات غالب۔ نظیر کا لیس۔ برکت اس۔ وغیرہ ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مولوی احمد الدین تھے ال کے دو صاحبزادے منشی جمال الدین مدرس نظامی اور منشی محمد الدین و جہد نظامی ہیں۔

مولانا م ستم سے اسے خوشی ہیں اور جفا پر کی ہر ماضی
دل کے گوشے ہیں شاید شاہرہ مقصد طے
اسی عالم میں ان کو دیکھا ہے
دیکھنے والے شبیدہ نکر ناز ہوئے
مجھے تو دور بھی ہے اور مرے پاس بھی ہے
منفی آپ کی اور آپ کا ایمان کیا خوب
جفاؤں پر یہ بن کسے سرد دریاں ہے
کرکچے برسوں طواف کورو میخانہ ہم
جاگتا بھی ہوں لعل خواب بھی ہے
خود تماشا ہے وہ خود ہی مانتا ہے
تیری تصویر مرے دل میں اتر آئی ہے
اس خطا پر مجھے مارا کہ خطاوار تھا

کس تجھے کیا اپنی آشتی کو تو دانا ہے ساقی تو دنیا ہے ساقی
 میرے خدائے مجھ کو نل سے دیا ہے غم جیسا مرا خدا ہے کسی کا خدا نہ ہو
 رو دیتا ہے تباہی جو نیا رہا رہی شاید کسی ٹوٹے دل کی میں خدا ہم

(۳) زلالی مولوی انصار حسین صدیقی بدایونی ۱۸۵۴ء تا ۱۹۲۲ء

مولوی بزرگ حسین مختار راور شفا علی بن قاضی محمد یوسف قاضی عبد الجلیل ابن
 محمد ابن قاضی نفع اللہ ابن قاضی صدیق الدین قاضی بدایوں عہد بلبن ابن مولانا حمید
 گوری وارد بدایوں۔

جناب زلالی نے محاری کا امتحان پاس کرنے کے بعد چالیس سال تک عدالت
 دیوانی بدایوں و کلاکت کے عدالتوں میں آپ کی بڑی عزت تھی آپ کے انتقال کے دن
 میں تعطیل رہی اور حج نے کہہ کہ آج مصطفیٰ میوہ ہو گئی۔

زلالی صاحب کی صرف ایک بیٹی تھیں جہ منشی اکرام احمد شاہ بدایونی کے عقد پر
 مولوی سلیمان احمد بٹاوی زلالی صاحب کے نواسے تھے۔ آپ حضرت شاہ نعیم الد
 قدس سرہ خلف احمد حضرت شاہ نیاز احمد بدایونی قدس سرہ کے مرید تھے اس لیے
 تصوف کی چاشنی بھی ہے۔

زلالی صاحب نے اپنا ابتدائی کلام مولوی احمد حسن وحشت بدایونی کو دیا
 جلد ہی وہ مولانا حالی کے شاگرد ہو گئے آپ اپنے استاد کی زیارت کے لیے پانی پنا
 تھے جیسا کہ خود کہتے تھے۔

گل مضمون چڑھانا مرقد پر نور خواہ پر زلالی سوئے پانی پیت نہارا ہزار جانا

میلوں کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء جس کا کلدر بہ بیچ بدایوں کے نام سے شائع ہوا تھا
اس میں محمود دہلوی، رسائل دہلوی، احسن مارہروی، میاں شاہ جہاں پور، کاشانی
رہنے تھے متاعے کی صداقت جناب زلالی کو قطعی حق کی گئی تھی۔ زلالی صاحب کے یہ اشعار
حاصل مشعرہ تھے۔

وہ نور ہوئے جہمقتل سے سرحد آئے زلالی ہم تو لے لاش آرد آئے
حیرت موت میں جیس جیس بلیر کی اور سے آئے قضا اور اسے تو آئے
جناب زلالی کا کلام غزلیات اور نعتہ قصائد پر مشتمل ہے کچھ غزلیں نخل
اور خیال و عین شاعر ہو چکی ہیں مگر غزلیات کا بیشتر حصہ غیر مطبوعہ ہے قصائد کچھ

مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ انتخاب
انتخاب تہیں کیا کوئی روکے گا تہیں کیا کوئی روکے گا
غزلیات انہی کی زندگی ہے جو تمہارا دم بھیجتے ہیں
مخول سے نفس آئین وفا کیوں ہو گئے
خدا جانے وہ کیا دعا مانگتے ہیں
ذرا مقتل میں ٹہر و رقص بھل دیکھتے جاؤ
اک لگاوٹ نے کر رہا جادو
نہ سو مند محبت میں ہوئی لیکن
اپنی ہستی جب مٹی تو اسی ہستی کھل گئی
ہم نے بزم کیا ذوق گندگاری کو
طلب کے کیوں ہوتے محتاج دینا ہے سوئے ڈالو

قصا بن کر نکل جانا جہاں جانا جہاں جانا
انہیں کی موت اچھی ہے جو پر پر والے ہیں
اس کا رونا ہے مرے نامے رسا کیوں ہو گئے
کہ آہیں میری قصا کہ رہی ہے
ہمرو کی مروت ہے ماشے کا ماشا ہے
لب تک آ کر بکے گلے نہ رہے
ہمارا حال سبق ہو گیا زمانے کو
لا کو جو دیکھا تو اک پردہ تھا اللہ کا
ور نہ کیا فرض تھا آماجہ عیساں جہاں
یہ کچھ دینے میں دینا ہے کہ نہ لکے تو سائل کا

آجائے ارب کے طریقے بھی زائد
 سیکڑوں جایش لائیں تم یہ لکھو تو ذرا
 تجھ کو آئینے میں حیرت مجھ کو تیرے نگ سے
 شاید تصور رخ روشن ہو جادہ بیز
 آتی ہے کیوں چھوڑے دیوانگان زلف کو
 سو منزلوں کی سرائی کبھری محفل میں
 کیا میں نے تجھ کو یہ مول نہ کہ ہر جن جہت نکلا

دو چار دن تو خدمت میخانہ کیجیے
 تم جنرل یوسف علیا کا رول چائے گا
 تو بنا تصویر میں نقشہ تری تصویر کا
 کچھ آس پاس دل کے بلے ہوئے نہیں
 کچھ قیامت بھی نظر آتی ہے دہلانی بھی
 کھول ڈالے میرے احوال کے دفتر تو نے
 کہا اسی نے مذہب عشق میں طالع بدلے

جانب زلالی کی محفوس جولاں گاہ
 مدحیہ ہیں۔ پانچ نعتہ قصائد میں ساعر زلالی اور مدحیہ پیغمبر کو زلالی کی فیکارانہ
 صلاحیت کا شائبہ کار کہا جاسکتا ہے۔ انتحاب درج ذیل ہے۔

بے وہ ہے جس کے لیے خلق میں السلام آیا
 جو حق آیا تھا جسے شب بلبی طالب میں
 جس کا دریا چمنستان مدینہ سے بہا
 جس کے نظارے سے ہر آنکھ میں رولا بھول
 حر کا ساقی ہے کہ گسترہ و فیاض و جواد
 وہ ہنستا ہے کہ خادم ہیں جس سے جبریل
 جس کو اللہ نے لولاک کا خلعت بخشا
 عاد آئی تھی نہ یومہ مکاے سے جسے
 اکبر دل کہتا ہے کھل کھل کے بایں بانگول

ہے وہ جسے جس کا سر ادا بنا ظریف بشر
 جس نے کھلائے تھے کچھ غار میں جبر
 صرگئے جس سے خدائی کے سپرد ساغر
 جس کو آنکھوں میں پے جاتے ہیں ارباب نظر
 محسن خلق خدا شان خدا کا منظر
 وہ مستہشاہ کہ آفرین ہیں جس کے کوثر
 جسکی اولاد کو تطہیر کی آبی چادر
 نگ آتا تھا جس کو عزائے مل کر
 لیکن جی کہتا ہے کیا ان کو آپ خبر

بے طلب خیر مل جائے گی حاجت ملے گی
خاشی عرضِ تنہا سے زلالی بہتر
مسدس ہجرت بنوی ایک سو پچاس بند پر مشتمل ہے۔ اس میں مسدس حالی
کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

ادو بے جکا نام وہ میری زبان ہے
اعجی زحکو کہے وہ میرا بیان ہے
جانا بھیجے جہان نے میری رشتاں ہے
سب مہربان ہیں جو خدا مہربان رہے

یہ ادوج یہ عروج بڑی بات تو نہیں

کچھ شاعری کسی کی کلمات تو نہیں

نغمہ کلام چاند سوز دو لون خادمِ ہند اقدس ہیں
ایک شب کے واسطے ہے دوسروں کے لئے

تارہ کروڑ کا یا دشتائے رخِ حضور

آہ کے سر پہ تاجِ شفاعت ہے عاصیو

برکتیں قرآنِ قابلِ پاک کی تمام ہیں

خیالِ شاہِ دینِ تزلزلِ لایا طبعِ مضمر

اے زلالی چاہے کیا ادم من کیلئے

ہے مہمانی رسول اللہ کی .. کتھ بیما

قصیدہ شائشِ بعدِ صحتِ مرضِ حالِ تنقہ است

دلِ مجنوں چلے جلوہ گاہِ نازِ لیل کو

زہے برگِ تنگیِ جبر نے ابھارے رویا کو

ہمارا مونا تھا اک بار پھر نخلِ تنہا کو

سلا کی کامیابی سعیِ ناکامِ تنہا کو

کیا کسی نے بھلا چکا مٹا یا کسی نے اند کو

کر ماب دھیان میں لانا بیخودِ تنہا کو

شائش اس جنوں کو افس اس جو شِ سرور

زہے دیوانگی جس نے دیارِ یاد کھلایا

نہ تو باہستِ خرو صلا کیوں نالیدی کا

تسلیِ دلِ مصطفیٰ تو لے قراری سے

سیحہ کون ہے میرا کرم کس کا ہوا مجھ پر

دکھایا کس نے بے پردہ جمالِ حالِ زاپنا

نشیب

مح

کیا ہے منتخب بہر نسا اک ذات یکسا کو
 نہ لگ بھگ اسکے جہاں ہے نہ نسبت اس لگا کو
 نمودیں مجھ سے حاصل ہو گئی ہیں لفظ معنی کو
 نیکہ سا جڑا ہے دیکھئے حسن لفظ زیبا کو
 معانی فیض بندش ہے بھرا کو کس دریا کو
 فصاحت کا صحیفہ جانے اس نظر زیبا کو
 فکر دام سخن میں پھانس لایا یوں میں غنما کو
 مری جاو بیانی نے کیا تسخیر دنیا کو
 نظر آتی ہیں میری خریاں ہر چشم بینا کو
 دلیر و بخود و احسن سے پوچھو پڑاںسا کو
 ملے ہیں مہض کس سے میں دعا دتا ہوں خواہ کو
 قیامت تک خدا زندہ رکھے میری مسیحا کو
 لئے آتی ہیں نکلے در پر جواہل تمنا کو
 سمجھتے ہیں غلام انکے ذرا سی بات القا کو
 جو چاہیں کامل و شاعر کریں مشغول دنیا کو
 بہر صورت ہے ان کی مات کھنی حق تعالیٰ کو
 بنایا ہے ولی ادنیٰ کرم سے پیرو ہرنا کو
 ثبوت ہستی واجب سمجھئے ذات والا کو
 کہاں رکھیں چھپا کر حاصل سے غائبجا کو

مری رنگیں بیانی آج ہے تمام عالم میں
 مری طبع رواں ہے یا محیط علم و دانش ہے
 مجھے زیبا ہے نازش اپنے اندازِ تکلم پر
 پسند آئے زمانے کو وہ میری نثر کوئی ہے
 قصاحت میں نہیں عاجز بلاتیں نہیں ناصر
 زبان خواجہ صاحب میں دکھایا رنگ غالب کا
 صفائی سے بندھے اشعار میں نازِ نظم میں
 مری رنگیں بیانی نے تلم توڑے ہیں مانی کے
 زبان اہل دانش پرست دانش ویر جاوی ہے
 سخن گوئی مری پوچھو تو پوچھو روح و سائل سے
 ملی کیونکر مجھے یہ شان غالب کے متبع سے
 شفا دم میں عطا کی ہے رفیق بے مدوا کو
 رحمت اللہ نہیں زورِ کرامت تو بتاویہ کشت کیا ہے
 الدین جتنی کرامت نذر خرید انکی توف ہے غلام انکا
 بریلوی جٹے بنادیں ان نظریں عارف و صادق
 جو یہ چاہیں وہ ہو جائے جو یہ دیکھیں مل جائے
 ولایت ایسی ہوتی ہے ولایت اسکو کہتے ہیں
 فنا فی اللہ تھے حضرت لہذا اللہ تھے حرف
 انھیں کے در پہ آکے نعمتیں داریں کی لوثیں

مرا میں دل کی پائیں قبلہ حاجات کے در سے
 ملا ہے فخر تم کو فخر دین کا سلسلہ پا کر
 قصیدہ مبرک چشمیہ دوم مدح حضرت شاہ فیہ الدین حسین نیاز حیدر چشمی قادری بریلوی ثم بدایونی ^{۱۹۱۶}
 ۱۳۳۵ء میں رما وقف ناز برداری
 کب کیا دوستوں سے دل بھاری
 دل شکستوں کی فرض دل جوئی
 دل وہ پایا کہ جس کو ضبط کا شوق
 بے خطائی میری خطا کی دلیل
 خاکری مری گواہ عروج
 اپنے منعم کی مدح خوانی ہے
 کون منعم کہ جسکے ہاتھوں سے
 کون منعم کہ جس کا دستِ کرم
 جس کی الفت کا نام ہے ایمان
 معرفت جس کے روشناسوں میں
 فخر کرتا ہے فقر بھی جس پر
 قادری شان کا کمال و جلال
 اس کے در پر شرابِ عرفان کی
 آپ ہیں اے فروغِ دینداری ^{مطلع تانی}
 آپ کے در پہ ٹھو کریں کھائے
 آپ کی بنہ گی میں مہ لائی
 عطا کی کامیابی مجھ سے ناکام تنہا کو
 مغرور حق نے فرمایا تمہارے باپ دادا کو
 میں رما وقف ناز برداری
 بے دلوں کی عزیز دل داری
 حبی وہ حبی جس کی خو میں جیداری
 بے گناہی ہماری گہنہ کاری
 شاید مرتبہ نگوں ساری
 صرف مقصود نغز گفتاری
 چشمیہ فیض ہو گیا جاری
 کہہ گیا خلیق میں گہر باری
 جس پہ ایمان لائی دینداری
 جس کا عرفان ایک درباری
 فخر کی شان جس میں ہے ساری
 چشمیہ رنگ کی طرح داری
 بے شب و روز گرم بازاری
 خاصِ حاصانِ حضرت باری
 جس کو جنت کی ہو طلب کاری
 عینِ دارِ ستگی گرفتاری

شکایاں ہوتی ہوا جدم اسم والا زبان پر جاری
 اک مجھ ہی پر نہیں نگاہ کرم موردِ لطف خلق ہے ساری
 آپ اللہ سے ملاتے ہیں یہ وسیلہ ملا بہت بھاری
 رونقِ خلد لے کے آنے ملک آپ کے عرس کی ہے تیاری
 ہے مہیا متاعِ جلوۂ حق آنکھ والے کریں خریداری
 چارہ ساز آپ میں ہوں بے چارہ دور فرماؤ میری ناچاری
 اے زلالی تمہارا کیا کہنت فیضِ حالی کی بات ہے ساری

تلامذہ جناب زلالی بدایونی شاگرد مولانا حالی

(۱) جامِ نوائی - منشی ظفر باب حسین صدیقی حمیدی بدایونی دیکھے ^{۶۶۶} ص ۶۶۶
 (۲) راغب مولوی شمس الدین بدایونی

نمودہ کلام

(۳) رضا مولوی رفیع الشان بدایونی

نمودہ کلام ہندی ہاتھ میں رکھا کرتے ہیں وہ بام پر دیکھ لیا آج خونِ عاشقان ٹپکے گا

(۴) رضی قاضی رضی باقر بدایونی شاگرد زلالی

نمودہ کلام وقتِ آخر بھی بے مل طالبِ دیدار رضی ہے یہ وہ شمعِ دم صبح جو خاموش نہیں

(۵) زوار بمنشی زوار حسین بدایونی

رشتہ دار بدایونی کا واسطہ

(۶) شاعر مولوی ابرار حسین برادر و شاگرد زلالی ساکن محلہ سیدنا محمد و کلام زیادہ اس سے شاعر فخر بہا ماسق کا کیا ہوگا

(۷) طفیل بدایونی مولوی طفیل احمد ساکن بدایوں اڈیٹر ہفتہ وار "مشیہ سلطنت بدایوں" آپ کی کتابوں کے مصنف تھے۔

مذکورہ کلام وہ کون ہے شریعت میں جو کافر فیض ہے ہاں اسکا عمر نام ہے نادر حق لقب ہے
 حلیف جو لینے خبر حنا عربوں کے گھروں پر مانند قمر ستا تھا بیدار جوش بھر
 (۸) عارف (اولیس عارف) منشی محمد اولیس بدایونی ثم کراچی
 (۹) بلالی مولوی سلمان احمد صدیقی مشہور بدایونی۔ دیکھئے صفحہ ۶۶۲

عارف (اولیس عارف) منشی محمد اولیس بدایونی ثم کراچی
 مذکورہ کلام کبھی چھپ گئے نظر سے کبھی ایسے نظریں کبھی یہ ستم ظریفی کبھی یہ کرم عافی
 کسی آئین سے عارف نہ ملی مراد اپنی جلو آج ان کے در پر کریں قسمت انانی
 تلامذہ اولیس عارف بدایونی ثم کراچی

(۱۱) اسیر منشی محمد الیوب علیگر بھی وادۃ ۱۹۲۸ء تک کامیابی کامل
 (۱۲) مختار بدایونی منشی مختار احمد ولد نثار احمد ولادت ۱۳۱۸ھ
 (۱۳) نسیم ڈاکٹر احمد حسین قریشی بدایونی شاگرد جناب عارف بدایونی

جناب رولق بدایونی۔ دیکھئے صفحہ ۵۳۴

(۱۰) گلزارِ دکنس نظریاتی ہیئت (۱۹۵۹ء)

(۲) منظر الہی پر ویسے عزیز احمد بدایونی دلاور ۱۹۳۲ء کو مرتبہ کالج شکارپور میں پیکار اردو رہے حال

میں کراچی معتمد محمود کلام نظم "در شناخت معرودہ نثر کلام زیر ترتیب ہے دو تین ڈارے بھی کچھ طے ہیں
نثر کلام ہم نے جس شور سے لایوں کو کیا تھا مجبور صرف پہنچے تو ہمہ دار درس تک منظر
ہم اس جذبہ سرتار سے آگے نہ بڑھے لوگ ذکر رس و دار سے آگے نہ بڑھے
سلسلے اندھیروں کے روشنی سے ملتے ہیں پھول تیری یادوں کے آج بھی مہکتے ہیں
بارغ دیدہ و دل کا خشک ہو گیا لیکن تبتسکین ہماروں کے پیریں ہکتے ہیں
سکتے لالہ و گل کا سیدہ چاک تھا ہے
انتخاب نظم "اے مری زندگی"

ذہن کی شاہراہوں پہ کب سے گمراہی کے دسے جل رہے ہیں
کتی معنوم اندگوں کے سورج درد کے روپ میں ڈھل رہے ہیں
سکتے طوفان ریخ و حادث ہر نفس آج شعلہ بجاں ہے
ہر نفس آج شعلہ بجاں ہے
اے مری زندگی تو کہاں ہے

گلستاں گلستاں پھول مہکیں صحر اصرار چلے بادِ باراں
بنم و بنم ہو دیر ساغر انجمن انجمن ہو چراغیاں
انہی دنیا میں لیکن ابھی تک شہر کے شہر سونے پڑے ہیں
قریہ قریہ اندھیروں کا مسکن بستی بستی قیامت نشان ہے
اے مری زندگی تو کہاں ہے

(۳) ہلالی مولوی سلمان احمد صدیقی متولی بدایونی ۱۹۱۳-۱۹۸۲ء
مصنف دیوان مہدومہ مہدومہ بارش رحمت دہان رحمت نیز شاعر مولوی منظور

خلف منشی اکرام احمد شاہ بھلائی، بدایوں سے ہائی اسکول بریلی کالج سے انٹر آگرہ

یونیورسٹی سے بی اے اور ایل۔ ایل بی اور ناگپور یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔
 نور کلام فرشتے نکلتے ہیں یوں کہ گنگا دان امت کا
 کہ جیسے ماٹھے ہوں ان سے کچھ حقیقت کا
 وہ ہے مداح ان کے حسن و حسن سر کا
 بہ الفاظ و مگر شخص انسان ہو نہیں سکتا
 ہر اک دل راز دارِ رازِ عرفان ہو نہیں سکتا
 اٹلی ان کو میر نام سے یوں ادا لوت ہے
 بے کوئین میں اونچا جو رات سر ہے
 کہ اس سے تیرگی کم ہو جائے تمام جہاں کی
 سب سے افضل ہے حوخالے سوا یہ
 بہر امرا ح کا ہے جبکہ ہنر ہا یہ سر ہے

لطف دیدار میں خود ذوق نظر مجھ ہے

یعنی خود ہی سر کے مثل کے سر متے ہے

وصف چشمانِ شرباک کرد کیا میں رقم
 ان سے جاری ہیں غایات کے چٹے پیہم
 ہیں یہ امت گنگا دل کی خاطر برقم
 چشم الطاف ہے اک دور کی ہے چشمِ نرم
 دونوں کو عرشِ نبوت کے تارے کہتے

دین دنیا میں یہ امت کے سہارے کہتے

واہ کیا چیز ہیں یہ ابروئے شاہِ دیباہ
 کہہ کیوں انکو کہے دل ہے حقیقت آگاہ
 شکل ہے کہے کی محرابوں کی سبحان اللہ
 قبلہ تعظیم کیا کرتا ہے خود شام و بگاہ

وصف ابرو کی یہ تدبیر نظر آتی ہے

تا بہت دوسرین کی تفسیر نظر آتی ہے

صفتِ لاکھ مفلح کی ہوئی تجھ کو تلاش
 شک کہنے سے طبیعت نہیں ہوئی تلاش

رات بھر سوچا کرتی شغل لکھی اسے کاش خوب مضمون بلا طبع معلیٰ شایاں

شب معراج کی یہ کیف نضا چھائی ہے

بلکہ یوں کہتے کہ رحمت کی گھٹا چھائی ہے

دُرخ پر نور کو کیا ہے مہر کامل سے مثال بعد تکمیل کے تو رہا ہے قمر و زوال

ماسوا اسکے ہے یہ عیب بھی خود اسکا کمال ہر کتاب میں تو جانا ہے مہم جلال

مختصر یہ ہے اس رخ میں نہ زیبائی ہے

خالق حسن کو بھی جو کر پسند آئی ہے

دہن پاک کی توصیف کو اور میرا منہ صاف ظاہر ہے ہڑی بات ہے اور چھوڑ منہ

دھڑپا آب گل و شکر سے تلو گویا نہ نچھکو ہے حشر میں محمد صوح کو دکھانا نہ

حوصلے وقت شناسارے برائیں میرے

پھول جھڑتے ہوئے منہ سے نظر آئیں میرے

دشمنوں کو بھی دعا اس دہن پاک سے ہے سچ یہ ہے اپنی بقا اس دہن پاک سے ہے

ہر نذر اور رضا اس دہن پاک سے ہے خلق میں حکم خدا اس دہن پاک سے ہے

فکر ان کا کرے امت کا کب ایسا منہ ہے

ہن گئی بات کہ اللہ کو ان کا منہ ہے

منہ اب وصفِ پریدہ بات آیا کیفِ توقعیتِ طلبیت میں یہ غایات آیا

لیکے یہ دستِ دعا جب دعا جاتا آیا خوب مضمون ترے طبع رسا ہاں آیا

دستِ رکھی ہے ہر اسکی خدا نے ان سے

خلق لے جاتی ہے دولت کے خزانے ان سے

رستخیزی کو جد و جہا ہوا کرتے ہیں انکی امداد سے سب حوصلے براتے ہیں
یکے خود سوتے گدا فعل و گدا کرتے ہیں ہر جگہ سر پہ یہ تیمول کے نظر آتے ہیں

اں سے نسبت بر تو تیمور میں بھی گویائی ہے

ختم ان ہاتھوں پہ اعجازِ سبحانی ہے

پچھ یہ ہے علم الہی کا یہ گنجینہ ہے حق کے عرفاں سے اسے رشتہ دیر ہے
جب بے بے مثل تو کیسے کہل آئے نہ ہے نور ہی نور ہو جس میں یہ ہی نہ ہے

کیا پیسے سینہ سرکارِ دو عالم کہئے

بزمِ کوہِ کابلس صدرِ معظم کہئے

شکرِ پاک کے اوصافِ کردل کیا ہیں بیاں جو کی روٹی ہے غذا اور کیم شاہِ زمان
رات بھر رہتا ہے ذائقے میں خدا کا ہماں غنیمت کا قول مجھے آئی گیا یاد ہماں

اس کی توصیف کا مضمون کوئی کیونکر مانڈے

جس نے امت کے لیے پیٹ پہ پتھر باندھے

وصفِ پاک کے علمِ پاب نہ ہوتا ہے مدحِ گوئی کا ہر اک فرضِ ادا ہوتا ہے
جب کوئی محوِ ثنائے کفِ پا ہوتا ہے اسکے سر پہ کرم و فضلِ خدا ہوتا ہے

جس کے یہ سر پہ ہوں وہ خلق میں سردار رہے

یہ وہ ہیں عرشِ بریں جس کا طلب گار رہے

تلامذہ جناب ہلالی بدایونی شاگرد جناب زلالی بدایونی

(۱) نیازِ یمنشی نیاز احمد بدایونی مقیم کراچی دارِ ہلالی بدایونی عمر تقریباً

”درود کو نیکو کہا“
چاس سال مجبور کلام شائع ہو چکا ہے۔

نزد کلام کو کتب کو بیچیں دشت آگہی میں ہم
جان کر نہیں آتے آپ کی گلیں ہم

(۲) **عزیزانِ منشی عرفان احمد بدایونی خلف و شاگردِ جنابِ ملا علی بدایونی** ۱۹۳۸ء

افراد علی حکومت یوپی مصنف محمد کلام کبوتری معبود ۱۹۷۷ء
اب مجبور برج و صدمہ و غم کا اثر نہیں
پتھر بنا دیا ستم روزِ محارمے

جامِ نوالی بدایونی شاگردِ زلالی بدایونی

جامِ منشی ظفر نواب حسین صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۰۳-۱۹۸۱ء

خلف منشی ارشد حسین برق بدایونی خلف حسن بخش ابن جمیل الدہ برادر مولانا شاہ
دلیل اللہ والد ماجد حضرت نواب بدایونی۔ فارسی میں منشی اور منشی کامل۔ اور پیرانہ سالی میں
بی اے اور ایم اے کیا ۱۹۲۷ء غمارِ کاری مال و فوجداری کا امتحان پاس کر کے بدایوں
میں ۱۹۴۷ء تک ککالت کی اور اس کے بعد سیلابی ڈپارٹمنٹ میں سینئر انسپکٹر کے عہدے
پر کام کیا۔ آخر میں پاکستان آکر اسلام آباد میں قیام کیا۔ وہیں انتقال ہوا۔ جام صاحب
کے والد ماجد حضرت سیمنا شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ
۱۹۰۹ء سے بیعت تھے اور خود جام صاحب سیدی و سندی مرشدی و ملیانی
حضرت سید شاہ ہمدی حس صاحب مارہروی قدس سرہ ۱۹۴۲ء سے بیعت تھے۔

جناب جام نوالی کی اہلیہ بھی شاعرہ تھیں انہوں نے ۱۹۷۷ء میں جام صاحب
کی شدید علالت کے موقع پر جو منظوم دعا لکھی تھی وہ ادب کا انمول سرمایہ ہے ملاحظہ فرمائیے۔

اَللّٰهُ الْعَلِیْمُ اِنِّیْ جِبِّیْ اَحَدُ کَا صَدَقَ
 تَصَدَّقَ عَزِیْزٌ اِطْعَامُ رَقَالِ مِصْطَاطِیْ کَا
 اَلِیْ نُوْرٍ جِشَانِ شَبَّهَ نُوْنِیْ کَا صَدَقَ
 اَللّٰهُ الْعَلِیْمُ نَرَاکَ اَصْحَابِ کَا صَدَقَ
 اَلِیْ وَاسِعٌ بَرَجِ الْمَلٰئِکَةِ تَسَادُلِ کَا
 اَلِیْ بِرَحِیْفٍ وَدَرْمَنَدِ ذَرَارِ کَا صَدَقَ
 کُھڑی ہوں جیسے بالیں پر لب لکھتے ہو
 اب اپنے حکم سے یارب مرض کو دور فرما دے
 دعا فرما شفا اس خستہ و بیمار کو مولیٰ
 بس اب ہے انحصارِ ذلیلتِ تیری ہر پائی پر
 یوم باقی طفیلِ صاحبِ معراج رکھ یارب
 مرے معصوم بچوں پر ترجمہ کی نظر فرما
 مجھے محفوظ رکھ طوفانِ غم کی لہ نہا ہی سے
 قبولیت سے میری التجا کو ریزہ فرما
 کرم کو اپنے یہاں افسوس و غمخوار کر یارب
 یہ دم کا ہے ارباب سے ہر راجہ سے

یہ نظم دسمبر ۱۹۴۷ء کے عصمت میں شائع ہوئی تھی اور سال کی بہترین نظم قرار دی گئی تھی۔ مرحومہ کی دعا کام آئی اور جنابِ جام صاحب موت کے منہ سے نکل کر عصمتِ یاب ہوئے اب مرحومہ خود بیمار پڑ گئیں۔ اور موت و ذلیلت کی کشمکش سے دوچار ہو گئیں اس

انیس بیس سال شاہدِ لولاک کا صدقہ
 اَلِیْ وَاسِعٌ شَجَرِ حَرَمِ مَرْتَعَاتِیْ کَا
 شہسبیل رہے صدقہ رضا حسین کا صدقہ
 ان اپنے عاشقوں کے دیدہ نبوی کا صدقہ
 اَلِیْ وَاسِعٌ خَمِ رَسَلِ کَلِّیْنِ سَدْرِ لُکَا
 اَلِیْ بِرَطُوْلٍ وَعَاجِزٍ وِیَارِ کَا صَدَقَ
 بدن کو پھر وہی صحت سے بھارتن کو چسپاں دے
 ہمارے یہ تفکرِ خلش سرور فرما دے
 سلامت رکھ میری کشتی کے کھیر آکر مولیٰ
 اَلِیْ رَحْمِیْ مِیْیِ بِلِکِیْ اسکی جوانی پر
 مرے اچھے موٹے دست دعا کی لاج رکھ یارب
 دعائیں دے اثر یارب دعا کو کارگر فرما
 بچا لے میری امید و قی کی دنیا کو تباہی سے
 اَللّٰهُ الْعَلِیْمُ اِنِّیْ اَلْوَقْلِیْ اَبْرُوْ فَرَمَا
 بھڑکیں ہے سفینہ خیریت سے یاد کر لکھ
 میرے سر پر یہ اپنی رحمتوں کا تاج رکھ دے

بے بسی کے عالم میں جامِ صاحب نے مندرجہ ذیل منظوم دعا لکھی۔

الہی تو شفا بخاریوں سے دینے والا ہے
 تری رحمت تسلی بخش جانِ زارہوتی ہے
 ہوئی مجھ پر بھی کچھ ایسی ہی تری لطف و مائی
 قضا لیکن مہاجتِ سحر کا ہی پوٹناید
 کہ دلِ برادرِ سرِ نو شکرِ عم کی چڑھاتی ہے
 مری تیمارداری نے کیا بیمارِ غم کس کو
 بخارِ انعامِ طیرِ جذبہِ حسیّت کداری کا
 الہی امِ زہرا با شمی یہ رحمِ فرما دے
 الہ العلیین کا ملِ نوازش کر اگر کی ہے
 نہ موردِ ذکر مجھے اس ابتلائے ناگہانی کا
 اسے تو جھینے مجھ سے نہ ہو ایسا کہیں باب
 تری رحمت کو حیر ایسا گوارا نہیں سکتا
 میں واقف ہوں وفا کے خوش نے مجھ پر کیا تھی
 خطا ہے اسے خدا مجھے کوئی ایسی عطا کرنا
 بس قبول کر لینا اسکی یہ دعا یا رب
 محبت جیتے جی چھٹے ہو دیکھی نہیں جاتی
 الہی قرآن اسکی بلیسی یہ رحم کھایا ہے
 دہم نے بیسی بے چارگی پر بھی نظر مولا
 یہ راتوں میں تیرے اسمِ انعم سے اجالا ہے
 دعا سننا ہے تو جب ہر دو ایک کا ترسی ہے
 عجیب مایوس کن حالات میں میں نے شفا پائی
 ترے شکرِ کرم مجھ سے تو باہمی ہوئی سناید
 رہائی ہے تری شانِ رحم کی دیائی ہے
 نہیں تھامی بالین پر خیال اپنا ذرا اھکو
 یہ بدلہ شریعہ ہمار کی تیار داری کا
 تیرے صحتِ نفسِ دورانِ قیاسِ نعمِ قرآن
 حقیقی زندگی دے اپنی رحمت سے اگر دل ہے
 نہیں معتمد ہی کچھ اس سے چھٹ کر زندگی کا
 نہیں یا رب نہیں یا رب نہیں یا رب نہیں یا رب
 یہ ہو سکتا نہیں پروردگار اس نہیں سکتا
 مرے بدلے میں خود قربان ہونے کی دعا کی تھی
 مگر فرضِ تقاضائے وفا تھا یہ خطا کرنا
 بھل کر جذبہِ دردِ محبت کی خطا یا رب
 یہ دولت سامنے لٹی ہوئی دیکھی نہیں جاتی
 مجھے اسکی دعا پر موت کے مزے پیے چاہیے
 وہی لطف و نوازش آج میرے حالِ یرمولا

پس از احسانہ احسان کر کے خدا فرما
 رہا تے میری اب اسکو عطا کر زندگی یاد
 مری فریاد اگر رنگ قبولیت نہ پائے گی
 بھنور سے جنگی کشتی کو ابھی تو نے نکالا ہے
 وہ پھر مایوسیوں میں آج تجھے لوٹائے ہیں
 نظر فرما یہ بالن اس اجڑے ٹکڑاں کی ہے
 ساتھ ہے کہ یہ اب جب کئی معصوم تباہ ہے
 تصدق اپنی رحمت کا کہ پھر ان پر کرم فرما
 بنا وجہ نشاط زندگی ان کے جینے کو
 محبت کا یہ ربط ابھی باندھ رکھ مولا
 مسرت دے ہم آہنگی سوز و ماز سے اب

مجھے تجنا ہے اسکو اب سے مجھکو عطا فرما
 مرے جذب رحمت کند ہر ترسنگی یاد
 تو کیا کیا نازش عشق و وفا کو شرم آئیگی
 وہی معصوم جن سے میری دنیا میں اٹلا ہے
 وہ تجھ سے بھیک لینے پھر بھکاری بنے گئے ہیں
 ابھی باپ سے زاید حریت انکوں کی ہے
 قیامت کا ترے ہر کرم میں جوش تو تھا
 نہ توڑ انکی امیدیں دفع پھر طوفان غم فرما
 بچائے ڈوبنے سے اس محنت کے سفینے کو
 مجھے رہنہ رکھا ہے تو اسے بھی زندہ رکھ مولا
 مورد کھیر گھر میں آج جاں افروز بیاہ

جناب جام صاحب کی مندرجہ بالا دعا قبول نہ ہوئی اور انکی اہلیہ کا سالہ ۱۹۲۲ء میں مختصر
 تے کے بعد انتقال ہو گیا۔ اس حادثے پر انہوں نے کئی نظمیں اور غزلیں کہی ہیں۔

ام ہر کے شامل کلمہ طیبہ ان کا اسم پاک
 خدا معلوم ان کے فرقہ اقدس کا تشریف کیا ہے
 وہی تھے مرکز صد رزد و دعا
 عطا ہے یہ طلب شیوہ ہے اس جو مجسم کا
 رب عامی جام خاک پائے سرکارانِ دارہ

وہی اکاں جزو اکاں میں ایاں ہو گیا (شاعر بلی)
 کہ جسک لفظ با تاج سر عرضِ معنی ہے
 اب اس کے بعد کہ ہر تما کی تمتا ہے
 کرم بے عرض، طلب ثان رحمت کا تقاضا ہے
 براہے نہ بل لیکر ٹرے اچھے یہاں جگا ہے

مدرجہ بالا لغت جام صاحب نے آل پاکستانِ نصیر مشاعرہ اسلام آباد میں پڑھی

اس پر وزارتِ اعلیٰ، مہتمم بنی، حج بیت اللہ وزارتِ مدینہ منورہ پر روانہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔

انتخابِ غزلیات جناب جامِ لوانی بدایونی

بڑھادستِ تسلی و قیامتِ نوری دل پر
اس پر لونا بھی بجا اس پر تسیم بھی درست
مسلسلِ سعیِ ناکام طلب کیا دلِ نشیں لانی
کیا ہے یہی اے صبحِ چینِ فیضِ بہاراں
اے جامِ کہو پانہ کو چھپ نہیں سکتا
زندگی میں سحرِ عیش کے آثار کہاں
منہ چھپا لے کو اسکا دودھ برس میں یار
مل گیا بسترِ گل مو گئے اربابِ جزیں
زندگیا دے کے دایاتِ وفا کو اے جام
نظر چاہی اپنی شیخ نے دیکھا نہ کبھی میں
ہیں خود میرا میں دنیا کے فوجِ کرم لگا ہی سے
حدودِ وسعتِ کون و مکان میں جین نہیں
قیدِ ہر دم سے ہے فطرتِ الفتِ آزاد
زبانِ ساکت نظرِ محوِ فضاں ہے
رخِ صفتِ اے کاکلِ محبوب کہ دیوانوں نے
راہِ وفا سے عالم کو ممکن نہیں گریز

خطایہ تھی سکون ملنے لگا تھلے توراں سے
حادثہ بھی ہے حیاتِ عشقِ افسانہ بھی ہے
ادھر کو روح نہیں گزرا ہم مرنے لگا تھا
بھر لے کوئی دامن کوئی ایک چھل کو تر سے
جو دل میں بھرا ہے وہ ٹپکتا ہے نظر سے
ختم ہو دیکھتے بیغم کی شبِ تار کہاں
جائیں ہم عشق و محبت کے گنہگار کہاں
جس سے بیدار تھے اب وہ خلشِ خار کہاں
ہم نے دنیا کو بتایا ہے محبت کیا ہے
مگر ہم نے خدا کو جامِ بیخانی میں دیکھا ہے
خفا مجھ سے نگاہِ اہلِ عالم ہے تو ہونے دو
صدورِ وسعتِ کون و مکان سے درج ہیں
اس کو منت کش یا بندِ دستور نہ کر
یہ اپنا اپنا اندازِ بیاں ہے
زلفِ دوران سے لہجے کی قسم کھائی ہے
گردن میں کوئی ہاتھ حائل ہے آج بھی

صلہ عام ہے خواباں فیض ہاتھ بڑھائیں
 کئی بہا پہنچتے گی نا امید نہ ہو
 یہ سب ہے جلم مرے خون کی گلوہ بازی
 چا تو لائی تھی طفاں سے قسمت بیدار
 بزم دل ہے ہم نغمہ ہم نہکت ہم نور
 چمن کی شاہراہوں کو ہمہ غمی غم لکھ دیا تھا
 دل اٹھے کاکہ اک دل جام غم آستین
 کرنے والے شب تیرے گریبان کو چاک
 ماہ حق میں سر کھانے سے ڈرتے ہیں لوگ
 کاٹ کر قدموں پر سر رکھ دیں خود اپنے ہاتھ سے
 دودھ دے بھی دو کا درماں نہیں ہوتا
 خزاں پر بار آئے اب دل برباد کو کیا غم
 عشق کی باتیں زبان تک آکے اندر نہیں
 کتنی دیکھیں آج قریب شکست تو بہ تھی
 اک آخری نگاہوں پر جاں نسل
 سراپا درد بندھ بھی جئے جائیں مگر کیسے
 حیات عشق ہے کیسرے فائدہ بیدار

لپک گیا بول میں اک شاخ بارور کی طرت
 نہ ڈر خزاں سے خزاں سایہ گیر نہاں ہے
 بہار میرے ہو کی رہیں احساں ہے
 سلا گئے ہمیں بھونکے ہوئے ساحل کے
 کچھ عجب ڈنگ سے آئی ہے تری یاد کہ
 یہ کیا سمجھتے تھے اس جن میں نئے گل کھار گئے
 غم سبچ ہے آج غمخیز کی رہاں خاموش ہے
 جب کبھی ہونگے ہمیں چاک گریباں ہونگے
 زندگی آواز دیتی ہے تو مچھلتے ہیں لوگ
 تیری مرضی ہے ہی ظالم نوا یوں ہی بھی
 سراپا غم مول لیکن کم غم بہنہاں نہیں ہوتا
 حوادث سے کوئی دیر نہ دیراں ہیں ہوتا
 دو کہیں ہم نے تو دینے بڑھ دیں چار اور
 ہاں کہا میں نے کہا سانی نے جتنی بار اور
 ساری حیات عشق کا افسانہ نہ کہنا
 فریب ہر نفس سے دل کو پہلائیں مگر کیسے
 مگر کہیں کسی بیدار گھر نام نہیں

مخروم ہوا کھلا اور وہ جلوہ ہے نظر میں
ہر ایک کو ہے ناز کہ ہوں میدانِ نظر میں
دنیا میں ہر ایسے دوسرے کو بلاں منزل میں
بالآخر انتہائے چھوڑ کر تھکا ہنری
وہ باتیں راز کی خبر کا تعلق دل سے ہوتا ہے
بگڑے ہوئے قائل کے جو تیرے نظر آئے
آخر کو غور دار ہمارا نگِ شفق میں

برگشتگیِ طالعِ ماساز تو دیکھو
مخمل میں ادا سے نگہ ناز تو دیکھو
خود کی طلب ہو منزل کو وہ طالعِ منزل کو کہ نہیں
نہ اس آیا مجھے لذت کش آزار ہو جانا
شنا تا ہوں انہیں کو جب کو ازلِ دل سمجھا ہوں
گھر کے چھپی تیغ کے رامن میں قضا بھی
چھپتا ہے کہیں خزانِ شہیدانِ ونا بھی

(سکینہ اسلمیہ کا طالع بدایونی - شائع روضہ)

تلامذہ جناب جامِ نوائی بدایونی

(۱) نوکارِ جناب دلاور و نگار بدایونی شاگردِ جناب جامِ نوائی و جناب جامی بدایونی
و جناب آفتاب احمد جوہر بدایونی - آپ کا ذکر جناب جامی بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۶۹۲

(۲) شکیل بدایونی شاگردِ جناب جامِ نوائی و جناب ضیاء القادری بدایونی

آپ کا ذکر جناب ضیاء القادری کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۶۹۲

(۳) نصیب بسترای - ایس بنیس بدایونی - ابتدائی تعلیم بدایوں اور

اعلیٰ تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی فلسفہ میں ایم اے کی ڈگری رکھتے ہیں۔

نویہ کلام اٹھ گیا مخمل سے وہ انسونِ جلوہ چھڑ کر
نصیب غور سے دیکھا تو شکلِ انسا میں
اہلِ مخمل سوچتے ہیں وہ بھی مخمل میں ہے
خدا تو بھی مل بھی گیا بندہ خدا ملا

۱۹۲۶ء
 (۱۱) مجلسی بدایونی: منشی ظہیر حسین صدیقی جمیدی مجلسی بدایونی
 مقیم کراچی۔ پوسٹ آفس کراچی میں اسپیکر تھے۔ ترنم ڈرا دلآویز تھا۔
 نوبہ کلیم میر خودی کا ساتھ ہی کیا راہ شوق میں دوچار گام جائے گی وہ بھی اگر گئی

۱۹۷۱ء
 (۱۵) سبطین یا سبطین احمد صدیقی متولی بدایونی حلف نشی
 مصنف محمد کرم حسن دھارماک
 رفا احمد شاعر بدایونی جناب سبطین کو نظم پر بڑی تدرت تھی۔ آپ کی نظم کھانا اور چکی میں بلا
 کی روانی پر جستی اور سلاست ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں عہ

بہارِ گلہام میں ان سے کیا بچھ گئی	بنی ہسوی بگڑ گئی
دیوہ کی عزیز بے وفا ہوئے	قریب سب جدا ہوئے
میرا دم میں نامراد رہ گئی	کہانی یاد رہ گئی
مرے رفیقِ زندگی	تجھے نہ بھولوں گی کبھی
میں تجھ سے شرمسار ہوں	تری وظیفہ خوار ہوں
سکھ ری تینر چل ذرا	سحر بہت قریب ہے
وہ مجھ دکھی کا آسرا	وہ زندگی کا مشغلہ
نڈھال تھا کچھ اس قدر	کہ سو گیا ہے بے خبر
اٹھا تو جان کھوئے گا	بلک بلک کے روئے گا
کہاں سے چیز لادیں گی	اسے میں کیا کھلاؤں گی
غریب کا نہ اعتبار	غریب کو نہ دیں ادھار
پسیری میری پیس دے	تو مل رہیں گے کچھ ٹکے
سکھ ری تینر چل ذرا	سحر بہت قریب ہے

نور محمد کلام ان کے آگے داستان آرزو خورنگا ہوں سے بیان ہونے لگی
 آرا بید کی خیر کہ میاں پھراٹھا کا نہ چھلچھام زلف پریشان کئے ہونے
 (۶) ہتھاب جناب ہتھاب طفر صدیقی حلف جناب جام نوائی۔ آپ ترقی
 پسند شاعر ہیں دلا رت ۱۹۳۱ء حرم محکمہ داخلہ حکومت پاکستان اسلام آباد

وہ کلام گل بھی فریاد بلب ہوتا ہے اس گلستاں میں غضب ہوتا ہے
 ناخداؤں پہ بھروسہ اکثر ڈوب جانے کا سبب ہوتا ہے
 ایک کائنات بھی سدا کبھی ناقد ذوق طلب ہوتا ہے
 چھٹا تو آپ کے رخ سے خلوص کا غارہ کبھی گریا خوش فہمیوں کا شیرازہ
 یردستے کے اندھیرے یہ میری تنہائی کہاں پہنچے ہوا مہربوں کا اندازہ

(۷) شاداں منشی ظہور الاسلام ہاشمی ساکن عباسی محلہ بدایوں

(۸) دیدہ منشی ظہیر احمد ساکن محلہ مردے ٹولہ بدایوں

(۹) اختر منشی محمد احمد بدایوں شاگرد قمر بدایونی حضرت جام نوائی بدایونی

نور محمد کلام خبرے بھکے لے دست جنت تارک جال کی کہ ہو جائے نمل داتاں چاک گریباں کی
 سراپا نور بھی تم ہو ہمارے مستقل بھی تم تمہارے دم قدم سے ہیں بیان نیم اسکا

صادق و عزیز بدایونی شاگرد مرزا غالب دہلوی

صادق و عزیز دہلوی عزیز الدین صدیقی فرخوری بدایونی ۱۸۹۲ء

اور اصغر مولوی سعید الدین سعید و کامل شاگرد عارف دہلوی۔ دہلی کو وطن ثانی بنایا تھا۔
 اس عالم و فاضل شخص سے پہلی بھیت اور پھر امر میں منصف رہے ان کی محبت کا ایک
 اقرہ قافیہ خلیل خیراں رتیس بریلی نے بیان کیا ان کے والد جناب قاضی عبدالجلیل جنرل
 دہلوی کے جناب صادق و عزیز بدایونی سے گہرے مراسم تھے جناب حیراں چند گھنٹے پہلے بھیت
 میں مقیم ہوئے جہاں جناب صادق مسنت تھے۔ منصف صاحب کے گھر پہنچے تو وہ دسترخوان
 بچھے تھے اور کھانا ختم کر چکے تھے۔ جناب حیراں کو بھی کھانے میں شریک کر لیا۔ دسترخوان پر صرف
 کھجور تھی۔ حیراں صاحب نے منہ میں لٹا لکھا تو اس میں نمک نہ تھا جناب حیراں صاحب نے
 ہا کہ کھجوری میں نمک نہیں ہے تو لو کر کو بلا کر دیانت کیا تو کرنے کھڑی چکھ کر اتر آیا کہ نمک
 ات بھول گیا مسنت صاحب نے اچار منگوا یا حالانکہ خود پیٹ بھر کر کھجوری کھا چکے تھے۔

لے گئی دل اک نگر میں انکی چشمِ نیم خواب مست ہم سمجھے تھے اس کو بہت ہشامہ

گدو کیو مکر موالیے آستان تک تصور بھی نہیں جاتا جہاں تک

قاتل جو اپنا ہے وہی اب سو گوار ہے اس موت پہیات نذا جاں نثار ہے

ہم کو نیند آئی نہ قتل سے پہلے کچھ نہ ارمان نکلے قاتل کے

نامے آہن گداز ہیں اپنے ہم عقید نہیں سلاسل کے (دامن چھین)

حوض کوثر میں بھی باقی نہ رہے گا قطرہ واعطو غل میں رند مل کا گز رہنے دو (سام پارچہ)

پیری ہوئی نمود تو صادق کھلا یہ راز عہد شباب بھی کوئی عالم تھا خواب کا

(تلاذہ غالب سخن شورا بزم اکبر گلستان سخن مجملہ سخن آگرہ جولائی ۱۸۸۳ء)

تلاذہ عزیزہ و صادق بدایونی

۱۱، ضیا مولوی ضیاء الدین خلیفہ و شاگرد عزیزہ صادق بدایونی

نظم - تاریخ تذکرہ الواصلین

یہ فخم خاں مہرنت داموا
میر آرزو کو اٹھا لکھ ضیا
حقیقت سے پر جسا ہر باب ہے
چراغِ مضامین نایاب ہے
۱۳۱۸ (۱۹۰۱ء)

بدایونی

(۲) طالب مولوی وہاب الدین خلف و شاگرد مولوی عزیز الدین صادق

مریضانِ تپ ہجرانِ طوبیسی یہ کہتی ہے
نہ دیکھنے کے سحرِ شامِ ہمدانی دیکھنے والے
فقر بازی کبھی کرتے نہیں جو ان جنس سے
حسانِ جہاں کی دلیوائی دیکھنے والے
ہنرمیں عشق ہے ہم کو کہ ہم میں حشرِ طالب
بتوں کو دیکھ کر شانِ خدائی دیکھنے والے
جلوہ حسن وہ ہر مشکل دکھاتا ہے
کبھی یوسف کبھی شیریں کبھی لیلیا ہر کر

(شمال مغربی - بالکل صاف)

فدا و جمالی سہسوانی بدایونی شاگرد مرزا غالب دہلوی

حکیم سید احمد حسن نقوی مودودی صالحی سہسوانی ۱۸۲۹-۱۸۹۲ء

بن سید محمد حسن بن سید فضل امام بن سید احسن اللہ بن سید فیض اللہ بن سلطان اللہ بن
عبدالواحد بن سید نصر اللہ بن قاضی سید محمد صالح بن قاضی سید عبدالشکور قاضی سہسوانی
حکیم ہاشم علی خاں موہانی سید پڑوہ میں طب پڑھی ریاست پڑوہ میں ملازم تھے۔ آپ
کا کتب خانہ مختلف علوم کی کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ خطوط غالب مرتب کردہ مولانا غلام رسول
مہر میں آپ کے نام گیارہ خط ہیں۔ مکتوب مورخہ ۱۸ جون ۱۸۶۱ء میں حکیم صاحب کے
نام کے دو سچے لکھے ہیں ایک سچ "بہار گلستان احمد حسن" اور دوسرا سچ "دل حیدر"
وجان احمد حسن ہے۔ آپ میرزا برہم علی خاں کے مصاحب تھے۔

جواب خدا حضرت شیخ محمود میاں چشتی احمد آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے مرشد سالگرہ ۱۸۸۹ء کے موقع پر آپ کے اشعار درج ذیل میں۔

کس کلیم نبوی کا پہلے طور آجکی رات
شعیر مفضل ہے ہر اک شعلہ طر آجکی رات
ہے فلک اسلے آس بزم سے خوش مثل فدا
شیخ محمود میاں کا ہے طور آجکی رات
کھارو روکے میں نے شب جو اپنے غم کا آفت
تجاہل دیکھتے کہتے ہیں تو ہے کسکھلوانہ
ہو سکے تو کیجئے ڈھب آفری دیدار کا
لب تک اپنی پیو دم اس ناول بیمار کا
عاشقوں کا کوہ تماثل میں ہے یہ زخم
روز بہر امتحان ہوتا ہے خوں دو چار کا

(جہات الصلا تلامذہ غالب)

تلامذہ فد او جمالی سہسولی شاگرد غالب

۱) سید بلنشی محمد سعید خاں مراد آبادی۔ بیتم برادہ خلف حافظ احمد علی خاں خوش طبع شخص تھے۔ ٹھہری وغیرہ میں بھی ہدایت تھی۔ اکثر لغت کہتے تھے دیکھئے صفحہ ۲۵۹

نور سے کیوں نہ سو پر نور یہ بزم میلاد
رولق افروز ہیں یاں شیخ سلججی رات
نام ہوا ہوں دے کے تجھے اے نگار دل
بے سمجھے بوجھے کر دیا تجھ پر شمار دل
شکی نہیں سعید کسی حال میں ترا
جان ظلم پر فدا ہے ستم پر نثار دل
دیکھ لیا تری صورت اگر اے آئینہ دو
صورت آئینہ ہزار بھی حیراں ہوتا

(۲) افسر سید محمود حسین خلف و شاگرد جناب فد او جمالی۔ آپ

کا ذکر جناب شاقب بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۳۵۴

ذکی دہلوی شاگرد مرزا غالب ۱۸۳۹-۱۹۰۳ء خلف سید محمود خاں
نواب سید محمد ذکریا خان

دوام و بدو در نادر میر محمد خاں سرور مولف مذکور عمدہ منتخبہ خلف مختار الدولہ نواب
القاسم خاں عزیز محمد الدولہ عبداللہ خاں وزیر شاہ عالم ثانی - عربی - فارسی منطق
ریاضی کی تعلیم مرزا غالب - مولانا صہبائی اور پندت رام کشن لال سے حاصل کی آپ حافظ
بن تھے - طب - حدیث - فقہ - تصوف - نجوم - موسیقی اور خوشنویسی میں کمال حاصل تھا - حکمہ
ہم یونی میں ڈپٹی انسپکٹر مدرس تھے اس تعلق سے میرٹھ - گورکھ پور - بریلی - بدایوں اور آگرہ بار
مقام رہا - پیشینہ کے بعد مستقل قیام بدایوں میں کر لیا - انتقال کے بعد درگاہ حضرت سید احمد
احب قدس سرہ بدایونی کی جنوبی دیوار کے باہر جانب مشرق دفن ہوئے - بہت قادر
کلام شاعر تھے - دیوان زندگی میں شائع ہوا تھا -

آپ مرزا غالب کے کامیاب مقلد تھے - فارسی وارد و نظم و نثر میں قدرت کاملہ رکھتے
تھے آپ کے کلام میں خیالات کی تازگی - مضمون آفرینی نازک - خیالی اور طرز ادراکی نفاست خاص
نوریز قابلِ داد ہے آپ قدیم تہذیب کا نمونہ تھے - پابندیِ دفع - انکسارِ خلیق - کم سخن سے مقصد
ہونے کے علاوہ نکتہ سخن زود و ہنم تھے - فقر اسے بہت عقیدت تھی - حضرت مولانا دلدار علی صاحب
ذائق بدایونی قدس سرہ سے بیعت تھے -

تاریخ دیوان جناب ذکی دہلوی از مولانا علی احمد خاں اسیر بدایونی

صورت نگار معنی مثل ذکی نباشد	جان کلیم طالب روح دیوان غالب
آب حیات تارہ معجزا نثر کلامش	زنہ از دب گیتی نام و نشان غالب
خطش بجز پیش ناز و نشان میرزائی	دیوان او سراپا گو یا زبان غالب
در فکر سال طبعش بودم اسیر	گفتار گوشت با تفطر میان غالب

نہ کلام سورج سوالم میں یہاں نفس کے ساتھ
ہم جان و دل تو نذرِ غم یا رکھ چکے
دلِ فطیم سے خستہ ہے ذوقِ فغان کہاں
مرغیِ وفا کا مداوا ہے مرنا
آوارگی تھی فطرتِ آدم کہ غلہ سے
دہی سبزہ دہی محبت دہی دینا ہے
کر دیا خوشی کو وفا میں داخل
دائے حسرت دل میں نقشہ رہ گیا
یہیں مل جاؤنگا میں خاک میں نقشِ قدم ہو کر
تمہارا ذکر نہ ہو عشاءِ شوق نہ ہو
نفسِ نفس ہے نسیمِ وفا محرابِ شوق
دم گھٹا جاتا ہے کب تک سیر کی یہاں
محسوس جاؤں کیا کہ بتایا نہ جائے گا
تماشا عام ہوگا اور کیفِ بے خودی ازاں
دکھل اندازِ خوشی اور اداِ تقویٰ بری
بارگِ انصاف جہاں شیوہ حسنِ سلوک

دم کا نہیں شمار تو غم کا حساب کیا
حیران میں اب لٹا سنگے راہِ وفا میں کیا
پتھر ہے جو خیز لڑ گیا بے صدا ہوا
یہ اچھا بھی ہوگا تو اچھا نہ ہوگا
آباد ہونے آئے جہاںِ فراب میں
اور کیا دشت میں ہوگا جو رستہ میں تھیں
بے قراری میں بھی زیادہ کا مقدمہ نہیں
مٹ گئے نقش و نگارِ انجمن
نہ چھوڑا ہے نہ چھڑو لگا تمہارے آئینے کو
تو یہ ہی کیوں نہ کہو کوئی بے زبان ہو جائے
یہ وہ مزا ہے جسے ذوقِ جاوواں کہتے
جل بھی چکے اے دل پر سوز و ہول ہو گیا ہے
تاتل کا نام پوچھتے ہیں داد خواہ سے
عجب کیا ہے تیامتِ محبت زندہ نہ مرنے
راہ کیا بات آپ کی اداسی کی تقویٰ بری
اکو آمرزش کی عادت ہم کو تقییر کی

(نکاحہ غالب) غم خیز جاوید سیر

تلامذہ حضرت ذکی دہلوی شاگرد مرزا غالب دہلوی

لا اسیرِ ہولوی علی احمد خاں بریلوی ثم بدایونی شاگرد مذاق بدایونی

و ذکی دہلوی۔ پہلے صنف ۶

(۲) تولا منشی تولا حسین صدیقی حمیدی بدایونی دیکھے

(۳) ناز و نارس۔ منشی محمد مبین صدیقی منٹولی بدایونی دیکھے

مولوی علی احمد خاں اسیر بریلوی ثم بدایونی شاگرد مذاق بدایونی و ذکی دہلوی

اسیر۔ مولوی علی احمد خاں بریلوی ثم بدایونی ۱۸۵۲-۱۹۲۶ء حلف

جنگ یا زخان بریلوی ثم بدایونی مولانا اسیر نے فارسی کی تعلیم بریلی مولوی ہدایت علی فاروقی بریلوی سے پائی۔ منقولات کی تعلیم مولانا عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۹۰۱ء سے بدایونی میں باقی علم حدیث مولانا محمد حسن سہلی سے حاصل کیا پھر مدرسہ عالیہ رام پور میں مولانا عبدالغنی قزلباشی

۱۔ مولوی سید ہدایت علی بریلوی م ساکن محلہ قزلباش بریلی شاگرد
معنی سلطان حسن خاں عثمانی بریلوی مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل رہے۔ جنرل اعظم الدین خان
کے مدد سے دل برداشتہ ہو کر مستعفی ہو گئے اور بریلی میں مسند درس سنبھالی آپ کے تلمیذ رشید
مولانا فضل حق دام پوری م ۱۹۲۰ء تھے۔

۲۔ مولانا محمد حسن سنبھالی م ۱۳۰۵ء حافظ قاری محدث اور فقیہ تھے۔ مولوی عبدالسلام سنبھالی سے
عربی و فارسی پڑھی۔ علم حدیث کی سند مولانا عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۹۰۱ء
سے حاصل کی۔ در منقولات کا کلام معنی سلطان حسن خاں عثمانی بریلوی سے پڑھیں تھانیف میں کلمۃ الخادیم
شرح قصیدہ عزیزیہ۔ حاشیہ شرح وقایہ حاشیہ ہادیہ۔ النظام فی مسند الامام۔ حاشیہ شرح
عقاید سنی۔ وغیرہ کتب کثیرہ کہ مصنف تھے آپ کے عقائد تفصیلی تھے۔ جوانی میں انتقال ہوا۔

حاشیہ نمبر ۳ اگلے صفحہ پر

۱۸۹۸ء خلت مولانا فضل حق خیر آبادی ^{۸۶}۱۸۹۸ء معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا اسیر نے قریب ^{۸۷}۱۸۹۸ء میں مولوی امتیاز الدین تاثیر بدایوں کی شرکت میں مطبع نسیم سحر نامہ کیا اس مطبع سے اخبار نسیم سحر عرصے تک جاری رہا جس میں ادبی مباحث مسلسل جاری رہے اس مطبع میں بہت سی کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ مولوی اسیر جب ^{۸۸}۱۸۸۸ء میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے تو مطبع کی ذمہ داری مولوی تاثیر سے متعلق ہو گئی جب وہ بھی محکمہ بندوبست میں چلے گئے تو مطبع ^{۸۹}۱۸۹۵ء میں بند ہو گیا۔ مطبع نسیم سحر میں ایک بنیم ادب بھی تھی جس میں بنیادی حیثیت مولانا اسیر مولانا تاثیر اور مولانا امتیاز الدین لطفی کی تھی۔ ساتھ ساتھ درس ہوتا تھا اور فارسی کے منتہی طلباء فارسی شعروادب میں اسیر و تاثیر و لطفی سے استفادہ کرتے تھے۔ محکمہ تعلیم میں ملازم ہونے کے بعد مولانا اسیر کا تعلق تحصیل اسکول بدایوں سے رہا۔ ^{۹۰}۱۹۱۰ء میں پنشن لینے کے وقت تک بدایوں میں قیام رہا۔ آپ طلبہ کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے اور گھر پر بھی درس دیتے تھے ^{۹۱}۱۹۱۳ء میں مولانا اسیر کا تقریر عربی پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ میں ہو گیا۔ اگرے میں ان کے احباب میں مولوی انہام اللہ گوباموی (جد مفتی انتظام اللہ شہابی) مولوی سادات اللہ بی اسرانی صدر شعبہ عربی ڈھاکہ یونیورسٹی اور مفتی انتظام اللہ شہابی تھے۔ مفتی انتظام اللہ شہابی کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کو میں ان سے ملنے گیا تو دیکھا دلائل الخیر استبرہ رہے ہیں میں نے کہا کہ صبح کو تلاوت قرآن کرنا چاہیئے فرمایا وہ بھی کرتا ہوں اور یہ بھی۔ اس سے مقصد

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

۱۸۹۸ء خلف مولانا فضل حق خیر آبادی
ولادت دہلی رام پور میں حاکم مراد آبادی کے پرنسپل رہے۔

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پیدا ہو جائے اور مدینہ میں ٹھکانا ہو جائے
چار سال بعد ۱۹۲۷ء میں حج کو گئے وہاں سے مولانا کو خط لکھا کہ دلائل الخیرات پڑھنے سے
یہاں تک آگیا ہوں خدا کرے کہ یہاں ہی رہ جاؤں آخر ان کی تمنا پوری ہوئی۔

مولانا اسیر شاہ عظیم الدین غفر فی عوف شاہ عاشق احمد بدایونی قدس سرہ ۱۸۸۵ء ساکن
ترہلہ ضلع علی گڑھ سے بیعت تھے آپ نے خانوادہ قادریہ میں تعلیم و تربیت پائی۔ نسبت
قادریہ پر شیعہ و زلیفہ تھے۔ جزیہ لوبہ کا غلہ تھا ابنِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سنکر
رقت طاری ہو جاتی تھی۔ ۲۰ محرم ۱۳۲۷ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۱۰ء بروز پنجشنبہ مسجد نبوی میں
حالت نمازیں وصال ہوا جس کی ان کو بڑی تمنا تھی ع۔

نور کلام	زریں کلس گنبد خفا نظر آیا	اے صل علی آج مدینہ نظر آیا
(وقت)	اے صل علی ہونے لگی بارش رحمت	دیر جو یہ درویش کینہ نظر آیا
شہری	کیوں قیدِ طلاق سے رہا ہونہ اسیر آج	یعنی رنج سلطان مدینہ نظر آیا
دیوارج	شبِ معراج معراجِ شب و روز	تجلی در تجلی دیدہ آفریز
شہ	اندلیزِ شب کا حسن دعا ہے	اجالا شمع راہ پر دعا ہے
	ادھر شرق تھا میں کوئی بیتاب	ادھر کوئی ہے نقشِ بسترِ خواب
	یکایک حضرت جبریل آئے	پیامِ دلبرائے وصل لائے
	مودب دستِ تینہ سر ہکا کر	جہیں کو پائے انور سے لگا کر
	شبِ اسرار کے دولہا کو جگایا	دیباں بن کر کسی کو یہ سنایا

تاریخ وصال مولانا اسیر مولانا ضیاء القادری

ہو گیا جب وصلِ شہِ کائنات امرِ یقینی ہے کہ پائی نجات

بعد وصال ان کو پہرے گردیکھنا
پردہ اسرار کھراٹھا
۳۸۶۴۳ ۳۲۶ (۱۹۲۴ء)

مولانا اسیر شاعری میں حضرت مذاق بدایونی اور جناب نکی دہلوی کے شاگرد تھے
آپ کی تصانیف میں ۱) نسیم سحر کے مضامین (۳) آئینہ ہمد آئینہ سن (۳) قواعد اردو (۴) شہو خانہ
نقشبند (۵) نظم جہاں اور مطبوعہ ۱۹۲۲ء عثمانی پریس بدایوں مشتمل پر نظم ولادت یا سعادت
و مراح ثریف (۶) منقبت خوجہ دلی ہند مطبوعہ ۱۹۲۸ء (۷) شہنوی شیریں خرم و حالات حضرت
امیر خسرو (۸) حالات حضرت سیدنا امیر ابو العلاء احراری اکبر آبادی قدس سرہ (۹) سیرت نعمانی یعنی
حالات سیدنا نعمان اکبر آبادی قدس سرہ (۱۰) حیات شیخ یعنی حالات شیخ ابن عربی قدس سرہ
(۱۱) حیات ملا عبدالقادر بدایونی (۱۲) دیوان (۱۳) کلام غیر مطبوعہ (۱۴) ادبیات بدایوں (۱۵)
خلوت گاہ نادۃ ۱۹۲۰ء یعنی مجموعہ نواری وصال مولانا عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی
قدس سرہ (۱۶) قصیدہ تفسیر طرہ قصیدہ ماضی بریلوی قدس سرہ (۱۷) مشتاقانِ اقدس
(۱۸) جواب اعترافات رسالہ مشتاقانِ اقدس۔

مولانا اسیر کو تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا مکانات مساجد چاہ قبور تصانیف
دوا دین پر اکثر ان کی تاریخیں کہی ہوئی ہیں۔

تاریخ وصال مولانا فضل رسول صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ

زیر زمیں بہ کجی لحد آئیدہ شد	دا حشر تاکہ ہر جلال دمہ کمال
از اہل دین بجنب الہی کشیدہ شد	فصل رسول رحمت حق لطف کردگار
رنگ از رخ بہارِ دو عالم پریدہ شد	از مرصع فراق برنگ شمیم گل
خوشید خون گریست فروغ آئیدہ شد	سرزد بہ چرخ ماہ و دشمنان ز فطغم

۱۲۸۹ (۱۸۷۲ء)

۱۸۹۶ - ۱۹۱۵
۱۳۸۳ - ۱۳۳۳

تاریخ وصال مولانا عبدالمقصد صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ

دادیغا آں مرلیا آیتہ قرآن حق	حجت الاسلام سیف الدین بہمان حق
دارلغائانی وفانی بذات زلال	آفتاب اوج غمان بدر زلال
والد ولادہ حسن ادائے مصطفیٰ	جال تبار سیدالابرار محبوب خدا
بادنوش ساغر بزم حضور غوث پاک	شمع نور ادلیا از عشق خولوسینہ چاک
صد بزم قدس نور دیدہ آجھیماں	سید اسادات فخر خاندان فخر جہاں
کرد حلت وادینا ار جہاں سوختہ خاں	الہاں از سوز درد ہجر یارب اللہاں
گفت ہر یادگار او اسیر خستہ جاں	قطب الاقطاب صاحب سجادہ بغداد سال

تاریخ وفات سید منظور علی منظور بدایونی شاگرد مولانا اسیر

منظور علی کہ بود نخل آماں	صدیقت بخلد رفت بادر دو طلال
از نگر اسیر خستہ بند الم	منظور دل علی بود سال وصال
	۱۳۳۴ھ (۱۹۲۱ء)

تاریخ دیوان چودھری اصغر علی ضابط رئیس کھیرہ بزرگ شہر دیالو

مرحبا اے نکر منابطہ مرحبا	حبذا اے شاعر عالی تبار
عرش پیماط تر ذہن رسا	خاتمہ رنگیں رگ ابر بہار
حسن مطلع مطلع دیوان حسن	مہر عہ موفک قد رعنائے یار
بمہر تاریخ دیوان اے اسیر	جہر تیغ زبان آبدار

تاریخ تاج مضامین دیوان منقبت مولوی محمد یعقوب

حسین ضیاء القادری بدایونی شاگرد مولانا اسیر

مرحبا گلگونہ روشنیوں کو بہار
بارش افوار اور ملک منیا رنگیں نگار
گواہ اسیر از بہر تار نقش بدیہیم خیال
بلکہ اللہ میت نعم و کثرت خندہ مال
(۱۳۲۵ھ) (۱۹۰۳ء)

انتخاب منقبت خواجہ ولی ہند مہجورہ ^{۱۳۵۴ھ} مشتمل بر کلام مولانا علی احمد خاں اسیر
بدایونی م ^{۱۹۲۴ھ} مع مقدمہ از مولانا ضیاء القادری بدایونی و تقریظ از مولانا سید
دعوت علی و اصف اکبر آبادی ایم اے ایل بی ٹی سیکنہ ماسٹر اسلام آباد اسکول بریلی تلپند
جناب اسیر بدایونی یہ مجموعہ کلام سوز و گداز فصاحت و لطافت اور عشق و محبت کا مرقع
ہے۔ (ماہنامہ المنظر بدایوں اگست ۱۹۳۸ء)

ہے ہمنشاہِ دلالت کا یہ دیوانِ گہ خاص
سب سے اعلیٰ ہے وہ عالی ہے جنابِ اجیر
کہہ ہند ہوا قبلہ اہل اسلام
قبلہ و کعبہ ازل سے ہے خطابِ اجیر
ننگِ در ہے ترا معراج کی پہلی پڑھی
اہلِ دل سے کوئی پوچھے دجائے اجیر
ظلمتِ دل کیلئے رنفل کا پانی ہے علاج
چشمہِ نور ہے کیا آبِ حیاتِ اجیر
دل و بدواست بیک نیم لگا ہے نارسے
دلبرے عشقہ گرے شمعِ نگارِ اجیر
ترے روئے کا تھور میں کھینچا ہے نقشہ
نقشِ آئینہ دل نقش و نگارِ اجیر
اسے تر حن بیا در دل ویرانہ ما
از تو آباد دریں سینہ دیارِ اجیر
ایک سجدے میں طے لاکھ نازِ دل کا ثواب
سب نوازل سے ہے مافوقِ نمازِ اجیر

اولیا تیرے غلاموں کی تبارکے ہیں سارے عالم کا ہے محمود یادِ اجیر
 ہند کا میکہ آباد ہے کسکے دم سے کون ہے پیرِ مغاں بارہ و قوسِ اجیر
 سلسلہ بس ہے یہی اسکی غلامی کا سیر بزدل سو جان سے ہے حلقہ نگوشِ اجیر
 جلوہ افروز جہاں شمعِ جمالِ اجیر دل وہ لیا ہے کہ نہ یوحسین میں خیالِ اجیر
 سزائوں رہتا ہے ہر سالک و معذرتِ یہاں اللہ اللہ اتر جاہ و جلالِ اجیر
 صاف کہہ کر یہ نیکریں سے سستے چھوٹے کچھ نہیں یادِ بجز مال و مقالِ اجیر
 نقش پائے ترکجا دیدہ اسید کجا دارم از حسرتِ دل دیدہ بدلہِ اجیر
 لطف کس لطف بہ ہیں حالِ سیرِ مخروں نیکہ دارد یہ تو اے پشت و پناہِ اجیر

انتخابِ مثنوی نظامِ شہود بابت ولادت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ مثنوی بدایوں میں زبانِ خاص و عام ہے۔

چاند وہ نکلا آج زہیں پر نور ہے جسا عرشِ بریں پر
 شافعِ محشرِ رحمتِ عالم خیرِ ملائک نازشیں آدم
 طور کا شعلہ عرش کا جلوہ حسنِ مدینہ غارِ کعبہ
 گل کا تبسمِ خندہِ غنچہ مردم دیدہ چشمِ تماشا
 رنگِ گلستاں شمعِ شہستان بلبلی بطحا طوطی کنغاں
 مہرِ نبوتِ ماہِ رسالت شانِ الہی - آیہِ رحمت
 آج عرب کی قیمتِ جہاگی کفر کی ظلمت کو سولِ بھاگی
 آتے جہاں میں فرزدِ دو عالم فرشتہ زہیں ہے عرشِ معظم

خوف سے میں روپوش شیا طین اوندھے ہوئے رتختہ سلاطین
 آپکی مشنری نظام الموانع بھی ندرتِ بیاں تشبیہات و استعارات سے مالا مال ہے
 دیکھ کر غم جو جھکایا خود میر جو نیاں رحمت اس پر بھی نہ آیا تامل غمخوار کو
 اور آئیں نہ کیوں چشم کی ہول پسند اٹھاتے ہیں سب ناز میاں کے
 خاک چھو لے نہ غبار مرتبت بنکر وہ نہ آئیں کبھی تاحشر قیامت بنکر
 الجھکر رہ گیا میں وادی طبر کے غار سے مجھے پہنچا دیا ہے نصف تن نے نہرا جان تک

تاریخ وفات حضرت اسیر بدایونی از حضرت ضیاء القادری

لکھے فیہ سال وصال جناب خاتمہ بالخیر سوا بے حجاب

۱۹۲۷ء

تلامذہ مولانا اسیر احمد خاں اسیر بدایونی شاگرد زکی دہلوی

(۱) انوار و حافظ - حافظ شیخ انوار الحق خلف شیخ غلام ربانی پٹلی بھتی دیکھئے

تاریخ بہارستان منقبت دیوان مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیر بدایونی
 مقبول عربی پاک ہے دیوان منقبت قرباں ہیں وہ تلوں جبر میں مغرب پسند
 انوار دی خبر مجھے آکے مروش نے پیران پر نے ہے یک منقبت پسند

۱۲۹۹ (۱۸۸۲ء)

آپ کے شاگرد آپ کے برادر خوردمنتی منقی منظور الحق منظور پٹلی بھتی تھے ۱۹۰۲ء

(۲) ضیاء القادری بدایونی یعقوب حسین بدایونی

دیکھئے ۶۸۸

(۳) منظور سید منظور علی بدایونی م ۱۹۲۱ء خلف سید برکات علی
 بدایوں مصنف (۱) کلام منظور اولیا (آثار ادبیائے بدایوں) منظوم حالات اولیائے
 بدایوں (۲) حلیۃ تاریخ طبع کردہ مولانا اسیر (۳) مختلف رسائل زہنی کی تاریخ وفات
 جو مولانا اسیر نے کبھی تصنیف پہلے لکھی جا چکی ہے۔
 نمونہ کلام آج جنہوں نے معقل سے کمر اٹھایا ہے۔ جنکی آئی ہے اسے سنا ہے آما ہو گا

(۴) واصف۔ ماسٹر سید واصف علی مرحوم اکبر آبادی ثم بریلوی

وفات کراچی سابق پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج بریلوی
 نمونہ کلام

مولانا ضیاء القادری بدایونی شاگرد مولانا علی احمد خاں اسیر بدایونی

ضیاء القادری۔ مولوی محمد یعقوب حسین ۱۸۸۳ء - ۱۹۶۰ء خلف باد حسین

آپ مولانا اسیر کی اہلیہ کے پرورش کردہ تھے ۱۹۲۰ء میں رجسٹرڈ تائیدگو کی حیثیت سے
 پنشن پائی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۹۱۵ء سے بیعت تھے
 آپ نے اپنے خود نوشت حالات مطبوعہ میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء
 میں تحریر فرمایا تھا کہ اس وقت تک آپ کے سات دیوان مرتب ہو چکے تھے ان کے علاوہ

دیار نبی (سورہ مجمع منظوم) مرقع شہادت (واقعات کر بلا منظوم) برادرش انوری (سفرنامہ عراق منظوم) مرقع شہادت (واقعات کر بلا منظوم) لغز ربانی (میلا و شریف منظوم) تاج المصنوعین (مناقب منظوم) اکمل التاریخ و حالات مولانا شاہ فاضل رسول صاحب عثمانی قادری بدایونی گیارہ جہشت لغز بے مبارک شب معراج آثار بخودی بد کردہ طبع (سوانح مولانا عبدالمجید صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ روایات سنت احمدیہ کی

تصانیف میں یادگاریں تاریخ و فارسی امان اللہ صیاد بقادرش حجت نشان
نور کلام بن کیا فالان کا پروردہ فردوس جمال
بھور بن من رستارے ٹوٹے جے جاکے
آہا ہوں نذر ساقی دولت تقویٰ سے
دل میں وہ صاحب قرآن آیا
کعبے میں سہرہ مہر کا
جب آپ نے انابٹر متکلم رہا
اس کو حیرت ہے مائل بار بار
کتنی محبوب ہے اللہ کو دشاں غالب
کبھی مجھے کی کبھی گیسو کی قسم کھاتی ہے
لب جاں بخشش میں اعباں سچائی ہے
مرنے والوں نے جو نذر بدایونی ہے
منقبت حضرت مولانا احمد المصطفیٰ صاحب بدایونی

مے وہ اپنے خدا سے اس اختیار کے ساتھ کہ جمال نذر میں کی سخاوت و سیاحت
مرقع شہادت کے مفہم سے من تمام مراد اب احمد صاحب اچھے رہ مہر و سہلی
کی نظروں اور حجاب خفیہ عالمی پر ہے ست اسامہ اسلام کے بعد مرقع شہادت اس سلسلے
کی تیسری کڑی ہے جس میں نوی شعار و لائیکلیر لودینہ کے سامنے پیش کیا گیا ہے شہنوی
مرقع شہادت کی خصوصیات لطف زبان صداقت واقعات اور مرقع نگاری ہے حرمت
خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہ کی سیرت اس طرح بیان کی ہے عہ

جنہ اللہ اکبر جو دیا حضرت نے نذر اٹھو
 بچھڑنے دی مانی چادریں دو ایک کنی تھی
 خیر جو ایک تھا اول ایک مشکیزہ تھا پانی کا
 ساقی مار گروں میں۔ بیشانی یہ جو مرتھے
 جہیز آما کی جان سے دہن کو مر جا رہا تھا
 علی کے گھر نیا گھر سے غارتوں جہاں تیں
 علی کے اس نے گھر میں جہیز تیار دیں آئے
 وہ بہر خانہ داری تھا مکمل دس دیکھو
 پلنگ ایک چار گدے ایک تکیہ ایک کھلی تھی
 یہ سامان مختصر تھا آٹا زیت مانی کا
 فقط چاندنی کے بانو بندہ وار نہ پڑھتے
 طرف و سرین زیور غرض جو کچھ رکھا تھا
 خاب ام این ساتھ بیکہ راز دارا تیں
 دھڑے خیر رہے رحمت اللعلیں آئے

مرقع شہادت نظامی پر یہ بدایوں سے سکھ میں طبع ہوا تھا۔ مولانا ضیاء القاری
 کے برادر زادے شکیل بدایونی اس منٹری کو آگرہ اور بدایوں میں سنایا کرتے تھے۔ خاص طور پر محرم
 کے مہینے میں اسکے سننے کے لیے ہزاروں کا جمع ہو جاتا تھا۔ مولانا ضیاء القاری کا کلام شکیل صاحب
 کا ترنم اور پھر کربلا کے واقعات غرض اک سماں بندہ جاتا تھا اور خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی
 مولانا کتاب کے آخر میں سبب تالیف بیان فرماتے ہوئے شکیل صاحب کی دلچسپی
 کا ذکر کیا ہے۔

یہ اوداق پریشاں جو مرتع ہیں شہادت کے
 یقیناً مصحف حسن عقیدت کے ہیں سپاہ کے
 شکیل خوش بیاں فرزند مولانا جیل احمد
 ہے یہ راحت بیاں و جگر دودھ کا لالہ ہے
 شکیل اللہ رکھے خوش بیاں یہ خوب پڑھتے ہیں
 مسخر خیر سے کر لیتے ہیں ارباب محفل کو
 رتم میں تذکرے حسن میں شہید ہوا ہلت لے
 میں اسی نمود واقعات کربلا سارے
 سخن ہم و سخندان مست و مدہوش نے مرد
 کسی مرحوم کی تصویر ہے گھر کا اہلالا ہے
 سنانے کو کلام خاص جب مینو چڑھتے ہیں
 بقدر ذوق کرتے ہیں غرض مخطوط ہر دل کو

بدایوں آکر نو ذریعہ اور شعلوں میں
تکلیف کنز الایضہ جیسے میں فریشتوں میں اور ایک
آفریں جناب شکیل بدایوں کی یہ تاریخ شامل ہے۔

فریدی نظر ہے کہ بلا کا منتظر
تاریخ کا جہان دل میں جو شکیل
اللہ غنی کمال زور غلام
کہے اسے سر تندر شہادت نامہ

تاریخ وفات حضرت ضیاء القادری از صابر برادر فریدی، القادری
۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء)

سال ولادت پشاور ماہ بروز گنبدی مداف
فی امان اللہ ضیاء القادری رحمۃ اللہ علیہ

تلامذہ مولانا ضیاء القادری بدایوں

(۱) ماہر القادری منشی منظور حسین ۱۹۰۴ء - ۱۹۶۸ء ولد علی بخش

ساکن موضع کسیر کلاں ضلع گندھار مولانا عبدالقدیر صاحب ضامانی قادری۔ مرید تھے ان کے
ساتھ حیدر آباد بھی گئے وہاں ملازمت کی نظم و نثر کی پچیس کتابیں ان کی ہیں ۱۹۳۷ء
میں پاکستان آ گئے ۱۹۶۸ء میں سفر حج کے دوران انتقال کیا۔

نویسہ کلام تشکیلی اس پر آئی ہے شریانیوں میں آج ہی بار ساقی ہاتھ میں رہا میں

(۲) حشر القادری منشی نرمل حسین بدایوںی ملازم گزلات ۱۹۱۳ء

ولد علی حسین محمد عبد اللہ عارف باند بخاری ثم بدایوںی فی اولاد ایر ضیاء القادری
بدایوںی کے ایک جدی ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام 'میزان حشر' کہاجی میں طبع ہے اس کا مقدمہ

خوابِ اکبر ابو الیث صدیقی بدلولی مقیم کراچی نے تحریر کیا ہے۔ حشر صاحب کا کلام جذبات کے اعتبار سے پاکیزہ اور خیالات کے اعتبار سے صاف و سادہ ہے ابتدا میں قاضی نذر اللہ کے تاثرات دس نظموں میں بیان کئے گئے ہیں۔

جہاں عشقِ محبت سے مئے قطر برستی ہے	انتظارِ افق سے دورِ جنت کے دریں اک ایسی جی ہے
خدا سے اس جگہ شرفِ تکلم سب کو حاصل ہے	شاعر کی دنیا کلیم اس جاوہِ مقصود میں ہر صاحبِ لہ ہے
خیالِ معصیت کو شمی ہے اس بستی میں ناممکن	بدی کا ذکر کیا اس جاں یکساں ظاہرِ باطن
یہی شاعر کی دنیا ہے یہی شاعر کی دنیا ہے	ہر مین کوئی کا حاصل یہی روحِ تنہا ہے
مے ریز صدا میں ہوتی ہیں	نظم کراں کی جب مست ہوا میں ہوتی ہیں
بیتاب ادائیں ہوتی ہیں	جب مصندی دھندلی راتوں میں

کرا میں بھی تمہیں یاد آتا ہوں

اور چاند نکلتا ہوتا ہے	جب عشق چلتا ہوتا ہے
جب کیف الہا ہوتا ہے	دیرائے محبت میں پیہم

کرا میں بھی تمہیں یاد آتا ہوں

دیکھا تو حقیقت میں طوفانِ یاس تھا	آخر مجھے لے ڈوبی آساںِ علی دل کی
دیر دینی ہے اب مری سجا رنگِ میرے لہر	میں اگر جاموں تو جی بھر کر بھی رو سکتا ہوں
جس زندگی میں موت کوئی تھیز ہی نہیں	اے حشر زندگی ہے محبت کی زندگی
ماؤں ہو گئے ہیں غمِ درو جہاں سے ہم	ہاں ہاں نقدِ ذوقِ طلبِ نہایت
بڑے غلوں سے ہم نے قریب کھائے ہیں	بڑے غلوں سے دنیا قریب رہتی ہے
مڑ ہر شعر ہے تفسیر میرے سر پہ نہاں کا	گذرتی ہے جو دل پر حشر لب پہ رہتی ہے

دو ورغم سے عرفان مجھ کو حاصل ہو چکا ہے، سر اپنے بخت اب مراد ملتا ہے

(۳) اسرارِ منشی اسرار احمد ساکن فرشوری ٹولہ بدایوں

نمونہ کلام: تھی تلام آسا کس درجہ ساحل کی تلاش موج طوفان نہ کہ ہم ڈو کا کچھ چھلکے

(۴) رضوان ضیائی، حکیم رضوان احمد بدایونی

نمونہ کلام: میری قسمت پر ہے زبان گردشِ لیل و نہار آبا ہوں میں طوفانِ گنبدِ خضر کے

(۵) فنا، منشی محمد اسماعیل قریشی بدایونی، دلا رت ۱۱۲ھ

نمونہ کلام: عشقِ یال ہے پر عشقِ خدا ہے میرا میری دنیا میں نہ کعبہ ہے نہ تھکانہ ہے
کیا کہیں سرودِ زبانِ عشاقی حرد کو دب کمریا تو ان کو دیا تھے

(۶) نور، جناب یوسف حسین قادری بدایونی، مقیم کراچی، خلف جناب

ضیاء القادری مرحوم۔

نمونہ کلام

(۷) شکیل بدایونی، منشی شکیل احمد خاں ۱۹۱۶ء - ۱۹۷۰ء

جد بدایونی آپ کے والد بہ سلسلہ ملازمت بمبئی میں رہتے تھے اس لیے آپ کی تربیت آپ کے عم بزرگوا جناب مولانا ضیاء القادری نے فرمائی۔ ممبئی کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی کے ماحول میں اور اُنکے بعد دہلی کی ادبی زندگی میں ان کی شاعری شجلا پائی۔ مولانا ضیاء القادری سے تلمذ

۱۹۲۰ء
۱۹۲۱ء
۱۹۲۲ء
۱۹۲۳ء
۱۹۲۴ء
۱۹۲۵ء
۱۹۲۶ء
۱۹۲۷ء
۱۹۲۸ء
۱۹۲۹ء
۱۹۳۰ء
۱۹۳۱ء
۱۹۳۲ء
۱۹۳۳ء
۱۹۳۴ء
۱۹۳۵ء
۱۹۳۶ء
۱۹۳۷ء
۱۹۳۸ء
۱۹۳۹ء
۱۹۴۰ء
۱۹۴۱ء
۱۹۴۲ء
۱۹۴۳ء
۱۹۴۴ء
۱۹۴۵ء
۱۹۴۶ء
۱۹۴۷ء
۱۹۴۸ء
۱۹۴۹ء
۱۹۵۰ء
۱۹۵۱ء
۱۹۵۲ء
۱۹۵۳ء
۱۹۵۴ء
۱۹۵۵ء
۱۹۵۶ء
۱۹۵۷ء
۱۹۵۸ء
۱۹۵۹ء
۱۹۶۰ء
۱۹۶۱ء
۱۹۶۲ء
۱۹۶۳ء
۱۹۶۴ء
۱۹۶۵ء
۱۹۶۶ء
۱۹۶۷ء
۱۹۶۸ء
۱۹۶۹ء
۱۹۷۰ء
۱۹۷۱ء
۱۹۷۲ء
۱۹۷۳ء
۱۹۷۴ء
۱۹۷۵ء
۱۹۷۶ء
۱۹۷۷ء
۱۹۷۸ء
۱۹۷۹ء
۱۹۸۰ء
۱۹۸۱ء
۱۹۸۲ء
۱۹۸۳ء
۱۹۸۴ء
۱۹۸۵ء
۱۹۸۶ء
۱۹۸۷ء
۱۹۸۸ء
۱۹۸۹ء
۱۹۹۰ء
۱۹۹۱ء
۱۹۹۲ء
۱۹۹۳ء
۱۹۹۴ء
۱۹۹۵ء
۱۹۹۶ء
۱۹۹۷ء
۱۹۹۸ء
۱۹۹۹ء
۲۰۰۰ء
۲۰۰۱ء
۲۰۰۲ء
۲۰۰۳ء
۲۰۰۴ء
۲۰۰۵ء
۲۰۰۶ء
۲۰۰۷ء
۲۰۰۸ء
۲۰۰۹ء
۲۰۱۰ء
۲۰۱۱ء
۲۰۱۲ء
۲۰۱۳ء
۲۰۱۴ء
۲۰۱۵ء
۲۰۱۶ء
۲۰۱۷ء
۲۰۱۸ء
۲۰۱۹ء
۲۰۲۰ء
۲۰۲۱ء
۲۰۲۲ء
۲۰۲۳ء
۲۰۲۴ء
۲۰۲۵ء

حاصل ہونے کی وجہ سے ان کے کلام میں معرفت، تعارف اور تفہیم کا امتزاج پایا جاتا ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

بائیک اللہ فیضِ تعلیم فیما سے اسے تشکیل۔ خود بخود رنگِ تغزل عارفانہ ہو گیا۔
 میں تشکیل صاحب سرکاری طرزِ دست چھوڑ کر فلمی دنیا میں پہنچے تو ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ انہوں نے سینکڑوں فلموں کے گانے لکھے جو سب کے سب مشہور ہوئے اور اب تک ہندوستان و پاکستان میں لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ تشکیل صاحب نے فلمی زندگی میں اپنی ادبی اور شعری صلاحیت کو برقرار رکھا اور دونوں میں ایسا امتزاج پیدا کیا کہ پڑھے لکھے لوگ۔ ادیب اور شاعر بھی حیران رہ گئے۔

تشکیل صاحب کا پہلا مجموعہ کلام "رعنائیاں" ۱۹۴۲ء میں دہلی سے شائع ہوا دوسرا مجموعہ صنم و صدم ۱۹۴۴ء میں بمبئی میں چھپا۔ پاکستان میں نیا ادارہ لاہور نے ان کے دو مجموعے رنگینیاں اور شبناں شائع کئے۔ حمد و نعت کا مجموعہ "نغمہ فردوس" اور فلمی گیتوں کا مجموعہ "دھڑ" کو "کاش پکارے" بھی میں چھپے ۱۹۶۵ء میں تشکیل صاحب پر ایک کتاب "تشکیل بدایونی کی فلمی شاعری دہلی سے شائع ہوئی اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر تشکیل الرحمن ایم اے ڈی لٹ ہیں۔

تشکیل صاحب میں محبت و مروت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ دل شکنی کو گناہ سمجھتے تھے۔ باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ خوش گفتار اور بدلتے سنہ تھے۔

یہاں اس اداس چہرے میں جیس جیس تبسم	تری آنکھ میں شاید کوئی آئینہ نہیں ہے
کوئی آرزو نہیں ہے کوئی مدعا نہیں ہے	غیر عاشقی سلامت مرے دل میں کیا نہیں ہے
دنیا سے رنگ و بوسے گندہ کریر چلا	پوستیدہ کوئی روح کی گہرائیوں میں ہے
اسکے لیے تشکیل خزاں کیا بہا رکھیا	دوبا ہوا جو حسن کی رعنائیوں میں ہے

اشجار مینا بدست ساقی ریش تیرا خطباتی
 کتنی لطیف کتنی حبس کتنی محقر
 جب سے چھایا ہے قری یاد کا عالم دل پر
 وہی کارواں وہی راستے وہی زندگی وہی رطے
 غفل میں کوئی مروت جا ہی نہیں شکیل
 میں نظر سے پی رہا تھا اگر کونسا دعا دی
 ترغیب سفر زم کو نہ دے اسے غم دوراں
 نہ جانے کون خوش قسمت غم دوراں نے بے نکلا

تمام میکش پکار ٹھے یہاں سے بیسے ساں پہلے
 ایک ناشگفتہ پھول کی گتہ بھرتی
 ہر نفس شعلہ جہاں نفرتا ہے مجھے
 مگر اپنے اپنے مقام پر کبھی تم نہیں کبھی ہم نہیں
 سور و گداز شمع یہ آئسو ہائے کون
 ترا ہاتھ زندگی مگر کبھی جام نکلتے پہنچے
 جستی یہ غم عشق کے احسان بہت ہیں
 درِ زندہ پہ ک ٹوٹی ہوئی زنجیر رکھی ہے

تلامذہ جناب شکیل بدایونی

(۱) قیصر سید صابر علی شاہ جہانپوری ولادت ۱۹۴۲ء حامد
 اردو علی گڑھ سے ادیب ماہر اودادیب کے امتحانات پاس کئے مجموعہ کلام نقوش فرا
 ۱۹۶۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

نمونہ کلام ابھی مہن میں گلوں کو بہت سے ناز مگر
 جو وطن شوق آئسو ٹپک گئے قیصر
 ذرہ ذرہ سے مرکز جلوہ
 وطن تجھے کہ آنکھوں نے غم دل کھول
 چٹے جب نشیمن سے اہل نشیمن
 تیرے تو ہماروں کا حال کیا ہوگا
 حقیقتاً ہی عنوان ہے نہانے کا
 در بینا ہی چشم بینا ہے
 وہ سمجھ جاتیں مگر بات نہ ہونے پائے
 خیال نشیمن دیں چھوڑ آئے

(۲) کامل مینشی عبدالمعید خاں ایم اے ساکن دہلی ٹولہ بریلی حال پکھڑ کالہ

مندان کلام میں نہ مواشکیں صاحب بریلی میں آپ نے دل پر قید نہ کرتے تھے چمکتے
 نمونہ کلام ساحل سمجھو گئے تھے کامل یہاں یہ جو ساحل سے وہ کیا کہ جو طرفاں نہ کر سکے
 بناروں میل کی دوری سے دل کبہ ورتوں میں صبر ربط محبت کی بناں بھی تم تھارے
 تصور نے بھی کامل بڑا احسان دیا بھی تو چند لمحے انکی تحمل میں گزارنے بھی

(۳) حاذق جونپوری بمنشی محمد یونس بن معین الدین ولادت ۱۹۳۰ء

مقیم کلکتہ کسی اخبار کے دفتر میں کاتب ہیں۔
 نمونہ کلام جا کے منزل سے ہم پلٹ آئے آج بپنے کاروں کا خیال

تولا بدایونی شاگرد ذکی دہلوی

تولا - بمنشی تولا حسین صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۳۶ء و حلف شیخ
 الہام اللہ الہام خلف مولوی شفاعت اللہ شفاعت بدایونی آپ نے تعلیم اپنے والد بزرگوار
 اور برادران اکبر و اوسط مستی تمنا حسین تمنا درمنشی شیدا حسین شیدا سے پائی حضرت زلالی
 بدایونی آپ نے ماموں تھے - ابتدا میں پانچ سال رہتے توالیہ میں یونس افسر رہے
 لیکن اس کو نباہ نہ سکے اور ملازمت کو خیر باد کہہ دیا اور ساری زندگی مشقِ سخن
 میں بسر کی۔ جناب تولا کو اپنے مرشد روحانی حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میں
 صاحب مامروی قدس سرہ سے بڑی عقیدت تھی چنانچہ فرماتے ہیں۔

تولا ابوالحسن ہیں پلانا ہے مرستی دینے والے حم سے کرلا والے کلام سے
 جناب تولا کا شمار اساتذہ سخن میں ہے ان کی غزلیں حسن و عشق اور تصوف و

ان کے لئے جس میں ان کے معاشی و تعلیمی اور سماجی اشارے بھی ملتے ہیں مثلاً
 ان کے لئے ان کے تعلیمی اور معاشی کام نہایت بلند پایہ کے آپ سخت سے سخت زمین
 اشارے میں اور اس میں ان کے تمام اشارے ہیں کہ حیرت بخیز ہے کہ ان پتھروں کو انہوں
 نے بنانا ہے (تھامس کراؤ جونی سنس)

آپ کے سلام اور تحیات کے غبارے موز کوثر پر تعریف کہتے ہوئے جناب
لکھنوی درویش محمد ربیونی فرماتے ہیں کہ جناب ابولکلام اصنافِ سخن بہ قدر تھے آپ کے
قصائد میں سودا یا دہن کی نقال نہیں تشبہ ہے تو طیفانہ اور گہرینہ ہے و طالعانہ تمام مہیا ہے
چکر مرثیہ کا بے مثال حسن و کھضا اور اس میں مرثیہ پیدا کر دینا آپ کے کمال میں کا کھلا ثبوت ہے
آپ کی غزلوں میں حسن خیالات یا فرسوسہ میں رھونڈے سے بھی نہ ملیں گے یا جذبات
یا فلسفہ کے کالات یا علوم کے گہلے تے تجلیات یا تصوف و سحر کے خیالات یا نفع عوالات
ہوں گے یا سیاسیات کی اور اشیاء ہوں گی یا رنگ و عید کی جلوہ پاستیاں ہوں گی بہر حال
آپ کے کلام میں حال ہوگا قال نہ ہوگا آپ اسرارِ حقیقت کے پردہ کشا ہیں اور جذباتِ حقیقی
کے نغمہ سرا ہیں خانہ نشین ہو کر بھی آپ دنیا کی نگاہوں نہ چھپ سکے فن کی کرامت کہتے یا کلام
کی جلوہ گری سمجھتے شہرت ہوئی اور ایسی ہوئی کہ ملک میں نام کو بچ گیا
آپ کی تصانیف جو دستیاب ہو سکیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بیخ کو شور جس میں حرکتی الآرا
مخبرات میں یہ ۱۹۳۵ء
۱۳۵۵

نظامی پریس بذائقوں سے چھپے ہوئی تھی اس کی تقریباً جناب جوہر بدایونی نے لکھی تھی۔ اس کے نمونے درج ذیل ہیں۔

سلام ان پر عباس روشن ہے جگمگے نور سے سلام ان پر جبرائیل تھا جن کے جسم اطہر سے
سلام ان پر سلام آتے تھے جن کو خدا کو تر سے سلام ان پر رسالت جنکی انفل پر پیر سے
سلام ان پر جنیں سب کچھ ملا اللہ کے شکر سے

منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سلام ان پر کرم تو لعین سلطان زمن جنکی سلام ان پر شمیم غلبہ یوے پیر من جنکی
سلام ان پر نہ شال بحر نمی اعجاز میں جنکی سلام ان پر جوائی بن گئی خیر شکن جنکی

(۲) لغز لغت - ایک معرکہ الارا غزل و خمس مطبوعہ الامان برقی پریس دہلی ۱۹۳۵ء

(۳) پارہ ہائے جگر ۱۹۳۱ء مولانا شاہ عبد الماجد صاحب عثمانی قادری بدایونی کی
نات پر گویا بدایونی کے جذبات غم مطبوعہ ادنی پریس لکھنؤ سر مرثیہ میں ۳۱ بند ہیں
وہ بند ملاحظہ ہوں

کہاں ہے شادش زخم الم زخمیاں دل میں اٹھارے لے خیال روت پھر در نہاں میں
بھڑکے شعلہ غم طور کا بھرے دھواں دل میں مدد ہے مجھ دی ہرے نہ ویرا و فغان دل میں

وہ نائے ہوں کہ ہر ذہن شہسہ غم نقرے

بدایوں کی زمین ساری صف ماتم نظر آتے

ہوا ہے ملک میں کیا القاب اسوں کیا کہتے ہمیں کون ہے صوفی اسوں کیا کہتے
جہاں مار یک ظلمت بے حاش اسوں کیا کہتے پھر کس منزلت کا آفتاب اسوں کیا کہتے

ہوا عالم تہ و بالا مصیبت اسوں کہتے ہیں

قیامت آو کیا ہو کی قیامت اسوں کہتے ہیں

۴۔ قصیدہ نعت شریف مع تحفہ مطبوعہ پریس بدایوں ۱۹۲۶ء

۵۔ دعوت فاطمہؑ مطبوعہ ہاشمی پریس بدایوں مع تقریظ حافظ فہور احمد صاحب

آخر بدایونی شریع میں تو لامعاحب کے دو قطعات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اس نظم کا ہر کوئی حکمران نہیں	اس حس کا خورشید برآوار نہیں
کہتا ہے تو لا مرا اندازِ بیاں	مگرے جگر و دل کے ہیں اشعار نہیں
دل کو دیا اللہ نے شیدائے حسینؑ	آنکھوں کو کیا محو تمنائے حسینؑ
شیرؑ کی پاؤں جو دلاتے اسلی	وینا میں ہوا نام تو لاٹے حسینؑ

قطعہ اہل مندرجہ بالا سے مصنف کی اپنے کلام کے بارے میں ذاتی رائے اور ان کی کیفیات و احساسات کا اظہار ہے جو اس سلسلے کے نظم کو لکھے پیش نظر تھے دوسرے قطعہ کے پیچھے شعر میں اپنے برادرانِ بزرگ جناب شیدہ حسینؑ شیدہ اور تمنا حسینؑ تمنا بدایوں کے اسمائے گرامی اور دوسرے شعریں اپنا نام خوب صورتی سے نظم کیا ہے۔

اس سلسلے میں ۳۶ بند ہیں ان کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

عثمانؑ کے گھر دعوتِ سلطانِ عرب ہے	باشہ ہے سر کا سعادت کا بسیع ہے
سامانِ فیاض کا جو لازم ہے مدب ہے	اس خانہ پر نور کا فردوسِ لقب ہے
کس دھوم کی دعوت ہے ہر کس شاں کی دست	
اس گھر میں ہے مہراج کے ہماں کی دعوت	

اصحابِ کوہوں کے شہرِ مہر آئے	جس طرح تاروں میں تم جلوہ گر آئے
صلیقؑ نوید اللہ تھی آتے عمر آئے	جن جن کو بلایا تھا وہ سب آئے گھر آئے

نور ذیج حضرت سے پر الوار وہ گھر تھا

اصول کے لئے فی زمانہ گھر تھا

نور ذیج جو ہر گھر میں ہے نور ذیج کے گھر میں ہے نور ذیج کے گھر میں ہے

نور ذیج کو پر انار کے گھر میں ہے نور ذیج کے گھر میں ہے نور ذیج کے گھر میں ہے

نور ذیج کے گھر میں ہے نور ذیج کے گھر میں ہے نور ذیج کے گھر میں ہے

نور ذیج کے گھر میں ہے نور ذیج کے گھر میں ہے نور ذیج کے گھر میں ہے

حضرت مولانا علی نے جواب میں فرمایا غصہ

سوس میں ہے ملک کا اور بیچ و ام بھی مجلس میں قریبی نے پھر کوئی دیم بھی

سوہی جو علموں کی صفت نام و نام بھی دولت میں بتاتے شہر ذبحا کو ہم بھی

تھماں کے لئے کیلے جوئے ملک کی دولت

کرتے ہم ای طرح بھی دھنگا دولت

برہ نے کہا میں نے یہ خبر سنی ہے کہ دوسرے بابائے کو دولت میں حضور آئیں

رے جن جن کو لایا تھا حضور آئیں کہنا کہ روغن ان سے تھماں میں شعور آئیں

لواؤ نہیں صاحب عرفان میں جتنے

آفاق مدینہ میں مسلمان ہیں جتنے

یہاں حوزہ کا شہر نے علی سے ارشاد کیا ہے بلال نے جتنے سے

ہاں مدینہ کو خبر دیوہ اسی سے دولت میں مسلمان ہیں تو نے جی سے

برہ کے مکہ پہ جئے جانا ملے گا

دنیا میں حال سے کھانا ملے گا

دعوت کی خبر سننے عیدِ صوم تھی گھر گھر حاضر موتے دبار میں امعابِ سیمر
لے جوشِ دین انہیں مٹی کے مکان پر حید نے کہا ناظم زبرِ آسمان جاکر
کھانے کا اھی نام و نشان کچھ بھی نہیں ہے

سب آگئے یہاں یہاں کچھ بھی نہیں ہے
بہار نے یہ سننے ہی سراگ جھکایا کی عرض یہ دبار الہی میں خدایا
اے وہ کہ حوٹا نظارتی دنگا بچایا اے وہ کہ جو گڑا تری قدرت نے بنایا
اے وہ کہ دعا کے دل ہمار تو ہی ہے

اے وہ کہ عربوں کا مددگار تو ہی ہے
محتاج ہوں نادار ہوں افلاس سے مجبور تو عالم و دانا ہے کہ مجبور ہوں معذور
دعوت کی نہ طاقت نہ زور مال کا مقدور کر اب مجھے اپنے کرمِ خاص سے درور
کی ہے یہ فیاض تری رحمتِ طلبی سے

شرمندہ نہ کرنا مجھے حیدر سے بنی سے
سجدے میں ابھی سر تھا کہ خوان کر آئے صنت کے طعناؤں سے بھر دم بد آئے
صفِ بازہ کے قدسی بہ دھارِ چشم آئے جبریل نے بھی آکے صد دی کہ تم آئے

لو کہ دبا دعوت کا سرا فام خدانے
زبرہ تم کے لیے آتے ہیں فروس سے کھانے

انتخابِ غزلیات -

اگر میر دہیں نظیر تو میں بے رحم نالے بھی
نہ سمجھو تم مجھے اچھا سہل نہ بھی بگڑنا ہے
تڑپ جائے میں تڑپا کر مجھے تڑپانے والے بھی
مثل مشہور ہے بیمار لیتے ہیں بچالے بھی

۷۲
تذکرہ نوابہ ایوبی

(۱) احمد دہلوی۔ ہستی احمدیوں سے ماکن مدلولوں

مع دُرُومے بالیں یہ مارلی ہے جب دُرُومے اعدیہ بار نہ ہو

(۲) اختر: منشی شیفہ حسین صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۶۶ء خلف

مشق شید حسین شید ابرار و جناب تو سید الی و تیر در باد سندھ
مؤکلام نظر بازی سکھائی ہے اسے ردیوش جہاں در چشم جبر بے نیاز ہوش ہوجانا
شہد فرقت گذرنے کا یو جھوٹا تمھے کھئی سب ہوجا کھئی ہوش ہوجانا

استاد حکیم فضل الرحمن بدایونی مدظلہ العالی
 ۱۹۲۳ء جلالت

شاعر الدین ابن اماں الدین ابن مدد الدین درویش عس لدین جدامجد منشی عظامحمد بلالونی
 بقول مولوی میرالدین شاعری جے پوری متاعے مایہ مان . پہلوان سخن . بلا کا شاعر . اپنی
 شہنور ادکاری سے البرٹ ہال میں راز لہیہ کر دیا جس نے سب تحسین ملنے کیا جس نے
 دیکھا داد کے لیے چلا اٹھا . ایرانی تہذیب کا شاستہ . . . ایسے ہاٹ میں کچھ فیری کی شک .
 ودارن میں ملک کی بزم شر .

کھلی میت پر کرے بال پریشاں کوئی
دیکھنے والوں سے ہنزا نہیں پنہاں کوئی
ہے عیساں تہہ برخطہ بویا لہ
میریں - نفرتی - رمد کوئی
اب کوئی رحمت ہے باقی نہیاباں کوئی

وہ کلام سو حیات ابدی مویہ اس کی قربان
دیکھنے والوں کی آنکھوں پہ پڑے ہیں پردے
حس کا ناز کہیں عشق کا انداز کہیں
کرد یا قید تعین سے حوں نے آرد
طے مویہ منزل غزماں جنوں اے ناہاں

موت حد منزل مقصود تک پہنچا گئی
 نیست کی دشواریاں سرخسے سال گزشت
 جگے ماتم میں تری زلفیں پریشاں ہو گئیں
 کیسی کبھی مجھ میں خواب پریشاں ہو گئیں
 کیسی کیسی صورتیں ہو گئی جو نہاں ہو گئیں
 دم بخود ہوں منظرِ گورِ غریباں دیکھ کر

(۵) شریاء مولوی دولت علی بدایونی برادر تالباں بدایونی

(۶) جعفر منشی حسین بدایونی (مقیم کراچی)، رضا منشی رضا اللہ خاں

(۷) ولاء منشی ولہ حسین صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۸۲ء صفت خطاب تولد
 بدایونی انتقال کراچی۔

نور کلام حسن تعینات دکھانے سے کیا عرض
 ہم تم کو چاہتے ہیں زانے سے کیا عرض
 مرنا یہ جب ہمیں تو بحث ہے دعائے مرگ
 آنا ہے موت کو تو سنانے سے کیا عرض
 سوزِ الم کو آپ نے قصہ سمجھ لیا
 دل کی گئی ہوئی گونڈے سے کیا عرض

(۸) شاہد بدایونی منشی رضا حسین بدایونی انتقال بمبئی۔

نور کلام یہ تب غم ہے میرے عرشاں
 عمرِ برگی یوں ہی بسر شاید
 ان کے شاگرد منشی ارغزی حسین نشاط بدایونی تصنف مجموعہ کلام

”موت کی رسدِ ولادت ۱۹۳۷ء میں دیکھی۔
 ہنر کلام آئی جائے گی نغما و دجواں بجا نقویں
 زلف تم ہزار ہم خسار کی باتیں کریں

حکیم فضل الرحمن بدایونی اشک بدایونی شاگرد تولد بدایونی

نور کلام مانا کہ ملک بھی ہے جفا کا رستم گر
 سب کچھ ہے مگر آپ کا انداز نہیں ہے

زخمِ دل پر درد ہوا زخمِ جگر ہو ہمدرد کسی کی جگہ نا نہیں ہے

تلازمہ حکیم فضل الرحمن اشک بدایونی شاگرد تولا بدایونی

۱۱) نوری منشئی افضل الرحمن خلف و شاگرد حکیم فضل الرحمن اشک بدایونی
میرزا کلام رقم اوراق گل پر ہے شانے سرور عالم چٹک کر طمع ہی نہ تھی کھلا کشتا کی (شافعہ مرقیہ)

۱۲) سحر حکیم افضل الرحمن خلف و شاگرد حکیم فضل الرحمن اشک بدایونی

نور کلام وہ خود ہیں محرابِ اشک ہے اب تک جی ہے کس نے انشاں آسمان پر

منشی محمد مبین ناز و نازش بدایونی شاگرد حضرت ذکی دہلوی

ناز و نازش منشئی محمد مبین صدیقی متولی بدایونی ۱۹۳۶ء خلف منشئی

محمد متین شین بدایونی (شاگرد حباب داغ دہلوی) ابن مبارز الدین ابن محمد عطف ابن وصول محمد
ابن قبول محمد ابن نور محمد ابن غلام محمد ابن عبدالرشید بن محمد سلیمان ابن مولانا محمد یوسف
جد امجد شیخ اکرام اللہ محترم بدایونی۔

آپ نے بدایولی، دہلی اور پٹودی میں مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی۔ مختلف اخبارات
کے مدیر و نائب مدیر اور ناظم نگار رہے۔ آخر میں مطبع نول کثرت کھتو میں ملازمت کی۔ بریلی
میں انتقال ہوا اور بدایولی میں دفن ہوئے۔

۱۳) نور کلام بے لطف ہونے جاتے کہیں مرگ بیگسی یہ کون رو رہا ہے سر ہائے کھڑا ہوا
دوراب خیال تو بکرموں تشہ کامیش رکھا ہے میر نام کا سا غر بھرا ہوا

مذہب بالا پہلے شرمین نازش صاحبہ مرگ بیکیسی کی جگہ لطف زندگی اور دوسرے
 بد دور کی جگہ بس لکھا تھا ان کے استاد صاحب کی دہلوی نے اصلاح میں لطف زندگی لکھی
 رگ بیکیسی اور بس کی جگہ دو رکھ دیا اور دونوں شروں خاص طور پر پہلے شعر کا لطف دو
 کر دیا (مشاطہ سخن) ۱۹۱۱ء (مؤلف مرزا پوری)

تغالب اور داسی پہ ہو جس نے بتائے دین کے راز
 سنی جو لغت شبیبی کی روح لوٹ گئی
 وہ جنت کے داتا وہ کوثر کے ساقی
 مدینے میں رو صیبا سب کچھ ملے کیا
 دی جادہ عشق میں دخیلہ میں
 ہمارے سوا خدا میں کون ہو گا
 وہ آئے تو بھلوا ریاں لہا لہا میں
 یہ ہے کسے جلوے کی عالم فروزی
 وہ طیبہ کی دھن میں نازش ٹرا ہے
 ہے ہے یہ ستم ملک خلتی پیے پانی
 تھا جو نبی ہاشمی کے گھر کا اجالا
 نالوں کا تقاضا ہے کہ پرا ہو قیامت
 صدقہ ہے یہ سب حضرت خیر کا ارش
 غزلیات رہے گی حشر میں یاد سے و حجام
 وہ دامن ہو تو رونے کا مزا ہے

سلام اس پہ بھوئی جسے خدا نے کیا
 ستم حجاز میں نازش تری خدا نے کیا
 وہ دلوانے والے وہ پلوانے والے
 صغین بازہ لیں ہاتھ پھیلائے والے
 خدا نے گئے ہیں انہیں پانے والے
 ہمیں آنے والے ہمیں جانے والے
 شکستہ ہوئے پھول مرجھانے والے
 کر حیرت میں ہیں آئینہ خانے والے
 تجھے کچھ خبر بھی ہے او جانے والے
 دو گھونٹ بھی داخل نہ ہو چل کے دہن میں
 صد حیف کہ آج آیا ہے مچانگدہن میں
 میں آلہ سحر کے گلو طوق ورس میں
 قدرت تجھے حاصل ہے جو رنگ سخن میں
 کیا ہے اور ہم نے عمر بھر کیا
 دکھائے جوش طرناں چشم ترکیا

(دیوانہ بدیہی)

تماشا گاہِ حسرت چشمِ دل ہیں
 سر بہ سجہ تھی مراحِ جام کے لب پر درود
 محمد آب وضو سے دھو رہا ہے داغِ غم
 ادھر اپنی یہ تمنا کہ ہجومِ حشر کم ہو
 حشر کے بعد ہی حسرتِ نظارہ مجھے
 کھینچے گی ہم نقاب کسی مخوناز کا
 حسرت زدہ شوق ہے امیدِ جاری
 ہم دس کہیں جلوہ کہ ناز کہیں اور
 نکھار جو گرہ میں نقدِ زہ نذرِ شراب کر دیا
 میار کے تذکرے ہے ترقی کھشور ہے
 جامِ طور تو تو لکرا ایک نگاہِ مست نے
 حشر میں انصاف کیا اچھا ہوا
 ہو گیا وہ بے نیاز دو جہاں
 اٹھ گیا جب انکے چہرے سے نقاب
 ہوں میں مومن کیسے عشق کی تصویر
 اسکان ہو کچھ ذکرِ جود نہ رہ کے ستارے
 یہ کیا ستم ہے جہاں پھول ہوں وہاں گلچیں
 قسمت میں میں بر باد یاں لہرِ وطن کی غرض
 آئینہ ہوا نہیں مستوں پہ مینھانے کا حال

تجلی منحصر سے غور پر کیا
 کعبہ تھا مینھانے میں یا کعبے میں مینھا تھا
 رات نازش بھی شریکِ مجلسِ زندان تھا
 ادھر ان کا یہ تقاضا کہ حالِ زار اپنا
 اس طرح جمعِ خواب میں وہ روپوش ہوا
 گستاخیوں میں لطف ہے ناز و نیاز کا
 محرومِ تمتِ دل ناکام ہمایا
 اک منزلِ دشوار ہے ہر گام ہمارا
 صد تھے طوافِ جام پر مرجعِ کاٹوا کر دیا
 رانگانِ آرزوؤں میں عہدِ شباب کر دیا
 نہرِ بہشت میں رواں بادۂ ناب کر دیا
 آپ سچے اور میں بھوٹا ہوا
 اسے خیالِ یار جو تیرا ہوا
 زہِ درد دیدہ بینا ہوا
 کچھ ظلم کا شکوہ ہے نہ بیدار کی فریاد
 ہے بھی تو ہر ستم ایجا دکی فریاد
 یہ کیا غضب ہے جہاں صیدِ ہوریاں صیاد
 میں پھول ہوں ٹوٹا ہوا بھوکو جن سے کیا غرض
 پوچھ لیتے ہیں لبِ ساغر سے پیمانے کا حال

ملتا نہیں ہیں دلِ مہر کا مزار
 بنا فائدہ نگین ورق ورقِ دل کا
 اڑائے خاک ہوا بھونکے مجھے بجلی
 ہم تو مینخانے میں رسوا میں ازل کے دن سے
 غم نہ کھاؤ ابھی دامن کو چوڑا نازش
 اب طور کا جلد ہے نہ این میں کرشمے
 ساکن حرم و دہر میں ہیں شیخ و برہمن
 کسی کو اٹھایا کسی پر گرے ہم
 چلا ہاتھ سے جام ٹوٹی صراحی
 نمک انسانی رخِ جگر سے کیا تسلی ہو
 کیا میلانے سے بیاباں ہے ناتی کے متوالے
 مستوں سے طیس بادہ پیسِ حضرتِ نازش
 حسرت سی پگلی ہے سرے چاکِ جگر سے
 دنیا کے کھیر دُل سے ہمیں واسطہ نازش
 خم کے ہوتے ہوتے حاجت نہ رہی سجدل کی
 کون کرتا ہے تہنیدانِ وفا کا ماتم
 دنیا میں جنھیں خدا کا اقرار نہیں
 ہر ذرہ زور دے فروغِ حکمت
 ریتے ہیں تقدیر جاں ترینے والے
 دھنڈھو کہ تیغ یا جنابِ نازش

رباعی

یار ب متارے درد کہ ہر لیکے جاتے
 رہا نہ کچھ گل و بلبل کی داستان کے لیے
 نہ میں چمن کے لیے ہوں نہ تیاں کینے
 خالق ہوں میں بھی راتوں کو شرب آتی ہے
 فاقہ مستی میں میسر متے ناب آتی ہے
 کیا آگ لگانے کو وہاں بقِ نعر جاتے
 جگر ترے دیدار کی دھن ہو کہ جگر جاتے
 غرض میکدے میں بھٹکتے پھرے ہم
 سنبھالے کوئی اب گرے اب گرے ہم
 بھرا ہے شر و محشرِ خستگانِ غم کے سینوں میں
 کمی مستی میں جیتے جی نہ چھڑا برہمِ بنگلہ کو
 کرتا ہے جوانی میں کوئی یا رخِ خدا کو
 ڈرتا ہوں کہ بدام نہ وہ پردہ نشیں ہو
 تم میرے خرابات کے سجادہ نشیں ہو
 سر نہ اٹھا کبھی ساقی ترے لحاظوں سے
 شمعِ روٹی ہے لپٹ کر کہیں پرانوں سے
 شاید وہ لوگ رہے خوار نہیں
 کہ قطرہ بھی میکدے میں بے کار نہیں
 میں جلوہ دختِ رزے جینے والے
 یہ لوگ تو میں مفت کی چنے والے

تلامذہ نازش بدایونی

(۱) اختر منشی محمود اختر صدیقی میرٹھی ثم بریلوی خلف مولوی عبد الکریم

اوّل مدرسہ ثوریہ بمبعل پولیس ٹریننگ اسکول مراد آباد میں تعلیم پائی۔ دو ڈرامے "طلسمی راز" اور "کرشمہ عشق" کے مصنف تھے۔ کلام میں آمد اور زبان میں سلاست ہے۔
نثر ہے اختر مجھے اس جام کا بوجھ (مجموعہ داستانیں)

(۲) اخگر منشی رضی علی کا کوری پیشکار نظامت رام پور تینڈہ ذلی دہری

و نازش بدایونی۔

نثر کلام ریخ و ملائے عالم و دروغم زمان
یہ کسکی جان پر میں سیدیں جہاں پر میں
آہ و دماغ انکے کیوں آسمان پر میں
ہے تو خدا نہیں میں اتنی خودی رکھوں

(۳) جگر منشی رشید الاسلام عرف محمود احمد عباسی بدایونی

نثر کلام گلہ زلف عبث شکوہ سنبھل ہے جا
ہم نے مجموعہ عالم کو پریشان دیکھا

(۴) فروغ منشی لطافت حسین بدایونی

نثر کلام وہ ہر بات میں روٹھ جانا کسی کا
وہ دو روپہر ہم منانا کسی کا

(۵) دل قافی لطافت حسین ہاشمی ۱۸۸۴-۱۹۵۳ء مراکس محامہ سید باڑہ

بدایوں وفات کر چکی۔ آپ نے ۱۲۵۱ھ میں بدایوں سے اخبار العدل جاری کیا جو حکومت کا حامی تھا۔ دلی صاحب کو مخالف صاحب کا خطاب بھی ملا تھا ان کی مخالف جماعت نے اخبار والقرین جاری کیا تھا۔

انتخاب نظم جو ان میں بھیہ احساس برکب تھا جو ان کا
جانتا تھا سرب مستی عالم کو میں نے لکھ سمجھا تھا
میں بیکر بن گیا تھا اپنی خواہش مانگنے کا
سمجھ لو اسکو دھندلا کر کسی دیر بگائی کا

بدایوں کے ان پڑھ شاعر

آزاد۔ محمد علی خاں ۱۸۵۹ء ولد قادر خاں ساکن محلہ چاہ میر بدایوں باوجود کم علمی سے خوب کہتے تھے اور پڑھتے بھی خوب تھے کلام فریاد اور بہت اچھا تھا کافی ذخیرہ تھا لیکن تلف ہو گیا۔ آپ خان بہادر احمد علی خاں میکش بدایونی کے والد ماجد تھے میر کا نام شہر ترے جتنی کا ہے کھر کھر کی دن سے کوٹھوں پہ چنے جاتے ہیں پھر کئی دن سے آزاد کی ہے خانہ بدوستی کا یہ عالم کاندھوں پہ لئے پھرے ہیں چھوکی دن سے خلعت برہنگی کا جو بخت بہار نے وسعت جزوں لگے کرے کپڑے آنرے

ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب ان کے صاحبزادے خان بہادر احمد علی خاں میکش بدایونی (شاگرد حضرت مذاق بدایونی) کے پاس موجود تھی (رسالہ اردو اپریل ۱۹۳۲ء)

غالب۔ غالب علی خاں بدایونی تقریباً ۱۸۶۰ء - ۱۹۳۰ء مرغاڑ تھے اور

آخر میں برب یا کباب بیچ کر گزرا تا کہ کرتے تھے شاعری کا شوق تھا چست فقرے اور برجستہ جملے سودر میں داخل تھے پڑے لکھے نہ تھے لیکن شرفا کے محلے تافنی ٹولہ میں بہتے

یہ محنت لفظی اور تہذیب و سلیقہ سے شناسنا تھے کسی قدر حرف شناس بھی تھے۔ مذہب
 یہ تھا ساٹھ ستر سال کی عمر میں تقریباً ۱۹۲۵ء میں انتقال ہوا۔
 کلام نقد کوئی نہ لے تو کیا کیجیے
 غالب ادھار ہی بیچو
 بادل گرج رہا ہے یہ طوفانِ آب ہے
 غالب ہمارے برف کی مٹی خراب ہے

داغ۔ واحد علی خاں غالب مذکور کے لڑکے تھے۔ بے تکیہ شریک تھے۔ یہ بھی

علم تھے جوانی میں ایک آوارہ عورت سے عشق کرنے لگے اور جوشِ عشق میں شریک تھے اپنے
 حاکم کا مطلب طرح طرح سے بیان کرتے تھے
 کلام رات فہم میں آکے ساتی نہ
 تڑپا لے بہرِ تراق پُراق

ناسخ و راسخ۔ واحد علی غالب مذکور کے چھوٹے لڑکے اور داغ مذکور کے

بائی تھے۔ پہلے ناسخ اور بعد میں راسخ تخلص کرتے تھے۔ یہ بھی کم علم تھے۔ طبیعت موزوں تھی
 عروں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ زمانہ سواریوں کا دستی ٹھیلہ چلا کر گذر اوقات کرتے تھے
 اپنا ٹھیلہ لیکر بریلی بھی چلے جاتے تھے ولادت قریب ۱۹۱۰ء میں آجڑا ٹوپی کی قید سے
 ادا تھے۔ ایک مشاعرے میں انہیں چائے کا ٹھیکہ ملا۔ حساب ہوا تو نقصان رہا فوراً
 شعر پڑھا عہ پیا تے سبتیں ہم کو نہیں پیسے دیں۔ ہماری جاں الہی بڑے عذاب میں ہے
 اپنے پیشے کا ذکر اس طرح کرتے ہیں ع

جب ملک سردی ہی تو چائے کا سودا کیا
 گرمیاں آئی ہیں واحد بے کاسمان کر
 بریلی کے شاعر ۱۹۲۵ء میں غل پڑھی تھی اس کا ایک شعر یہ ہے ع
 درد اٹھانے کیلئے منعقد بٹھانے کیلئے
 تیرے بیمار کی یہ دہی خیر رکھتے ہیں

فہرست شعرائے مصلح بدایوں

نمبر صفحہ نمبر	تخلص	نام	شاعر نمبر صفحہ	تخلص	نام
۱	۵۱	آباد	۱۹	۵۸۸	اثر محمد حسن
۲	۲۵۶	آباد	۲	۶۶۳	اثر حبص
۳	۲۷۹	آذر	۲۱	۲۸۲	اثر انثار علی
۴	۲۳۶	آرزو	۲۲	۲۵۷	اثر بیان الدین
۵	۵۹۷	آرو	۲۳	۲۶۹	اثر اعجاز احمد
۶	۲۶۸	آزاد	۲۴	۳۷	اثر تہو حسن
۷	۲۶۸	آزاد	۲۵	۵۶۳	اثر مبداء رشید خاں
۸	۳۳۹	آزار	۲۶	۳۹۹	ایشہ جمیل احمد
۹	۷۱۰	آزاد	۲۷	۷۶۳	احسان مولوی احسان اللہ
۱۰	۱۹۵۵	آزاد	۲۸	۲۷۹	حسن قاضی احسن علی
۱۱	۷۷۳	آزاد	۲۹	۳۷۹	احفاد سید احفاد علی
۱۲	۷۷۳	آزاد	۳۰	۷۷۷	احمد صبح الدین
۱۳	۵۸۹	ابر	۳۱	۷۰۳	احمد احمد حسین
۱۴	۵۲۳	ابرگنوی	۳۲	۲۵۳	اختر حافظ ظہور احمد
۱۵	۷۹۰	ابر	۳۳	۶۳۶	اختر کمالی محمد اختر
۱۶	۱۹۰	ابرار	۳۴	۲۶۹	اختر ربیع الاسلام
۱۷	۳۸۰	ابرار	۳۵	۶۱۴	اختر انصاری اختر حسین
۱۸	۲۵۷	ابرار	۳۶	۲۶۹	اختر محمد احمد

اشک	۴۰۲	۵۷	بکرم نعل رسن
اشرفی	۲۵۰	۵۸	اشرفی لال
اظهر	۲۶۲	۵۹	اظهر علی
اظهر	۵۵	۶۰	اظهر حسن
اظهر	۲۸۰	۶۱	اظهر شاه
اظهر	۲۸۳	۶۲	سید اظهر حسن
اظهر	۱۹۱	۶۳	اظهر الدین
اظهر	۳۸۲/۳۹۹	۶۴	سید اظهر علی
اظهر	۲۹۹	۶۵	محمد اظهر فروری
اظهر کمالی	۶۹۳۲	۶۶	محمد اظهر
اظهار	۳۷۹	۶۷	اظهار حسین
اظهار	۳۱۳	۶۸	سید عبدالعلی
اعجاز	۷۰۱	۶۹	عبدالغنی
اعلیٰ	۲۳۶	۷۰	اعلیٰ حسین
انتقار و فخر	۲۷۰	۷۱	حکیم افندی راجا
انتقار	۵۲۲	۷۲	سید انتقار حسین
انصر	۷۵۳	۷۳	سید محمود حسین
انصر	۳۸۳	۷۴	سید انصر علی
انصر	۶۱۶	۷۵	محمد احمد
انصر گوری	۵۳۱	۷۶	انصر علی
۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰	۲۷۳	۷۷	سید انصر احمد

اختر	۷۰۴	۳۷	شیفہ حسین
اگر	۳۹۳	۳۸	یرویز احسن
اخلاق	۱۳۷	۳۹	اخلاق حسین
اخلاق	۲۹۹	۴۰	اخلاق احمد
اخلاق رسولی	۵۶۲	۴۱	
اداجوی	۳۲۱	۴۲	محمد عزیز جہاں بگم
ادب	۳۲۹	۴۳	مولوی سعید احمد
ادیب	۷۶۳	۴۴	مولوی غفیل الدین
ادیب	۳۲۰	۴۵	عبدالشافع
ارشاد	۲۲۷	۴۶	مولوی علی ارشد
ارشاد	۷۹۸	۴۷	مولوی علی ارشد حسین
ارشاد	۳۹۹	۴۸	محمد حبیب الحسن
ارمان	۵۶۶	۴۹	کنز بہادر
ازہر	۲۶۹	۵۰	امجد علی
اسحق	۱۷۱	۵۱	مولوی محمد اسحق
اسحق	۲۹۹	۵۲	محمد اسحق
اسرار	۶۹۳	۵۳	اسرار احمد
اسعد	۵۳	۵۴	اسعد احمد
اسیر	۶۸۰	۵۵	مولوی علی احمد خاں
اشک	۳۹۴	۵۶	مولوی محمود رضا

محمد انیس	النس	۵۰۲	۹۷	مودی محمد افضل	افضل	۲۴۳	۷۷
مولوی اثر الحق	الذر	۱۷۱	۹۸	افضل حسین	افضل	۳۷۱	۷۸
سید خورشید علی	انور	۲۵	۹۹	نظام علی خاں سہلانی	افضل	۲۴۶	۷۹
حکیم ضامن الدین	انور	۲۱۲/۲۷	۱۰	ادریس ندر	افق	۶۱۹	۸۰
بہار الجید	انور	۵۰۰	۱۱	آقبال	آقبال	۷۷۰	۸۱
انوار اللہ	انور	۵۳۵	۱۲	مولوی الہام اللہ	الہام	۲۳۶	۸۲
الوز بیگ	انور تاسمی	۵۴۰	۱۳	سید امتیاز علی	امتیاز	۳۴۹	۸۳
انیس گوری انیس احمد	انیس گوری	۵۲۵	۱۴	مولوی علی امجد حسین	امجد	۷۹۷	۸۴
سہان الدین	اوج	۲۷۱	۱۰۵	مرا امجد بیگ	امجد	۳۷۹	۸۵
اوج سبزی آل احمد	اوج سبزی	۷۷۸	۱۶	امداد حسین	امداد	۳۶۲	۸۶
ایشار علی	ایشار	۵۹۲	۱۷	امداد حسین	امداد	۷۹۸	۸۷
مولوی مبارز الدین	ایجاد	۱۷۲	۱۸	حافظ امیر الدین	امیر	۱۷۶	۸۸
ماد ہرام	اپ	۲۷۱	۱۹	مولوی امیر احمد	امیر	۷۷۷	۸۹
مولوی جلال الدین	باقر	۱۷۴	۱۱۰	قاضی غلام امیر	امیر	۵۲	۹۰
مولوی عبدالغنی	باقی دانا	۳۷۹	۱۱۱	امیر احمد خان سہلانی	امیر	۷۷۰	۹۱
مولوی عبدالواسط	باسط	۵۰۵	۱۱۳	پرویسرتی الدین	انجم	۲۷۰	۹۲
حضرت سید عبدالغنی	بدر	۹۹	۱۱۳	رعایت احمد	انجم	۲۷	۹۳
حسن افضل	بدر	۲۷۱	۱۱۳	پرویسرتی انجم	انجم	۷۷۷	۹۴
بدر علی پوری بدر الدین انصار	بدر علی پوری	۵۲۵	۱۱۵	انجم فوقی حکیم ظہور محمد	انجم فوقی	۷۷۹	۹۵
بدر الحسن	بدر	۷۷۰	۱۱۶	مقصود علی خاں	انجم	۳۳۳	۹۶

نسخ محمدی	بیدار	۱۳۲/۲۰	۱۳۲
یدشاه تل محمد	بیدار	۲۵۰	۱۳۸
رفاعی حنین	بیدل	۵۷۰	۱۳۹
عبدالزاق	بیدل	۵۹۲	۱۴۰
پیشہب	بیدار	۲۰۲	۱۴۱
غلام مصطفیٰ	بیزنگ	۲۲۷	۱۴۲
مولوی قطب الدین	پردیسی	۷۰	۱۴۳
سید محمد لوی	پاکر اود	۵۳	۱۴۴
پیام محمد لوی	بردفیض احمد	۵۳	۱۴۵
مولوی یاقوت علی	سہا بان	۷۳	۱۴۶
طریق حسین	سہا بان	۵۲۹	۱۴۷
امین احمد	سہا بان	۵۰	۱۴۸
مولوی عبدالحمد	تحسین	۷۹۹	۱۴۹
سکا کپڑا	تکین	۳۳	۱۵۰
رشید احمد	تکین	۷۸۲	۱۵۱
انوار حسین	تسیم	۳۷۱	۱۵۲
رام سہا بان	تسیم	۳۳۳	۱۵۳
عبدالباری	تسیم	۵۲۶	۱۵۴
اقبال غنی	تفتہ	۲۷۲	۱۵۵
رام جی مل	تمکین	۳۳۹	۱۵۶

برق	ارشاد حسین	۴۶۵	۱۱۷
برق	برق شکر سہا بان	۵۱۸	۱۱۸
برق و منظر	منظر احمد	۵۱۶	۱۱۹
برق	حسین خاں	۴۱۱	۱۲۰
برق	صدیق حسن	۲۵۳	۱۲۱
برق	ظہر الحسن	۲۷۱	۱۲۲
سید منظر احمد	سید منظر احمد	۳۸۳	۱۲۳
سری گوری	سہا بان	۵۲۶	۱۲۴
سجل	انفصال احمد	۳۹۹	۱۲۵
سجل	رضی الدین	۴۷۶	۱۲۶
سجل	غلام سجاد	۴۷۷	۱۲۷
بندہ و حفظ	مولوی خفہ اللہ	۲۷۳	۱۲۸
سہا بان	سہا بان	۲۳۸	۱۲۹
سہا بان	جیل احمد	۵۲۵	۱۳۰
بتیاب	مولانا عبداللہ شاہ	۱۸۸	۱۳۱
بتیاب	گروہاری لال	۳۳۹	۱۳۲
بتیاب	عبدالرحمن خاں	۲۷۱	۱۳۳
بے چین	سہا بان	۵۶۷	۱۳۴
بہجہ	عبدالرحمن	۵۶۸	۱۳۵
بہجہ	زبان احمد حسین خاں	۴۷۸	۱۳۶

محمد حسین	جلیل	۵۰۲	۱۷۷	تمنا حسین	منا	۵۷۴	۱۵
حاجی جمال الدین	جمال محبین	۵۹۴	۱۷۸	نولا حسین	نولا	۶۹۶	۱۶
سید جلیل احمد	جلیل	۳۶۲	۱۷۹	سید تہذیب حسن	تہذیب	۳۷۴	۱۵
جمال الدین	جمال	۵۹۴	۱۸۰	یدہور بی	تہور	۵۸۸	۱۶
حکیم سید احمد حسن	جمال دندا	۶۰۷	۱۸۱	عاشق حسین	نابت	۷۹۸	۱۶۱
جمال الدین	حصیل	۳۷۷	۱۸۲	مولوی نجم الدین	نائب	۷۳۹	۱۶۲
مولوی سید جلیل احمد	حصیل	۳۷۷	۱۸۳	مفتی عنایت احمد	شریا	۷۹۸	۱۶۲
سید جلیل احمد	حصیل	۳۶۱	۱۸۴	مولوی دلفت علی	شریا	۷۰۳	۱۶۳
سید جواد علی	جواد	۲۷۲	۱۸۵	ریاض حسین	ثمر	۲۷۲	۱۶۵
عبدالمقدر	جوش	۵۹۴	۱۸۶	نور حسین	ثمر	۲۷۲	۱۶۶
عطا احمد	جوش	۵۱۱	۱۸۷	نور سید احتشام علی	جادو	۷۳۸	۱۶۷
سرور حسین	جوش	۲۷۲	۱۸۸	علامہ عبود	جادو	۲۷۲	۱۶۸
رادھا ریں	جوش	۳۳۲	۱۸۹	غفریاب حسین	حام والی	۶۶۶	۱۶۹
الفاتہ	جولان	۲۸۲	۱۹۰	مولوی عبدالحام	جانی	۵۳۶	۱۷۰
مولوی قائم علی	جولان	۲۳۲	۱۹۱	جاوید اقبال	جاوید	۵۲۸	۱۷۱
امید کاپریت	جوہر	۳۳۹	۱۹۲	محمد دم حسین	حاجہ	۳۸۹	۱۷۲
مکشی رائے	جوہر	۵۶۳	۱۹۳	جعفر علی	جعفر	۷۹۸	۱۷۳
میاں حال	جوہر	۲۷۲	۱۹۴	جعفر حسین	جعفر	۷۳	۱۷۴
آفتاب احمد	جوہر	۶۳۸	۱۹۵	رشید الاسلام	جلیل	۷۰۹	۱۷۵
بابو نیر احمد	چوہدری	۲۷۲	۱۹۶	محمد جلیل	جلیل	۲۷۲	۱۷۶

۲۸	حام	مولوی علی حام	۲۱۷	۲۷۳	حشم	حشمت اللہ
۳۷	حاصر	کالدکا پیرساد	۲۱۸	۲۷۳	حشمت	حشمت علی خاں
۴۷	حامد	مولوی حامد حسین	۲۱۹	۲۷۷	حضرت	دھرم نرائن
۱۷	حامد	مولوی حامد بخش	۲۲۰	۲۷۷	حضر	حضر احمد
۱۹	حامد	مولانا سعد اللہ	۲۲۱	۲۷۷	حضر	حضر الحسن
۴۷	حامد	فاضل ریس الالام	۲۱۲	۲۷۷	حفظ	حفظ الکیم
۶۱	حبیب	حبیب احمد	۲۱۲	۲۷۷	حکیم	حکیم غلام نجف
۵	حبیب وانا	محمد احمد	۲۱۲	۲۷۷	حکیم	زبید حکیم احمد
۶۲	حبیب پوری		۲۲۵	۲۷۷	حمرہ ربیل	عبدالرزاق
۲۷	حزین	رشید الدین	۲۲۶	۲۷۷	حمید	مولوی حمید الدین
۷۴	حسرت	مولوی غلام شمس	۲۲۷	۲۷۷	حیات	حیات اللہ
۷۱	حسرت	شیر حسن	۲۲۸	۲۷۷	حیات گوری	محمود مسعود
۳۱	حسرت	اجتہاد الدین	۲۲۹	۲۷۷	حیدر	غلام حیدر
۹	حسن	اباام رضی الدین صغالی	۲۳۰	۲۷۷	حیرت	سید عیادت احمد
۲۰	حسن	مولانا سید حامد الدین	۳۱	۲۷۷	حیرت	سید تیر حسن
۱۷	حسن	مولوی جمال الدین	۲۳۲	۲۷۷/۵۹	حیرت و سید	سید حسن
۵۷	حسن	مولوی ابوالحسن	۲۳۳	۲۷۷	حیرت	رائس جرن
۲۷	حسن	ابوالحسن	۲۳۴	۳۵۱	خاموش	سید یاد علی
۱۷	حشر	غلام رسول	۲۳۵	۵۹۵	خلیل	محمد اباسم
۶۹	حشر القادی	سید حسین	۲۳۶	۶۰۹	خلیل و رنگین	طیل الرحمن

رام دیال	راحت	۲۵۱	۲۵۷
راحت حسین	راحت	۲۷۳	۲۵۸
رازا حسنی	رازا حسنی	۵۶۰	۲۵۹
رازا قاری امیر حسن		۵۴۲	۲۶۰
تدرت الله	راز	۵۹۵	۲۶۱
مولوی سلیم الله	راضی	۱۷۲	۲۶۲
مولوی یعقوب نجف	راغب	۳۳	۲۶۳
مولوی شمس الدین	راغب	۲۶۰	۲۶۴
شیر خشت	راغب	۳۴۹	۲۶۵
جولس میسی	راغب	۵۷۷	۲۶۵
محمد احمد	رخشدار	۲۷۳	۲۶۶
مولوی فضل احمد	رسا	۷۶۷	۲۶۷
مقبول غنی	رسا	۷۹۹	۲۶۸
مولانا نیضه	رسوا	۱۷۲	۲۶۹
عبدالواسع	رشک	۵۲۸	۲۷۰
تماس عسائی	شکی	۶۷۷	۲۷۱
رشید	رشید	۳۶۶	۲۷۲
راضی غایت	رضا	۷۶۸	۲۷۳
مولوی رفیع	رضا	۶۶۰	۲۷۴
رضا احمد	رضا	۲۷۳	۲۷۵
رضا الله	رضا	۷۰۴	۲۷۶

خدا نصاری	۵۳۲	۲۷۷
مقبول حسن	حمر	۳۸۷ ۲۷۸
سید عام	فخر	۵۲۳ ۲۷۹
کرناش کنگر	خوس	۳۷ ۲۸۰
فضل رب	خیال	۵۹۱ ۲۸۱
بابرام	وفا	۲۹۸ ۲۸۲
واحد سنی	داع	۷۱۱ ۲۸۳
مظا احمد	درد	۵۹۵ ۲۸۴
اسرار حسین	درد	۵۹۵ ۲۸۵
مفتی محفوظ علی	دردی	۱۷۷ ۲۸۶
مفتی لطافت حسین	دل	۷۹ ۲۸۷
مولو دعلی	دل	۲۷۳ ۲۸۸
مولوی علی احمد	دولکھا	۵۰۵ ۲۸۹
ظہیر احمد	دید	۶۱۴ ۲۹۰
حافظ مجاہد الدین	فناکر	۶۲۷ ۲۹۱
مولوی ایشار علی	ذائق	۷۸۵ ۲۹۲
مولوی حمید حسین	ذیع	۷۹۰ ۲۹۳
مولوی رحمت علی	ذکا	۲۲۷ ۲۹۴
اشفاق حسین	ذکی	۶۷۶ ۲۹۵
ذکا واللہ	ذکی	۵۲۶ ۲۹۶

مولوی ریاض الدین	ریاض	۱۳۵	۲۹۸
مولوی سلی و اولاد اللہ	زار	۲۲۶	۲۹۹
بانکے لال	زار	۲۰۹	۳۰
نذاحین	زادہ	۲۷۷	۳۱
تجم الحسن	رخم	۲۷۹	۳۲
مولوی انوار حسین	زلالی	۲۵۳	۳۳
روار حسین	زوار	۲۷۰	۳۴
روار حسین	زوار	۳۱۹	۳۵
اعجاز الدین	رور	۲۹	۳۶
عبد المعنی	ریبا	۲۲۳	۳۷
ساجد حسین	ساجد	۲۱۵	۳۸
سید افتخار احمد	ساجر	۳۷۲	۳۹
مولانا عبد الحمید	سالم		۳۱۰
ممتاز الدین	سائق	۲۹۱	۴
سبطین احمد	سبطین	۲۷۳	۳۱۲
سجاد حسین	سجاد	۲۹۸	۳۱۳
دیبی پرشار	سحر	۳۳۷	۳۱۴
مترن حسین	سحر	۳۶۲	۳۱۵
محمد حسین	سحر	۵۰	۳۱۶
حکیم افضل الرحمن	سحر	۲۰۵	۳۱۷
سخاوت حسین	سخاوت	۵۹۶	۳۱۸

سبط رضا	رضا	۲۵۴	۲۷۷
مولوی علی رضی اللہ	رضی	۲۰۲	۲۷۸
منشی رضی اللہ	رضی	۵۳۵	۲۷۹
رضی احمد	رضی و سرور	۶۲۸	۲۸۰
بابی رضی باقر	رضی	۶۶۰	۲۸۱
رضی الدین	رضی	۲۷۳	۲۸۲
نبی الدین قادر حسین	رضی	۱۸۷	۲۸۳
رضوان ضیاء حکیم صدق احمد	رضوان	۶۹۳	۲۸۴
رضوان اللہ	رضوان	۵۳۵	۲۸۵
حسرت راجہ	رعند	۵۹۲	۲۸۶
ظفر یاج حسین	رعند	۵۶۵	۲۸۷
رفعت اللہ	رفعت	۲۹۹	۲۸۸
عبد الحلیم	رمز	۵۹۶	۲۸۹
منظر الاسلام	رمز گزوی	۵۳۲	۲۹۰
تحمیل حسین	د	۳۱۹	۲۹۱
مولوی عبد الباقی	زند	۱۹۵	۲۹۲
خلیل الرحمن	زنگین و جلیل	۲۰۹	۲۹۳
غیاث اللہ	زکریا	۴۰۸	۲۹۴
ردنی علی خاں	زولفق	۵۳۸	۲۹۵
حافظ ریاض الدین	ریاض	۱۸۷	۲۹۶
بابی الدین احمد	ریاض	۵۱۱	۲۹۷

خدا بخش	سیف	۲۷۹	۳۷۰	سراج	سراج الدین	۲۱۲	۳۱۹
معبود شاه	سیف	۲۷۲	۳۷۱	سریٹ	عکاسی	۲۷۳	۳۲۷
سیفی پتیمی ڈاکٹر خلیل الرحمن		۵۲۶	۳۷۲	سرمد	میطیع احمد	۵۹۶	۳۲۱
اکرام احمد	شاد	۵۵۶	۳۷۳	سرور	مولوی عبدالصمد	۵۹۹	۳۲۲
اصغر حسین خاں	شاد	۲۷۴	۳۷۴	سرور	عبدالقیوم	۲۷۴	۳۲۳
محمد اصغر	شاد	۲۷۴	۳۷۵	سرور	برونیر آل احمد	۷۸۶	۳۲۴
سید اسحق احمد	شاد	۳۸۷	۳۷۶	سوارب اللہ	سوارب اللہ	۲۲۷	۳۲۵
محمد صالح	شاد	۵۳	۳۷۷	سعادت	سعادت علی	۵۹۶	۳۲۶
علامہ جلالی	شاد	۵۷۵	۳۷۸	سعید و کامل	مولوی سعید الدین	۶۲۱	۳۲۷
حافظہ عبدالحجید	شاران	۷۸۰	۳۷۹	سید	چروہی سعید الدین	۷۸۸	۳۲۸
مولوی سید الدین	شائق	۷۲۴	۳۸۰	سلام	قاضی عبدالسلام	۱۵	۳۲۹
مولوی سراسر علی	شالوت	۷۸۵	۳۸۱	سطلان قیس	سطلان علی خاں	۲۷۴	۳۳۰
ظہور الاسلام	شادان	۶۷۴	۳۸۲	سلیم	مولوی سلیم اللہ	۱۸۵	۳۳۱
رفنا احمد	شاطر	۷۷۹	۳۸۳	سلیم	حکیم فیض الحسن	۷۱۱	۳۳۲
منور سہات	شاعر	۶۵۲	۳۸۴	سوز	محمد امین	۳۶۲	۳۳۳
ابرار حسین	شاعر	۶۶۱	۳۸۵	سوز	تامی محمد بنی	۵۶۷	۳۳۴
شاکر نکبت شاکر حسین		۳۶۲	۳۸۶	سوز	اشرف حسن خاں	۶۷۹	۳۳۵
عبدالشاکر خاں	شاکر	۳۳۳	۳۸۷	سوز	واحد حسین	۵۷۷	۳۳۶
فلاح حسین	شاہد	۷۷۴	۳۸۸	سپیل	مشرع حسین خاں	۷۷۹	۳۳۷
برج بہادر	شاہد	۳۳۲	۳۸۹	سید	مفتی سید احمد	۶۷۷	۳۳۸
نعمت اللہ	شاہد	۲۷۴	۳۹۰	سید شاد	سید جواد علی	۲۷۴	۳۳۹

شیخ	۴۴۲	۳۹۱	عظام شبیر
شبیر	۵۰۳	۳۳۳	محمد علی
شرر	۱۷۷	۳۳۳	مولوی علی بخش
شرر	۵۲۳	۳۹۲	عباس علی خاں
شریف رحمانی	۵۲۷	۳۶۵	عبد الحليم
شعلہ	۳۷	۳۶۶	زبان ماس
شفاغت	۲۲۶	۳۹۷	مولوی شفاغت اللہ
شفیق	۲۶۸		عبد الماجد
شفیق انجم	۳۷۷	۳۶۹	
شکر	۱۷۹	۳۷	مولوی شکر اللہ
شکیل	۶۹۳	۳۷۱	شکیل احمد
شمس	۷۸۰	۳۷۷	شمس الدین
شمس	۵۳۰	۳۷۳	احمد جان
شمع	۳۷۷	۳۷۷	مولوی محمود خاں
شیم	۳۶۳	۳۷۵	ید قدرت علی
شیم	۷۶۳	۳۷۶	وارث حسن
شیم	۲۷۷	۳۷۶	جودھو کریم الدین
شیم	۵۶۳	۳۷۷	ادما شکر
شرخ و رضا	۵۱۱	۳۷۸	مبین الرضا
شرر	۱۸۷	۳۷۹	انتھار الدین
شوق	۶۳۶	۳۸۰	ابن علی
شوق	۵۱۲	۳۸۱	ماہی مہوف حسین
شوق	۴۴۷	۳۸۲	بیاض احمد
شوق	۲۷۵	۳۸۳	بیارت اللہ
شوق	۳۶۶	۳۸۴	اقبال احمد
شرکت	۷۱۵	۳۸۵	ماہی شرکت علی
شہاب	۱۰۱	۳۸۶	حضرت شہاب الدین بہرہ
شہید	۷۰۷	۳۸۷	شہید حسین
شیدا	۲۳۶	۳۸۸	شیدا حسین
شیدا	۵۰۷	۳۸۹	عبدالحی
شیدا	۵۲۹	۳۹۰	عبد الماجد
شیدا	۳۶۶	۳۹۱	ابن علی
شین	۶۷۹	۳۹۲	حافظ احسان اللہ
صابر	۵۷۵	۳۹۳	صابر حسین
صابر	۷۱۶	۳۹۴	صابر حسین
صابر	۵۶۳	۳۹۵	تیدر صابر
صاحب	۲۷۵	۳۹۶	محمد علی
صاحب	۵۵۷	۳۹۷	مغرب احمد
صادق دعویدار	۶۷۷	۳۹۷	مولوی عزیز الدین
صبا	۳۱۹	۳۹۸	شیدہ حسین
صبا	۳۵۷	۳۹۹	صابر حسین
صبا	۵۹۷	۴۰۰	حکیم سہیل احمد
صبا	۷۲۵	۴۰۱	مظاہر الدین
صبا	۵۵۰	۴۰۲	مظاہر الدین

۲۵	۴۴۹	طارق سبزی محمد طارق	۲۵	۴۴۹	طارق سبزی محمد طارق	۲۵	۴۴۹	طارق سبزی محمد طارق	۲۵	۴۴۹	طارق سبزی محمد طارق
۲۶	۶۴۶	طالب دهاب الديان	۲۶	۶۴۶	طالب دهاب الديان	۲۶	۶۴۶	طالب دهاب الديان	۲۶	۶۴۶	طالب دهاب الديان
۲۷	۵۷	طالب علی حسین	۲۷	۵۷	طالب علی حسین	۲۷	۵۷	طالب علی حسین	۲۷	۵۷	طالب علی حسین
۲۸	۳۳۲	طالب گنکار بال	۲۸	۳۳۲	طالب گنکار بال	۲۸	۳۳۲	طالب گنکار بال	۲۸	۳۳۲	طالب گنکار بال
۲۹	۶۱۶	طفیل مولوی فضل احمد	۲۹	۶۱۶	طفیل مولوی فضل احمد	۲۹	۶۱۶	طفیل مولوی فضل احمد	۲۹	۶۱۶	طفیل مولوی فضل احمد
۳۰	۲۴۹	طیب محمد طیب	۳۰	۲۴۹	طیب محمد طیب	۳۰	۲۴۹	طیب محمد طیب	۳۰	۲۴۹	طیب محمد طیب
۳۱	۵۷	ظفر مولوی ظفر حسن	۳۱	۵۷	ظفر مولوی ظفر حسن	۳۱	۵۷	ظفر مولوی ظفر حسن	۳۱	۵۷	ظفر مولوی ظفر حسن
۳۲	۶۳۳	ظفر ظفر احمد	۳۲	۶۳۳	ظفر ظفر احمد	۳۲	۶۳۳	ظفر ظفر احمد	۳۲	۶۳۳	ظفر ظفر احمد
۳۳	۵۶۲	ظفر ظفر الحق	۳۳	۵۶۲	ظفر ظفر الحق	۳۳	۵۶۲	ظفر ظفر الحق	۳۳	۵۶۲	ظفر ظفر الحق
۳۴	۳۲۳	ظفر علی محمد ظفر	۳۴	۳۲۳	ظفر علی محمد ظفر	۳۴	۳۲۳	ظفر علی محمد ظفر	۳۴	۳۲۳	ظفر علی محمد ظفر
۳۵	۵۷	ظهور محمد ظبور	۳۵	۵۷	ظهور محمد ظبور	۳۵	۵۷	ظهور محمد ظبور	۳۵	۵۷	ظهور محمد ظبور
۳۶	۶۳۹	ظہیر ظہیر احمد	۳۶	۶۳۹	ظہیر ظہیر احمد	۳۶	۶۳۹	ظہیر ظہیر احمد	۳۶	۶۳۹	ظہیر ظہیر احمد
۳۷	۵۶۲	ظہیر ظہیر الحسن	۳۷	۵۶۲	ظہیر ظہیر الحسن	۳۷	۵۶۲	ظہیر ظہیر الحسن	۳۷	۵۶۲	ظہیر ظہیر الحسن
۳۸	۳۶۶	ظہیر ظہیر الحسن انصاری	۳۸	۳۶۶	ظہیر ظہیر الحسن انصاری	۳۸	۳۶۶	ظہیر ظہیر الحسن انصاری	۳۸	۳۶۶	ظہیر ظہیر الحسن انصاری
۳۹	۵۹۱	ظہیری حکیم شاه ظہیر احمد	۳۹	۵۹۱	ظہیری حکیم شاه ظہیر احمد	۳۹	۵۹۱	ظہیری حکیم شاه ظہیر احمد	۳۹	۵۹۱	ظہیری حکیم شاه ظہیر احمد
۴۰	۴۱۳	سید عابد سید عابد حسین	۴۰	۴۱۳	سید عابد سید عابد حسین	۴۰	۴۱۳	سید عابد سید عابد حسین	۴۰	۴۱۳	سید عابد سید عابد حسین
۴۱	۳۸۵	عاجز سید لیتق احمد	۴۱	۳۸۵	عاجز سید لیتق احمد	۴۱	۳۸۵	عاجز سید لیتق احمد	۴۱	۳۸۵	عاجز سید لیتق احمد
۴۲	۲۴۵	عاجز سید رشید اعلی	۴۲	۲۴۵	عاجز سید رشید اعلی	۴۲	۲۴۵	عاجز سید رشید اعلی	۴۲	۲۴۵	عاجز سید رشید اعلی
۴۳	۳۵۱	عاجز گرهاری لال	۴۳	۳۵۱	عاجز گرهاری لال	۴۳	۳۵۱	عاجز گرهاری لال	۴۳	۳۵۱	عاجز گرهاری لال
۴۴	۵۷۵	عاجز پریم جون	۴۴	۵۷۵	عاجز پریم جون	۴۴	۵۷۵	عاجز پریم جون	۴۴	۵۷۵	عاجز پریم جون
۴۵	۶۶۱	عارف محمد ادیس	۴۵	۶۶۱	عارف محمد ادیس	۴۵	۶۶۱	عارف محمد ادیس	۴۵	۶۶۱	عارف محمد ادیس
۴۶	۳۳۳	عارف اکرام حسین	۴۶	۳۳۳	عارف اکرام حسین	۴۶	۳۳۳	عارف اکرام حسین	۴۶	۳۳۳	عارف اکرام حسین
۴۷	۴۴۹	باحیو یوسف باک	۴۷	۴۴۹	باحیو یوسف باک	۴۷	۴۴۹	باحیو یوسف باک	۴۷	۴۴۹	باحیو یوسف باک
۴۸	۶۴۶	محمد صدر عباسی	۴۸	۶۴۶	محمد صدر عباسی	۴۸	۶۴۶	محمد صدر عباسی	۴۸	۶۴۶	محمد صدر عباسی
۴۹	۵۷	مولوی عبدالحی	۴۹	۵۷	مولوی عبدالحی	۴۹	۵۷	مولوی عبدالحی	۴۹	۵۷	مولوی عبدالحی
۵۰	۵۲۹	مخدوم گلدری	۵۰	۵۲۹	مخدوم گلدری	۵۰	۵۲۹	مخدوم گلدری	۵۰	۵۲۹	مخدوم گلدری
۵۱	۶۲۶	مولوی علی محمد علی	۵۱	۶۲۶	مولوی علی محمد علی	۵۱	۶۲۶	مولوی علی محمد علی	۵۱	۶۲۶	مولوی علی محمد علی
۵۲	۱۹۵	مولوی سید محمد	۵۲	۱۹۵	مولوی سید محمد	۵۲	۱۹۵	مولوی سید محمد	۵۲	۱۹۵	مولوی سید محمد
۵۳	۵۷	مولوی سید اکبر حسین	۵۳	۵۷	مولوی سید اکبر حسین	۵۳	۵۷	مولوی سید اکبر حسین	۵۳	۵۷	مولوی سید اکبر حسین
۵۴	۵۳۸	نفاذ الدین	۵۴	۵۳۸	نفاذ الدین	۵۴	۵۳۸	نفاذ الدین	۵۴	۵۳۸	نفاذ الدین
۵۵	۵۳۰	سلمان احمد	۵۵	۵۳۰	سلمان احمد	۵۵	۵۳۰	سلمان احمد	۵۵	۵۳۰	سلمان احمد
۵۶	۱۲۱	سید عبدالباقی	۵۶	۱۲۱	سید عبدالباقی	۵۶	۱۲۱	سید عبدالباقی	۵۶	۱۲۱	سید عبدالباقی
۵۷	۴۳۲	سیرت پشاد	۵۷	۴۳۲	سیرت پشاد	۵۷	۴۳۲	سیرت پشاد	۵۷	۴۳۲	سیرت پشاد
۵۸	۴۷۰	چرمی احمد علی	۵۸	۴۷۰	چرمی احمد علی	۵۸	۴۷۰	چرمی احمد علی	۵۸	۴۷۰	چرمی احمد علی
۵۹	۶۴۲	ضمیر حسین	۵۹	۶۴۲	ضمیر حسین	۵۹	۶۴۲	ضمیر حسین	۵۹	۶۴۲	ضمیر حسین
۶۰	۴۱۴	مولوی افضل علی	۶۰	۴۱۴	مولوی افضل علی	۶۰	۴۱۴	مولوی افضل علی	۶۰	۴۱۴	مولوی افضل علی
۶۱	۴۱۷	مولوی راشد علی	۶۱	۴۱۷	مولوی راشد علی	۶۱	۴۱۷	مولوی راشد علی	۶۱	۴۱۷	مولوی راشد علی
۶۲	۶۷۵	مولوی عبدالیقین زکریا	۶۲	۶۷۵	مولوی عبدالیقین زکریا	۶۲	۶۷۵	مولوی عبدالیقین زکریا	۶۲	۶۷۵	مولوی عبدالیقین زکریا
۶۳	۵۱۹	ضیا ضیاء محمد	۶۳	۵۱۹	ضیا ضیاء محمد	۶۳	۵۱۹	ضیا ضیاء محمد	۶۳	۵۱۹	ضیا ضیاء محمد
۶۴	۶۳۶	پریم ضیا اسد	۶۴	۶۳۶	پریم ضیا اسد	۶۴	۶۳۶	پریم ضیا اسد	۶۴	۶۳۶	پریم ضیا اسد
۶۵	۶۸۸	ضیاء الدین یحییٰ حسین	۶۵	۶۸۸	ضیاء الدین یحییٰ حسین	۶۵	۶۸۸	ضیاء الدین یحییٰ حسین	۶۵	۶۸۸	ضیاء الدین یحییٰ حسین
۶۶	۷۸۰	ضیاء ضیاء عباس	۶۶	۷۸۰	ضیاء ضیاء عباس	۶۶	۷۸۰	ضیاء ضیاء عباس	۶۶	۷۸۰	ضیاء ضیاء عباس
۶۷	۲۴۵	ضیا ضیا الحسن	۶۷	۲۴۵	ضیا ضیا الحسن	۶۷	۲۴۵	ضیا ضیا الحسن	۶۷	۲۴۵	ضیا ضیا الحسن
۶۸	۵۳۱	ضیا ضیا علی خاں	۶۸	۵۳۱	ضیا ضیا علی خاں	۶۸	۵۳۱	ضیا ضیا علی خاں	۶۸	۵۳۱	ضیا ضیا علی خاں

۶۲	۳۳	مست	مست الدخان	۶۲۳	۵۲۸	مکر مندی	فیاض علی خاں
۶۰۳	۵۹۷	مسعود	تاجی مسعود علی	۶۲۵	۲۲۰	تمتاز	مولوی نجف علی
۶۰۴	۵۳۸	مسعود	وحید احمد	۶۲۵	۵۷۹	تمتاز	تمتاز حسن
۶۰۵	۷۲۳	مسعود	مسعود محمد	۶۲۶	۷۲۹	تمتاز	حکیم تمتاز الدین
۶۰۶	۵۷۵	مسعود	امین مسعود	۶۲۷	۷۸۱	نظار	نظار المحسن
۶۰۷	۱۱۲	مسکین	مولوی عظیم اللہ	۶۲۸	۵۲۷	منزل	حلیل الدین
۶۰۸	۵۰	مسلم	اجمل حسین	۶۲۹	۲۵۷	مصنوع	مولوی منصور حسن
۶۰۹	۵۲۲	مشتاق	مشتاق حسین خاں	۶۳	۶۶۲	منظر الولی	بریسر عزیز احمد
۶۱۰	۲۲	مترقی	مولوی احمد حسن	۶۳۱	۵۷۱	منظر	چمر ۱۲
۶۱۱	۷۵	مصطر	غلام ہادی	۶۳۱	۶۸۸	منظر	سید مسعود علی
۶۱۲	۳۵۲	مصطر	تیرم بخش	۶۳۲	۱۷۸	منظر	منصور حسین
۶۱۳	۱۰	منظر	علامہ مست ہود	۶۳۳	۳۶۳	منظر	رجور داری
۶۱۴	۵۶۰	منظر	انوکھ لال	۶۳۵	۷۱۹	منظر	ثقلین احمد
۶۱۵	۷۲۶	منظر	اشفاق حسین	۶۳۶	۷۷۳	منظر	منور حسین
۶۱۶	۷۷	منظر	مولوی منظر حسین	۶۳۷	۱۹۲	منظر	مولوی میر الحق
۶۱۷	۲۷	معین	تیممع معین الدین	۶۳۸	۱۷۳	منظر	دعاب الدین
۶۱۸	۱۸	معین	معین الدین	۶۳۹	۶۱۳	منظر	نصیر احمد
۶۱۹	۳۶۶	معجز	مولانا اعجاز احمد	۶۴۰	۱۷۳	منظر	جمال الدین
۶۲۰	۱۷۳	معجز	سید عبد ربیع	۶۴۱	۱۷۳	منظر	منظر
۶۲۱	۱۲	معطر	معطر حسن	۶۴۲	۱۷۳	منظر	مولوی مری قلی
۶۲۲	۳۷۶	مقبول	سید مسعود احمد	۶۴۳	۷۷۳	منظر	مندی حسن

۶۴۳	۲۷۹	مهر فقی	نثار محمد	۶۶۴	۵۳۲	نیم	ڈاکٹر احمد حسینی
۶۴۴	۵۶۸	نمبر	عبدالرحمن خاں	۶۶۵	۵۷۰	نسیم	نسیم الرزاق
۶۴۵	۱۹۲	مینوار	موسیٰ کرم احمد	۶۶۶	۵۹۵	نشاط	عبدالقدوس
۶۴۶	۶۷	میکش	رفیق احمد	۶۶۷	۵۹۱	لشتر مقدس	
۶۴۷	۵۷۷	میکش	حاجہ اجماع خاں	۶۶۸	۵۳۶	نظر	منظر علی
۶۴۸	۳۵۲	نادر	چودھری نادر حسین	۶۶۹	۶۷۲	نسب	ای ایس سنیں
۶۴۹	۲۷۸	نادر	داؤد علی بیگ	۶۷۰	۲۷۸	نفیر	نفیر الدین
۶۵۰	۵	مازنازش	محمد مبین	۶۷۱	۱۰۳	نظام	حضرت نظام الدین
۶۵۱	۷۱۱	ناسخ	داؤد علی خاں	۶۷۲	۶۵۳	نظامی	مولوی نظام الدین
۶۵۲	۱۱۲	نامحی	جمال خاں	۶۷۳	۵۶۳	نظر	انوار الدین
۶۵۳	۲۷۸	ناصر	انصار حسین	۶۷۴	۱۱۵	نظمی تبریزی	نظم بدایلی
۶۵۴	۳۵۲	ناصر	نارینہ خانم خاں	۶۷۵	۳۸۸	نظیر	مولوی نظیر حسن
۶۵۵	۲۳۱	ناطق	مولوی نظام الدین	۶۷۶	۲۲۱	نفیس	مولوی اشرف علی
۶۵۶	۲۸	ناطق	ابوالحسن	۶۷۷	۵۹۷	نفیس	غلام سہیدین
۶۵۷	۲۷۷	نامی و صدر	مولوی سید الواحد	۶۷۸	۲۷۸	نفیس	نفیس احمد
۶۵۸	۷۷۹	نجمی	وصی الدین	۶۷۹	۵۷۸	نفیس	نفیس احمد
۶۵۹	۱۰۸	نخبی	مولانا فیض الدین	۶۸۰	۵۷۹	نفیس	سید مظاہر علی
۶۶۰	۵۳۲	زینت گزری		۶۸۱	۵۰۵	نفیس زیدی	-
۶۶۱	۵۹۸	نیم	سید مہربان علی	۶۸۲	۳۶۲	نکبت و شاکر	شاکر حسین
۶۶۲	۷۵۲	نسیم	بنیاد حسین	۶۸۳	۵۳۱	نکبت	محمی الدین
۶۶۳	۵۷۷	نسیم قریشی	ڈاکٹر محمد نسیم قریشی	۶۸۴	۱۲۳/۲۱۷	نوا	ظہور اللہ خاں

مولوی احمد حسن	وخت	۱۸۱	۷۰۶	نور الدین	نور	۲۷۸	۶۸۸
مولوی غنی رضا	وختی	۱۷۲	۷۰۷	پروفیسر نور الدین	نور	۶۰۰	۶۸۸
کرشن موہن	وختی	۵۶۷	۷۰۸	یوسف حسین	نور	۶۹۳	۶۸۷
حکیم وحید اللہ	وحید	۲۲۶	۷۰۹	افضل الرحمن	نوری	۷۰۵	۶۸۸
غلام مشہود	وحید	۲۷۸	۷۱۰	شیخ اعجاز احمد	نور	۷۰۷	۶۸۹
رضی الاسلام	وصل	۵۷۵	۷۱۱	خلیل الدین عباسی	نور	۷۰۵	۶۹
نواب مولوی علی محمد	دنا	۶۵۱	۷۱۲	مولوی نیاز احمد	نیاز	۱۷۶	۶۹۱
غلام محمد	دنا	۱۹۲	۷۱۳	نیا رحیم خاں	نیاز	۳۶۷	۶۹۲
حکیم احمد خاں	دتر	۱۹۳	۷۱۴	نیاز احمد	نیاز	۶۶۵	۶۹۳
سید ذکیل احمد	ذکیل	۳۸۹	۷۱۵	مولوی علی حیدر	نیر	۷۷۵	۶۹۴
ملاح حسین	ولا	۷۰۴	۷۱۶	وزیر احمد	نیر	۷۵۲	۶۹۵
ہر سہا سہ	دہبی	۱۲۱	۷۱۷	غلام مصطفیٰ	نیرنگ	۲۲۶	۶۹۶
باری علی	باری	۳۱۷	۷۱۸	مولوی عبدالواحد	واحد	۱۹۷	۶۹۷
سید بادی علی	باری	۳۵۲	۷۱۹	عبدالحمید خاں	وارنٹ	۲۷۸	۶۹۸
مولوی قطب الدین	باشمی	۲۷۶	۷۲۰	قداحین	وامق	۵۹۸	۶۹۹
خلیل احمد	باشمی	۶۰۱	۷۲۱	واصل مشتاق دنا	واصل	۱۷۳	۷۰۰
محمد بسطنی	ملال	۲۷۹	۷۲۲	مولوی شجاع الدین	وجد	۱۷۲	۷۰۱
مولوی سلمان احمد	ملالی	۶۶۲	۷۲۳	مولوی غلام غوث	وجد	۷۸۰	۷۰۲
محمد طاہر خان	ہاجل	۲۷۹	۷۲۴	حکیم مسرور احمد	وجد	۷۵۳	۷۰۳
سید محمد رفیع سکس	ہرش	۲۷۹	۷۲۵	غلام شہود	وجد	۲۷۸	۷۰۴
نواب مولوی غلام	یوسف	۷۵۳	۷۲۶	غلام نظام	وجد	۶۵۳	۷۰۵

